شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے حالات پر ایک قدیم کتاب کی اوّلین تحقیقی اشاعت

مقالاتِ طریقت

احوال و تعلیمات حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

(۱۱۵۹-۱۲۳۹ھ/۱۷۴۶-۱۸۲۴ء)

تالیف

عبدالرحیم ضیاء

تحقیق و تعلیق

محمد اقبال مجددی

پروگریسو بکس

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے حالات پر ایک قدیم کتاب کی اوّلین تحقیقی اشاعت

مقالاتِ طریقت

احوال و تعلیمات حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

(۱۱۵۹ـ۱۲۳۹ھ/۱۷۴۶ـ۱۸۲۴ء)

تالیف

عبدالرحیم ضیاء

تحقیق و تعلیق

محمد اقبال مجددی

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

کتاب : مقالاتِ طریقت

مؤلف : عبدالرحیم ضیاء حیدرآبادی

تحقیق و تعلیق : محمد اقبال مجددی

طابع : آر۔آر۔ پرنٹرز

ناشر : چوہدری غلام رسول
میاں جواد رسول، میاں شہزاد رسول

طبع اوّل : ۱۸۷۴ء

طبع دوم : ۲۰۱۷ء

قیمت : روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-8836776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست مندرجات

عنوانات	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

۱۹۶۴ء کے آغاز کی بات ہے کہ راقم احقر فقط ہائی سکول کا ایک طالب علم اور دارالمصنفین ' اعظم گڑھ کے شہرۂ آفاق رسالہ ''معارف'' کا خریدار بھی تھا' اس کا باقاعدہ مطالعہ میرا ابتدائی ذوق تھا' اس کے اگلے ہی سال ستمبر ۱۹۶۵ء کے شمارہ میں شعبۂ علومِ اسلامیہ' مسلم یونیورسٹی' علی گڑھ سے وابستہ ایک محقق محمد عضدالدین خان صاحب کا مقالاتِ طریقت پر ایک تعارفی مقالہ شائع ہوا' میں نوعمری کے باوجود حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی بزرگ شخصیت سے قدرے واقف تھا' مذکورہ مقالہ کا متعدد مرتبہ مطالعہ کیا' ان دنوں میں نادر کتابوں کی تلاش میں لاہور کے مراکز کتاب فروشی میں باقاعدہ جاتا رہتا تھا' ان میں ایک مرکز مولوی شمس الدین مرحوم' تاجر کتب نادرہ کی دکان زیرِ مسلم مسجد چوک انارکلی' لاہور تھی' جہاں نہ صرف لاہور بلکہ ملک بھر کے اہلِ علم آتے اور گھنٹوں بیٹھا کرتے تھے' ان حضرات کی مبارک صحبت میں میرا ذوق کتاب بینی بھی پروان چڑھ رہا تھا' اس مرکز میں آنے والے اصحاب میں سے بعض نے مذکورہ مقالہ بھی پڑھا تھا اور وہ آپس میں اس پر تبادلۂ خیال بھی کرتے رہتے تھے' جب یہ حضرات اس کتاب کی ندرت اور اہمیت پر بحث کرتے تو میں ہمہ تن گوش سنتا رہتا تھا اور اس کتاب کے حصول کی اُسی زمانہ سے لگن لگ گئی تھی لیکن کہیں سے اس کے حاصل ہونے کے امکانات نہیں تھے۔

اسی سال میٹرک میں کامیابی کے بعد اسلامیہ کالج ریلوے روڈ' لاہور میں انٹرمیڈیٹ میں داخل ہو چکا تھا' اس کے بعد ۱۹۷۰ء میں بی۔اے کے لئے اسلامیہ کالج سول لائنز' لاہور اور پھر ۱۹۷۲ء کو پنجاب یونیورسٹی' لاہور کے شعبۂ تاریخ سے ایم۔اے کرنے کے بعد نتیجہ کے انتظار میں زندگی کے دو سال ضائع ہو گئے ۱۹۷۴ء میں تاریخ کے لکچرر کی حیثیت سے انتخاب ہوا' اس دوران کتاب مقالاتِ طریقت کے حصول کی فکر سے کبھی آزاد نہ ہو سکا۔

ملکی اور غیر ملکی علمی اسفار میں بھی اس کی تلاش جاری رکھی' ۱۹۸۶ء کے سفر انگلستان کے دوران انڈیا

آفس لائبریری، لندن میں بھی اس کی جستجو کی لیکن کامیابی نہ ہو سکی، ۱۹۸۹ء کے سفر ہندوستان میں علی گڑھ کے قیام کے دوران اس کتاب کے تعارفی مقالہ نگار بزرگ جناب محمد عضدالدین خان صاحب سے ملاقات کے لئے ان کے گھر گیا اور مقالاتِ طریقت کی فوٹو کاپی کی درخواست کی لیکن معلوم ہوا کہ یہ ان کے پاس بھی نہیں ہے۔

آخر ۱۱ اگست ۲۰۰۳ء کے ایک علمی سفر میں کراچی کے مشہور عالم مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی صاحب سے ملنے کے لئے عزیزم ڈاکٹر ظفر اقبال صاحب (سابق صدر شعبۂ اُردو کراچی یونیورسٹی اور وائس چانسلر وفاقی اُردو یونیورسٹی کراچی) کے ہمراہ ان کے گھر گیا اور اس کتاب کا ذکر کیا، تو اُنہوں نے فرمایا کہ جامعۃ العربیۃ الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی کے کتب خانہ میں اس کا یہ مطبوعہ نسخہ موجود ہے جس سے میں نے فوٹو کاپی بنوالی تھی، اس خبر سے میں بہت ہی مسرور ہوا اور ان سے درخواست کی کہ اپنی کاپی سے میرے لئے اس کی ایک کاپی بنوا دیں تو اُنہوں نے کمال مہربانی سے اس کی کاپی بنوا کر عنایت فرمائی۔

ان تیرہ سالوں (۲۰۰۳ء سے ۲۰۱۶ء) میں زندگی میں بہت سے نشیب و فراز آئے اور یہ کتاب مرتب نہ ہو سکی، لیکن اس دوران ربِ کریم کے فضل سے راقم اثم کی مرتبہ چند کتب بھی شائع ہوئیں، جن میں لطائف المدینہ، مقاماتِ معصومی، زاد المعاد، رسائل در دفاع حضرت مجدد الف ثانی (دو مجموعے) اور تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند (مجموعۂ مقالات) قابلِ ذکر ہیں، اب میری زندگی کے ستر سال بیت چکے ہیں اور میں علمی تحقیقات کے قابل نہیں رہا ہوں لیکن مقالاتِ طریقت پر مفصل مقدمہ اور تعلیقات لکھنے کا عزم رکھنے کے باوجود اس پر جس محنت اور تحقیق کا تقاضا ہے کماحقہ پورا نہیں کر سکا۔ اُمید ہے مستقبل کے محققین اس نادر ماخذ پر کام کر کے اس کا حق ادا کریں گے۔

متن میں صفحات کے نیچے مختصر حواشی خود مؤلف ضیاء کے ہیں۔

مخلص

محمد اقبال مجددی

۲۷/فروری ۲۰۱۷ء

دار المؤرخین

۱۹۶۔ بی بلاک، سبزہ زار، لاہور

مقدمہ

نوشتہ

محمد اقبال مجددی

شاہ عبدالعزیز کا سیاسی، معاشرتی و مذہبی ماحول

اورنگ زیب عالمگیر نے اپنی وفات (۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ وہ صلح اور خوشی سے سلطنت کو تین حصوں میں تقسیم کر لیں، [۱] جو حالات کے گہرے مطالعہ اور اپنے فرزندوں کی صلاحیتوں کے صحیح جائزے پر مبنی تھی، اس کی دوربین نگاہوں نے ان طاقتوں کو اُبھرتے ہوئے دیکھ لیا تھا جن کا استیصال ایک مرکز سے قطعاً ناممکن تھا لیکن اس کے تنگ نظر اور خود غرض جانشینوں نے اس وصیت کی طرف توجہ نہ کی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ طاقت جو تین مرکزوں میں تقسیم ہو کر مخالف قوتوں کے خلاف صرف کی جا سکتی تھی، آپس میں لڑ کر ختم ہو گئی۔

اورنگ زیب کے جانشینوں کی ۱۷۵۷ء تک تخت نشینی کی جنگوں نے سیاسی نظام کو متزلزل کر دیا جس سے مسلم حکومت کی دشمن طاقتیں تیزی سے اُبھرنے لگیں، مرہٹے، جاٹ اور سکھ ان حالات سے بھرپور فائدہ اُٹھاتے رہے، ان کی حرکات سے عوامی زندگی تلخ ہو کر رہ گئی۔

ان حالات میں غیر ملکی حملہ آوروں نادر شاہ اور احمد شاہ درانی کے حملوں نے تو رہی سہی کسر نکال دی، جس سے معاشرتی امن مکمل طور پر تباہ ہو گیا، مسلم مخالف قوتیں تعداد میں اتنی زیادہ ہو گئی تھیں کہ وہ آپس میں ہی لڑتی رہتی تھیں، مرہٹوں کے عروج کی یہ انتہا تھی کہ اُنہوں نے مختلف علاقوں میں اپنے گورنر مقرر کرنا شروع کر دیئے تھے، ۱۷۶۰ء کو ان کا دہلی پر قبضہ ہو گیا اور مغل حکومت کچھ بھی نہ کر سکی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث اور میرزا مظہر جانِ جاناں شہید نے بعض امراء کو اس طرف توجہ دلائی لیکن وہ اتنی قوت نہیں رکھتے تھے کہ ان کا مقابلہ کر سکیں، شاہ ولی اللہ کا یہ بڑا کارنامہ ہے کہ اُنہوں نے مغل حکومت کے زوال اور امراء سے مایوس ہو کر افغانستان کے حکمران احمد شاہ درانی کو ہندوستان پر حملے کی دعوت دی اور ایک مخلص روہیلہ سردار نجیب الدولہ اور شاہ درانی کا اتحاد کروایا جس سے پانی پت کے میدان میں مرہٹوں اور ان کے حلیفوں کو شکست فاش ہوئی۔ [۲]

---

[۱] وصیت نامہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ ترجمہ از نثار احمد فاروقی، مقدمہ مع عربی و ہندی ترجمہ از علیم اشرف خان، دہلی ۲۰۰۴ء

[۲] ہم نے مقاماتِ مظہری کے مقدمہ میں اس کی تمام تر تفصیلات یک جا کر دی ہیں۔

آزاد خیال مؤرخین کا یہ نتیجہ غلط فہمی پر مبنی ہے کہ شاہ ولی اللہ نے ایک غیر ملکی کو ہندوستان پر حملہ کروا کے ملک کو کمزور کروا دیا تھا۔

صرف شاہ ولی اللہ محدث کے ساتھ ہی شاہ درانی کے تعلقات نہیں تھے بلکہ اس عہد کے دیگر علماء و صوفیہ کے اس کے ساتھ مراسم تھے جن میں شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری (ف ۱۱۹۵ھ/۸۰-۱۷۸۰ء) کے ساتھ اس کی مراسلت تھی، ان کے علاوہ میاں محمد عمر چمکنی پشاوری، حاجی محمد سعید لاہوری، میاں ثناء اللہ دہلوی، سید محمود شیخانی، سید نجیب کنڑی، میاں محمد عثمان، شیخ شکر اللہ ٹھٹھوی، شیخ بہلول جالندھری، میاں رحمت اللہ لاہوری، خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کشمیری (مؤلف تاریخ کشمیر)، شیخ کمال الدین کشمیری اور صاحبزادگان سرہند میں سے خواجہ غلام محمد معصوم ثانی سرہندی کے ساتھ بھی تعلقات تھے۔[1]

معاصر تذکرہ نویس غلام علی آزاد بلگرامی نے احمد شاہ درانی کے ہندوستان پر حملے اور ان کے مقاصد کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نجیب الدولہ اور دوسرے راجاؤں نے ملک کی حفاظت اور تقویت اسلام کے لئے شاہ درانی کو ہندوستان پر حملہ کی دعوت دی تھی، آزاد کے برجستہ الفاظ ملاحظہ ہوں:

> نجیب الدولہ و دیگر افاغنہ برای تقویت اسلام عموماً وصیانت خود خصوصاً راجہ ہای ہندوستان برای حفظ ملک خود عرائض بہ شاہ درانی فرستادہ، آمدن ہندوستان التماس کردند، شاہ درانی بنا بر ایں دو وجہ اعلام ظفر انجام بہ ایلغار از کابل جانب ہند بر افراشت[2] ....

لیکن افسوس کہ مسلم دشمن طاقتوں کے خلاف شاہ درانی کی کوششوں سے مغل حکومت اور اس سے وابستہ خودغرض امراء نے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا بلکہ اس کے اصل ثمرات جنگ پلاسی کے فاتحین نے حاصل کئے اور وہ آہستہ آہستہ سارے ہندوستان پر قابض ہو گئے یہاں تک کہ شاہ عبدالعزیز محدث کے حین حیات ۱۸۰۳ء کو دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اور مغل بادشاہ کی حکومت شاہی محل تک محدود ہو کر رہ گئی۔

---

[1] مقاماتِ مظہری، مقدمہ صفحہ ۴۱

[2] آزاد غلام علی بلگرامی: خزانۂ عامرہ مرتبہ ناصر نیکو بخت و شکیل اسلم بیگ، تہران ۱۳۹۰ش، ۱۳۲

اٹھارھویں صدی عیسوی میں پاکستان و ہند کے معاشرتی اور تمدنی حالات کا جائزہ لینے کے لئے دہلی کے معاشرتی حالات پر ایک نظر ڈالنا اس لئے لازم ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث کے اجداد و اخلاف سب نے اسی خطے میں زندگی بسر کی تھی۔

پاکستان و ہند کے اسلامی عہدِ حکومت میں دہلی نہ صرف ہندوستان بلکہ سارے عالمِ اسلام کے لئے ایک علمی و دینی مرکز بن گیا تھا' دراصل اس کی بنیاد اس زمانہ میں رکھی گئی جب وسطی ایشیا میں مسلمانوں کے تمام مراکز تباہ و برباد ہو رہے تھے اور منگولوں نے سارے سیاسی اور سماجی نظام کو درہم برہم کر دیا تھا' بغداد و بخارا وغیرہ سے کثیر تعداد میں علماء نے ہجرت کی تھی۔

سلاطین دہلی میں سے سلطان علاء الدین خلجی کا عہد حکومت اسلامی ہند کی سیاسی' علمی اور تمدنی تاریخ کا سب سے زیادہ تابناک دور تھا' برنی کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں دہلی میں ایسے علماء موجود تھے جن کا بخارا' سمرقند' مصر' خوارزم' دمشق' تبریز' رے اور روم وغیرہ میں بھی ثانی نہیں تھا' حد یہ ہے کہ بخارا' سمرقند' خوارزم اور عراق کے علماء کی تصانیف اس وقت معتبر سمجھی جاتی تھیں جب ہندوستان کے علماء ان پر مہر توثیق ثبت کرتے تھے' گویا دہلی ''رشک بغداد اور عزت مصر'' تھی۔

لیکن اٹھارھویں صدی میں تو اس کی بساط ہی اُلٹ گئی' اس وقت سلطنتِ مغلیہ پر نزاع کا عالم طاری تھا' یہ شہر بقول شاہ ولی اللہ ''لعب صبیان'' ہو گیا' مختلف اطراف وصوبوں سے جو طوفان اُٹھتے تھے اور بغاوتیں ہوتی تھیں' ان تمام ہنگامہ آرائیوں کے زلزلے دہلی میں محسوس کئے جاتے تھے۔

امن و امان کے دور میں علماء وصوفیہ اس شہر کی طرف کشاں کشاں چلے آتے تھے اور ایک مرتبہ یہاں آ کر پھر جانے کے لئے سوچنا تو درکنار بڑی سے بڑی سختی بھی انہیں یہاں سے نہ نکال سکی لیکن اٹھارھویں صدی میں اس طبقہ کے افراد خود دہلی سے دل برداشتہ ہو کر اس کی ہنگامی زندگی سے نکلنے کے لئے ہر وقت بے تاب رہتے تھے' درگاہ قلی خان کے روزنامچہ مرقع دہلی سے عیاں ہوتا ہے کہ ہر طبقہ میں خود فراموشی اور عاقبت نااندیشی پورے طور پر مسلط تھی' دہلی دھوپ اور چھاؤں کا شہر تھی' یہاں خانقاہیں بھی تھیں' شراب خانے بھی' مدرسے بھی تھے اور قمار بازی کے اڈے بھی تھے۔

شاہ ولی اللہ محدث اور میرزا مظہر جانِ جاناں شہید کے مکتوبات و ملفوظات سے اس صدی کی جو

تصاویر نظر آتی ہیں وہ حقیقتِ حال پر مبنی ہیں۔

شاہ عبدالعزیز کے شاگرد اور معروف عالم وصوفی شاہ غلام علی دہلوی نے لکھا ہے کہ

''ان ایام میں رزقِ حلال نایاب ہے اور جہالت کا دور دورہ ہے''۔

اٹھارھویں صدی میں مسلمانوں کی اخلاقی حالت بعینہٖ وہی تھی جو قوموں کے انحطاط اور حکومتوں کے زوال کے موقع پر ہوتی ہے' دہلی اور لکھنؤ کی معاشرت اور مجلسی و خانگی زندگی کا جو نقشہ انشاء اللہ خان انشاء کی دریائے لطافت اور مرزا قتیل کی ہفت تماشا میں نظر آتا ہے' اس سے تہذیب کی آنکھیں نیچی اور حیا کی پیشانی عرق آلود ہے۔

لیکن مایوسی کے اس دور میں راسخ العقیدہ علماء وصوفیہ نے نہایت ثابت قدمی سے ماحول کا جائزہ لیا اور پھر اپنے اصلاحی پروگرام کو باقاعدہ مرتب کیا۔

اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد جہاں سیاسی نشیب وفراز نے سر اُٹھایا وہاں اقتصادی بدحالی بھی اپنے پورے عروج پر جا پہنچی' اس کے عاقبت نااندیش جانشینوں نے اس کی جمع کی ہوئی دولت پر عیش وعشرت کرنے کے باوجود ملک کے مالی استحکام کے لئے اس میں اضافہ کرنے کی بجائے اسے بے دریغ لٹایا' نوبت یہاں تک پہنچی کہ فوج جو ملک کے دفاع کے لئے لازم ہے' کو تنخواہیں دینے کے لئے بھی سرمایہ باقی نہ رہا۔

نادر شاہ اور احمد شاہ درانی کے حملوں نے تو معاشی طور پر ملک کو تباہ و برباد کر دیا' ان کے منفی اثرات ونتائج کا ازالہ کرنے کے لئے کوئی اقدام نہ کئے گئے' ۱۷۶۰ء کو جب مرہٹوں نے دہلی پر قبضہ کیا تو دہلی کی یہ حالت تھی کہ وہاں انہیں لوٹنے کے لیے کچھ بھی نہ ملا' ان حالات میں عوامی زندگی نہایت تلخ ہو گئی تھی' صوفیہ کے ملفوظات ومکتوبات میں اس بدحالی کی بڑی واضح اور سچی تصویریں نظر آتی ہیں۔

ان حالات میں اگر حضرت شاہ ولی اللہ محدث نے سلطنتِ مغلیہ کے زوال کا سبب اقتصادی انحطاط قرار دیا ہے تو یہ آپ کی نہایت درجہ اعلیٰ بصیرت کی دلیل ہے' آپ کے نزدیک:

''جس سوسائٹی میں اقتصادی توازن نہ ہو' اس میں طرح طرح کے روگ پیدا ہو جاتے ہیں' نہ وہاں عدل وانصاف قائم رہ سکتا ہے اور نہ ہی مذہب اپنا اچھا اثر ڈال سکتا ہے''۔

اسی قسم کی رائے آپ کے معاصر عالم وصوفی حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید (۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء)

کی بھی ہے' آپ نے وجہ معاش کو آخرت کی بنیاد قرار دیا ہے۔[۱]

حضرت شاہ عبدالعزیز کے فتاویٰ' ملفوظات اور مکتوبات میں بھی ایسے اقوال بکثرت مل سکتے ہیں۔

اٹھارھویں صدی میں صرف اقتصادی اور معاشرتی طور پر زوال نہیں آیا تھا' مسلمان اپنے مذہب سے بھی بے گانہ ہو چلے تھے' ان حالات کا شاہ ولی اللہ نے نہایت حکیمانہ تجزیہ کیا تھا' آپ سلطنت کے زوال کے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کا سب سے بڑا سبب مذہبی شعائر سے بے اعتنائی اور علومِ دینیہ سے لاتعلقی ہے' ارکانِ اسلام پر عمل کرنے سے غفلت بھی اس کا ایک بنیادی سبب ہے' آپ کے معاصر عالم وصوفی میرزا مظہر جانِ جاناں شہید اپنے دور کے مذہبی ماحول کا تجزیہ اس طرح کرتے ہیں:

> ''ان ایام میں لوگوں کے لئے احکامِ خداوندی پر عمل اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنا مشکل ہو گیا ہے' معاملات تباہ ہو گئے اور شریعت کے مطابق عمل موقوف ہو گیا ہے' اگر کوئی روایت فقہ کے مطابق اور فتویٰ ظاہر پر عمل کرے اور اُمورِ جدیدہ اور بدعات سے اجتناب کرے تو یہ بہت ہی غنیمت ہے''۔[۲]

شاہ ولی اللہ محدث نے بادشاہ کے نام ایک مکتوب میں واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ جاٹوں کے زیراثر علاقوں میں کسی کو اذان دینے کی مجال نہیں ہے۔[۳]

اسی طرح کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت مظہر نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ:

> ''سارا ہندوستان اس وقت کفرستان بن گیا ہے''۔[۴]

شاہ ولی اللہ نے علماء' فقہاء اور واعظوں کو خطاب کر کے جس طرح انہیں خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش کی ہے' اس سے اُس دور کے علماء کی افسوس ناک حالت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔[۵]

---

۱ ہم نے اٹھارھویں صدی کی اقتصادی حالت کے خدوخال مقاماتِ مظہری کے مقدمہ میں تفصیل سے بیان کر دیئے ہیں۔

۲ مقاماتِ مظہری' صفحہ ۲۴۲ فارسی' مقدمہ صفحہ ۱۰۴

۳ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ۲/ ۸۸

۴ مکاتیب میرزا مظہر مرتبہ عبدالرزاق قریشی ۵/ ۷۵

۵ تفہیماتِ الٰہیہ (مقاماتِ متعددہ)

صوفیۂ خام کی حالت بھی ایسی تھی کہ ان سے ان کا اسلام سے دور کا بھی تعلق معلوم نہیں ہوتا تھا' کئی صوفیہ نے جوگیوں کی سی وضع قطع اختیار کر لی تھی' وہ ہندوؤں کو اعلانیہ مرید کرتے تھے' دہلی کے ایک صوفی خواجہ محمد اشرف کے گھر پر بسنت کا میلہ ہوتا تھا' شہر کے خواص وہاں مدعو ہوتے تھے' مشہور رقاصائیں کیسری لباس زیب تن کر کے وہاں برائے رقص آتی تھیں۔

خانقاہی نظام جو کہ مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا منبع تھا تباہ ہو چکا تھا' مرقع دہلی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں مزارات عیاشی کے اڈے بن گئے تھے' وہاں قوالی' مجرا اور حسین نازنین بھی شامل ہوتی تھیں' بزرگوں کے عرس لہو و لعب کا مرکز بن گئے تھے' ان حالات میں شاہ ولی اللہ' میرزا مظہر جانِ جانان اور شاہ عبدالعزیز نے اس قسم کے صوفیہ پر کڑی تنقید کی اور اصلاحِ احوال کے لئے تاحیات سرگرمِ عمل رہے۔

شاہ ولی اللہ نے سیاسی زوال کے دور میں مایوسی اور قنوطیت کو پاس نہ آنے دیا' آپ نے یہاں کے سلاطین و امراء کی صلاحیتوں کو بخوبی پرکھا اور اپنے روحانی جداعلیٰ حضرت مجدد الف ثانی کی تقلید میں اسلام کو سیاسی برتری دلانے کے لئے راسخ العقیدہ اور مخلص امراء کو اپنا ہم خیال بنا کر اصلاحِ احوال کا کام جاری رکھا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث (۱۱۱۴۔۱۱۷۶ھ/۱۷۰۳۔۱۷۶۲ء) نہ صرف برعظیم پاکستان و ہند کے اکابر علماء و مشائخ میں سے تھے بلکہ عالمِ اسلام میں آپ کی نظیر ملنا مشکل ہے' آپ کی بیش بہا تصانیف کے عربی' اُردو اور انگریزی تراجم شائع ہو چکے ہیں' [۱] آج عالمِ اسلام سے زیادہ یورپ میں آپ کی تعلیمات و افکار کے حوالہ سے علمی تحقیقات ہو رہی ہیں' ڈاکٹر مارسیہ ہرمنیسن کے حجۃ اللہ البالغہ کے انگریزی ترجمہ [۲] اور بال جون [۳] کی شاہ ولی اللہ پر انگریزی کتاب کی کتابیات پر ایک نظر ڈالنے سے اندازہ کی جا سکتا ہے کہ یورپین زبانوں میں آپ پر کتنا کام ہوا ہے' اسی طرح J D. Pearson کے Index Islamicus کے ذریعہ ہمیں ان تمام مقالات کے عنوانات معلوم ہو جاتے ہیں جو یورپین زبانوں میں آپ کے بارے میں لکھے گئے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث کے زمانہ میں شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے دور کے چیلنجز یعنی اکبر کے دین الٰہی اور اس کے اثرات کا سامنا کرنے یا آپ کے جانشینوں کے عہد میں داراشکوہ کے ملحدانہ افکار کا مقابلہ کرنے جیسی مہمات تو نہیں تھیں لیکن شاہ ولی اللہ نے ان حضرات کی تحریک احیاءِ دین کو اپنی کوششوں کے لئے رہنما کے طور پر ضرور پیش نظر رکھا اور ان کے مشن کی تکمیل کے لئے زندگی بھر سعی کرتے رہے۔

---

[۱] شاہ ولی اللہ کی مطبوعہ تصانیف کی وضاحتی فہرست کے لئے ملاحظہ ہو:
محمد عالم مختار حق: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تصانیف کی مجمل کتابیات، مقالہ مشمولہ ارمغانِ رفیع الدین ہاشمی' راولپنڈی' الفتح ۲۰۱۳ھ' ص ۱۵۷۔۱۹۰

[۲] Hermansen, M.K: Conclusive Argument From Good, Islamabad, 2003

[۳] Baljon, J.M.S: Religion and Thought of Sh. Wali Allah Dihlavi, Leiden, 1986

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

مقالاتِ طریقت کے صاحبِ سوانح

شاہ عبدالعزیز محدث (۲۵ رمضان ۱۱۵۹ھ۔ ۷شوال ۱۲۳۹ھ/ ۱۲ اکتوبر ۱۷۴۶ء۔ ۵ جون ۱۸۲۴ء) اپنے والدگرامی شاہ ولی اللہ محدث کے بڑے فرزند اور جانشین تھے' ۱۷ سال کی عمر میں مسند درس و تدریس کو رونق بخشی اور اپنے دادا شاہ عبدالرحیم کے قائم کردہ مدرسۂ رحیمیہ (دہلی) میں تاحیات مصروف کار رہے' نہ صرف ظاہری علوم میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے بلکہ روحانی علم میں بھی اپنے والد کے صحیح قائم مقام تھے' انہیں تمام مروّجہ سلاسلِ سلوک میں اجازت و خلافت حاصل تھی' برعظیم پاکستان و ہند کے علاوہ عالمِ اسلام کے علماء و اصفیاء آپ سے فیض یاب ہوئے۔

آپ کی بلند پایہ تصانیف اہلِ علم کی رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔[۱]

شاہ عبدالعزیز کی نرینہ اولاد نہیں تھی صرف تین صاحبزادیاں تھیں جن کا انتقال آپ کے حینِ حیات ہی ہوگیا تھا۔[۲]

آپ کے تینوں بھائیوں شاہ رفیع الدین' شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالغنی کا انتقال بھی آپ کی زندگی میں ہی ہوگیا تھا۔

شاہ عبدالعزیز محدث کے وصال (۱۸۲۴ء) کے بعد آپ کے نواسے شاہ محمد اسحٰق نے اس مدرسہ کا انتظام سنبھالا' ان کے ہجرت حرمین ۱۲۵۶ھ/ ۱۸۴۰ء کے بعد ان کے دو فرزندوں مولوی مخصوص اللہ (ف ۱۲۷۱ھ/ ۱۸۵۵ء) اور مولوی محمد موسیٰ (ف ۱۲۵۹ھ/ ۱۸۴۳ء) سے مدرسہ رحیمیہ جاری رہا' ان کے بعد یہ بند ہوگیا اور پھر ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں اسے نقصان پہنچا۔

اس خانوادہ کے آخری صاحبِ علم فرد مولوی سید ظہیر الدین احمد ولی اللّٰہی[۳] تھے' جنہوں نے اس

۱۔ شاہ عبدالعزیز کے تلامذہ اور تصانیف کی مختصر فہرستیں اسی مقدمہ میں شامل ہیں۔

۲۔ حیات ولی ۶۱۵

۳۔ سید ظہیر الدین احمد بن سید معز الدین بن سید ناصر الدین بن سید نجم الدین سونی پتی (داماد شاہ محمد اسحاق دہلوی) مکتوبات شاہ ولی اللہ' تعلیقات مرتب' شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب مؤلفہ حکیم محمود احمد برکاتی ۱۶۲' دہلی اور اس کے اطراف' مؤلفہ عبدالحی حسنی صفحہ ۱۶۰

مدرسہ کا احیاء کیا' اس خاندان کی کتابوں کی اشاعت کے لئے دہلی میں مطبع احمدی کے نام سے ایک پریس قائم کیا' جس سے بہت سی کتابیں شائع ہوئیں۔

شاہ عبدالعزیز کا زمانہ اٹھارھویں صدی کے نصف اوّل اور انیسویں صدی کا ربع اوّل ہے' اس عہد کی تمام سیاسی اور فکری تحریکیں کسی نہ کسی طرح اپنا تعلق شاہ عبدالعزیز سے ثابت کرتی ہیں' دوسرے اُس دور کی تمام اہم علمی شخصیات اور ادارے براہِ راست شاہ صاحب کے زیراثر تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اٹھارھویں صدی ہندوستان کے مسلمانوں کے نزدیک زوال کا زمانہ تھا جو سیاسی اور معاشی اعتبار سے بھی ''شکست وریخت'' سے دوچار تھا۔

شاہ صاحب کی عمر ابھی ۵۷ سال کی تھی کی دہلی پر ۱۸۰۳ء کو انگریزوں کا قبضہ ہوگیا لیکن وہاں کے تمام طبقات میں شاہ صاحب کی قدر وعظمت مسلمہ تھی اور دہلی میں آپ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔

آپ کے ملفوظات میں آپ کا یہ قول درج ہے:

> اہلِ اسلام پر ظلم نہایت درجہ شائع ہوگیا ہے اور ملک کفر کے ساتھ تو قائم رہ بھی سکتا ہے مگر ظلم کے ساتھ نہیں۔[1]

آپ کے اس حکیمانہ ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ سیاسی نظام کی بنیاد عدل وانصاف پر ہے' صرف مذہب کو اپنی حکومت کے قیام کے لئے ڈھال بنانا درست نہیں ہے۔

سرسید احمد خان کا یہ مشاہدہ ہے کہ اس عہد کے متبحر علماء اپنی تحقیقات کے نتائج کے سلسلہ میں جب تک شاہ عبدالعزیز سے تبادلہ خیال نہیں کر لیتے تھے' لب کشائی کی جرأت نہیں کرتے تھے۔[2]

شاہ عبدالعزیز' مفسر' محدث' فقیہ' متکلم اور متصوف سبھی کچھ تھے' آپ نے اپنے زمانہ میں معاشرتی احوال کی اصلاح کے لئے جو قدم اُٹھایا' اس کے مثبت اثرات نمایاں ہوئے' شاہ عبدالعزیز کا اپنے عہد کی تمام اہم علمی وفکری شخصیات اور اداروں سے براہِ راست روابط تھے' اس زمانہ کی تمام تحریکیں اپنا تعلق شاہ صاحب سے قائم کئے ہوئے تھیں۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز محدث اٹھارھویں صدی کو زوال کا زمانہ خیال کرتے تھے' جیسا کہ

۱۔ ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۸۸

۲۔ آثار الصنادید ۲/۵۶

ہم لکھ چکے ہیں کہ آپ کے حین حیات میں دہلی پر ۱۸۰۳ء کو انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تھا' معاشرتی حالات میں تیزی سے تبدیلی ہو رہی تھی' شاہ صاحب یہ کہتے تھے کہ مدرسہ کی صرف دینی تعلیم اس وقت ناکافی ہے آپ نے نیک مقاصد کے لئے انگریزوں کے ہاں ملازمت کی غرض سے انگریزی سیکھنے کی تلقین فرمائی' خود اپنے داماد مولانا عبدالحی بڈھانوی کو جو بڑے عالم بھی تھے' ایسٹ انڈیا کمپنی کی درخواست پر مفتی کے عہدہ پر متعین کروایا تھا۔[1]

شاہ عبدالعزیز یہ باور کر چکے تھے کہ اب مسلمانوں کیلئے لازم ہے کہ وہ اپنے شاندار ماضی کے خوابوں میں رہنے کی بجائے اپنی طرزِ معاشرت میں ایسی تبدیلی لائیں جو ان کو باعزت روزگار فراہم کر سکے' آپ کے ملفوظات کے مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دل میں مذہب کے متعلق بہت سے شکوک نے جنم لے لیا تھا' آپ نے جس طرح ان کے شبہات دور کرنے کی کوشش کی وہ آپ کے تبحر علمی سے ہی ممکن ہو سکتا تھا' شاہ صاحب کی ساعی کے یہ چار پہلو قابلِ توجہ تھے:

(۱) دینی علوم' قرآن وحدیث کی تبلیغ کر کے ان کا صحیح معیار قائم کرنا

(۲) اس زمانہ کے مختلف غلط مذہبی نظریات کی تصحیح اور شبہات کا رفع کرنا اور مسلمانوں میں مذہبی حیثیت سے ذہنی انتشار پیدا نہ ہونے دینا

(۳) پاکستان وہند کے عرب سے زیادہ قریبی تعلقات قائم کرنا

(۴) ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر جہاد کی روح پھونکنا[2]

شاہ عبدالعزیز اور مسئلہ دارالحرب

ان حالات میں پاکستان وہند کے علماء وصوفیہ نے حکومت اور معاشرہ میں امن کے قیام کے ذمہ دار افراد کو ہوش دلانے کی بار بار سعی کی' شاہ ولی اللہ محدث کے معاصر عالم شاہ عنایت قادری قصوری (ف حدود ۱۱۵۰ھ/۱۷۳۷ء) نے پنجاب کے بعض علاقوں کو غلبہ ہنود کے باعث دارالحرب قرار دیا اور اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا۔[3]

---

[1] فتاویٰ عزیزی ۱/۸۵۔۸۶

[2] خلیق احمد نظامی: تاریخی مقالات ۲۴۵ (وبعد)

[3] رسالہ در مسئلہ حربی ودارالحرب۔ قلمی

حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں کے خلیفۂ اجل اور شاہ ولی اللہ کے شاگرد قاضی ثناء اللہ پانی پتی (ف ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں اسلام ضعیف ہو چکا ہے' کفر کے ظہور اور مغلوبی اسلام کا دور دورہ ہے' بادشاہ میں جہاد اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کی سکت نہیں رہی۔[1]

گویا اس وقت ہندوستان کی مسلم حکومت کے لئے سب سے بڑا مسئلہ ان دشمن طاقتوں سے نپٹنا تھا لیکن شاہ ولی اللہ کی وفات (۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) کے بعد حالات تیزی سے بدلنے شروع ہو گئے' انگریزوں کا عمل دخل اتنا بڑھ گیا کہ ۱۱۷۹ھ/۱۷۶۴ء کو مغل حکومت نے بنگال' بہار اور اڑیسہ کی دیوانی بالا شرکت غیرے انہیں دے دی' اور بادشاہ کو انگریزوں کی طرف سے ان کی آمدنی کا کچھ حصہ ملنے لگا لیکن آہستہ آہستہ انگریز سارے ملک پر قابض ہوتے چلے گئے جنگ پلاسی' جنگ بکسر کی فتح اور ٹیپو سلطان کو شہید کرنے کے بعد تو وہ ہندوستان کے حاکم بن گئے تھے۔

ہندوستان کے عوام کو مذکورہ مخالف طاقتوں سے تو نجات مل گئی تھی لیکن اب یہی فاتحین (انگریز) دن رات یہاں کے وسائل سے فائدہ اُٹھانے کے ساتھ ساتھ یہاں کے عوام کی زندگی میں ایسے مسائل پیدا کرنے لگے کہ عوام ان سے بھی چھٹکارا حاصل کرنے کی فکر میں رہنے لگے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث جو دہلی میں درس و تدریس میں مصروف تھے' کی حقیقت بین نگاہیں سارے ہندوستان کے حالات کا جائزہ لے رہی تھیں' آپ نے اپنے ایک عربی شعر میں کہا تھا

وانی أری الا فرنج اصحاب ثروة لقد أفسد و اما بین دهلی و کابل

یعنی میں فرنگیوں کو جو صاحبِ ثروت ہیں' دیکھتا ہوں کہ اُنہوں نے دہلی اور کابل کے درمیان فساد برپا کر رکھا ہے۔

شاہ عبدالعزیز نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا ہے:

اس وقت عجیب عالم ہے کہ بلادِ مسلمین پر غلبۂ سکھ و مرہٹہ و جٹ کے باعث اور ان کے اموالِ مسلمین کو لوٹنے اور مسلمانوں کی بے آبروئی کرنے کی وجہ سے دل و جان نے آسائش و آرام کو فراموش کر دیا ہے' چنانچہ فقیر بھی مع قبائل و متعلقین مراد آباد آ گیا ہے'

[1] لوائح خانقاہِ مظہریہ ۱۷۵/۲۳۹' اس قسم کے دیگر معاصر بیانات کے لئے مقاماتِ مظہری پر ہمارا مفصل مقدمہ ملاحظہ کریں۔

دوآبے کی تمام زمین مذکورہ بالا قوموں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے زیروزبر ہوگیا ہے۔[1]

ان حالات میں شاہ عبدالعزیز محدث نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا اور اس صورتِ حال کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیتے ہوئے فقہ کی روشنی میں اس کا فیصلہ کیا' آپ کی خدمت میں ایک سوال آیا کہ کیا دارالاسلام' دارالحرب ہوسکتا ہے؟ اس کے جواب میں درالمختار کی ایک عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

> ہمارے شہر (دہلی) میں امام المسلمین کا حکم بالکل جاری نہیں ہے' نصرانی حکام کا حکم بے دغدغہ جاری ہے' فقہاء جس کو اجرائے احکام کفر کہتے ہیں' اس سے مراد یہ ہے کہ ملک داری کے معاملہ' رعایا کے بندوبست' خراج وباج اور اموالِ تجارت کے عشور کے وصول کرنے' ڈاکوؤں اور چوروں کو سزا دینے' فصل خصومات اور جرائم کی تعزیر میں کفار بطور خود حاکم ومختار ہوں اور بعض اسلامی احکام جیسے جمعہ اور عیدین' اذان اور ذبح بقر سے وہ تعرض نہ کرتے ہوں لیکن اصل الاصول یہی ہے کہ یہ چیزیں ان کے رحم وکرم پر ہوں' ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مساجد کو بلاتکلف منہدم کر دیتے ہیں' کوئی مسلمان یا ذمی ان کی اجازت کے بغیر اس شہر (دہلی) اور اس کے گردونواح میں داخل نہیں ہوسکتا' اپنی منفعت کے لئے وہ باہر سے آنے والوں' مسافروں اور سوداگروں کو منع نہیں کرتے لیکن دوسرے صاحب وجاہت لوگ مثلاً شجاع الملک اور ولایتی بیگم ان کی اجازت کے بغیر ان شہروں میں داخل نہیں ہو سکتے' دہلی سے کلکتہ تک نصاریٰ کی عملداری پھیلی ہوئی ہے' ہاں دائیں بائیں مثلاً حیدرآباد' لکھنؤ اور رام پور میں انہوں نے اپنے احکام جاری نہیں کئے ہیں' کچھ تو اپنی مصلحت کی بناء پر اور کچھ ان ریاستوں کے حکام کے ان کی اطاعت قبول کر لینے کی وجہ سے۔[2]

آپ کے ملفوظات میں ہے:

> آخری زمانہ زمانہ میں نصاریٰ کا تسلط ہوگا......اہلِ اسلام پر ظلم نہایت درجہ شائع ہوگیا

[1] فریدی' نسیم احمد امروہوی: حضرت شاہ ابوسعید حسنی اور سلسلۂ ولی اللّٰہی کا ایک گمنام درویش' لکھنؤ ۱۹۸۹ء' ص ۵۹

[2] فتاویٰ عزیزی' کوئٹہ (از روی طبع عکسی از مطبع مجتبائی' دہلی) ۱/۱۶۔۱۷

ہو گیا ہے اور ملک کفر کے ساتھ تو قائم رہ سکتا ہے مگر ظلم کے ساتھ نہیں۔[۱] پھر فرمایا کہ کلکتہ سے لاہور تک کا پورا علاقہ دار الحرب ہے۔[۲]

شاہ عبدالعزیز کے دہلی کے انگریز حاکموں کے ساتھ اچھے تعلقات تھے' رزیڈنٹ کئی بار ملاقات کے لئے بھی آیا تھا' شاہ صاحب کی جاگیر کی ضبطی اور پھر اس کے واگزار ہونے میں انگریز رزیڈنٹ کا اہم کردار تھا۔[۳] ایک سوال کے جواب میں کہ انگریزی زبان سیکھنا کیا جائز ہے؟ آپ نے مفید مقاصد کے لئے انگریزی کی تحصیل کو جائز قرار دیا تھا۔[۴] اس طرح نیک مقاصد کے لئے انگریزوں کے ہاں نوکری کو بھی درست قدم کہا تھا۔[۵]

یہ سب کچھ کیسے جائز ہو گیا؟ ظاہر ہے انگریزوں کے ہندوستان کے بڑے حصہ پر قبضہ سے مسلم دشمن قوتوں کے حملوں سے محفوظ ہونے اور رعایا کو امان ملنے کے بعد کے حالات میں یہ جائز قرار دیا گیا' بلکہ بعد کے علماء نے انگریزوں کے خلاف جہاد کی فرضیت ختم کرنے کے فتوے بھی دیئے تھے' مولانا کرامت علی جونپوری (۱۲۱۵۔۱۲۹۰ھ/۱۸۰۰۔۱۸۷۳ء) نے برطانوی دورِ حکومت میں جہاد کو مسلمانوں کے لئے ساقط قرار دیا تھا۔[۶] خانوادۂ شاہ عبدالعزیز کے ایک عقیدت مند شیخ محی الدین قادری کو جہاد کا وعظ کرنے کے شبہہ میں انگریزوں نے چالیس دن تک قید میں رکھا تھا'[۷] اسی طرح مشہور مجاہد

۱۔ ملفوظات شاہ عبدالعزیز اُردو ترجمہ از عضد الدین خان صفحہ ۸۸

۲۔ ایضاً ۱۱۲

شاہ عبدالعزیز کے فتویٰ دار الحرب کے موضوع پر تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ ہو:

مشیر الحق: انیسویں صدی کے ہندوستان کی ہیئت شرعیٰ شاہ عبدالعزیز کے فتاویٰ دار الحرب پر ایک علمی تجزیہ' مقالہ مشمولہ برہان' دہلی اکتوبر ۱۹۶۹ء' ۲۲۱۔۲۴۳' انہی محقق کی دوسری انگریزی کتاب:

Shah Abdul Aziz (His life and Time) Lahore, 1995

۳۔ کتاب حاضر' تعلیقات

۴۔ ملفوظات شاہ عبدالعزیز ص ۱۹۴۔۱۹۵

۵۔ فتاویٰ عزیزی ۱/۱۸۶

۶۔ رسالہ حکمت و مسائل حاضرہ' کلکتہ ۱۸۶۴ء

۷۔ مقالاتِ طریقت' خاتمۂ کتاب

شاہ اسماعیل دہلوی (ف ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) بھی انگریزوں کے خلاف جہاد سے منع کرتے تھے۔[۱] خود ترجمان وہابیہ کے مؤلف نواب صدیق حسن خان بھی انگریزوں سے جہاد کے خلاف تھے۔[۲] مشہور اہلِ حدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی نے تو اس موضوع پر پورا رسالہ لکھ کر انگریزوں کے خلاف جہاد کو ساقط قرار دیا۔[۳]

بعد میں ترک موالات کی تحریک میں علماء کے فرقہ وارانہ اختلافات بھی شدت سے عوام کے سامنے آئے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۳ء کو انگریزوں کے ہندوستان پر غلبہ کے باعث ان علاقوں کو دارالحرب قرار دیا تھا' آپ کی خدمت میں سوال کیا گیا کہ ''اس صورت میں کہ مملکتِ اسلام کے مالک حربی ہیں' ملک کے تمام معاملات' انتظام اور ملک کی ترتیب ان کے ہاتھوں میں ہے اور مسلمانوں کے ذرائع آمدنی جیسے ملکیت زمین اور روزانہ کی آمدنی..........وغیرہ کے لئے قسم کھائیں......تو کیا ایسی صورت میں کہ دارالحرب کے مال کو ذرائع معاش کے ناپید ہونے کی صورت میں قسم کھا کر لے لینا اور شرعی کاموں میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

قاضی صاحب نے جواب دیا:

کافر جو اس ملک پر مسلط ہو گئے ہیں (اس کی وجہ سے) اس علاقہ کے مسلمان' مستامنان دارالحرب کا حکم رکھتے ہیں اور وہ مسلمان جو مستامنان دارالحرب میں سے ہوں' ان کو حربیوں کا مال کسی بہانہ سے لے لینا جائز نہیں۔[۴]

---

۱ علی حسن خان: مآثر صدیقی ۳/۱۵۷

۲ ایضاً۔ مولوی غلام اللہ قصوری نے بھی اپنی کتاب تائید الاسلام مطبوعہ لاہور ۱۲۹۹ھ میں جہاد کے ساقط ہونے کے دلائل دیئے تھے۔

۳ الاقتصاد فی مسائل الجہاد' لاہور' وکٹوریہ پریس

مسئلہ دارالحرب اور جہاد کے موضوع پر علماء میں بہت اختلاف رہا ہے' بعض تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو: محمد ایوب قادری: سرسید احمد خان اور وہابی تحریک' مقالہ مشمولہ برگ گل (سرسید نمبر ۷۵۔۱۹۷۴ء) وفاقی اُردو کالج' کراچی

۴ اس قسم کے دو فتوے شاہ عبدالعزیز محدث کے نامور شاگرد مولانا مفتی الٰہی بخش نشاط کاندھلوی کے کتب خانہ واقع کاندھلہ' مظفر نگر یوپی' ہندوستان میں محفوظ ہیں جن کے متون جناب نورالحسن راشد کاندھلوی نے (رسالہ) احوال و آثار' شمارہ ۲۲ (۲۰۱۵ھ) میں نقل کر کے محفوظ کر دیئے ہیں۔

مفتی الٰہی بخش کاندھلوی (ف ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء) نے بھی اپنے ایک فتویٰ میں غلبۂ مرہٹہ، سکھ اور فرنگ کے باعث ان علاقوں کو دارالحرب قرار دیا تھا۔[1]

اسی طرح شاہ رفیع الدین محدث بن شاہ ولی اللہ نے بھی ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا،[2] جن کا انتقال شاہ عبدالعزیز کے حین حیات ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء کو ہی ہو گیا تھا۔

---

[1] ایضاً صفحہ ۲۷۔۲۸

[2] ایضاً صفحہ ۲۸۔۳۶

تالیفات شاہ عبدالعزیز محدث

یوں تو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث کی تمام تالیفات کسی نہ کسی طرح اہمیت رکھتی ہیں لیکن خصوصیت سے آپ کی تفسیر یعنی تفسیر فتح العزیز اور تحفہ اثناءِ عشریہ کی خاص اہمیت ہے۔

ا۔ تفسیر فتح العزیز (فارسی نثر)

شاہ عبدالعزیز محدث نے یہ تفسیر ۱۲۰۸ھ/۹۳-۱۷۹۲ء میں املاء کروائی' آغاز میں فرماتے ہیں کہ شیخ مصدق الدین عبداللہ کی خواہش پر اس کارِ خیر آغاز کیا' اس کے مخطوطات و مطبوعات صرف سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی ۸۴ آیات جو سوا پاروں سے کچھ زائد ہے' اس کے بعد آخر کے دو پاروں کی تفسیر ملتی ہے' جو متعدد مرتبہ طبع ہو چکی ہے' مقالاتِ طریقت کی قریب العہد روایت کے مطابق شاہ صاحب یہ تفسیر مکمل نہیں کر سکے تھے' اس لئے آپ کے شاگرد مولانا حیدر علی فیض آبادی (ف ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) نے سکندر بیگم والیۂ بھوپال کی خواہش پر اس کو ستائیس جلدوں میں مکمل کیا۔[۱] اس تکملہ کے چند اجزاء آصفیہ لائبریری حیدر آباد دکن میں پائے جاتے ہیں' تفسیر عزیزی کی آخری جلد کا اُردو ترجمہ مولوی محمد حسن خان شیدا رام پوری نے ۱۲۶۴ھ کو کیا جو کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ تفسیر عزیزی کا عربی ترجمہ التعریب القادری للتفسیر العزیزی کے نام سے حافظ عبدالقادر آتوی (ف ۱۲۵۱ھ) نے کیا ہے جو کتب خانہ جامعہ باقیات صالحات' ویلور میں موجود ہے۔[۲]

۲۔ عجالۂ نافعہ (فارسی نثر)

یہ رسالہ در اصل حضرت مؤلف کا مختصر ثبت (فہرست شیوخ) ہے جس میں صحاح ستہ' مشکوٰۃ شریف اور حصن حصین کی اسناد بیان کی گئی ہیں' نیز فنِ حدیث و اصولِ حدیث پر بھی معلومات جمع کی گئی ہیں' پاکستان و ہند میں متعدد بار چھپ چکا ہے۔

مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی نے اس کی اُردو میں ایک مبسوط شرح فوائد جامعہ کے نام سے لکھی

---

[۱] مقالاتِ طریقت طبع اوّل صفحہ ۳۳' عضد الدین خان: تفسیر فتح العزیز' چند حقائق کی روشنی میں' مقالہ مشمولہ معارف' ستمبر ۱۹۶۷ء' صفحہ ۲۱۹' اس مقالہ کے فاضل مؤلف نے مختلف معاصر شہادتوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ شاہ صاحب نے قرآن مجید کی تفسیر مکمل کر لی تھی۔

[۲] راہی فدائی: خانوادۂ شاہ ولی اللہ اور علمائے جنوب کے علمی روابط (مقالہ مشمولہ معارف فروری ۲۰۱۷ء ص ۱۰۵)

ہے جو کراچی سے دو مرتبہ طبع ہو چکی ہے' شاہ صاحب نے یہ رسالہ اپنے شاگرد اور معروف شاعر قمر الدین منت (ف ۱۲۰۸ھ/ ۱۷۹۲ء) کی درخواست پر تالیف کیا تھا۔

۳۔ بستان المحدثین (فارسی نثر)

کتب حدیث اور محدثین کے مختصر حالات پر مشتمل ہے' اس کا اُردو ترجمہ مولانا عبدالسمیع دیوبندی (ف ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۶ء) اور عربی ترجمہ مولانا محمد اکرم ندوی نے کیا جو طبع ہو چکے ہیں' جو عکسی صورت میں دارالکتب پشاور سے بھی چھپ گیا ہے۔

۴۔ رسالہ در دفاع حضرت مجدد الف ثانی (فارسی نثر)

آپ نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا تھا جو آپ کے مجموعۂ فتاویٰ میں شامل ہے' نیز آپ نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے رسالۂ اعتراضات بر حضرت مجدد الف ثانی کے ایک خطی نسخہ پر حواشی بھی لکھے تھے جنہیں شاہ غلام علی دہلوی نے اپنے رسالہ ردّ اعتراضات کی فصل چہارم میں شامل کر لیا تھا۔[۱]

۵۔ حواشی المقدمۃ السنیہ (عربی)

شاہ ولی اللہ محدث نے حضرت مجدد الف ثانی کے فارسی رسالہ ردّ روافض کی علماء عرب کی فرمائش پر عربی میں مذکورہ نام سے ایک شرح لکھی تھی' اس کا قلمی نسخہ جب آپ کے فرزند گرامی شاہ عبدالعزیز نے پڑھا تو آپ نے اپنے حضرت والد سے علمی اختلاف کرتے ہوئے رسالہ کے ماتن یعنی حضرت مجدد الف ثانی کا دفاع کیا کیوں کہ شاہ ولی اللہ نے روافض کے معاملہ میں نرم رویہ اختیار کیا تھا اور حضرت مجدد الف ثانی سے اختلاف بھی کیا تھا' ان حواشی کے قلمی نسخہ پر شاہ عبدالعزیز نے اختلافی حواشی لکھے تھے۔[۲]

۶۔ میر محمد زاہد ہروی کی شرح مواقف پر حاشیہ[۳]

۱۔ رسالۂ شاہ عبدالعزیز اور رسالۂ شاہ غلام علی دہلوی ہمارے مرتبہ مجموعہ دفاع حضرت مجدد الف ثانی میں شامل ہیں۔

۲۔ Zubaid Ahmad: Contribution of Indo-Pakistan to Arabic Literature, pp:115-116

المقدمۃ السنیہ کا عربی متن مولانا ابوالحسن زید فاروقی کی تصحیح سے دہلی سے چھپ چکا ہے۔

۳۔ عبدالحی حسنی: اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں (الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند) ص ۳۵۲

۷۔ شرح شمسیہ پر حاشیہ[۱]

۸۔ شرح تہذیب مؤلفہ ملا جلال الدین دوانی پر حاشیہ[۲]

۹۔ حاشیۂ صدرا[۳]

۱۰۔ رسالہ فی الانساب[۴]

۱۱۔ رسالہ فی الرویا' مطبوعہ روزنامہ اخبار' دہلی ۱۸۹۹ء[۵] اردو ترجمہ مطبوعہ مطبع احمدی' دہلی

۱۲۔ رسالہ سرالجلیل فی مسئلۃ التفضیل

مشمولہ فتاویٰ عزیزیہ (جلد دوم)

اس رسالہ کا اُردو ترجمہ مفتی محمد شفیع دیوبندی نے کیا' جو شائع ہو چکا ہے۔

۱۳۔عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار انفاس

(مجموعۂ احادیث در فضائل خلفاوٴ اربعہ و اہل بیت' اس رسالہ کا فارسی ترجمہ مرزا حسن علی لکھنوی نے کیا' اُردو ترجمہ از مولوی نظام الدین کیرانوی' مطبوعہ دہلی

۱۴۔وسیلۃ النجات:

اس رسالہ میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ فرقۂ ناجیہ صرف اہل سنت و جماعت ہے' یہ رسالہ فتاویٰ عزیزیہ (جلد اوّل) میں شامل ہے' الگ بھی چھپ چکا ہے'[۶] جس کا اُردو ترجمہ احسن الحسنات کے نام سے دہلی سے طبع ہو چکا ہے۔

۱۵۔سرالشہادتین (عربی)

اس رسالہ میں شاہ صاحب نے حضرت امام حسین و امام حسن کی شہادت کے واقعات وحقائق بیان

---

۱ ایضاً ۳۸۷

۲ ایضاً ۳۸۱

۳ ایضاً ۴۸۶

۴ مکاتیب شاہ ولی اللہ' تعلیقات مرتب ۴۸۶' کتابخانہ ندوہ العلماء لکھنؤ میں اس کے دو نسخوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

۵ ایضاً

۶ شمارہ ۱۳ تا ۱۵ کے مذکورہ اُردو تراجم ڈاکٹر محمد ایوب قادری کے ایک مفصل مقدمہ کے ساتھ فضائل صحابہ واہل بیت کے نام سے قوی کتب خانہ' لاہور نے ۱۹۶۷ء کو شائع کر دیا تھا۔

کیے ہیں، آپ کے شاگرد مولانا سلامت اللہ کشفی بدایونی نے اس کی فارسی میں تحریر الشہادتین کے نام سے شرح لکھی تھی جو کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہے اور اس کے اُردو تراجم مرزا حسن علی اور مولوی خرم علی بلہوری نے کیے۔

۱۶۔ فیصلہ شاہ صاحب

آپ کا یہ رسالہ مسئلہ وحدت الوجود پر ہے، نظامی پریس بدایوں سے اس کا متن شائع ہوا تھا اور بامر مولانا انوار اللہ خان مع اُردو ترجمہ از مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی، حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔

۱۷۔ افاداتِ عزیزیہ (فارسی نثر)

مولانا رفیع الدین مراد آبادی کے سوالات کے جوابات، اس کے خطی نسخے ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ اور مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور میں موجود ہیں۔[۱]

۱۸۔ میزان البلاغت (فارسی نثر)

مفتی عزیز الرحمٰن کے حواشی کے ساتھ مطبع مجتبائی، میرٹھ سے شائع ہوا تھا، جس کے متن کی تصحیح مولانا قاضی محمد بشیر الدین میرٹھی نے کی تھی۔

۱۹۔ میزان العقائد (عربی نثر)

مع شرح مؤلف، مطبوعہ مطبع احمدی، دہلی

۲۰۔ میزان الکلام: علم کلام پر آپ کا مستقل رسالہ ہے۔[۲]

۲۱۔ دیوان عربی

شاہ عبدالعزیز محدث کا عربی میں ایک دیوان بھی ہے جو مولوی رحیم بخش دہلوی نے دہلی کے بعض اصحاب کے پاس دیکھا تھا[۳] لیکن انہوں نے اس کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔

۱۔ مکاتیب شاہ ولی اللہ محدث، تعلیقاتِ مرتب ۴۸۸

۲۔ عبدالحی حسنی: الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند ۲۳۹

۳۔ رحیم بخش دہلوی: حیات ولی ۶۲۳

۲۲۔سانگیت شاستر: رسالہ درفنِ موسیقی (فارسی) قلمی مخزونہ رضا لائبریری' رام پور[1]

۲۳۔رسالہ فی تفسیر ما اھل بہ لغیر اللہ' مطبوعہ

۲۴۔عملیات مجربہ خاندان عزیزیہ

مرتبہ ظہیر الدین سید احمد ولی اللّٰہی

اس رسالہ میں آپ کے خاندان حضرت شاہ عبدالرحیم' شاہ ولی اللہ' شاہ اہل اللہ' شاہ عبدالعزیز' شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے مجربات جمع کر دیئے گئے ہیں' یہ رسالہ متعدد مرتبہ طبع ہو چکا ہے' اس مجموعہ میں کمالاتِ عزیزی مؤلفہ نواب مبارک علی خان' ارشاداتِ عزیزی اور مجرباتِ عزیزی مع ضمیمۂ جدیدہ بھی شامل ہیں۔

۲۵۔رسالہ فیض عام (فارسی نثر)

آپ کے ایک عقیدت مند نعیم الدین ساکن موضع بردوان پرگنہ حویلی ڈھاکہ جلال پور ۱۲۲۹ھ/۱۸۱۳ء' مرزا پور متعلق بنارس سے دہلی آئے اور آپ سے چند سوالات کئے' آپ نے ان کے جوابات دیئے[2] وہ اُنہوں نے لکھ لئے اور پھر ایک رسالہ کی صورت میں مطبع مصطفائی' کانپور سے ۱۲۶۶ھ کو شائع کروایا۔ اس فہرست کا رسالہ نمبر ۱۱ غالباً یہی رسالہ ہے۔

۲۶۔فتاویٰ عزیزیہ (فارسی نثر)

یہ شاہ عبدالعزیز محدث کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو دو جلدوں میں مرتب ہو کر طبع ہو چکا ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ مولانا محمد نواب علی اور مولانا عبدالجلیل نعمانی نے کیا تھا جو مطبع کنز العلوم حیدر آباد (دکن) سے ۱۳۱۳ھ کو شائع ہوا' جس کی صرف جلد اوّل ہمارے پیش نظر ہے' فتاویٰ عزیزہ کا جدید اُردو ترجمہ بھی دستیاب ہے۔

۲۷۔مکتوبات شاہ عبدالعزیز (فارسی نثر و عربی)

شاہ عبدالعزیز محدث کے مکتوبات کا کوئی باقاعدہ مجموعہ مرتب صورت میں نہیں ملتا' چند مکاتیب

---

[1] عضد الدین خان: شاہ عبدالعزیز محدث کی ایک نایاب تصنیف' مقالہ مشمولہ معارف اعظم گڑھ' دسمبر ۱۹۶۴ء

[2] ان جوابات کے چند اقتباسات' مقالاتِ طریقت میں بھی پائے جاتے ہیں۔

آثر الابرار میں شامل ہیں، جس میں شاہ اہل اللہ، مولانا نوراللہ، مولانا محمد عاشق کے مکاتیب بھی ہیں جن میں سے بعض کے جوابات شاہ عبدالعزیز نے تحریر کئے تھے، اس مجموعہ کے مکاتیب مع اُردو ترجمہ مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی نے حضرت شاہ ابوالسعید حسنی کے نام سے کتابی صورت میں مکتبہ الفرقان، لکھنؤ سے ۱۹۸۹ء کو شائع کر دیا تھا، نیز ان کی کتاب تذکرہ شاہ عبدالعزیز میں مولانا رشیدالدین دہلوی کی بیاض سے بھی مکتوبات نقل کئے گئے ہیں۔

ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے اپنے مجموعۂ رسائل شاہ عبدالعزیز یعنی فضائل صحابہ و اہلِ بیت میں بھی شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین کے چند اہم مکاتیب بطور ضمیمہ شامل کر دیئے تھے جن کا اُردو ترجمہ مولوی محمد سلیمان بدایونی بھی شامل کیا گیا ہے۔ ہمارے ذخیرۂ مخطوطات (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور) میں بھی چند ایسے رسائل ہیں جو دراصل شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں بطور مکتوب (سوال) ارسال کئے گئے اور جن کے جوابات آپ نے تحریر فرمائے (R. No: 404)

مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں آپ کا ایک ادبی مکتوب لب لعل کے نام سے بھی ہے۔[1] اسی طرح ڈاکٹر معین الدین عقیل نے کوالالمپور (ملیشیا) کے انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ کے کتب خانہ میں ذخیرۂ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بارکر کے ایک خطی مجموعہ میں سے شاہ عبدالعزیز محدث کا ایک ادبی مکتوب بنام سائل بریلوی بھی شائع کر دیا ہے،[2] یہ بھی وہی مکتوب ہے جو لب لعل کی ترکیب پر تحقیق کے سلسلہ میں ہے اور جس کا نسخہ مولانا آزاد لائبریری میں بھی ہے۔

ایک مجموعہ ۲۰۱۰ھ کو رضا لائبریری، رام پور سے مکتوبات الشیخ ولی اللہ الدھلوی واولادہ ومعاصریہ تحقیق و ترجمہ شاہ عبدالسلام شائع ہوا ہے، جس میں قلمی نسخہ کا عکس بھی شامل ہے۔

۲۸۔ ملفوظاتِ شاہ عبدالعزیز

یہ ملفوظات صرف تین ماہ کے فرمودات پر مشتمل ہیں، یعنی ۱۷رجب تا شوال ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء اس کے جامع کا نام معلوم نہیں ہے، قاضی بشیرالدین میرٹھی نے اس کا فارسی متن کسی غیر مصحح نسخہ کی بنیاد پر مطبع مجتبائی میرٹھ سے ۱۳۱۴ھ کو شائع کر دیا تھا، اسی متن کا اُردو ترجمہ محمد علی لطفی اور مفتی انتظام اللہ شہابی نے کیا

[1] (ادب فارسی۔ شمارہ: ۸۸)

[2] مشمولہ (رسالہ) بازیافت شمارہ ۱۱، صفحہ ۹۔۱۶

جو ۱۹۶۰ء میں پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی' کراچی سے شائع ہوا تھا' اس سے پہلے مذکورہ مطبع سے ۱۸۹۷ء کو اس کا ترجمہ از مولوی عظمت الٰہی بھی شائع ہوا تھا۔

پھر ۲۰۱۲ء کو پروفیسر عضدالدین خان مرحوم (استاد مسلم یونیورسٹی' علی گڑھ) نے اس کا ازسرنو اُردو ترجمہ کیا لیکن بنیاد وہی مذکورہ ایڈیشن تھا' اس لئے اس میں بھی وہی اغلاط موجود ہیں جو متن میں تھے' ۲۰۱۶ء کو یہی ترجمہ کتاب محل لاہور نے دوبارہ طبع کر دیا ہے' پروفیسر عضدالدین نے انگریزی مقدمہ کے ساتھ مذکورہ فارسی متن کا عکس ۱۹۸۷ء کو کراچی سے طبع کر دیا تھا۔ تاہم ضرورت ہے کہ نودریافت خطی نسخوں کی بنیاد پر اس کا فارسی متن مرتب کر کے شائع کیا جائے۔

۲۹۔ عزۃ الراشدین

شاہ عبدالعزیز محدث نے تحفہ اثناءِ عشریہ کے ردّ میں مولانا دلدار علی کے رسالہ نزہۃ اثناءِ عشریہ کے جواب میں ایک رسالہ عزۃ الراشدین کے نام سے لکھا تھا۔[1]

۳۰۔ مجموعہ خطب خاندان عزیزیہ

یہ کتاب مولانا عاشق حسین سیماب اکبرآبادی کے اُردو ترجمہ کے ساتھ فخر المطابع' لکھنؤ سے ۱۹۱۶ء کو طبع ہوئی۔

۳۱۔ النفائس الارتضائیہ (شرح رسالۃ العزیزیۃ فی علوم المعانی' شارح مولانا ارتضا علی خان گوپاموی' مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ' حیدرآباد (دکن) ۱۳۲۸ھ (عربی)

۳۲۔ حدیث الثقلین: اس رسالہ کی عربی میں علامہ محمود شکری آلوسی (ف ۱۳۴۲ھ) نے سعادۃ الدارین کے نام سے شرح لکھی تھی جو پہلے بیروت سے اور پھر دارالکتب پشاور سے طبع ہو چکی ہے۔

رسائل شاہ عبدالعزیز مشمولہ فتاویٰ عزیزی[2]

(۱) رسالہ در بیان استحباب رفع سبابہ در تشہد

(۲) رسالہ نماز زنان

(۳) رسالہ معاد جسمانی

---

[1] محمد علی' مرزا: نجوم السماء' لکھنؤ' ۳۵۹

[2] ان میں سے بعض الگ بھی شائع ہوئے تھے جن کا ذکر متعلقہ مقامات پر کیا جا چکا ہے۔

(۴) رسالہ اصول مذہب ابی حنیفہ

(۵) رسالۂ غنا

(۶) رسالہ بیع کنیزان

(۷) (رسالہ در) بیان مآخذ مذاہب ائمہ اربعہ

(۸) (رسالہ در) شرح رویای مولانا شاہ عبدالعزیز

(۹) بیان محو واثبات تقدیرات (بر بنیاد سوال مرزا حسن علی)

(۱۰) رسالہ فیض عام (سوالات نعیم الدین ساکن بردوان..........) رک شمارہ ۲۵

(۱۱) رسالہ خمر نزد امام ابوحنیفہ..........

(۱۲) (رسالہ در) سوالات عشرہ کہ شاہ بخارا از عمدۃ المفسرین.....کردہ بود و جوابات..........

(۱۳) (رسالہ در) جوابہا در شبہ کہ فرقہ امامیہ منکر خلافت حضرت صدیق اکبر اند..........

(۱۴) تتمہ دلائل شیعہ و بیان حدیث ثقلین..........

(۱۵) رسالہ وسیلۃ النجات

(۱۶) رسالہ در دفع اعتراضات بر بعض عبارات حضرت مجدد الف ثانی

(۱۷) رسالۂ احکام حج

(۱۸) (رسالہ) سر الجلیل در فضیلت شیخین (رک شمارہ ۱۲)

(۱۹) رد رسالۂ مولوی عبدالرحمٰن لکھنوی (در وحدت الوجود)

تحفہ اثناءِ عشریہ (فارسی نثر)

تفسیر عزیزی کے بعد شاہ عبدالعزیز کی سب سے مشہور اور معرکہ آراء کتاب تحفہ اثناءِ عشریہ ہے۔ یہ کتاب ۱۲۰۴ھ/ ۱۷۸۹ء کو تالیف ہوئی' اس وقت ہندوستان میں اہلِ تشیع کا سیاسی' فکری اور معاشرتی طور پر اتنا غلبہ ہو چکا تھا کہ اس کے آغاز میں اپنا تاریخی نام غلام حلیم اور اپنے والد گرامی کا عرفی نام قطب الدین احمد لکھا تا کہ ان کی براہِ راست ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہ سکیں۔

یہ کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے' جس کا فارسی متن کئی بار طبع ہو چکا ہے' اس کی پہلی طباعت مؤلف کے حین حیات ۱۸۰۰ء کو کلکتہ سے ہوئی تھی' [۱] اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء کو کلکتہ سے ہی طبع ہوا'

---

[۱] مقالاتِ طریقت (اس طبع اوّل کی تعداد تین سو تھی (عضد الدین خان' مقالات طریقت' مقالہ مشمولہ معارف' ستمبر ۱۹۶۵ء (ص ۱۹۵ حاشیہ)

جس کے خاتمۃ الطبع سے معلوم ہوتا ہے کہ تحفہ میں درج عربی عبارات کا فارسی ترجمہ شاہ عبدالقادر (ف ۱۲۳۰ھ/ ۱۸۱۵ء) بن شاہ ولی اللہ محدث سے کروایا گیا تھا[۱] ظاہر ہے کہ یہ ترجمہ شاہ عبدالقادر سے ان کی وفات سے پہلے اہل مطبع نے کروالیا تھا لیکن طباعت کا عمل ان کے وصال کے بعد مذکورہ سنہ میں ہوا' تحفہ کا ایک اور ایڈیشن ۱۲۶۹ھ/ ۱۸۵۲ء کا ہے جس پر بکثرت حواشی بھی طبع ہوئے ہیں لیکن اس طباعت کے آغاز وانجام میں اس کے محشی کا نام درج نہیں ہے۔[۲]

تحفہ اثناءِ عشریہ کا پہلا اُردو ترجمہ سرسید احمد خان نے ۱۸۴۴ء/ ۱۲۶۹ھ کو کیا جو طبع ہوا تھا' اس میں تحفہ کے صرف دو ابواب (۱۰۔۱۱) کا ترجمہ ہے۔[۳] دوسرا اُردو ترجمہ جو مکمل ہے مولوی عبدالمجید خان پیلی بھیتی نے کیا جو ہدیۂ مجیدیہ کے نام سے شائع ہوا تھا' ایک اور ترجمہ از مولوی سعد حسن خان یوسفی' کارخانہ تجارت کتب' کراچی نے طبع کروایا۔

تحفہ اثناءِ عشریہ کا عربی ترجمہ مولوی محمد سعید اسلمی مدراسی (ف ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۵ء) نے کیا جو مؤلف کے حین حیات ۱۲۲۷ھ/ ۱۸۱۲ء کو مکمل ہوا' یہ ترجمہ حسین حلمی ایشیق نے استنبول سے عکسی صورت میں دوبارہ شائع کر دیا تھا' مولانا اسلمی کے اس ترجمہ کا ذکر خود شاہ صاحب نے بھی کیا ہے'[۴] مولانا اسلمی کئی اہم کتابوں کے مؤلف تھے' مولانا اسلمی کے مولوی محمد علی رام پوری کے ساتھ تقویت الایمان کے سلسلہ میں تلخ مباحث بھی ہوئے تھے۔[۵]

مولانا اسلمی نے شاہ عبدالعزیز کے ایک رسالہ درشیعہ وسنی اختلاف کا بھی عربی میں الترجمۃ العبقریۃ والصلوٰۃ الحیدریۃ کے نام سے کیا تھا اور اسی موضوع پر ایک اور رسالہ سفینۃ النجات کی فارسی میں تعلیقات رزینہ فی شرح السفینہ کے نام شرح لکھی تھی' جن کے قلمی نسخے مدراس کے کتب خانوں میں

۱۔ تحفہ اثناءِ عشریہ کا یہ دوسرا ایڈیشن ہمارے ذخیرہ (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری' لاہور) میں تحت شمارہ ۸۵۱۹ محفوظ ہے۔

۲۔ یہ طباعت بھی ہمارے ذخیرہ میں ہے (شمارہ ۸۵۲۰) بعض دیگر طباعتوں کی تفصیل کے لئے دیکھئے: کتابشناسی آثار فارسی چاپ شدہ درشبہ قارہ ۱/ ۴۲۷۔۴۲۸ مرتبہ عارف نوشاہی۔

۳۔ حیاتِ جاوید (طبع نامی پریس' کانپور' ۱۹۰۱ء) صفحہ ۵۱

۴۔ ملفوظات شاہ عبدالعزیز ۶۶

۵۔ Kokan Umari: Arabic and Persian in Carnatic pp:477-83

محفوظ ہیں،[۱] انہوں نے خود اس موضوع پر ایک ضخیم کتاب فارسی میں سفینۃ النجات فی طوفان المہلکات کے نام سے بھی لکھی تھی۔[۲]

شیعہ علماء نے تحفہ اثناءِ عشریہ کے جواب لکھنے میں بہت کوششیں کیں، بعض نے تو ساری عمر اسی کا ردّ لکھنے میں صرف کر دی، ذیل میں مؤلف کے معاصر اور چند قریب العہد علماء کی کوششوں کا ذکر کیا جا رہا ہے:

خود شاہ عبدالعزیز کے حین حیات شیعہ علماء نے آپ پر الزام لگایا کہ آپ کی کتاب تحفہ اثناءعشریہ تو ملا نصراللہ کابلی کی صواعق موبقہ کا سرقہ ہے، جس پر آپ کے ایک شاگردِ خاص مرزا حسن علی محدث لکھنوی نے آپ سے بذریعہ خط اس کا جواب چاہا تو آپ نے اس کی وضاحت فرمائی کہ نصراللہ کابلی کی مذکورہ تالیف تو بہت ناقص ہے اور یہ اہل تشیع کے تمام اعتراضات کے جواب پر مشتمل نہیں ہے۔[۳]

شاہ صاحب کے ملفوظات سے بھی شیعہ علماء کے تحفہ پر اعتراضات کا ذکر ملتا ہے۔[۴]

تحفہٗ اثناءِعشریہ کا قدیم ترین جواب مولانا ابواحمد محمد بن عبدالنبی اخبار نیشاپوری اکبرآبادی نے السیف المسلول علیٰ مخربی دین الرسول الملقب بہ صارم البتار لقد الفجار وقطّ الاشرار کے طویل نام سے فارسی میں لکھا، ان کا انتقال شاہ عبدالعزیز کے حین حیات ہی ۱۲۳۲ھ/۱۸۱۶ء کو ہو گیا تھا۔[۵]

دوسرے بڑے معاصر شیعہ عالم مولانا دلدار علی نصیرآبادی (ف ۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء) تھے جنہوں نے تحفہ کے ردّ میں کئی رسائل لکھے، تحفہ کی اشاعت اوّل (۱۸۰۰ء) کے صرف تین سال بعد ہی ان کے دو رسائل کلکتہ سے ۱۸۰۳ء کو شائع ہوئے، یعنی حسام الاسلام وسہام الملام (جواب باب ہشتم تحفہ مبحث معاد و رجعت) دوسرا رسالہ صوارم الالٰہیات ہے جو تحفہ کے باب پنجم (الٰہیات) کے ردّ میں شائع ہوا۔[۶]

---

۱ ایضاً ۴۷۹-۴۸۱

۲ ایضاً ۴۸۱

۳ فتاویٰ عزیزی ۱/۱۲۹-۱۳۱

۴ ملفوظات شاہ عبدالعزیز ۱۹۶

۵ کشف الحجب والاستار مؤلفہ اعجاز حسین کنتوری ۳۱۴

۶ کتابشناسی آثار فارسی ۱/۴۴۴، ۴۶۳

اُنہوں نے تحفہ کے دیگر ابواب کے ردّ میں رسالہ ذوالفقار، ردّ غیبت میں لکھے جو شائع ہوئے تھے[1]
ان کے فرزند محمد بن دلدار علی لکھنوی نے البوارق الموقبہ/ السیف المہر قہ اور طعن الرماح بھی لکھیں۔[2]
مولانا دلدار علی نے تحفہ کے ردّ میں نزہۃ اثنائے عشریہ بھی لکھی تھی، مؤلف نجوم السماء نے اس کا اقتباس نقل کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس کا ردّ خود شاہ عبدالعزیز نے عزۃ الراشدین کے نام سے لکھا تھا، جس کا جواب مولانا دلدار علی نہیں لکھ سکے تو ایک اور شیعہ عالم حکیم باقر علی خان نے اس کا ردّ معین الصادقین کے نام سے لکھا تھا۔[3] ان کے شاگرد مفتی سید محمد قلی خان کنتوری نے بھی تحفہ کے ردّ میں کئی رسائل لکھے تھے جن میں تشید المطاعن، تقلیب المکائد اور نفاق الشیخین طبع ہو چکے ہیں۔[4]
انہی علامہ کنتوری کے فرزند حامد حسین کنتوری نے اپنی ساری عمر تحفہ کا ردّ لکھنے میں صرف کر دی، مولانا عبدالحی حسنی کے الفاظ ہیں:

فانهٔ صرف عمره فی الرد علی التحفة[5]

نیز اُنہوں نے تحفہ کے ردّ میں اہل تشیع کے کئی رسائل کا بھی ذکر کیا ہے۔[6]
تحفہ اثناءِ عشریہ کے ردّ کے سلسلہ میں تفصیلات جمع کرنے کا سہرا مفتی سید محمد قلی خان مذکور کے فرزند علامہ اعجاز حسین کنتوری (۱۲۴۰۔۱۲۸۶ھ/ ۱۸۲۵۔۱۸۶۹ء) کے سر ہے جنہوں نے شیعہ علماء کی تصانیف کی ایک فہرست **کشف الحُجب والاستار** کے نام سے مرتب کی اور اس میں خصوصیت سے تحفہ اثناءِ عشریہ کے رد میں لکھی جانے والی کتابوں کا ذکر کیا ہے، ان کے مؤلفین کے اسماء طویل القاب کے ساتھ درج کرتے ہوئے کئی مقامات پر ''تحفة المسروقة للعزیز الدهلوی'' لکھ کر حقارت کا اظہار بھی کیا ہے۔[7]

---

1. ایضاً ۱/۴۵۱۔۴۵۴
2. ایضاً ۱/۴۲۶۔۴۶۵
3. فضائل صحابہ واہل بیت، مقدمہ نوشتہ محمد ایوب قادری ۸۱۔۸۲

علامہ اعجاز حسین کنتوری نے نزہۃ اثناءِ عشریہ کی مکمل تفصیل دی ہے، ملاحظہ ہو: کشف الحُجب والاستار ۵۸۹

4. کتابشناسی آثار فارسی ۱/۴۳۳
5. الثقافة الاسلامیہ فی الہند ۲۲۰
6. ایضاً ۲۱۹۔۲۲۰
7. کشف الحجب والاستار ۲۲۱

اُنہوں نے اس سلسلہ میں تحفہ کے خلاف تالیف ہونے والے رسائل کا بھی تفصیلی تعارف کروایا ہے[1] اس کے بعد مرزا محمد مہدی لکھنوی نے تکملہ نجوم السماء اور ان کے والد مرزا محمد علی نے نجوم السماء میں اس قسم کا تمام مواد جمع کر دیا تھا۔

اس سلسلہ کی آخری کوشش راسخ العقیدہ مسلمان علماء وصوفیہ کے سب سے بڑے دشمن ڈاکٹر سید اطہر عباس رضوی (ف ۲ستمبر ۱۹۹۴ء) کی ہے جنہوں نے شاہ عبدالعزیزؒ پر انگریزی میں ایک ضخیم کتاب تالیف کی اور اس میں تحفہ اثناء عشریہ کے ردّ میں شیعہ علماء کی سرگرمیاں پوری تفصیل سے بیان کیں' اس کام کے لئے اُنہوں نے اپنی کتاب کے ایک سو چودہ صفحات وقف کیے'[2] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کی یہ کتاب اسی مقصد یعنی تحفہ اثناءِ عشریہ کے ردّ کے سلسلہ میں شیعہ علماء کے کارنامے بیان کرنا ہے۔

---

[1] ایضاً ملاحظہ ہو: صفحات ۲۵'۱۶۲'۱۹۵'۲۲۱'۳۱۴'۵۷۲'۵۷۳'۶۰۵' نیز ملاحظہ ہو: نجوم السماء مؤلفہ مرزا محمد علی' مطبوعہ لکھنؤ اور تکملہ نجوم السماء مؤلفہ مرزا مرزا محمد مہدی لکھنوی' مطبوعہ قم

[2] ملاحظہ ہو ان کی کتاب:

Shah Abdul Aziz (Puritanism, Sectarian Polemics and Jihad, Australia,1982

کا چھٹا باب بعنوان:

The Shi'i Refutations of Tuhfa..... and Sunni Counter Attacks, pp:356-470

ان سے پہلے بزرگ تہرانی نے الذریعۃ الٰی تصانیف الشیعۃ کی ۲۵ جلدوں میں اس قسم کا مواد بھی جمع کیا تھا۔

شاہ عبدالعزیز کے تلامذہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث سے ظاہری و باطنی علوم میں فیض یاب ہونے والے افراد کی تعداد بہت زیادہ ہے' ہمارے علم میں کوئی معاصر دستاویز اب تک سامنے نہیں آئی ہے' جس میں ان تمام حضرات کی فہرست ہو' آپ سے استفادہ کرنے والوں کی کئی قسمیں تھیں' آپ فجر کی نماز کے بعد درس دیتے تھے تو شرکاء کی کثرت ہوتی تھی' چہل قدمی کے دوران بھی کئی اصحاب آپ سے سبق لیتے تھے' اور جب تفسیر بیان کرتے تھے تب بھی حاضرین میں ایسے افراد ہوتے تھے جو تعلیم کی درخواست کرتے تھے' ان سب کے علاوہ وہ اصحاب بھی ہیں جو عربستان اور دیگر مسلم ممالک سے آئے اور اجازت لے کر چلے گئے' جن کے نام عربی کتب اور وہاں کے معاجم الشیوخ ہی میں ملتے ہیں' تاہم یہاں ان حضرات کے اسماء کی ایک مختصر سی فہرست دی جا رہی ہے جنہوں نے آپ سے استفادہ کیا' یقیناً یہ فہرست مکمل نہیں ہے اور اُمید ہے کہ اہلِ علم حضرات اس میں اضافہ کرتے رہیں گے۔

(۱) آزردہ' مفتی صدرالدین دہلوی [۱] (ف ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء)

(۲) سید آل رسول مارہروی [۲] (ف ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء)

(۳) سید آل حسن قنوجی (ف ۱۲۱۰۔۱۲۵۳ھ [۳] / ۱۷۹۵۔۱۸۳۷ء) والد نواب صدیق حسن خان

(۴) شاہ ابوسعید مجددی [۴] (ف ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۴ء)

(۵) شاہ احمد سعید مجددی [۵] (ف ۱۲۷۷ھ/ ۱۸۶۰ء)

(۶) مفتی الٰہی بخش کاندھلوی [۶] (ف ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء)

---

[۱] آثار الصنادید' تذکرہ علمائے ہند ۲۴۷۔۲۴۹' تذکرہ آزردہ' مقدمہ' تعلیقات کتاب حاضر

[۲] نزہۃ الخواطر ۷/۴' تذکرہ نوری (سوانح مولانا ابوالحسین نوری مارہروی) مرتبہ محمد ایوب قادری

[۳] نزہۃ الخواطر ۷/۱۳۱۲' مآثر صدیقی ۱/۵۵

[۴] مقاماتِ خیر ۱۲

[۵] مناقب احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ

[۶] مفتی الٰہی بخش کاندھلوی (سوانح) مؤلفہ نورالحسن راشد

(۷) شیخ امام الدین محمد بن معین الدین احمد صدیقی، ابوالفرید دہلوی ثم لکھنوی [۱]

(۸) شیخ امام الدین بن قطب الدین کاندھلوی (شاگرد مفتی الٰہی بخش کاندھلوی مذکور) کے علاوہ شاہ عبدالعزیز محدث سے بھی تحصیل کی۔ [۲]

(۹) مولانا امین اللہ عظیم آبادی [۳] (ف ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء)

(۱۰) مولانا بزرگ علی بن حسن علی حنفی مارہروی [۴] (ف ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۶ء)

(۱۱) حافظ اکرام الدین واعظ دہلوی ثم الٰہ آبادی [۵]

(۱۲) شیخ بشارت اللہ بہرائچی [۶] (ف ۱۲۵۴ھ/۱۸۳۸ء) خلیفۂ شاہ غلام علی دہلوی (ف ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء)

(۱۳) شیخ پناہ عطا بن کریم عطا سلونی چشتی [۷] (ف ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء)

(۱۴) مولانا جعفر علی کسمنڈوی [۸] (ف ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۷ء)

(۱۵) مولانا حسن علی صغیر ہاشمی شافعی لکھنوی [۹] (ف ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء)

(۱۶) مولانا حسین احمد ملیح آبادی [۱۰] (ف ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء)

(۱۷) مولانا حنیف بن ابی الحنیف حنفی دھمتوری [۱۱] (ف ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء)

---

۱ نزہۃ الخواطر/۷/۷۵-۷۶

۲ ایضاً

۳ ایضاً/۷/۸۵

۴ ایضاً/۷/۹۸

۵ اُردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ ۱۸۱-۱۹۰

۶ ظفر احسن بہرائچی: آثار حضرت مرزا مظہر ۱۵۱-۱۸۵

۷ نزہۃ الخواطر/۷/۱۰۳

۸ ایضاً/۷/۱۱۸

۹ حسرت، محمد سعید قسطاس البلاغۃ ۱۷۰، علم و عمل ۱/۲۵۳، نزہۃ الخواطر/۷/۱۳۶، اشتیاق احمد اعظمی: اودھ میں افتاء کے مراکز ۲۷۸-۲۷۹

۱۰ نزہۃ الخواطر/۷/۱۴۳، تذکرہ علمائے ہند ۱۶۶

۱۱ نزہۃ الخواطر/۷/۱۴۹

(۱۸) مولانا حیدر علی رام پوری ثم ٹونکی [۱] (ف ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۵ء)

(۱۹) مولانا حیدر علی فیض آبادی [۲] (ف ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۱ء)

(۲۰) مولانا خالد کردی رومی [۳] (ف ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۶ء) خلیفۂ شاہ غلام علی دہلوی

(۲۱) شاہ رحمٰن بخش امروہوی [۴] (ف ۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۳ء) بن شاہ عبدالباری بن شاہ عبدالہادی چشتی

(۲۲) شیخ رشید الدین دہلوی [۵] (ف ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء)

(۲۳) مولانا خرم علی بلہوری [۶] (ف ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۷ء)

(۲۴) رفعت، غلام جیلانی رام پوری [۷] (ف ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۹ء)

(۲۵) شاہ رفیع الدین محدث دہلوی [۸] (ف ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء) برادر خُرد شاہ عبدالعزیز محدث

(۲۶) مولوی سید رمضان علی امروہوی [۹] (ف ۱۲۵۶ھ/ ۱۸۴۰ء)

(۲۷) ساحر، غلام مینا علوی کاکوروی [۱۰] (ف ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۴ء)

(۲۸) مولانا سناء الدین بدایونی [۱۱]

(۲۹) مولانا سلامت اللہ کشفی بدایونی [۱۲] (ف ۱۲۸۱ھ/ ۱۸۶۴ء)

---

۱ تذکرہ کاملان رام پور، تذکرہ علمائے ہند، تذکرہ علمائے ٹونک ۹۰۔۱۰۱

۲ نزہۃ الخواطر ۷/ ۱۵۴۔۱۵۵، تذکرہ علمائے ہند ۱۷۵

۳ مقاماتِ مظہری ۵۶۵، محمد بن عبداللہ: البھجۃ السنیۃ ۸۲

۴ امداد المشتاق، مقدمہ نوشتہ نثار احمد فاروقی ۵۱۔۵۳

۵ تعلیقات کتاب حاضر

۶ اُردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ ۱۴۹۔۱۷۱، ابتداء میں تلامذہ کی یہ فہرست حروفِ تہجی کے اعتبار سے بنانی شروع کی تھی لیکن یہ ترتیب قائم نہ رہ سکی۔

۷ نزہۃ الخواطر ۷/ ۳۴۸، تذکرہ کاملان رام پور ۲۸۴۔۲۸۷

۸ مقدمہ کتاب حاضر

۹ محمود احمد عباسی: تاریخ امروہہ (جلد دوم، تذکرۃ الکرام ۲۷۷)

۱۰ نزہۃ الخواطر ۷/ ۲۰۴

۱۱ محمد حیدر علی علوی کاکوروی: تذکرہ مشاہیر کاکوری ۳۰۸۔۳۱۵

۱۲ رک تعلیقات کتاب حاضر

(۳۰) شیخ ظہور الحق پھلواروی[۱] (ف۱۲۳۴ھ/۱۸۱۸ء)

(۳۱) شیخ ضیاء الدین برہانپوری[۲] (ف۱۲۳۵ھ/۱۸۱۹ء)

(۳۲) شیخ عبدالحی بڑھانوی[۳] (ف۱۲۴۳ھ/۱۸۲۷ء)

(۳۳) شیخ عبدالرحیم گورکھپوری[۴]

(۳۴) اخوند عبدالعزیز دہلوی[۵] (ف۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء)

(۳۵) مولانا عبدالعزیز بن آل نبی نصیر آبادی[۶] (ف۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء)

(۳۶) شاہ عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ محدث[۷] (ف۱۲۲۷ھ/۱۸۱۲ء)

(۳۷) شاہ عبدالقادر دہلوی[۸] (ف۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء) بن شاہ ولی اللہ محدث

(۳۸) مفتی علی کبیر مچھلی شہری[۹] (ف۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء)

(۳۹) حکیم غلام حیدر بن نامدار دہلوی[۱۰]

(۴۰) شیخ غلام علی چریاکوٹی[۱۱] (ف۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء)

(۴۱) شاہ غلام علی دہلوی[۱۲] (ف۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء)

---

۱ نزہۃ الخواطر ۷/۲۲۶

۲ ایضاً ۷/۲۲۳

۳ رک تعلیقات کتاب حاضر

۴ نزہۃ الخواطر ۷/۲۵۹

۵ محمد عمر سراج الحق: ریاض الانوار (سوانح اخوند عبدالعزیز دہلوی) دہلی و میرٹھ ۱۳۰۵ھ

۶ نزہۃ الخواطر ۷/۲۶۷

۷ حیاتِ ولی صفحہ ۶۴۱

۸ ایضاً، تعلیقات کتاب حاضر

۹ تذکرہ علمائے ہند ۳۴۷، تاریخ شیراز ہند جونپور مؤلفہ سید اقبال احمد ۶۸ـ۷۶۹

۱۰ آثار الصنادید ۲/۵۲

۱۱ رحمٰن علی: تذکرہ علمائے ہند ۳۶۴، نزہۃ الخواطر ۷/۳۵۸ـ۳۵۹

۱۲ مقاماتِ مظہری و ملفوظاتِ چہل روزہ، مقدمات

(۴۲) مولانا غلام محی الدین بگوی [۱] (ف ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۷ء)

(۴۳) خواجہ غلام محی الدین قصوری [۲] (ف ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۴ء)

(۴۴) مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی [۳] (ف ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء)

(۴۵) مولانا شاہ قطب الہدیٰ رائے بریلوی [۴] (ف ۱۲۲۶ھ/ ۱۸۱۱ء)

☆ قمرالدین دہلوی= منت' قمرالدین دہلوی

(۴۶) مولانا کرم اللہ محدث [۵] (ف ۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۶ء) خلیفہ شاہ غلام علی دہلوی

(۴۷) مولانا مفتی کریم اللہ دہلوی [۶] (ف ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء)

(۴۸) مولانا محبوب علی جعفری دہلوی [۷] (ف ۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۳ء)

(۴۹) مرزا محمد بن عنایت احمد شیعی دہلوی [۸] (ف ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء)

(۵۰) مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی [۹] (ف ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۵ء) نواسۂ شاہ عبدالعزیز محدث

(۵۱) مولانا شاہ محمد اسماعیل دہلوی [۱۰] (ف ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۰ء) بن شاہ عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ محدث

(۵۲) مولانا شاہ محمد یعقوب [۱۱] (ف ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء) نواسۂ شاہ عبدالعزیز محدث

(۵۳) مولانا شاہ مخصوص اللہ [۱۲] (ف ۱۲۷۱ھ/ ۱۸۵۴ء) بن شاہ رفیع الدین

---

۱ تذکرہ علمائے ہند ۳۶۹۔۳۷۰' حدائق الحنفیہ ۴۷۶۔۴۷۸

۲ ملفوظات چہل روزہ شاہ غلام علی دہلوی' مقدمہ

۳ انوارالعیون مؤلفہ حسام الدین احمد فضلی صفحہ ۹۱' تذکرہ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی صفحہ ۳۱

۴ تذکرہ علمائے ہند ۳۹۳' نزہۃ الخواطر ۷/ ۳۸۹

۵ مقاماتِ مظہری' ضمیمہ ۵۶۴' ۵۹۲' ۵۹۳

۶ تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند ۱/ ۲۰۹۔۲۳۶

۷ آثارالصنادید ۲/ ۹۳۔۹۴' اُردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ ۹۷۔۱۰۲

۸ نزہۃ الخواطر ۷/ ۴۱۹۔۴۲۰

۹ حیات شاہ محمد اسحٰق دہلوی' مؤلفہ حکیم محمود احمد برکاتی

۱۰ تذکرہ علمائے ہند ۴۱۲

۱۱ آثارالصنادید ۲/ ۹۲

۱۲ ایضاً ۲/ ۸۴

(۵۴) شیخ محمد رمضان مہمی[۱] (ف ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۵ء)

(۵۵) مولانا محمد شکور مچھلی شہری[۲] (ف ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۲ء)

(۵۶) مولانا شاہ مخصوص اللہ[۳] (ف ۱۲۷۱ھ/ ۱۸۵۴ء) بن شاہ رفیع الدین

(۵۷) منت، قمر الدین سونی پتی (ف ۱۲۰۸ھ/ ۱۷۹۳ء)

شاہ عبدالعزیز نے رسالہ عجالۂ نافعہ انہی کے لئے تالیف کیا تھا،[۴] آخری عمر میں تشیع کی طرف مائل ہو گئے تھے۔[۵]

(۵۸) شیخ مظہر علی کڑوی (ف ۱۲۵۶ھ/ ۱۸۴۰ء) شاہ عبدالعزیز محدث سے سلسلۂ چشتیہ میں بیعت ہوئے۔[۶]

(۵۹) مولانا مملوک العلی نانوتوی[۷] (ف ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۰ء)

(۶۰) حکیم مولوی نصر اللہ خان وصال دہلوی[۸]

(۶۱) مولوی وحید الدین بن مولوی معین الدین پھلتی

(۶۲) حکیم غلام حیدر بن نامدار کشمیری دہلوی

(۶۳) شیخ نعیم الدین ساکن پرولی پرگنہ ڈھاکہ جلال پور بیعت بہ حضرت شاہ عبدالعزیز بسال ۱۲۲۹ھ/ ۱۸۱۳ء شاہ صاحب نے ان کے سوالات کے جو جوابات دیئے تھے اُنہوں نے بصورت رسالہ بنام فیض عام یک جا کر دیئے تھے۔[۹]

۱۔ مآثر الاجداد ۹۴۔۱۱۱، ہادی ہریانہ، اُردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ ۸۷۔۹۵

۲۔ تذکرہ علمائے ہند ۴۳۶، نزہۃ الخواطر ۷/ ۴۴۴

۳۔ آثار الصنادید ۲/ ۸۴، تذکرہ علمائے ہند ۴۹۰

۴۔ عُجالۂ نافعہ آغازِ رسالہ، دیوان منت مرتبہ ڈاکٹر شعیب احمد، مقدمہ، مطبوعہ لاہور

۵۔ علم و عمل

۶۔ نزہۃ الخواطر ۷/ ۴۸۴

۷۔ استاذ الکل مولانا مملوک العلی نانوتوی ۹۸، ۱۰۶۔۱۰۹

۸۔ اُردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ ۲۷۳

۹۔ مکاتیب شاہ ولی اللہ، تعلیقات مرتب ۲۸۷ حاشیہ

نوٹ: ابتداء میں تلامذہ کی یہ فہرست حروفِ تہجی کے اعتبار سے بنانی شروع کی تھی لیکن بعد میں یہ ترتیب قائم نہ رہ سکی۔

(۶۴) مولانا اولاد حسن قنوجی (ف ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء) والد نواب صدیق حسن خان

(۶۵) مولوی نواب مبارک علی خان [۱] (ف ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۶۷ء) مؤلف کمالات عزیزی وغیرہ

(۶۶) مولانا سید غوث علی شاہ پانی پتی [۲] (ف ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء)

(۶۷) مولوی جلال الدین باقر صدیقی بدایونی [۳] (ف ۱۲۶۹ھ/ ۱۸۵۲ء)

(۶۸) شاہ رؤف احمد رافت مجددی [۴] (ف ۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۳ء) خلیفہ شاہ غلام علی دہلوی

(۶۹) مولوی حکیم علی حسین بدایونی صدیقی حمیدی [۵]

(۷۰) مولوی احسان اللہ صدیقی حمیدی بدایونی [۶] (ف ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۷ء) برادر حقیقی حکیم علی حسین مذکور

(۷۱) مفتی سعد اللہ مراد آبادی [۷] (ف ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء)

(۷۲) مفتی محمد مراد ساکن کلکتہ [۸]

(۷۳) مولانا سید جلال الدین برہانپوری [۹] (ف ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۷ء)

(۷۴) مولانا رفیع الدین مراد آبادی [۱۰] (ف ۱۲۲۸ھ/ ۱۸۱۳ء) مؤلف افادات العزیزیہ

(۷۵) مولانا سید نصیر الدین برہانپوری [۱۱] (ف ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء)

(۷۶) مولانا امین اللہ (ف ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء) بن مولانا سلیم اللہ نگرنہسوی [۱۲] (صدر مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ)

---

۱ اُردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ ۳۰۷۔۳۰۸

۲ گل حسن: تذکرہ غوثیہ ۱۶۔۱۷

۳ اُردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ ۴۰۶۔۴۱۱

۴ حدائق الحنفیہ ۴۹۰، ملفوظاتِ چہل روزۂ شاہ غلام علی دہلوی، مقدمہ ۷۴

۵۔۶ اُردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ ۴۶۱۔۴۶۴

۷ تذکرہ کاملانِ رام پور ۱۵۱۔۱۵۴

۸ اودھ میں افتاء کے مراکز اور ان کی خدمات ۲۹۲

۹ تذکرہ علمائے ہند ۱۵۰

۱۰ نزہۃ الخواطر ۷/ ۱۸۲، تذکرہ علمائے ہند ۱۹۷۔۱۹۸

۱۱ تذکرہ علمائے ہند ۵۲۱

۱۲ ایضاً ۵۶۲

(۷۷) مولوی امام الدین بنگالی ساکن ٹونک [1]

(۷۸) مولوی بہادر علی دہلوی (ف ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۸ء) نواب عبدالمجید خان عرف نوشہ میاں انہی کے شاگرد تھے۔ [2]

(۷۹) حکیم محمد فیاض خان رام پوری [3] (ف ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء)

(۸۰) مدارالمہام منشی جمال الدین بھوپالی (ف ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۱ء) بن منشی وحیدالدین [4]

(۸۱) مولوی رمضان علی امروہوی (ف ۱۲۵۶ھ/ ۱۸۴۰ء) بن سید نورالدین از اولاد شاہ گدا قادری [5]

(۸۲) مولوی سید عبدالعزیز امروہوی (بن حافظ خلیل اللہ نبیرۂ شاہ ضعیف اللہ نقشبندی) [6]

(۸۳) مولانا غفار شاہ مرید شاہ عبدالعزیز، یہی مولانا غفار شاہ بخشی الملک محتشم الدولہ محمد عبداللہ (ف ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۰ء) کے بھی شیخ طریقت تھے۔ [7]

(۸۴) کندن لال اشکی (ہندو) شاگرد درفن موسیقی، کاتب رسالہ سانگیت شاستر [8] (تالیف شاہ عبدالعزیز)

(۸۵) مولوی عسکری [9]

(۸۶) غلام انبیاء خان [10]

(۸۷) منشی نعیم الدین خان [11]

(۸۸) شیخ لطف علی [12]

---

۱ تذکرہ علمائے ٹونک مؤلفہ حکیم محمد عمران خان ۱/ ۴۸

۲ ایضاً ۱/ ۶۶

۳ تذکرہ کاملان رام پور ۳۶۷-۳۶۸، تذکرہ علمائے ٹونک ۱/ ۳۱۵-۳۱۶

۴ مآثر صدیقی مؤلفہ علی محمد خان صفی الدولہ ۲/ ۴۵-۴۶ وبہ بعد، نزہۃ الخواطر ۷/ ۱۲۲-۱۲۳

۵ تذکرۃ الکرام (تاریخ امروہہ جلد دوم) ۲/ ۲۷۷

۶ ایضاً ۳۲۹

۷ حدیقۃ المرام ۲۸

۸ محمد عضدالدین خان: شاہ عبدالعزیز محدث کی ایک نایاب تصنیف (سانگیت شاستر) قلمی مخزونہ رضا لائبریری رام پور کا ترقیمہ، مشمولہ معارف، دسمبر ۱۹۶۴ء

۹-۱۲ ملفوظات شاہ عبدالعزیز (اُردو ترجمہ عضدالدین خان) ص ۳۵

(۸۹) شیخ مبارک اللہ [۱]

(۹۰) سید احمد رائے بریلوی [۲]

(۹۱) مولوی مراد علی (ساکن کلکتہ) [۳]

(۹۲) شیخ محمد عارف (مرید) [۴]

(۹۳) شیخ مصدق الدین عبداللہ (محرک تالیف تفسیر عزیزی و مرید شاہ فخر الدین فخر جہاں دہلویؒ)

(۹۴) شیخ فضل حق عرف غلام بینا متخلص بہ ساحر کاکوروی [۵] (ف ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء)

(۹۵) علامہ فضل حق خیرآبادی [۶] (ف ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء)۔

(۹۶) مولانا سید محمد اسحٰق (ف ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۸ء) بن سید محمد عرفان (برادرِ حقیقی سید احمد رائے بریلوی) [۷]

(۹۷) مولانا عبدالخالق دہلوی [۸] (ف ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء)

(۹۸) شاہ رحمٰن بخش چشتی امروہوی (۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء) بن شیخ عبدالباری چشتی امروہوی [۹]

(۹۹) مولانا سید احمد بجنوری۔

شاہ عبدالعزیز کی وفات (۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کے موقع پر آپ کی خدمت میں موجود تھے' انہوں نے آپ کے وصال کے احوال اپنے ایک مکتوب میں لکھے ہیں۔ [۱۰]

---

۱ ملفوظات شاہ عبدالعزیز (اردو ترجمہ عضد الدین خان) صفحہ ۳۵

۲ ایضاً صفحہ ۴۱-۴۲'۱۹۶

۳ ایضاً ۸۸

۴ ایضاً ۱۸۹

۵ تذکرہ مشاہیر کاکوری ۳۰۸-۳۱۵

۶ مقدمہ فتاویٰ عزیزی نوشتہ مرزا محمد بیگ دہلوی ص ۴

۷ ابوالحسن علی ندوی: سیرت سید احمد شہید ۱/ ۷۶-۷۷

۸ مقدمہ فتاویٰ عزیزی ص ۴

۹ تذکرۃ الکرام ۱۷۶-۱۸۴' امداد المشتاق' مقدمہ نثار احمد فاروقی ۵۱-۵۳

۱۰ ذوالفقار احمد بھوپالی: الروض الممطور ص ۲۰۰-۲۰۱

مندرجہ ذیل اصحاب کے نام مقالاتِ طریقت سے ماخوذ ہیں، ان میں سے بعض نے شاہ عبدالعزیز محدث سے مروجہ کتب پڑھیں اور بعض کو صرف بیعت یا خلافت ملی اور چند اصحاب کو محض آپ کی صحبت میسر آئی:

(۱۰۰) مولوی یار محمد
(۱۰۱) مولوی ببر
(۱۰۲) مولوی عبدالقادر صوفی حیدر آبادی (سند خلافت)
(۱۰۳) مولانا سخاوت علی جونپوری
(۱۰۴) شیخ غلام جیلانی باغ پتی
(۱۰۵) میر جان (صحبت یافتہ)
(۱۰۶) سید قاسم علی حسینی مال پوری (خلیفہ)
(۱۰۷) سید حسن علی عرف شاہ جی (سالہا صحبت میں رہے)
(۱۰۸) محمد حفیظ دہلوی (صحبت یافتہ)
(۱۰۹) محمد حسن عرف حافظ بانکے چشتی صابری قدوسی (صحبت یافتہ)
(۱۱۰) مولانا عبدالقیوم بڈھانوی (صحبت یافتہ
(۱۱۱) مولوی سراج خورجوی (تکمیل سلوک شاہ صاحب کی خدمت میں کی)
(۱۱۲) میر جان (صحبت یافتہ)
(۱۱۳) مولوی کرامت علی موسوی دہلوی
(۱۱۴) مولوی دھومن
(۱۱۵) ملا خلیل
(۱۱۶) حکیم آغا جان (مرید وشاگرد
(۱۱۷) سید اللہ دیا برہانپوری
(۱۱۸) حافظ قطب الدین پھلتی
(۱۱۹) شیخ اسد اللہ (خلیفہ
حاجی معین الدین پھلتی (خلیفہ)

مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی نے بغیر کسی حوالہ کے مندرجہ ذیل تلامذہ کے نام لکھے ہیں:[۱]

(۱۲۰) مولانا ثناء الدین احمد بدایونی
(۱۲۱) مولانا سید جلال الدین برہانپوری
(۱۲۲) مولانا نجابت حسین ساکن محلہ قاضی ٹولہ بانس بریلی (خاندانی صدری روایت)

---

[۱] تذکرہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ص ۱۹، مکاتیب شاہ ولی اللہ، تعلیقات ۳۹۰-۳۹۳

(۱۲۳) محمد خان زمان خان (مرید شاہ عبدالعزیز محدث)

شاہ محمد اسحٰق نے مسائل اربعین انہی کے سوالات کے جواب میں لکھی تھی۔[1]

(۱۲۴) مولانا بہادر علی محدث دہلوی (شاگرد)[2]

[1] شروانی، حبیب الرحمٰن خان: مقالات شروانی ۲۵

[2] تذکرہ علمائے حال ص ۴۸

عبدالرحیم ضیاء حیدرآبادی

(مؤلفِ مقالاتِ طریقت)

مقالاتِ طریقت کے مؤلف شیخ عبدالرحیم ضیاء کے حالات متعارف تذکروں میں نہیں ملتے' ان کا تعلق دکن کے دارالحکومت حیدرآباد سے تھا' دکن کے صوفیہ اور شعراء کے حالات پر صوفی عبدالجبار ملکاپوری کے دونوں تذکرے[1] ان کے ذکر سے خالی ہیں۔

شیخ عبدالرحیم فارسی اور اُردو میں شعر بھی کہتے تھے' ان کا تخلص ضیاء تھا' مقالاتِ طریقت میں اُنہوں نے جابجا اپنے اشعار نقل کئے ہیں جو علماء وصوفیہ کی مدح میں لکھے گئے ہیں'[2] انہوں نے اپنے ایک استاد مولوی میر شمس الدین متخلص بہ فیض کا ذکر بھی کیا ہے جو ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء کو فوت ہوئے تھے۔ انہیں حافظ تاج الدین مشتاق دہلوی (شاگرد خواجہ میر درد) سے تلمذ حاصل تھا' فیض کئی کتابوں کے مؤلف تھے' ان کا دیوان بھی طبع ہو چکا ہے۔[3]

مؤلف نے شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں کئے جانے والے سوالات کے جوابات کے لئے مقالاتِ طریقت کا مقالہ چہارم مختص کیا ہے' ایک مقام پر لفظ کرامت پر بحث کرتے ہوئے مزید تفصیل کے لئے اپنی کتاب مقاماتِ دستگیری کا ذکر کیا ہے' جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُنہوں نے اس کتاب میں شاہ عبدالعزیز اور دیگر بزرگوں کے اقوال ومناقب جمع کئے ہوں گے' ان کی تحریر سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب بھی طبع ہوئی ہوگی' لیکن ہمیں تاحال نہیں مل سکی' مؤلف نے اپنے شیخ محی الدین ویلوری کو ایک خط لکھا تو اس کے ساتھ رسالہ شیون بے چون بھی بھیجا تھا' جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ بھی ان کی تالیف ہوگا۔[4]

مؤلف قادری سلسلۂ طریقت سے تعلق رکھتے تھے' مولانا سید شہاب الدین قادری عرف حسن پادشاہ سے باقاعدہ خلافت بھی حاصل تھی۔ جو مولانا سید عبداللطیف معروف بہ سید محی الدین قادری نقوی ویلوری[5] (ف ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) کے خلیفہ تھے جن کا سلسلہ اس طرح ہے:

---

[1] محبوب ذی المنن تذکرہ اولیائے دکن اور محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن

[2] چونکہ یہ تمام اشعار ہم نے اپنے مرتبہ متن میں بعینہٖ دے دیئے ہیں' اس لئے اس مقدمہ میں انہیں یکجا نہیں کیا گیا۔

[3] فیض کے حالات کے لئے کتاب حاضر کے مقالۂ دوم کا تعلیقہ نمبر ۵۹ ملاحظہ کریں۔

[4] مقالاتِ طریقت' خاتمہ

[5] سید ویلوری کے حالات کے لئے کتاب حاضر کا خاتمہ ملاحظہ کریں۔

شاہ محی الدین قادری، سید ابوالحسن قادری، شاہ مرتضٰی قادری، شاہ ابوالحسن قربی، شیخ محمد فخر الدین مہکری، شیخ عبدالحق محمد مخدوم ساوی............تا حضرت غوث اعظم محی الدین گیلانی

مؤلف کے شیخ سید حسن پادشاہ نے اپنے مرشد سید محی الدین قادری ویلوری کے ہمراہ حج کی سعادت بھی حاصل کی تھی، مؤلف نے سید حسن پادشاہ کی علاقائی نسبت میسوری لکھی ہے۔ [1]

مؤلف دکن کے معروف صوفی، عالم و مدرس مولانا محمد زمان شہید [2] (۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء) کے باقاعدہ شاگرد تھے۔

مؤلف کو شاہ ولی اللہ کی تالیف الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں مذکور اجازات کی اجازت مولانا حسن رضا سے حاصل تھی جو مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث کے اجازت یافتہ تھے۔ [3]

مؤلف کو طریقہ عزیزیہ کے تمام ''طرق وضوابط'' جو کتاب الانتباہ اور قول الجمیل میں درج ہیں، کی اجازت مولانا سراج احمد سے ملی تھی جو براہِ راست شاہ عبدالعزیز محدث کے شاگرد و مرید تھے۔ [4]

---

[1] سید حسن پادشاہ کے مختصر احوال کے لئے اسی کتاب کے خاتمہ کا تعلیقہ نمبر ۲۹ دیکھئے۔

[2] مولانا محمد زمان شہید کے حالات مقالاتِ طریقت کے ضمیمہ میں درج ہیں۔

[3]-[4] مقالاتِ طریقت ۲۹۴ (طبع اول)

مولانا سراج احمد بن محمد فارغ خورجوی، خورجہ میں ولادت ہوئی، دہلی جا کر شاہ عبدالعزیز محدث سے تحصیل علم کے بعد بیعت طریقت کی ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء تک بقید حیات تھے (نزہۃ الخواطر ۷/۱۹۴ بحوالہ مقالاتِ طریقت)

مقالاتِ طریقت

مقالاتِ طریقت

حضرت شاہ ولی اللہ محدث نے اپنے خودنوشت احوال الجزاللطیف کے نام سے تحریر فرمائے' پھر اپنے مشائخ حرمین کے حالات پر جداگانہ کتابچہ لکھا' اپنے اجداد کے حالات پر پوری کتاب انفاس العارفین کے نام سے مرتب کی' ایک اور بڑا احسان اہلِ علم پر یہ ہوا کہ آپ کے حینِ حیات آپ کے سب سے عزیز اور مقرب خلیفہ مولانا محمد عاشق پھلتی نے آپ کی سوانح القول الجلی کے نام سے لکھنی شروع کر دی جو بہت جلد مکمل ہو گئی' اس کتاب پر شاہ صاحب کو اتنا اعتماد تھا کہ آپ نے انفاس العارفین میں اپنے معتقدین کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دی ہے۔

اس کے برعکس حضرت شاہ عبدالعزیز اپنے ماحول' مکروہاتِ زمانہ اور امراض کے غلبہ کے باعث ایسا نہ کر سکے اور آپ کے وصال (۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کے بعد ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء کو جب نواب مبارک علی خان نے آپ کے حالات جمع کرنا شروع کیے تو ان سے پہلے کی کوئی تحریر ان کے پیشِ نظر نہیں تھی' اس کے ایک سال بعد جب شیخ عبدالرحیم ضیاء نے مقالاتِ طریقت کی تالیف کا آغاز کیا تو انہیں یہ وضاحت کرنا پڑی کہ اس وقت حضرت شاہ عبدالعزیز کے براہِ راست تلامذہ میں سے کوئی بھی زندہ نہیں ہے' آپ کے تینوں چھوٹے بھائی آپ کے حینِ حیات ہی فوت ہو گئے تھے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث کے احوال پر مستقل طور پر لکھی جانے والی کتابوں میں مقالاتِ طریقت دوسرے نمبر پر ہے' پہلی کتاب آپ کے ایک مرید نواب زادہ مبارک علی خان میرٹھی نے ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء کو کمالاتِ عزیزی [1] کے نام سے مرتب کی' اس کے صرف ایک سال بعد ہی حیدرآباد (دکن) کے ایک بزرگ شیخ عبدالرحیم ضیاء نے آپ کی مفصل سوانح لکھنے کا آغاز کر دیا' یعنی مقاماتِ طریقت کی تالیف ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء کو شروع ہو گئی تھی' جو ایک سال کی کم مدت میں ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء کو مکمل ہو کر اگلے ہی سال ۱۲۹۲ھ کو حیدرآباد سے خوبصورت کتابت میں طبع ہوئی۔

---

۱ کمالاتِ عزیزی' مطبع احمدی' دہلی اور پھر مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوئی' یہ صرف ۲۴ صفحات کا ایک رسالہ ہے' سید ظہیر الدین احمد ولی اللّٰہی نے اس میں دیگر معارف شامل کر کے اسے مرتب کیا تھا۔

شاہ صاحبؒ کے حالات پر تیسری کتاب حیاتِ عزیزی مؤلفہ مولوی رحیم بخش دہلوی ہے‘ جو حدود ۱۸۹۸ء کو طبع ہوئی‘ اس کے مؤلف کو اس وقت خاصا موادل سکتا تھا لیکن معلوم نہیں وہ ایک سرسری سی کتاب لکھ کر اس ذمہ داری سے کیسے عہدہ برآ ہو گئے؟ شاہ صاحب کے احوال پر چوتھی کتاب تذکرۂ عزیزیہ ہے جو کمالاتِ عزیزی اور ملفوظات شاہ عبدالعزیز پر مبنی ہے‘ یہ کتاب مطبع مجتبائی میرٹھ سے ۱۹۳۴ء کو شائع ہوئی‘ یہ کتاب آپ کے ملفوظات کے مصحح مولانا قاضی بشیرالدین میرٹھی (قاضی شہر میرٹھ) نے مرتب کی تھی۔

اس کے بعد تقریباً نصف صدی تک آپ کے مبارک احوال پر کوئی نئی کتاب وجود میں نہیں آئی‘ ۱۹۹۲ء کو مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی کے مقالات کا مجموعہ تذکرہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نام سے مکتبہ الفرقان‘ لکھنؤ سے شائع ہوا۔

ڈاکٹر مشیرالحق (سابق استاد علومِ اسلامیہ‘ جامعہ ملیہ اسلامیہ‘ دہلی) نے ایک مختصر مقالہ شاہ عبدالعزیز کے فتویٰ دارالحرب پر لکھا تھا لیکن وہ ڈاکٹر رضوی کی مذکورہ کتاب کے بعد لاہور سے ۱۹۹۵ء کو شائع ہوا۔[1]

اس سلسلہ کی آخری کوشش ڈاکٹر سید اطہر عباس رضوی (ف ۲ ستمبر ۱۹۹۴ء) کی ہے جنہوں نے انگریزی میں شاہ صاحب کے حالات پر چھ سو صفحات کی ایک ضخیم کتاب مرتب کر کے طبع کروائی۔[2]

مذکورہ بالا تمام سوانح نگار شاہ صاحب کے احوال پر مقالاتِ طریقت جیسی مفصل سوانح سے استفادہ کے دعویدار نہیں ہیں جس کی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ یہ کتاب صرف ایک مرتبہ ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء کو طبع ہوئی تھی پھر کبھی شائع ہی نہیں ہو سکی۔

مقالاتِ طریقت چھ مقالات (ابواب) ایک خاتمہ (درحالات سید شاہ محی الدین قادری ویلوری اور ایک ضمیمہ (درحالات مولانا محمد زمان شہید) پر مشتمل ہے‘ مؤلف نے اس کا پورا نام مقالات طریقت معروف بہ فضائلِ عزیزیہ لکھا ہے۔

1. Mushirul Haq: Sh. Abdul Aziz, his life and Times, Institute of Islamic Culture, Lahore, 1995.

2. Rizvi, Athar Abbas: Shah Abdal Aziz (Puritanism, Sectarian Polemics and Jihad) Australia, 1982

مؤلف نے اس کے آغاز کی تاریخ کا مادہ ''ضیائے طینت''[1] بتایا ہے جس کے عدد ۱۲۹۰ھ ہوتے ہیں اور تکمیل کے لئے ''مقالاتِ طریقت'' بطور مادۂ تاریخ لکھا ہے' جس سے ۱۲۹۱ھ کا سنہ برآمد ہوتا ہے' گویا یہ ضخیم کتاب ایک سال کی قلیل مدت میں مکمل ہوگئی تھی' پھر اگلے ہی سال حیدرآباد (دکن) کے مطبع متین کرتان سے کرتان محمد محی الدین کے اہتمام سے ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء کو خوبصورت کتابت میں طبع ہوگئی' جس کے کل ۳۲۰ صفحات ہیں۔

مؤلف نے یہ کتاب سادہ اُردو میں تالیف کی ہے' عربی اور فارسی کی ترکیبیں بلا تامل استعمال کی ہیں' مؤلف کا طرز املاء بھی پرانا ہے یعنی وہ پیش کے لئے واؤ استعمال کرتے ہیں' مثلاً اُس کو اوس' اُن کو اون یائے معروف و مجہول میں بھی فرق نہیں کیا۔

مؤلف نے اپنے مواد کی جمع آوری کے عمل کی اس طرح وضاحت کی ہے:

اکثر روایاتِ اہل ہند سے کہ بعض اون میں صحبت یافتہ حضرت کے ہیں' جمع کر کے جو ابواب کہ اس طریق سے حاصل نہ ہوئے اون کو بذریعہ تحریر جناب فضیلت مآب...... مولانا حافظ حاجی محمد عبدالقیوم صاحب دہلوی سلمہ اللہ العزیز القوی داماد و شاگرد مولانا محمد اسحٰق علیہ الرحمۃ سے بعد دریافت و تحقیق کے اس کتاب میں لکھا۔

اس سے پہلے مؤلف نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کتاب کی تالیف ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء کے وقت حضرت شاہ عبدالعزیز کے اکثر ''مستفیضان'' فوت ہو چکے ہیں' گویا جو اس وقت بقید حیات ہیں ان سے روایات لے کر جمع کر لیں اور جن ابواب میں روایاتِ ثقہ کی کمی تھی، اس کے خلاء بذریعہ مراسلت مولانا محمد عبدالقیوم بن مولانا عبدالحی بڈھانوی سے پُر کیے۔

یہی مولانا عبدالحی شاہ عبدالعزیز کے داماد بھی تھے' اسی طرح شاہ محمد اسحٰق کی سب سے چھوٹی بیٹی امۃ الرحیم مولانا عبدالقیوم کے نکاح میں تھیں، مولانا عبدالقیوم کی ولادت ۱۲۳۱ھ/ ۱۸۱۵ء کو ہوئی، ان کی زندگی کا بڑا حصہ بھوپال میں گزرا' وہاں کی حاکمہ سکندر جہان بیگم نے بھوپال کا ایک قصبہ ہتورہ ان کو بطور جاگیر دیا تھا جس سے وہ وہیں رہ پڑے تھے' موصوف وہاں کے قاضی و مفتی تھے۔

مولانا عبدالحی بڈھانوی (ف ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء) سید احمد رائے بریلوی کے مرید خاص اور ان کی جہاد کی تحریک کے اہم رکن تھے' پہلے ان کے ہمراہ حج کی سعادت نصیب ہوئی' پھر جہاد پر جاتے ہوئے

بیمار ہو کر راستہ میں ہی فوت ہو گئے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی درخواست پر شاہ عبدالعزیز نے انہیں کمپنی کے ماتحت قاضی ومفتی کا عہدہ قبول کرنے کے لئے فرمایا تھا۔[1]

مولانا عبدالقیوم بڈھانوی مقالاتِ طریقت کی تالیف کے دوران (۱۲۹۰ھ۔۱۲۹۱ھ/۱۸۷۳ء۔۱۸۷۴ء) بقیدِ حیات تھے اور ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء کو انتقال ہوا۔[2]

یہ باور کرنا دشوار ہے کہ مؤلف کی بیان کردہ تمام تر روایات ثقہ ہیں، ہم نے اس کتاب کی تعلیقات میں اکثر راویوں کے حالاتِ زندگی لکھنے کی سعی کی ہے، یہ راوی حضرات معتبر ومستند تھے لیکن مؤلف سے عقیدت کے جوش میں بعض مقامات پر مبالغہ بھی ہو گیا ہے، مثلاً ایک مقام پر سید احمد رائے بریلوی کے خلفاء کی کثیر تعداد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ....مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے اپنے خاندان کے تمام صغار وکبار کو جناب سید احمد صاحب سے بیعت کروائی تھی۔[3]

سید صاحب کے دونوں سوانح نگاروں سے مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مولانا غلام رسول مہر نے اس قسم کی کوئی بات شاہ عبدالعزیز سے منسوب نہیں کی، اسی طرح ہم نے چند اور روایات پر بھی اپنی تعلیقات میں شبہات کا اظہار کیا ہے۔

مؤلف نے اس کتاب کا مقالۂ ششم شاہ صاحب کے تلامذہ ومریدین کے حالات کے لئے مختص کیا تھا لیکن آغاز میں ہی جب سید احمد رائے بریلوی کے حالات لکھنے بیٹھے تو مقالہ کا بڑا حصہ سید صاحب کے مناقب اور کرامات کے بیان میں زورِ قلم صرف کر دیا، شاہ صاحب کے صرف چند تلامذہ کے نہایت مختصر حالات ہی لکھ سکے۔

کتاب کے آخر میں خاندانِ شاہ ولی اللہ کی فکری حیثیت بیان کرتے ہوئے بتایا کہ اس وقت یہ خانوادہ پانچ گروہوں میں منقسم ہے، یعنی:

(۱) قسم اوّل میں وہ حضرات شامل ہیں جو امام ربانی مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث، شاہ عبدالعزیز،

---

[1] تفصیلات بحوالہ فتاویٰ عزیزی بیان کی جا چکی ہیں۔

[2] نزہۃ الخواطر ۷/۲۴۹۔۲۵۰

[3] مقالاتِ طریقت، مقالہ ششم تعلیقہ نمبر ۳۷

سید احمد رائے بریلوی اور مولانا شاہ اسماعیل دہلوی اور ان کے بعض پیر بھائیوں کے منکر ہیں۔
(۲) دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو امام ربانی مجدد الف ثانی کے علاوہ دوسرے تمام بزرگوں سے ناخوش ہیں۔
(۳) تیسری قسم ان حضرات ثلاثہ اخیرہ یعنی شاہ عبدالعزیز، سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی سے ناراض ہیں۔
(۴) چوتھی قسم ان حضرات کی ہے جو شاہ عبدالعزیز کے سوا باقی تمام بزرگوں سے متنفر ہیں۔
(۵) پانچویں قسم ان حضرات کی ہے جو مولانا شاہ اسماعیل دہلوی سے بدظن ہیں۔
مؤلف نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ یہ حضرات ایک دوسرے کے سخت مخالف ہیں اور قدح میں مصروف رہتے ہیں۔

ہندوستان کے مسلم معاشرہ کی یہ مذہبی کیفیت شاہ عبدالعزیز کے حین حیات ہی ہو گئی تھی، اب مسلمان حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی فروعی اختلافات سے گزر کر ایسے مسائل سے نبرد آزما تھے کہ جس میں عدم توازن کی ایسی فضا پیدا کر دی گئی کہ ہر طرف اختلافات کا طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔

عربستان میں اصلاح و تجدید دین کے نام پر فرقہ وہابیہ نے تو توحید کی تبلیغ کی آڑ میں ایسے عقائد تراش لیے کہ مسلم معاشرت میں مذہب جو اعتدال کی بنیاد فراہم کرتا ہے، فرقہ بندی کی ایسی زد میں آیا کہ اس کے اثرات سارے عالمِ اسلام پر نمودار ہوئے، ہندوستان کی سرزمین بھی اس سے براہِ راست متاثر ہوئی۔

جب سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی حج کے لئے حرمین الشریفین پہنچے (۱۸۲۲۔۱۸۲۴ء) تو وہاں کی وہابی تحریک سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، شاہ اسماعیل تو پہلے ہی حنفیت کے مخالف اور عدم تقلید کی طرف رجحان رکھتے تھے، ان کی کتاب تقویت الایمان تو محمد بن عبدالوہاب نجدی (۱۱۱۵۔۱۲۰۶ھ/ ۱۷۰۳۔۱۷۹۲ء) کی کتاب التوحید کا پرتو تھا۔

تقویت الایمان کی تالیف (۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء) و اشاعت سے سارے ہندوستان میں فکری ہیجان پیدا ہو گیا،[۱] علماء مثبت علمی تحقیقات چھوڑ کر اس کتاب کے ردّ لکھنے میں مستعد رہنے لگے۔

---

[۱] کتاب تقویت الایمان کے ردّ میں کئی کتابیں لکھی گئیں اور پھر ان کے اتنے جوابات دیئے گئے کہ ان کا شمار اس وقت دشوار ہے۔

اس طرح ردّ وقبول کا یہ سلسلہ عرصہ دراز تک جاری رہا' شاہ اسماعیل کی زندگی میں اس کا شدید ردّ عمل ہوا' خاندانِ ولّٰہی جس کی تعلیماتِ اعتدال' میانہ روی اور توسع تھا' دو متحاب گروہوں میں تقسیم ہو گیا۔

شاہ اسماعیل دہلوی نے اپنی افتادِ طبع اور شوریدگی عقائد کے باعث شاہ عبدالعزیز کی صحبت ترک کر کے اپنے خاندانی نظریات سے انحراف و بغاوت کی' شاہ عبدالعزیز نے ان حالات میں اپنے نواسے شاہ محمد اسحٰق محدث کو اپنا جانشین نامزد کر کے مدرسہ رحیمیہ ان کے حوالہ کر دیا' کیوں کہ شاہ عبدالعزیز کے برادر اصغر شاہ رفیع الدین محدث ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء کو فوت ہو گئے تھے۔

شاہ محمد اسحٰق محدث حنفی مسلک کے پیروکار تھے' اس لئے ان کے غیر مقلد شاہ اسماعیل کے ساتھ شدید اختلافات تھے' ہمارا قیاس ہے کہ شاہ محمد اسحٰق شاہ اسماعیل کے ساتھ اسی لئے حج کے لئے نہیں گئے تھے بلکہ ان کے واپس آنے (۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کے بعد اور شاہ عبدالعزیز کی وفات (۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کے بعد ہی ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۵ء کو حج کے لئے روانہ ہوئے۔

شاہ محمد اسماعیل دہلوی حج سے واپس آئے تو ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے وہاں کی متشدد ترین وہابی تحریک کے زیر اثر مزید درشت لب و لہجہ کے مبلغ بن گئے اور ایسی توحید کی تبلیغ کرنے لگے جس کی یہاں کے مسلم معاشرہ میں گنجائش نہیں تھی' اب ہر طرف علماء عدم تقلید' رفع یدین' آمین بالجہر اور عمل بالحدیث کی بحثیں کرتے نظر آنے لگے۔

شاہ محمد اسحٰق محدث چونکہ متصلب حنفی عالم تھے اور اس قسم کے اختلافات پسند نہیں کرتے تھے اور مسلمانوں پر اس کے منفی اثرات ونتائج سے بخوبی آگاہ تھے اور اپنے آپ کو اس فضا میں رکھ کر اپنی فکری حیثیت کو بچا نہیں سکتے تھے' اس لئے آپ نے ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۳ء کو مستقل طور پر حرمین کی طرف ہجرت کا ارادہ کر لیا اور ہندوستان کی مذہبی فضا جو آپ کے اپنے ہی خانوادہ کے اختلافات کے باعث مکدر ہو گئی تھی' ہجرت میں ہی عافیت سمجھی' اگرچہ اس دوران ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء کو شاہ اسماعیل دہلوی سکھوں سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے لیکن ان کی جماعت اور ہم خیال علماء کی سرگرمیاں جاری رہیں۔

اس لئے کتاب حاضر کے مؤلف شیخ عبدالرحیم ضیاء نے ان حالات کی مذہبی فضا کا غیر جانبدارانہ تجزیہ بالکل صحیح طور پر کیا ہے۔

آیئے اس عہد کے اس ماحول میں شاہ عبدالعزیز محدث کی سوانح پر ایک پہلی مفصل کتاب کا مطالعہ کریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَزِیْزِ الْوَلِیِّ الرَّحِیْمِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَالتَّسْلِیْمُ اما بعد خاکپائے بندگانِ خدا عبدالرحیم ضیا عفا اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ ساکن بلدۂ فرخندہ بنیاد حیدر آباد دکن، لا زالت مصونة عن الفساد والفتن، گزارش کرتا ہے کہ اگرچہ حالات حضرت رفیع المنزلت، اعلم العلماء، افضل الفضلاء، اکمل الکملاء، اعرف العرفا، شرف الافاضل، فخر الاماثل، خاقان اقالیم تحقیق، قہرمان ممالک تدقیق، امام المفسرین، ہمام المحدثین، معتمد فضلائے جلیلہ، مستند عرفائی نبیلہ، قدوۃ المتکلمین، اسوۃ المحققین، سند العلماء والاولیاء، سیّد النقباء والنجباء، قدوہ مقبلان درگاہ لاھوتی، زبدۂ واصلا بارگاہ جبروتی، مکمل مدارج درجات عالی، مقتدای ادنیٰ و اعالی، مجدد روزگار، مظہر پروردگار، والا جناب، قطب الاقطاب، محی السنہ، قامع البدعۃ، مروج احکام دینیہ، دافع منکرات سیئہ، مفیض الثقلین، مقبول رب الکونین، المولوی المعنوی، الفایق بین الآفاق بالفضل والتمیز، مولانا ومرشدنا حضرت حافظ شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس اللہ سرہ وروح روحہ وافاض الینا برکاتہ وفتوحہ کے بعض تذکروں میں بزرگوں کے مختصر مختصر مذکور اور مغتنم دوران جناب حاجی نواب مبارک علی خان[1] صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مرید خاص حضرت معزنے جو ایک رسالہ مسمّٰی بہ ''کمالات عزیزی،،[2] ۱۲۸۹ ہجری میں لکھا ہے، اوس میں بھی مجملاً مسطور ہیں مگر آج تک اس ہیچ میرز روزگار کو کوئی کتاب تفصیل وار نظر نہ آئی اور اکثر مستفیضانِ حضرت نے عدم کی بستی بسائی اور کمالات اوس ذاتِ بابرکات کے وہبی پروردگار بیحد و بیشمار ہیں، بے اختیار جی چاہا اور یہ شوق دل میں آیا کہ حتی المقدور کوشش بسیار وصحت بے شمار سے آپ کے حالات وکمالات جمع کر کے ایک کتاب بالتفصیل جس قدر ممکن ہو مرتب کیجیے اور اس کا صلہ خدای تعالیٰ کے فضل سے آپ کے روح پرفتوح سے لیجیے، اس لیے اکثر روایات اہل ہند ثقات سے کہ بعض اون میں صحبت یافتہ حضرت کے ہیں، جمع کر کے جو ابواب کہ اس طریق سے حاصل نہ ہوئے اون کو بذریعۂ تحریر جناب فضیلت مآب مقبول خدا و رسول، حادی فروع واصول، محی مراسم سنن حضرت رسالت پناہی، مورد تجلیات الٰہی، مولانا حافظ حاجی محمد عبدالقیوم صاحب دہلوی سلمہ اللہ العزیز القوی داماد وشاگرد مولانا محمد اسحٰق علیہ الرحمہ سے بعد دریافت وتحقیق کے اس کتاب میں لکھا اور اس کو چھ مقالے اور ایک خاتمے پر تمام کیا۔

مقالۂ اول: در مجمل حالات از ولادت تا وفات۔

مقالہ دوم: در امور متعلق بہ علوم ظاہر و باطن۔

مقالہ سوم: در تعبیر رؤیا۔

مقالہ چہارم: در اجوبہ و اسولہ۔

مقالہ پنجم: در سلاسل طریقت۔

مقالہ ششم: در حالات خلفاء

خاتمہ: در ذکر حضرت سید شاہ محی الدین قادری ویلوری مدنی قدس سرہ اور حسب ایمائے مشفقی فدا علی صاحب فارغ تخلص کے۔

''ضیائے طینت'' ابتدا کی تاریخ، ''مقالات طریقت'' انتہا کا سال اور نام رکھا، جو سہو و خطا کہ اس کتاب میں واقع ہوا ہو، اوس کو خدائے تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے معاف کر کے قبول فرمائے، اور جن جن حضرات نے میری اعانت کی ہے اون کے مقاصد دارین برلائے۔

مقالہ اول

در مجمل حالات از ولادت تا وفات

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ بن شیخ عبدالرحیم بن شیخ وجیہ الدین شہید بن معظم بن منصور بن احمد بن محمود بن قوام الدین عرف قاضی قادن بن قاضی قاسم بن قاضی کبیر عرف قاضی بڈھن بن عبدالملک بن قطب الدین بن کمال الدین بن شمس الدین یمنی مفتی بن شیر ملک بن محمد عطا ملک بن ابوالفتح ملک بن عمر حاکم ملک بن عادل ملک بن قارون بن جرجیس بن احمد بن محمد شہریار بن عثمان بن ہامان بن ہمایوں بن قریش بن سلمان بن عفان بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین [1]

کہتے ہیں کہ شمس الدین یمنی کو پادشاہ ہندوستان نے افتا کی خدمت کے واسطے ولایت سے باعزاز و اکرام بلوایا تھا،[2] مولوی عبدالقیوم فرماتے ہیں کہ شیخ وجیہ الدین شہید[3] متوطن قصبۂ رہتک☆ دہلی میں پادشاہ کے ملازم تھے، اوسی جا[4] دختر سے حضرت شیخ رفیع الدین صاحب کے جو اولاد سے حضرت شاہ عبدالعزیز شکربار قدس سرہ کے تھے، جن کا نسب حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو پہونچتا ہے، نکاح کیا، اون سے حضرت شاہ عبدالرحیم[5] صاحب پادشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے عہد میں پیدا ہوئے، دو بھائی[6] آپ کے اور بھی تھے ایک عبدالحکیم کہ لاولد انتقال کیا، دوسرے شاہ ابورضا محمد[7] کہ اکمل عرفا سے تھے، بعد تین چار پشت کے منقطع النسل ہوئے، مزار پُرانوار حضرت وجیہ الدین شہید کا متصل بھوپال کے موضع دوراہہ[8] میں واقع ہے، سر آپ کا سرائے کے دروازے میں اور جسد گورستان میں دفن ہے، بعد قطع ہونے سر کے بھی آپ نے فقد جسد سے کافروں کو مارا ہے۔

حضرت والا رتبت مقتدائے روزگار بہترین مشائخ کبار صاحب کرامات و مقامات شیخ ابوالفیض شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ علوم ظاہر و باطن میں یکتائے زمانہ اور پرلے درجے کے زاہد و پرہیزگار

☆ قصبۂ رہتک انگریزوں کی عملداری سے ضلع قرار پایا ہے اور دہلی سے مغرب کی جانب تخمیناً اٹھائیس کوس پر ہے۔

اجلہ مشائخ دہلی سے تھے، بحسب ظاہر تمام علوم اپنے برادر شاہ ابورضا محمد اور میر زاہد[9] ہروی، مصنف حواشی مشہورہ سے پڑھا ہے اور بحسب باطن ادب آموز طریعت ہوئے، رسول خدا ﷺ سے اس طور پر کہ آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا، اون سے بیعت کی، حضرت ﷺ نے اون کو نفی و اثبات کی تعلیم فرمائی اور حضرت زکریا پیغمبر علیہ السلام سے بھی ادب آموز ہوئے، اُنھوں نے اسم ذات کی تعلیم کی اور ادب آموز ہوئے، اپنے نانا شیخ رفیع الدین کی روح سے اُنھوں نے اجازت طریقت دی، آپ کے پیدا ہونے سے پہلے بطریق کرامت کے اور مستفیض ہوئے، ائمہ طریقت کی ارواح سے، یعنی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند اور خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرہم کی روح سے اور اون کو خواب میں دیکھا اور اون سے اجازت اور ہر ہر بزرگ کی نسبت اون سے علحدہ علحدہ دریافت کی، جس کا اون حضرات کی جانب سے اون کے دل پر فیض ہوا (کذا فی قول الجمیل) اور حضرت شیخ رفیع الدین صاحب نے اپنی وفات کے وقت جو کلاہ کہ بزرگوں سے پہونچی تھی اپنی دختر صغیرہ کو مرحمت فرما کے بی بی کو وصیت کی کہ بعد اس کے نکاح کے یہ کلاہ دینا اور کہنا کہ اپنے فرزند کو دیوے وہ کلاہ بموجب وصیت حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب کو ملی، وہی کلاہ باعث درۃ التاج امیر و فقیر ہوئی۔

مؤلف:

گشت زان تاج بفضلِ یزدان درۃ التاج ہمہ اہل زمان

املاک ظاہری اور کمالاتِ باطنی سب اوسی کے بطفیل تھی اور جو نعمت کہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہ سے حضرت اخی سراج عثمان آئینۂ ہندوستان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کو پونہچی تھی، وہ موافق وصیت کے منتقل ہوتے ہوتے سید عظمت اللہ اکبر آبادی تک آئی، ہر ایک نے اسی طرح وصیت کی تھی کہ جو شخص اس وضع کا آوے اور اس اس طرح کے سوال کا اس اس طور سے جواب دیوے تو یہ نعمت اور طریقے کی اجازت ہماری طرف سے اوس کو دینا۔

حاصل کلام آپ سید عظمت اللہ کے اخیر وقت اون کی خدمت فیض درجت میں حاضر ہوئے، اونھوں نے دیکھ کر پہچانا بعد ادائے سوال و جواب وہ نعمت و اجازت آپ کو سرفراز فرمائی۔

آپ کی کرامات بھی بہت ہیں من جملہ اوس کے ایک یہ ہے کہ دہلی میں ایک بزرگ کی دختر پر جن

کا آسیب تھا، بہت کچھ علاج وتدابیر کیا مگر فائدہ نہ ہوا، وہ لڑکی ہمیشہ برہنہ اور ساکت رہتی تھی، ایک روز حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ گھوڑے پر سوار چلے جاتے تھے، اوس نے دیکھ کر اپنے باپ سے کہی کہ اس سوار کو بلاؤ، سب حیران ہوئے کہ یہ تو کبھی کسی سے بولتی نہ تھی، معلوم نہیں کیا بات ہے، حضرت کو بلا لیا اوس نے باتیں شروع کیں کہ مولوی صاحب مجھ کو تم پہچانتے ہو، آپ جان کر انجان کہنے لگے کہ نہیں تم کون ہو؟ اوس نے کہا کہ آپ ہم مُطوّل میں ہم سبق تھے، فلاں مقام پر یہ شبہ آیا تھا، آپ نے مجھ کو بتلایا تھا، حضرت نے کہا کہ تم ایسے عالم ہو کر اس کو کیوں ستاتے ہو؟ اوس نے کہا کہ اس نے میرے مُصلّے پر پیشاب کی ہے، حضرت نے فرمایا کہ یہ تو تمہاری نادانی ہے جو اوس کے پیشاب کرنے کی جائے پر مُصلّی بچھایا تھا، یہ سنتے ہی اوس نے کہا کہ واقعی میری خطا ہے، اب جاتا ہوں اوسی وقت دفع ہوا، وہ لڑکی درست ہوگئی۔ (کذافی انفاس العارفین) [۱۳] اور شاہ عبدالرحیم صاحب نے دختر سے شیخ محمد صاحب [۱۴] پھلتی عارف کامل صاحب کشف وکرامات کے نکاح کیا، اون سے شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ اہل اللہ صاحب قدس سرہما پیدا ہوئے

حضرت شاہ اہل اللہ صاحب بھی بڑے ولی کامل عارف واصل تھے، کتاب چہار باب [۱۵] آپ سے یادگار ہے، مزار آپ کا موضع پھلت ☆ میں واقع ہے۔

زاہد صومعۂ تدقیق، قطب دائرہ تحقیق، سحاب ممطر لآلی نکات شریفہ، بحر زخار دُررِ دقایق لطیفہ، رافع اَعلام علم وحکمت، بانی مبانی شرع وملت، مرشد انام، مرجع خواص وعوام، آیۃ من آیات اللہ، مولانا قطب الدین المعروف بہ حافظ حاجی شاہ ولی اللہ محدث قدس اللہ سرہ،

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ نے آپ کے والد ماجد کو خواب میں بشارت دی کہ تجھ کو فرزند ہوگا اور اس کا نام میرا نام رکھنا، اس واسطے آپ کا نام قطب الدین بھی رکھا [۱۶] ولادت آپ کی ۱۱۱۵ ہجری میں ہے کیونکہ نام تاریخی عظیم الدین ہے [۱۷] بعد پہونچنے سن تمیز کے آپ نے تمام علوم اپنے پدر بزرگوار سے اور مولانا حاجی محمد افضل سیالکوٹی سے حاصل کیا، [۱۸] معمول تھا کہ آپ سبق پڑھاتے وقت روبقبلہ دوزانو مودب بیٹھے تھے اور ہر روز عادت تھی کہ صبح کو غسل کر کے نیا یا دھویا ہوا لباس پہنتے تھے، نظافت کو بہت دوست رکھتے تھے، مزاج میں ضبط اس طور تھا کہ آپ کو مدت

☆ پھلت، ایک قصبہ ہے ضلع مظفر نگر میں، میرٹھ سے تخمیناً بیس کوس پر شمال کی جانب ہے۔۱۲

تک خارش کی شکایت تھی تو شب کو سونے کے وقت جسم کھجلاتے تھے اور کوئی وقت کسی نے آپ کو کھجلاتے ہوئے نہ دیکھا اور اپنے والد ماجد سے آپ نے بیعتِ طریقت کی تمام فیوض باطن اور اشغالِ مشہورہ اور جمیع آداب طریقت اون سے سیکھا۔

پدر والا قدر نے اپنی اخیر عمر میں اون کو اجازتِ تلقین و بیعت وصحبت وتوجہ سرفراز فرمائی[۱۹] اور فرمایا: ''یَدُہٗ کَیَدِیْ،، اون کی رحلت کے وقت آپ کی عمر سولہ برس چھ مہینے کی تھی[۲۰] اور آپ مزار پُرانوار پدر بزرگوار پر اکثر اوقات مراقب رہتے تھے، راہِ حقیقت خدا تعالیٰ کے فضل سے کشادہ ہوئی تھی، یہ تمام انفاس العارفین اور قول الجلی فی ذکر آثار الولی میں مفصل مذکور ہے،[۲۱] من بعد جب حج اور زیارتِ مدینہ طیبہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے[۲۲] تو تجدید اجازتِ علوم ظاہر و باطن عمدۃ العلما والعرفا حضرت شیخ ابوطاہر مدنی قدس سرہ سے کی،[۲۳] اوس اثنا میں جو حقائق و علوم کہ آپ کے دل پر کھلے ہیں وہ حدِ بیان سے باہر ہیں چنانچہ خود اوستاد شیخ ابوطاہر قدس سرہ فرماتے تھے کہ یہ شخص مجھ سے لفظ کی سند کرتا ہے اور میں اوس سے معنیٰ کی سند کرتا ہوں'' ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ،،۔

علوم تفسیر و حدیث و فقہ واصول و عقائد و آدابِ سلوک وعلمِ حقائق اور الٰہیات وغیرہ میں وحید العصر تھے، قدرت خدا کی معمور ہے اگرچہ ہم عصروں سے بھی آپ کے کوئی اس پایہ کا ہوا ہوگا مگر ترویج علوم ادیان اور تدوین اسرار معارف الٰہی اور تاویل مُقطعات و ترجمہ قرآن و تسہیل مطالب اور تطبیق منقول بامعقول اور تبیین مسائل بعبارات مختصرہ اور اشاراتِ لطیفہ میں فرید الدہر تھے، دعویٰ بے دلیل باطل ہوتا ہے اس دعوے پر یہ آپ کی مصنفات دال اور مظہر کمال ہیں،[۲۴] انفاس العارفین، انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، قول الجمیل، خیر کثیر الملقب بخزائن الحکمۃ، تفہیماتِ الٰہیہ فی علم الحقائق، لمحات، ہمعات، الطاف القدس، فتح الرود فی معرفتہ الجنود، بدور بازغہ، تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء والمرسلین، کشف الغین، فیوض الحرمین، قرۃ العینین فی اثبات فضیلت الشیخین، حجۃ اللہ البالغہ فی اسرار الحدیث وحکم الشریعہ، سطعات، لمعات، واردات، مکتوبات، درالثمین فتح الرحمٰن فی علوم القرآن، الفوز الکبیر فی قوانین التفسیر، المسوی شرح الموطا، نہایات الاصول، الانوار المحمدیہ، فتح السلام، المقدمہ السنیۃ، مصفی ترجمہ مسوی، مسلسلات، مبشرات، نوادر الارشاد الیٰ علوم الاسناد، التنبیہ علیٰ مایحتاج الیہ المحدث والفقیہ، تفسیر سورۂ بقرہ

و آل عمران، رسالہ مکتوب مدنی، رسالہ در ذکر روافض، ردگوہر مراد، حسن العقیدہ، ازالۃ الخفا فی خلافۃ الخلفا، عقد الجید فی بیان التقلید، سرور المحزون، رسالۃ النوادر من احادیث سید الاوائل والاواخر، شرح حزب البحر، انصاف فی سبب الاختلاف، کشف الانوار، وصیت نامہ وغیرہا۔

مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ آپ کے مناقب میں لکھتے ہیں: ''اٰيَةٌ مِّنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَمُعْجِزَةٌ لِّنَبِيِّهِ الْكَرِيْمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ''۔

ظاہر میں اگرچہ آپ کو اتصالِ صحیح ساتھ تمام خانوادوں کے حاصل ہے مگر باطن میں بیعت اور اجازت خاص آنحضرت ﷺ سے سرفراز ہے، چنانچہ انتباہ میں فرماتے ہیں: [۲۵]

وچون این فقیر بزیارت مدینه منوره رسید و مدتے برقبر مبارك متوجه شد، مراتب جذب و سلوك همه از ابتدا تا انتها در نظر آن حضرت صلی الله علیه وسلم طی کر، آنگاه این فقیر را به زکی و حکیم ملقب ساختند وطریقه عنایت فرمودند وآنچه در علم مشکلات داشتم پرسیدم جواب باصواب ظاهر نمودند، اکثر آن چیزها در رساله فیوض الحرمین مرقوم نیست، اینجا نوشته شد، این فقیر درجناب آنحضرت صلی الله علیه وآلهٖ وسلم عرض کرد، بوجهی از کلام روحانی که آنحضرت صلی الله علیه وسلم چه می فرمایند در فرقۂ شیعه که محبت اهل بیت دعوی میکنند وباصحاب آنحضرت صلی الله علیه وسلم عداوت دارند، افاضه فرمودندکه مذهب این جماعت باطل است و بُطلان مذهبِ ایشان از تامل در تعریفِ امام که ایشان مقرر کرده اند ظاهر خواهدشد، انتهی۔ بعد از افاقه ازان حالت در معنی امام تامل کرده شد معلوم گشت که ایشان میگویند که امام معصوم مفترض الطاعة می باشد ووحی باطنی که عبارت از القائے حکم الٰهی بردل است بطریق اجتهاد یا الهام یا امن از خطا دران مسئله او را اثبات می کنند و میگویند او را خدا یتعالی

نَصَیب کردہ است برای مردمان تا ایشان را احکام الٰہی رسانند وبحقیقت معنی نبوت بھمین خصال رجوع مے کند زیرا کہ بعثہ اللّٰہ لتبلیغ الاحکام حاصلش ھمین نصیب و افتراض طاعت است ، پس بحقیقت ایشان قائل بختم نبوت نیستند وائمہ را رضی اللّٰہ عنھم معنی نبوت اثبات مے کند اگرچہ نام نبوت نگویند وَھَلْ عَقِیْدَۃُ اَقْبَحُ مِنْ ذٰلِكَ، انتھی۔

اسی واسطے آپ حکیم اُمتِ محمد یہ لکھے جاتے ہیں[۲۶] کشف وکرامات بھی آپ کے بے شمار ہیں۔

روایت ہے قادر محی الدین صاحب مدراسی[۲۷] سے کہ وہ روایت کرتے ہیں حافظ عبدالحکیم مدراسی سے وہ کسی فاضل دہلوی سے کہا اوس نے کہ ایک بزرگ نے خواب میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا، حضرت کی محفل مقدس میں شاہ ولی اللہ صاحب بھی حاضر تھے، اوس بزرگ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ! آپ کا فرزند بہت صالح ہے، حضرت ﷺ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ہاں یہ میرا ولد بڑا صالح ہے اور ایک انار جنت کا منگوا کر شاہ ولی اللہ صاحب کو کھلایا چنانچہ علی الصباح کسی نے شاہ صاحب کو دیکھا تو کچھ دانے انار کے آپ کی ریش پر نظر آئے، اوس نے پوچھا کہ یہ دانے کیسے ہیں؟ آپ نے کہا: شب کو آنحضرت ﷺ نے مجھ کو انار کھلایا تھا، یہ اوس کے دانے ہیں اور آپ اخبارِ غیبی بھی دیئے ہیں۔

روایت ہے مولوی سید ہاشم صاحب دہلوی[۲۸] سے وہ روایت کرتے ہیں حکیم آغا جان[۲۹] وغیرہ سے کہا اونھوں نے کہ ایک روز کسی شخص نے جناب مولانا شاہ عبدالقادر[۳۰] صاحب قدس سرہ سے پوچھا کہ حضرت انگریز کی عملداری یہاں کب تک رہے گی؟ تو آپ نے فرمایا: ہمارے والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ جس روز فیض نہر[۳۱] میں پانی جاری ہو گا اوس دن دہلی میں ہتھیار چلے گا، ویسا ہی ہوا، جب انگریزوں نے نہر کی درستی کر کے سولھویں ماہ رمضان ۱۲۷۳ ہجری روز دوشنبہ صبح کے وقت نہر میں پانی چھوڑا، اوسی دن دس گھنٹہ کو ہتھیار چلا' بس وہی غدر کی ابتدا تھی[۳۲] اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میرا پوتا مکہ معظمہ کے علماء سے مباحثہ کرے گا، اس کے مصداق مولوی اسمٰعیل شہید ہوئے[۳۳] رحمۃ اللہ علیہ کہ اکثر علمائے حرم آپ سے مباحثہ اور تکرار علمی کرتے تھے، حتیٰ کہ

وہاں کے شیخ العلماء عبداللہ سراج علیہ الرحمۃ نے آپ کی شاگردی کی اور حضرت شاہ صاحب معز کا تصرف روحانی بھی بہت قوی تھا چنانچہ مولوی عبدالقیوم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ثقات سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کو توجہ اپنی اولاد کی تعلیم و تکمیل کی طرف بدرجہ اتم تھی، ابھی اس کام سے فارغ حاصل نہ ہوا تھا کہ اجل موعودہ پہونچی تو چالیس سال تک عالم برزخ میں اس عالم کی طرف متوجہ اور تربیت و تعلیم ابنائے کرام میں مصروف رہے۔

چنانچہ مرزا جانجانان صاحب مظہر[۳۵] علیہ الرحمۃ کہ کُمّلِ وقت اور حین رحلت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ حاضر تھے اس عالم کی طرف اون کی توجہ پر تاسّف فرماتے تھے، جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ یہ کیفیت مرزا صاحب سے دریافت کر کے فرمایا کہ یہ توجہ ہماری تکمیل کے واسطے ہے۔ پس ایک روز حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو ارتقائے مدارج علیائے باطنہ میں ایک مقام پیش آیا کہ اوس سے گزرنا بجز ہدایت مرشد کامل اور بیان نشیب و فراز اوس کے زبان سے مرد حقیقت آگاہ روشن دل کے ممکن نہ تھا اور صرف فیضان روحی کفایت نہ کرتا تھا اور یہ واقعہ آخر سال چہلم میں مدتِ توجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اس عالم کی طرف تھا، الاعلاج روح پرفتوح شاہ ولی اللہ صاحب کو تجسُّد کی ضرورت ہوئی کہ اپنے خلف ارشد کی کام روائی کرے، تو اپنے عرس کے دن آخر سال چہلم کو مجلسِ عرس میں مولوی محمد صفی[۳۶] پر جو برادرزادے مولوی نوراللہ[۳۷] صاحب خسر شاہ عبدالعزیز صاحب کے تھے، ایک حالت مثل پری زدہ کے طاری ہوئی اور زبان سے میں شاہ ولی اللہ ہوں جاری ہوا اور حرکات سکنات شاہ ولی اللہ صاحب کے اون سے سرزد ہونے لگے، بعض اشخاص جنون پر حمل کیے اور بعض آسیب زدہ جانے، جناب شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس حال سے آگاہ ہو کر نزدیک جا کر کہا کہ اگر فی الواقع شاہ ولی اللہ صاحب ہو تو بعضے مشکلات میرے کہ حل اون کا روح پرفتوح پر حضرت شاہ صاحب کے موقوف ہے حل کرو، تو اوس وقت اون کو ایسی حالت ہوئی کہ ادراک و فہم اوس کو عقول حاضرین سے ممکن نہ تھا اور عقدہ ہائے لاینحل ناخن بیان سے کھلنا شروع ہوئے، یقین ہوا کہ ایسے مشکلات کے حل کرنے کے واسطے جو محتاج زبان و بیان کی تھیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی روح مولوی محمد صفی علیہ الرحمۃ پر غلبہ کی ورنہ مولوی محمد صفی کو کشف میں ایسے حقائق و دقائق کی راہ نہ تھی، بعد دور ہونے اوس حالت کے اگر کوئی مولوی محمد صفی سے وہ کیفیت پوچھتا تو سوائے بے خبری کے کچھ نہ کہتے۔

شیر گبر از خون نرہ شیر خورد
تو بگوئی او نکرد آن بادہ کرد
در سخن پردازد از نو و کُہن
تو بگوئی بادہ گفتہ است این سخن

وفات آپ کی ۱۱۷۴ ہجری میں واقع ہے[۳۸] نظم:

تھی عجب ذاتِ مکرم شہ ولی اللہ کی ذات
فیض بخششِ نسلِ آدم شہ ولی اللہ کی ذات
رونقِ دینِ محمد واقفِ سرِّ آلہ
حامیِ شرعِ معظم شہ ولی اللہ کی ذات
کیا عجب گر منکشف اَسرارِ علم اُون سے ہوں
راز سے حق کے تھی محرم شہ ولی اللہ کی ذات
بس ہے یہ فضل و شرف اوس شاہ والا کا کہ تھی
ذاتِ آنسرور سے ہمدم شہ ولی اللہ کی ذات
گر خدا چاہے تو ہوں گے اولیا میں اے ضیا
کیوں کہ رہبر رکھتے ہیں ہم شہ ولی اللہ کی ذات

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ نے اوّل اپنے ماموں کی دختر سے نکاح کیا تھا، اون سے مولوی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے[۳۹] اور آپ بڑے ولی کامل تھے، آپ پر جذب بہت غالب تھا۔

مولوی نصر اللہ خان صاحب خورجوی[۴۰] کہتے ہیں کہ ایک وقت مولوی محمد صاحب پرانی دہلی میں چلے جاتے تھے، ایک مجذوب برہنہ پر نظر پڑی، آپ اون کو بے ستر دیکھ کر چین بجبین ہوئے، اُوس مجذوب نے کہا کہ آج میرا جی کسی بڑے مولوی پر سوار ہونا چاہتا ہے، آپ نے کہا کہ میرا جی کسی بڑے فقیر کا گوشت کھانا چاہتا ہے، مجذوب صاحب نے کہا: اَے مولوی! یہ کیا کہتا ہے آدمی کا گوشت درست نہیں چہ جائے فقیر کا، آپ نے کہا: اے فقیر! یہ کیا کہتا ہے آدمی پر سوار ہونا کب درست ہے؟ چہ

جائے مولوی پر، مجذوب صاحب نے کہا: میری مراد سوار ہونے سے اوس کو فیض دینا ہے، مولوی صاحب نے کہا کہ میرا مطلب گوشت کھانے سے فیض لینا ہے، تو مجذوب صاحب نے کہا کہ بسم اللہ آیئے! آپ نزدیک گئے یہ شعر اوس مجذوب نے آپ کو سنایا:

کارے نساختیم دمیدن گرفت صبح
روجی(۱) چراغ خانہ افسانہ سوختیم

اوسی وقت آپ کو جذب ہوا انتہا تک غالب رہا، مزار آپ کا مع دونوں فرزند کے بوڑھانہ(۲) کی مسجد میں واقع ہے، رحمۃ اللہ علیہم۔

بعد انتقال والدۂ ماجدہ مولوی محمد صاحب کے شاہ صاحب موصوف نے دختر نیک اختر سید ثناءُ اللہ صاحب ساکن قصبہ سونپت (۳) مسماۃ بی بی ارادہ رحمۃ اللہ علیہا سے شادی کی، ۴۱ اون سے چار فرزند پیدا ہوئے۔

اوّلین مولانا شاہ عبد العزیز دومین مولوی شاہ رفیع الدین سومی شاہ عبد القادر چارمی مولوی عبد الغنی اور ایک دختر ۴۲ مسماۃ بی بی امۃ العزیز۔

دختر مذکورہ کو مولوی محمد فائق بن مولوی محمد عاشق بن شاہ عبد اللہ بن شیخ محمد پھلتی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے شادی کردی، اون کا سلسلہ اب تک باقی ہے۔

اور جناب مولی الکرام، مخدوم الانام، عامل باعمل، فاضل اجل، اسوۂ افاضل عرب وعجم، زُبدۂ ارباب ہمم، مسند اکابر روزگار، فخر کملائے شہر و دیار، محی الشرع والسُّنۃ، ماحی ہویٰ و بدعہ، موسس اساس دین مبین، ہادی نا مولانا حضرت شاہ رفیع الدین صاحب قدس سرہ العزیز۔

کنیت آپ کی ملاءِ اعلیٰ میں ابو العجائب والغرائب ہے، شاہ ولی اللہ صاحب کے رحلت کے وقت آپ میبندی پڑھتے تھے، تمام علوم منقول و معقول اپنے برادر بزرگوار حضرت شاہ عبد العزیز کی خدمت فیض درجت میں تحصیل کیے، آثار الصنادید میں لکھتا ہے کہ آپ علوم وفنون میں مسند الیہ ارباب استعداد

(۱) روجی، شاعر کا تخلص ہے۔

(۲) بوڑھانہ، ایک قصبہ ہے، ضلع میرٹھ، تخمیناً میرٹھ سے اٹھارہ کوس پر، مولوی عبد الحی کا وطن۔

(۳) سونپت، ایک قصبہ ہے دہلی سے بیس کوس پر مغرب کی جانب۔

تھے چونکہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ بسبب کبرسنی اور ضعف مزاج وکثرتِ امراض کے دماغ تعلیم و تدریس طلبہ نہ رکھتے تھے، سلسلہ تدریس کا آپ کی ذات بابرکات سے جاری تھا، فضلائے نامی ہر دیار کہ اربابِ کمال سے منشور یکتائی حاصل کر چکے تھے، جب آپ کی خدمت میں آئے تو اپنے کو طفل ابجد خوان سمجھ کر ابتدا سے انتہا تک پھر تحصیل پر کمر باندھتے، اسی واسطے دیار ہندوستان کے تمام فضلائے نامی آپ کے مستفیضون سے ہیں، ہر فن کے ساتھ اس طرح کی مناسبت تھی کہ ایک وقت میں فنونِ متبائنہ اور علوم مختلفہ درس فرماتے تھے، جب ایک کی تعلیم سے دوسرے کی طرف متوجہ ہوتے تو حُضّار کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا اسی فن میں جامۂ یکتائی آپ کے قامت استعداد پر قطع ہوا ہے، انتہی۔ جناب مولوی حاجی حافظ احمد علی صاحب [۴۳] مولانا عبدالقیوم صاحب سے سلمہما اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمہ کا ہنود کے قصے کے سبب سے رام پور میں تشریف فرمائی کا اتفاق ہوا تو وہاں کے لوگ بطور امتحان سوالات شروع کیے، آپ فرماتے تھے کہ جاؤ کل جواب دوں گا، وہ سوالات رکھ جائیں تو آپ دوسرے دن اوسی پر جوابات لکھ کر دے دیتے، خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے کسی جواب میں آپ کو تامّل واقع نہ ہوا، وہاں کے علما اور طلبہ کو رشک پیدا ہوا، وہ اس فکر میں رہے کہ کسی طرح سے آپ کو بند کیجیے تو ایک طالب علم نے شعرائے جاہلیت کے قصیدوں سے نو سو شعر کا ایک قصیدہ تھا، اوس قصیدے کے کسی شعر کا پہلا مصرع اور کسی شعر کا دوسرا مصرع لکھ کر خدمت عالی میں لایا اور عرض کیا کہ اس کا جواب دیجیے، حسب عادت فرمایا کہ رکھ دو کل لے جانا، آپ نے اوس قصیدے کے اول و ثانی تمام مصرعہ لکھ دیے، دوسرے دن وہ طالب علم آیا، اوس کو حوالہ کیا وہ دیکھ کر متحیر ہوا اور کہنے لگا کہ یہ تو آپ کی عجیب وغریب کرامت ہے، آپ نے فرمایا کرامت نہیں یہ قصیدہ مجھ کو یاد ہے اور اس قسم کے قصیدے طول وطویل شعرائے جاہلیت کے نو سو یاد ہیں، سبب یاد کرنے کا یہ ہوا کہ جب میں برادر بزرگوار مولانا شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں تفسیر جلالین شروع کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت نے فرمایا کہ لطف تفسیر کا جب ہے کہ کچھ کلام اون شعراء اور بلغا کا جن کے معارضے میں یہ کلام نازل ہوا ہے یاد ہو تو جب میں نے قصائد اور خطبے شعرائے جاہلیت مثل امرء القیس وغیرہ کے یاد کیے تھے، کیا حافظہ اور کیا علم وفضل ہوا، اسے پر قیاس کیا چاہے اور آپ کو بیعت طریقت واجازت جناب مولوی شاہ محمد عاشق صاحب پھلتی [۴۴] قدس سرہٗ سے تھی، شاہ محمد عاشق صاحب خلیفہ طریقت اور خواجہ تاش اور

ماموں کے فرزند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کے ہیں، بڑے ولی کامل صاحب کشف وکرامات تھے، سبیل الرشاد[۴۵] علوم سلوک میں اور قول الجلی فی آثار ذکر الولی حالات میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے، آپ کی تصنیفات سے ہیں اور شاہ رفیع الدین صاحب کو باوجود اس پایۂ علومِ ظاہری کے کمالات درویشی میں ایسا غلو تھا کہ دوسرے کو کم ہوگا، کسی مجذوب سے بھی آپ کو فیض حاصل تھا، اسی واسطے قوتِ باطن بہت قوی رکھتے تھے، سخاوت وشجاعت میں بھی یکتائے عصر وفرید الدہر تھے، آپ کے چھ فرزند تھے۔

مولوی محمد عیسیٰ، مولوی مصطفےٰ، مولوی مخصوص اللہ، مولوی محمد حسین، مولوی موسیٰ، مولوی محمد حسن، اولاد شاہ ولی اللہ صاحب کی آپ ہی سے باقی ہے چنانچہ مولوی محمد حسن صاحب کے فرزند مولوی احمد حسن[۴۸] اور چند صاحبزادیاں بقید حیات ہیں۔

من جملۂ اولاد شاہ رفیع الدین صاحب قدس سرہٗ جناب معلی القاب مولانا وہادینا حقائق پناہ مولوی مخصوص اللہ صاحب قدس سرہٗ بڑے صاحبِ کمال علومِ ظاہر وباطن میں بے مثال تھے، مولانا رفیع الدین صاحب پنجم ماہ شوال ۱۲۳۳ ہجری کو شہر دہلی حضیض دار فانی سے اوج علیین کی طرف مرتفع ہوئے، نظم ونثر عربی میں بھی یکتائے روزگار تھے اور مصنفات بھی بہت ہیں،[۴۹] ایک رسالہ معراج[۵۰] میں اور ایک تحقیقِ الوان میں سوا اون کے اور بھی مشہور ہیں مگر ترجمہ تحت لفظی قرآن شریف کا، بعض کہتے ہیں کہ آپ نے شروع کیا تھا مگر ناتمام رہا دوسروں نے تمام کر کے آپ کے نام سے شہرت دی[۵۱] وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

حضرت بابرکت، کثیر الافادت، جناب غفران مآب وکامل واصل زبدۂ علمائے متین، اسوۂ کملائے ربانیین، محقق مسائلِ دین، موسس مبانی شرع مبین، ہادیٔ شریعت، پیر طریقت، منظور سید الاوائل والاواخر مولانا شاہ عبد القادر صاحب قدس سرہٗ۔

لقب آپ کا ملاءِ اعلیٰ میں معین الحق ہے، تمام علوم باطن وظاہر برادر عزیز مولانا شاہ عبد العزیز کی خدمت عالی میں حاصل کیا، آپ کے علم وفضل کا بیان کرنا ایسا ہے جیسے کسی نے آفتاب کی تعریف فروغ اور فلک کی مدح بلندی کے ساتھ کی، ۱۲۰۵ ہجری میں آپ نے موضح القرآن[۵۲] ترجمہ کلام شریف کا لکھا، وہی اوس کی تاریخ بھی ہے، وہ ترجمہ نہایت فصیح وبلیغ معانی خیز محاورے کے موافق مقبول ومشہور

مطبوع ہے، تعریف کی ضرورت نہیں مگر صحیح کلکتے کے چھاپے کا ہے اور اوس کی قبولیت کی علامت آپ کو زندگی میں معلوم ہوئی ہے، یعنی جناب مولوی عبدالقیوم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ شمس الدین صاحب سے جو مدتِ مدید آپ کی خدمت میں رہے ہیں، روایت کرتے ہیں کہ شمس الدین صاحب نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ پیچھے شاہ عبدالقادر صاحب کے کوئی طرف چلا جاتا ہوں، اثنائے راہ میں ایک دیوار خام پیش آئی، شاہ صاحب نے اوس سے کہا: اگر میں نبی صادق ہوں تو میری نبوت پر گواہی دے، ناگاہ دیوار میں ایک جوش ہوا اور اوس سے آواز آئی کہ تُو نبی صادق ہے، جب اونھوں نے یہ خواب حضرت سے بیان کیا تو فرمایا کہ میرا کلام اللہ کا ترجمہ مقبول ہوا، اور آپ کم وبیش تیس سال اکبرآبادی مسجد [۵۳] کے حجرے میں انزواگزین رہے ہیں، تدریس اپنے خاندان کی اور دوسرے فضلا کی وہیں جاری تھی، بعد نماز اشراق کے چاشت تک چار سبق اور بعد ظہر کے تین سبق پڑھایا کرتے، بعد عصر کے تشریف فرما رہتے جو کوئی آتا مستفیض ہوتا، کثرتِ خلائق کی از حد رہتی مگر آپ کسی کو ادھر یا اودھر بیٹھنے کے واسطے نہ فرماتے، من جانب اللہ لوگوں کے دلوں میں ایسا رعب چھایا ہوتا کہ رؤسائے شہر جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو بسبب ادب کے دُور دُور خاموش بیٹھتے اور بدون آپ کی تحریک کے مجال سخن نہ پاتے اور ایک دو بات کے سوا یارا نہ دیکھتے، کہ کچھ کلام کریں۔

اوس مسجد کے حجرے میں اکثر لوگوں نے آپ کو عندالتخلیہ باوقاتِ مختلفہ دیکھا ہے تو بیٹھے ہوئے ہی پایا ہے اور پیش از یک سال انتقال کے سب سبق آپ نے موقوف کر دیے تھے اور یہ عادت تھی کہ ہفتے میں ایک روز یعنی چار شنبے کے دن حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور اپنی دختر [۵۴] اور دوسرے عزیزوں کی ملاقات کے واسطے اکبرآبادی مسجد سے مکان کو تشریف لاتے اور حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے حضور میں سلام عرض کرتے، ان الفاظ سے کہ دست بستہ سلام عرض کرتا ہے اور آپ کو بیعتِ طریقت جناب شاہ عبدالعدل دہلوی [۵۵] سے تھے، جن کا مزار حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے احاطے میں ہے۔

کرامات آپ کی حدِ تواتر کو پہونچیں ہیں اگر اون کا بیان کیا جائے تو ایک دفتر مستقل ہو جائے۔

مردانِ خدا خدا نباشند
لیکن ز خدا جدا نباشند

مگر چند خرق عادت برکتاً لکھے جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک بیسوانے خدمت عالی میں عرض کی کہ یاحضرت مجھے ایسا تعویذ دیجیے تا کوئی گاہک آوے، آپ نے تعویذ دیا، وہ لے گئی، بعد گزرنے شب کے صبح کو آ کر عرض کی کہ میں نے حرام سے توبہ کی ہے، کسی سے نکاح پڑھا دیجیے، آپ نے نکاح کرا دیا۔

روایت ہے مولوی سید ہاشم صاحب دہلوی [۵۶] سلمہ اللہ تعالیٰ سے، وہ روایت کرتے ہیں حکیم آغا جان [۵۷] صاحب وغیرہ سے، کہا اونھوں نے کہ ایک بڑھیا کا بیٹا مدتِ مدید سے گم ہوا تھا، حیدرآباد دکن میں آ کر رہ گیا، کوئی طرح سے اوس کو خبر نہ پہونچی، زمانۂ دراز تک انتظار کر کے مایوس ہوگئی، ایک روز لاچار ہوکر آپ کی خدمت میں عرض کی کہ یاحضرت! آپ اس وقت کے ولی ہیں قطب ہیں سب کچھ ہیں مگر میرے حق میں کچھ نہیں، ایک مدعا بر لائیے تو جب جانوں گی کہ واقعی آپ بڑے صاحبِ کمال ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو ہم جیسے عاجزوں کی کمک کے واسطے پیدا کیا ہے، آپ نے فرمایا کہ کہو کیا ہے، اوس نے اپنے فرزند کی کیفیت عرض کی، آپ ایک تعویذ دیے اور فرمایا: اس کو چرخے کے نیچے رکھ کر پھیرنا شروع کر، جب تیرا بیٹا روبرو آ کر کھڑا ہو تو پھیرنا موقوف کرنا، ورنہ ضائع ہو جائے گا وہ اوسی طرح شروع کی، اوس کا بیٹا بازار میں گھی خریدنے کو نکلا تھا کہ یک بیک زمین سے بلند ہوتے ہوتے غائب ہو گیا، جب دہلی تک پونہچا تو اُوترنے لگا، یہاں تک کہ اپنے گھر میں ماں کے سامنے آ کر کھڑا رہا۔

روایت ہے مولوی حاجی غازی الدین محمد حسن نیوتنی ☆ [۵۸] سے، وہ روایت کرتے ہیں شاگردوں سے مولوی مفتی صدرالدین خان دہلوی [۵۹] کے، کہا اُونھوں نے کہ ایک روز مفتی صاحب کو غسل کی حاجت تھی، بے باک اوسی حالت میں حدیث شریف کی کتاب لے کر سبق کو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت اکبرآبادی مسجد کے حجرے میں تشریف رکھتے تھے، اوس حجرے کا ایک راستہ مسجد کے صحن میں سے تھا، خلافِ عادت حضرت نے مفتی صاحب کو فرمایا کہ آج فرصت نہیں ہے سبق نہ ہوگا تو مفتی صاحب مسجد کے صحن کے راستے سے چلے، حضرت نے فرمایا کہ اودھر سے جائیے، مسجد میں سے نہ جائیے، تب مفتی صاحب متنبہ ہوئے کہ یہ غسل کی ضرورت

☆ نیوتنی ایک قصبہ ہے نوموضع کا نواح لکھنؤ ضلع اونام تحصیل موہان میں۔

ہونے کا سبب ہے جو حضرت نے سبق نہ پڑھایا' ورنہ آپ کی ذات تو ایسی ہی کام کے واسطے وقف ہے، بعض کہتے ہیں کہ آپ اون کو اور دوسرے طلبا کو لے کر جمنا کو تشریف فرما ہوئے، سب سے کہا کہ آج جی چاہتا ہے نہانے کو، میں بھی نہاتا ہوں اور تم سب بھی نہاؤ، سب نے غسل کیا تب مفتی صاحب نے جانا کہ یہ خلافِ عادت حرکت میرے نہلانے کے واسطے تھی۔

روایت ہے مولوی حاجی حافظ احمد علی [۶۰] صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے، وہ روایت کرتے ہیں جناب مولانا عبد القیوم صاحب سے، کہا اونھوں نے کہ ایک شخص شاہ جہان آباد کا رہنے والا تھا، واسطے حج کے حرمین شریفین کو گیا اور مکہ معظمہ میں ایک سال رہنے کا ارادہ ہوا، ایک شب وہ شخص عشاء کے وقت حنفی مصلّے کے قریب بانتظار جماعت بیٹھا تھا اثنائے تذکرہ پاس والوں سے یہ ذکر آیا کہ میں ایسا چاہتا ہوں کوئی شخص صاحبِ طریقہ ہو تو اوس سے کچھ درستی نسبت کسی طریقے کی کروں، ایک حضرت اوس کے بازو سے بیٹھے تھے، اونھوں نے فرمایا کہ بہتر اگر آپ کو شوق ہے تو میں کچھ بتلاتا ہوں، اوس کو آپ کر کے دیکھیں اگر فائدہ معلوم ہو تو کرتے رہنا اور اسی وقت اسی جگہ مجھ سے ملاقات ہوگی، ملتے رہنا چنانچہ کچھ اون کو تعلیم کی، بموجب ارشاد کے ایک دو روز میں ایک فائدہ معتد بہ طالب کو معلوم ہوا پھر تو یہ وتیرہ ٹھہرا کہ ہر شب عشاء کے وقت ملاقات ہوتی تھی، ایک سال میں تمام مدارج سلوک بے طے ہوئے، جب اوس شخص کا ارادہ ہندوستان کی مراجعت کا ہوا تو عرض کیا کہ حضرت آپ نے مجھ کو سلوک تمام کروایا، اب حسب قاعدہ بیعت بھی لیجیے آپ نے انکار کیا اور وہ اصرار کرنے لگا کہ انکار کی وجہ کیا ہے جو مطلب کہ بیعت کے بعد حاصل ہونے کا تھا وہ تو قبل ہی حاصل ہوا، اب کیا عذر ہے؟ بعد اصرار تمام حضرت نے فرمایا کہ میں اس عالم میں نہیں ہوں، تب اوس نے پوچھا کہ ارشاد ہو آپ کون ہیں؟ جب کہا کہ میرا نام عبدالقادر ہے جس کا ترجمہ قرآن شریف کا ہندوستان کی نواح دہلی میں اکثر مشہور ہے اور جناب شاہ عبدالعزیز کا بھائی ہوں، اگر تم کو بیعت کرنا خواہ مخواہ منظور ہے تو ایک شخص عبدالقادر [۶۱] نامی شاہ جہان آباد کے خانم کے بازار میں فلاں کوچے میں رہتا ہے، اوس کے دروازے پر ٹاٹ کا پردہ پڑا ہے اور وہ میرا مرید ہے، اوس سے بیعت کیجیے اور میرا اسلام کہہ دیجیے تو وہ بیعت گویا مجھی سے ہے، وہ شخص حسب نشاندہی وہاں آیا بیعت سے مشرف ہوا، رحلت آپ کی تریسٹھ برس کی عمر میں ۱۲۳۰ ہجری میں ہے۔ [۶۲]

آپ [illegible] صاحب قدس سرہ سے شادی

کر دی تھی، اوس کو ایک لڑکی ہوئی تھی، وہ مولوی محمد اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ کے نکاح میں دی [۶۴] اُوس سے ایک فرزند مسمّٰی مولوی محمد عمر رحمہ اللہ علیہ پیدا ہوئے اور لاولد موئے، مگر بڑے صاحب تصرف [۶۵] اور ذی کمال تھے۔

روایت ہے حافظ حاجی قاری محمد کریم بخش دہلوی [۶۶] سلمہ اللہ تعالیٰ سے کہا اونھوں نے کہ ایک روز مجھے تین روپے کی ضرورت تھی، تو میں مولوی محمد عمر صاحب کے مکان کو اس ارادے سے گیا کہ اون سے قرض لوں گا یا جو شمائل ترمذی میرے پاس ہے اون کو بیچ دوں گا، مکان میں لوگ زیادہ تھے کچھ موقع کہنے کا نہ ہوا، واپس اپنے گھر چلا آیا، بعد دوپہر کے حضرت مولوی محمد عمر صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ کوئی شمائل ترمذی ہے؟ تو میرے ہاتھ بیچو عرض کیا کہ حاضر ہے، فرمایا کہ قیمت تین روپے دوں گا۔
انتقال آپ کا ۱۲۶۸ ہجری میں ہے، جناب مومن خان دہلوی [۶۷] علیہ الرحمۃ نے تاریخ کہی ہے:

قطعہ تاریخ

محمد عمر کا ہوا انتقال
بزرگ ایسے ہوتے ہیں پیدا کہاں
مجھے سال تاریخ کا تھا خیال
کہ سب نے کہا مرگِ شیخِ زمان

جناب فضائل وشرات مآب لوذعی و یلمعی مولانا حافظ مولوی شاہ عبدالغنی صاحب [۶۸] قدس سرہ آپ بڑے صاحبِ کشف و کرامات، عارف کامل، زاہد و پرہیزگار، یکتائے روزگار تھے، تفصیل سے آپ کے حالات راقم کو میسر نہ ہوئے، آپ کو ایک فرزند مسمّٰی مولانا مولوی محمد اسمٰعیل شہید اور دو لڑکیاں تھیں۔
یہ جو مذکور ہوا ضمناً تھا، اب بفضلہٖ عالی مقصود شروع ہوتا ہے۔ حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ ملقب بملا اعلیٰ بہ حجۃ اللہ، دراز قد، لاغر اندام، گندم رنگ، کلان چشم صاف تھے، گرداگر چہرے کے لحیۂ مبارک خوشنما باعتدال تھی، اکثر چغہ اوس کے تلے اور پائجامہ شرعی، دستار کشمشی، کلاہ پنبہ دار، رومال بنی پاک نیلا اور پاپوش اور ہاتھ میں عصائے سبز رکھتے تھے۔ اخلاق میں ''تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ،، کے مصداق تھے اور مزاج میں نہایت خوش طبعی اور ہر ایک بانکا مذاق تھا۔
ولادت آپ کی شبِ جمعہ بست و پنجم (۲۵) رمضان ۱۱۵۹ ہجری میں ہے اور نام تاریخی آپ کا

غلام حلیم [۶۹] ہے، کہتے ہیں کہ اوسی شب شبِ قدر بھی تھی اور آپ ختم قرآن شریف بھی اوسی شب کو کرتے تھے اور ختم میں شیرینی قسم ریوڑی سے تقسیم فرماتے تھے، آپ کی عمر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کے انتقال کے وقت سولہ برس چھ مہینے کی تھی۔ [۷۰]

فاتحہ سوم: شاہ ولی اللہ صاحب کا خان دوران خان کے محل کلاں [۷۱] میں ہوا، رسم دستار بندی میں تین چار پیچ مولانا فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے سر مبارک پر باندھے، جناب مرزا مظہر جانِ جانان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک تھے، آپ نے علوم ظاہر و باطن اپنے پدر والا قدر سے پڑھا اور مولوی شاہ محمد عاشق پھلتی سے جن کا ذکر اوپر گزرا ہے اوس کی تکمیل کی اور بابا فضل اللہ کشمیری [۷۲] سے من جملہ ارشد تلامذۂ شاہ ولی اللہ صاحب تھے، بعض کتب حدیث کی سند لی اور علم ظاہری اپنے خسر مولوی نور اللہ صاحب [۷۳] جدِ مولوی محمد عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا اور اکثر فیوض ظاہر و باطن مزار پُر انوار پدر بزرگوار سے حاصل کرتے تھے، تھوڑے وقت اون کی قبر شریف پر مراقب رہتے تھے، موسیقی میں کوئی علم و فن ایسا نہ تھا کہ جس میں آپ کو دستگاہِ کامل نہ ہو خطِ شکست و نسخ خوب لکھتے تھے۔ [۷۴] علم موسیقی میں ملکۂ راسخ تھا کہ اوستادانِ فن زانوئے ادب تہ کرتے تھے، تیر اندازی خلیفہ...... گھوڑے کی سواری ملک بیڑا افسر چابک سواران محمد شاہ پادشاہ سیکھی، تمام ہم فنون میں برتر اور شناوری میں بھی سب سے بڑھ کر، غرض آپ کی ذات جامع کمالات معاصرین پر فائق بلکہ یکتائے روزگار تھی اور فیض باطن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے آپ نے پایا ہے، کمالات عزیزی [۷۵] میں لکھا ہے کہ عالم رؤیا میں آپ کو حضوری جناب علی مرتضیٰ اسد اللہ غالب کرم اللہ وجہہ کی حاصل ہوئی اور بیعت کر کے فیض یاب ہوئے [۷۶] مولوی نصیر الدین صاحب عرف غلام مولی [۷۷] سلمہ اللہ تعالیٰ اس خواب کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت نے رجب کی ستائیسویں کو یعنی معراج کی شب میں خواب دیکھا کہ ایک مکان میں چند حضرات اس طرح بیٹھے ہیں گویا کسی کے منتظر، آپ نے اُون سے پوچھا کہ کس کے منتظر ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لانے والے ہیں، آپ بھی اوس مجلس میں ایک طرف بیٹھ رہے، حضرت علی مرتضیٰ تشریف لا کر آپ کے پاس چار زانو بیٹھے اور آپ مؤدب دوزانو روبرو بیٹھ کر عرض کیے کہ یا حضرت! یہ فقہاء آپ کے طریقے پر برابر ہیں؟ فرمایا کہ نہیں، پھر عرض کی کہ صوفیہ آپ کے طریقے پر برابر ہیں؟ فرمایا: نہیں، افراط و تفریط ان سب میں

ہے، آپ نے گزارش کی کہ اصل آپ کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا: تلاوتِ قرآن اور نماز، حضرت کے وقت میں بھی ہم سب یہی کرتے تھے اور میرے وقت میں بھی یہی تھا۔ پھر آپ نے آپس کے مناقشے کی کیفیت پوچھی، فرمایا کہ کچھ نہیں فقط مجھ میں اور دوسروں میں شکررنجی آ گئی تھی، پھر عرض کی کہ حضرت مجھ کو تو آپ سے بواسطۂ خلفاء بیعت ہے، اب بلاواسطہ مشرف ہوا چاہتا ہوں، فرمایا کہ بہتر اور بیعت لی، پھر فرمایا کہ ایک شخص فلاں نام کا فلاں بستی کے رہنے والے نے پشتو زبان میں ہمارے مذہب کے ردّ میں ایک کتاب فلاں نام کی لکھی ہے، اوس کا جواب لکھو، آپ نے عرض کی کہ پشتو مجھ کو نہیں آتی ہے، فرمایا: کچھ مضائقہ نہیں تم لکھو، آپ نے خواب سے بیدار ہو کر اوس کتاب کی تلاش کی وہ دستیاب ہوئی، پشتو میں جواب لکھ کر منتشر کیا اور یہ خواب کی کیفیت کو لکھ کر جامع مسجد میں لگا دیا۔

اور تین موضع آپ کی جاگیر تھی، اون کی سند شاہ عالم پادشاہ اور دولت راو سیندیہ نے گزرانی تھی، [۷۸] حسن پور اور مراد آباد پرگنۂ سکندر آباد سے چاروں بھائیوں میں مشترک [۷۹] اور ایک موضع یعنی محل [۸۰] جنہ ☆ پرگنۂ بوڈھانہ سے بلاشرکت آپ کے تصرف میں تھا چنانچہ وہ موضع اپنے دونوں نواسے مولانا محمد اسحٰق اور مولانا محمد یعقوب کو عطا کیا تھا، اب تک جاری ہے۔

مولوی نصر اللہ خان صاحب [۸۱] کہتے ہیں کہ میری عملداری میں محل جنہ کے سالانہ بارہ سو روپے کلدار ہوتے تھے اور اب بھی وہی ہے، [۸۲] سو اس کے اکثر جا سے فتوحات بلاقید سال و ماہ اللہ تعالیٰ پہونچاتا تھا، جو شخص کچھ گزرانتا تو قبول فرماتے اور نہ دیتا تو ذکر تک بھی نہ لاتے، خدمت طلبا اور فقرا وغیرہ کی بہت کرتے تھے، گویا جود و کرم آپ کا سرشت تھا، جو سائل آتا تھا بے نیل مرام نہ جاتا تھا۔

جاننا چاہیے کہ دنیا میں فیض بخشی کے بہت طریقے ہیں مگر اون میں تین طریقے مشہور و معروف ہیں، ایک تدریس، دوسرا تربیت باطن، جسے مریدی کہتے ہیں، تیسرا تصنیف اور یہ ابواب من جملہ بہترین باقیات الصالحات ہیں، ان امور میں حضرت کا پایۂ بلند اور رتبۂ ارجمند تھا۔

تدریس کا یہ حال کہ ہندوستان وغیرہ میں کوئی عالم کم نکلے گا جس کو حضرت سے واسطہ نہ ہو، کہتے ہیں کہ ایک بداؤن [۸۳] کے عالم نے حدیث شریف پڑھنے کا ارادہ کیا مگر اوس کو نادانی سے یہ خیال آیا کہ اوس شخص سے پڑھیے کہ جس کے سلسلے میں شاہ عبد العزیز نہ ہوں، تمام ہندوستان پھرتے پھرتے

☆ محل جنہ ایک موضع ہے، پہلت کے قریب ضلع مظفر نگر میں۔

حیران ہوا، جہاں گیا وہاں حضرت ہی کا فیض پایا، کوئی ایک واسطے سے کوئی دو یا تین واسطے سے حضرت کا شاگرد نکلا، یہ بات ایسی ہے کہ جیسے کسی نے انسانوں میں اپنی نسبت کرنی چاہی مگر یہ قید لگائی کہ اوس خاندان میں ہو جس میں حضرت آدم علیہ السلام نہ ہوں، مگر آپؒ نے مستقل بجز چار پانچ شخص کے اوروں کو بہت کم پڑھایا ہے، یعنی اپنے تینوں بھائیوں کو کہ رفیع الدین صاحب والد کے انتقال کے وقت میبذی اور عبدالقادر صاحب صرفِ میر پڑھتے تھے اور عبدالغنی صاحب قرآن شریف حفظ کرتے تھے، تمام علوم پڑھایا [۸۴] اور اپنے داماد مولانا عبدالحی صاحب کو۔

مولوی عبدالقیوم صاحب مولانا اسحاق صاحب علیہ الرحمہ سے نقل کرتے ہیں کہ مولانا صاحب مجھ سے فرماتے تھے میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ بعد غلبۂ آشوبِ چشم کے بھی پڑھاتے ہوں [۸۵] حضرت ہمارے والد مولانا عبدالحی کو، اور جناب غلام علی شاہ صاحب مجددی علیہ الرحمۃ بھی شاگرد ہیں، [۸۶] بخاری شریف پڑھی ہے، مولوی عبدالغنی صاحب مجددی [۸۷] مدنی سلمہ اللہ تعالیٰ نے جو ایک رسالہ [۸۷] غلام علی شاہ صاحب نے جناب مرزا جانجانان علیہ الرحمۃ اور اون کے خلفاء کے حالات میں لکھا ہے سو اوس کا تکملہ کیا ہے، چنانچہ وہ رسالہ ۱۲۶۹ ہجری میں طبع ہوا ہے، [۸۸] اوس میں غلام علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ اکثر عمل حضرتِ ایشان برحدیث شریف [۸۹] بود، از فرزندان حضرت شاہ ولی اللہ محدث سندِ حدیث دارند اور اوس میں لکھتے ہیں کہ شاہ ابوسعید صاحب درحدیث وغیرہ شاگرد مولانا رفیع الدین صاحب ومولانا واولینا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ ہستند، [۹۰] ان حضرات کے سوا اگر کسی کو پڑھایا ہے تو تین چار سبق سے زیادہ نہیں پڑھایا اور صبح کو جو ایک رکوع قرآن شریف کا قریب طلوع آفتاب ہر روز ایک تفسیر کے ساتھ سنا کرتے تھے یہاں تک کہ بروزِ وفات بھی سنا ہے، اوس کے قاری خاص مولانا اسحاق صاحب ہوتے تھے، اوس کی کیفیت مفصل مقالۂ ششم میں مولانائے موصوف کے حالات میں ان شاء اللہ تعالیٰ مذکور ہو گی اور آپ کے برادروں کے ساتھ مولوی مفتی الٰہی بخش [۹۱] صاحب ساکن کاندھلہ☆ اور مولوی قمرالدین صاحب منت [۹۲] تخلص وغیرہ سامع تھے، اسی طریق سے اونھوں نے تحصیل کی۔

مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے ہیں: میں نے مولانا اسحاق صاحب سے پوچھا کہ حضرت اکثر

☆ کاندھلہ، ایک قصبہ ہے، ضلع سہارنپور بوڑیا میں، اس کتاب میں جہاں سہارنپور مذکور ہے، اس سے یہی بوڑیا سہارنپور مراد ہے۔

لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے شاگرد ہیں، شاہ صاحب نے ہمیں تعلیم کی ہے، اس کی کیا حقیقت ہے، آپ نے فرمایا کہ بعد نابینا ہونے کے شاہ صاحب سے پڑھنے کی دو صورتیں تھیں، ایک تو میں صبح کو قرآن شریف کا رکوع پڑھتا تھا اوس میں لوگ سامع رہتے تھے، دوسرے یہ کہ علما اور فضلا اور بڑے بڑے بزرگوار اطراف سے حاضر ہو کر حصول اجازت تیمّناً تبرکاً چاہتے تو حضرت شاہ صاحب فرماتے کہ چہل قدمی کے وقت پڑھیں، میں سنوں گا اوس وقت کچھ بیان بھی کرتے تھے؛ اس قسم کے شاگرد بے شمار ہیں، سوا اس کے جمعہ اور منگل کو قرآن شریف کا درس بطور وعظ کے ہوتا تھا، اوس کی کیفیت مرزا عمر علی شاہ صاحب قادری چشتی [۹۳] اپنے اوستاد مولوی یار محمد [۹۴] صاحب مرحوم کی زبانی جو حضرت کے شاگردوںؓ میں سے تھے، یوں بیان کرتے ہیں کہ آپ کے وعظ میں ہزار ہا آدمی رہتے تھے، اون میں جو پڑھے لکھے تھے وہ لوگ ایک ایک تفسیر اپنی اپنی استعداد کے موافق عربی ہو یا فارسی لے کر بیٹھے رہتے جب کوئی آیت شروع کرتے تو حضرت ہر ایک سے پوچھتے کہ امام رازی کیا معنی کرتے ہیں؟ اور شیخ محی الدین ابن عربی کیا فرماتے ہیں؟ اور قاضی بیضاوی کیا لکھتے ہیں؟ علیٰ ھذا القیاس، جس کے پاس جو تفسیر ہوتی وہ اپنا بیان کرتا، جب سب تفسیریں ہو جاتیں تب آپ فرماتے: خیر یہ سب بیان ہو چکا اب جو خدائے تعالیٰ نے اس فقیر کے دل پر القاء کیا ہے بیان کرتا ہوں، پھر وہ وہ مضامین فرماتے کہ کسی مفسر کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ آئے ہوں، سب لوگ کتابیں بند کر کے حضرت کا مونہہ تکتے رہتے اور ششدر ہو جاتے اور یہ کرامت ظاہر و باہر تھی کہ جیسے آواز نزدیک والوں کے گوش زد ہوتی تھی، ویسی ہی دور والے بھی سنتے تھے اور آپ کا بیان جاہل و عالم دونوں سمجھتے تھے، اگر کوئی دوسرے دنوں میں یعنی ہفتہ یا چارشنبہ وغیرہ کو اوس وعظ کا مضمون کچھ پوچھتا کہ حضرت آپ نے اس آیت کے کیا معنی کیے تھے؟ فرمایئے یا مجھے اس میں کچھ شبہہ ہے تو آپ فرماتے کہ اس وقت مجھے کچھ معلوم نہیں، تم اوسی روز پوچھو، تو خدائے تعالیٰ کے فضل سے بیان کروں گا کیونکہ جس وقت میں وعظ کا ارادہ کرتا ہوں تو میرے دونوں شانوں پر لوح محفوظ سے دو میزاب برستے ہیں، اُوس وقت جو چاہتا ہوں کہتا ہوں، اب وہ فیضان نہیں ہے اگر کوئی اوسی روز پوچھتا تو بخوبی بیان فرماتے۔

مولوی یار محمد صاحب علیہ الرحمۃ مدتوں خدمت فیض درجت میں رہے ہیں، اور کئی دَورے قرآن مجید کے اون کے روبرو ہوئے ہیں، اُون دَوروں کا قرآن مجید شروع سے اخیر تک تمام مُحشّی اون کے

فرزند مولوی محمد اسحاق [۹۵] صاحب کے پاس موجود ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بھی اسی طرح درس فرماتے تھے، اخیر درس اون کا آیۂ ''اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی،، تھا، وہاں سے حضرت نے شروع کیا اور حضرت کا اخیر درس آیۂ ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ،، تھا، حضرت کے بعد وہاں سے مولانا اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کیا۔

تربیتِ باطن یعنی مریدی، اوس کی یہ کیفیت ہے کہ آپ کو تمامی آدابِ سلوک اور اشغالِ طریقت میں دستگاہ کامل اور ملکۂ راسخہ تھا، جیسا چاہتے تھے ویسا طالبوں کو خدا تک پہونچاتے تھے، کوئی طریقے کے مقید نہ تھے کیونکہ اپنے عزیز و اقارب برادروں کی اولاد یعنی مولوی مخصوص اللہ صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب اور مولوی یعقوب صاحب اور مولانا اسحاق صاحب وغیرہ سے قادریہ طریقت میں بیعت لی تھی اور اُمرا کو سلسلۂ چشتیہ میں اور دوسروں کو سلسلۂ نقشبندیہ میں مرید کرتے تھے چنانچہ جناب سید احمد صاحب طریقۂ نقشبندیہ میں مرید تھے، مگر مولانا عبدالحی [۹۶] صاحب کو مولانا شاہ عبدالقادر صاحب سے بیعت تھی اور حضرت شاہ صاحب خود صاحب طریقہ ہیں کیونکہ آپ نے بعد تکمیلِ سلوکِ راہ ولایت اور سلوکِ راہ نبوت کے خاص ایک طریقہ سلوکِ راہ ولایت کا برعایت طبایع ابنائے روزگار استخراج کیا ہے، وصول الی اللہ کے واسطے نہایت آسان و سہل ہے، اس ہیچمیرز نے اوس خاص سلوک طریقۂ علیہ عزیزیہ کو مقالۂ پنجم میں عموماً واسطے اخوان کرام اہل اسلام اور خصوصاً منتسبان طریقہ سنیۂ مذکورہ کے لکھا ہے، خدائے تعالیٰ توفیق عطا فرماوے۔

اور مریدین کی کثرت بھی بے شمار ہے، آپ کے زمانے سے آج تک بے واسطہ اور باواسطہ تخمیناً چالیس لاکھ سے زیادہ ہوں گے۔ ''اَللّٰهُمَّ زِدْ فَزِدْ،، اور حضرت کی توجہ وغیرہ کا کوئی وقت مقرر نہ تھا، اگر کوئی خواہاں ہوتا تو فرماتے کہ تم غلام علی شاہ [۹۷] صاحب کے پاس جاؤ کہ وہ صاحبِ طریقہ اور دکاندار اور اس کام کے ذمہ دار ہیں، یہ فقیر طریقۂ تعلیم علوم ظاہری رکھتا ہے، اس پر بھی کوئی بہت خواہش اور الحاح کرتا اور آپ کے ذہن عالی میں آتا تو اوس کے واسطے ایک وقت معین فرماتے اور جائے مقرر کرتے مثلاً بعد نمازِ مغرب اور کسی کو بعد نمازِ ظہر، یا دوسرے وقت جو مناسب جانتے تعین کرتے، جیسے جناب سید احمد صاحب اور سید اللہ دیا صاحب برہان پوری [۹۸] اور مولانا یعقوب [۹۹] صاحب اور شیخ غلام جیلانی صاحب باغ پتی [۱۰۰] اور حافظ قطب الدین صاحب پھلتی یہ اکابر حضرت سے توجہ لیے ہیں

اور تکمیل کو پہونچے ہیں، آپ کے حضور میں چندان توجہ کی ضرورت نہ ہوتی تھی کیونکہ خود ذاتِ فایض البرکات مانند آفتاب جہاں تاب منور و مؤثر تھی۔

خوبی تصنیفات [۱۰۲] کی تمام زمانے پر ظاہر و باہر ہے بیان کی احتیاج نہیں، تفسیر فتح العزیز، تحفہ اثناعشریہ، سرالشہادتین، بستان المحدثین، عجالۃ النافعہ، حواشی قول الجمیل، یہ تمام کتابیں مشہور و مطبوع ہیں، سوا ان کے علم معانی میں ایک رسالہ ہے اور صدرہ اور میر زاہد رسالہ پر بھی حواشی ہیں۔

حاجی محمد حسین صاحب سہارن پوری سلمہ اللہ تعالیٰ مولوی نور اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی ایک تفسیر فارسی تمام قرآن مجید کی اکبرآباد کے قاضی کے یہاں موجود ہے مگر وہ چھپی نہیں۔

تفسیر فتح العزیز کے لکھنے کا سبب یہ ہوا کہ آپ کی ایام جوانی میں عادت تھی کہ بعد نمازِ عصر تشریف رکھتے، اخبار دیار و اَمصار کی گوش زد ہوتے، دوسرے سخن و قصص بھی درمیان آتے اور اشخاص اسی قسم کے جمع ہوتے تھے چنانچہ ایک کایتھ بھی درباریوں سے پادشاہ شاہ عالم کے اوسی وقت حاضر ہو کر قصص دربار عرض کرتا، آخر کار وہ کایتھ فیض صحبت سے مسلمان ہو کر شیخ مصدق الدین [۱۰۴] نام پایا اور کمال کو پہونچا اونھیں کے حسب استدعا ۱۲۰۸ ہجری میں تفسیر شروع ہوئی چنانچہ خود بدولت دیباچے میں تفسیر کے یہ کیفیت مفصل تحریر فرمائے ہیں، شیخ مصدق الدین کے فرزند مولوی کرم اللہ [۱۰۵] صاحب بڑے فاضل اور ولی کامل خلفا سے غلام علی شاہ صاحب کے ہوئے ہیں، رحمۃ اللہ علیہما۔

مرزا عمر علی شاہ صاحب قادری چشتی [۱۰۶] اپنے اوستاد مولوی یار محمد صاحب مرقوم الصدر سے روایت کرتے ہیں تفسیر کے ناتمام رہنے کی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خواب میں جناب شاہ صاحب کو فرمایا کہ تم تفسیر لکھنا موقوف رکھو اگر تمام کرو گے تو تمام مفسروں کی محنت بے فائدہ ہوگی، کوئی کسی کی تفسیر نہ دیکھے گا' تمہاری اتنی ہی تفسیر کوئی سمجھے تو تمام قرآن کے مضامین پر حاوی ہوگا، آپ نے حسب الحکم موقوف کیا سورۂ بقرہ ناتمام رہا، واقعی ایسی ہی تفسیر نادر ہے کہ اوس کے وصف میں زبان قاصر ہے، باوجود ضوابط علم تفسیر کے صحت روایات و آداب سلوک و اسرار حقائق و نکاتِ معارف ایسے ہیں کہ اور تفاسیر میں کم ہوں گے، جناب امام رازی قدس سرہ نے آیت کا ربط آیت سے دیا ہے، حضرت نے سوا اوس کے سورہ کو سورہ سے مربوط کیا ہے، اوس کی تحریر کا یہ حال تھا کہ مسودہ کا اتفاق نہ ہوا اور جو لفظ

فرمایا پھر دوبارہ زبان پر نہ آیا۔

مولوی حیدر علی ۱۰۷ صاحب منتہی الکلام سلمہ اللہ تعالیٰ نے جو حضرت کے اخیر وقت کے مستفیضون سے ہیں، حسب خواہش سکندر بیگم ۱۰۸ مغفورہ والیۂ بھوپال، تفسیر مذکورہ کا تکملہ ستائیس جلدوں میں کیا ہے، راقم نے دیکھا ہے بہت خوب لکھا ہے، اس عصر میں ایسی استعداد و لیاقت کی فرد نایاب ہے، دوسرے کا مونہہ نہیں جو یہ ہمت کر سکے مگر دونوں کا فرق دیکھنے والا اپنے حوصلے کے مطابق سمجھ سکتا ہے۔

تحفۂ اثنا عشریہ بھی آپ کی زندگی میں یعنی ۱۲۱۵ ہجری میں طبع ہو کر مشہور ہوئی اور وہ بھی ایسی ہی بیساختہ لکھی گئی' کہتے ہیں کہ جب تحفہ اثنا عشریہ چھپ کر شہرت پائی تو ایک کلکتہ کا کوئی نواب شیعہ مذہب تھا' اُوس کو نہایت شاق گزرا اوس نے وہ کتاب اور بہت سے روپے ایران کو روانہ کر کے وہاں کے فضلا اور بلغا کو لکھا کہ یہاں سُنّیوں کو اس کتاب کی عبارت اور مضمون پر ناز ہے، چاہیے کہ دونوں کا ردّ ہووے، ایران میں تمام فضلا اور اربابِ انشا جمع ہو کر مدتِ دراز تک تمام کتاب بکرات و مرات دیکھی کچھ نہ ہو سکا، آخر کو وہ روپے سب چکھ چکھا کر اوس کے جواب میں ایک نامہ لکھ کر روانہ کیا، اُوس کا مضمون یہ تھا کہ صاحبِ تحفہ نے جو اپنے مذہب کی قدیم کتابوں کا حوالہ دیا ہے اس ملک میں وہ مذہب صدہا سال سے اُوٹھ جانے کے سبب سے وہ کتابیں ہمدست نہیں ہو سکتیں اور جو ہمارے مذہب کی قدیم کتابیں اوس میں مذکور ہیں ہم نے اب تک دیکھا نہیں، مضمون کا ردّ تو کتابوں کی قدرت پر موقوف ہے، رہی عبارت ایسی صاف اور بے تعقید کس منشی کا مونہہ ہے جو لکھ سکے۔

سبحان اللہ! آپ کی ذات نمونۂ قدرتِ الٰہی اور معجزہ حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی، اوس کتاب کا وجہ تسمیہ خود بدولت اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

> که ایں رساله را تحفۂ اثنا عشریه نام نهاده شد زیرا که بعد از انقضا ے قرنِ ثانی عشر از هجرتِ خیر البشر علیه التحیة والسلام صورت تالیف پزیرفته وجلوۂ ظهور گرفته۔

اور حضرت کے فتوے اور مکتوبات ۱۰۹ بھی ہزار ہا ہیں جمع ہوں تو دفاتر ضخیمہ در مجلدات عظیمہ ہو جائیں یہاں بطور نمونہ کے ایک مکتوب لکھا جاتا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم حافظ صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب رحمة الله علیه از

حیدرآباد دکن مسئله وحدت الوجود والشهود استفسار نموده بودند میان صاحب یعنی حضرت مولانا شاه عبدالعزیز صاحب دهلوی قدس سره برطریق نمونه اجمالاً درچندسطراین مسئله نوشته بودند، اینست اول معنی این دو کلمه باید فهمید باز حقیقتِ حال باید شنید، معنی وحدت الوجود آنست که وجود حقیقی یعنی مابه الموجودیت نه بمعنی مصدری اعتباری یك چیز است که در واجب واجب دور ممکن ممکن و در جوهر جوهر و در عرض عرض واین اختلاف موجب اختلاف در ذات نمیشود مثل شعاع آفتاب که بر پاك و ناپاك می افتد وفی ذاته پاك است ناپاك نمی شود و این مسئله فی نفسه حق است وهیچ گونه مخالف شرع نیست زیرا که هر مرتبه از مراتب این وجود حقیقی حکمی جداگانه دارد و شرع شریف بیان حکم هر مرتبه میکند بعضے را هادی و بعضے را مضل وبعضے را واجب الاطاعت وبعضے را واجب العصیان وبعضے را حلال و بعضے را حرام و بعضے را پاك وبعضے را ناپاك میفرماید، مردم کوتاه بین میدانند که این همه اختلاف ذات است، حاشا و کلا این همه اختلافِ شیون و اعتبارات است، مانند آنکه در معرکۂ جنگ غیراز جسم نمودار نمی باشد اگر قاتل است جسم است و اگر مقتول ست جسم است و علیٰ هذا القیاس راکب و مرکوب غالب و مغلوب و در قرآن مجید چند جا اشاره باین مسئله واقع شده، صریح ترین آیاتِ واله برین معنے است، این آیت: ''سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ اَلَآ اِنَّهُمْ فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ط اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيْطٌ''، ونیز آیۂ ''هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ط'' اینست معنی وحدت الوجود۔

امّا معنی وحدت الشهود پس حقیقتش اینست که سالك را در وسطِ سلوك بسبب غلبۂ نور حق و انحصار توجه بسمتِ آن نور همه وجودات در نظر ادغایب می شوند غیر از وجود حق او را بنظر نمے آید وبسبب استغراق درین مشاهده از

حفظِ مراتب نیزغافل میشود، گاهے میگوید سُبْحَانِیْ مَآ اَعْظَمَ شَأْنِیْ وگاهے وَاَنَا الْحَقُّ وامثال ذلك لیكن چون بدرجۂ انتها میرسد هر چیز را در مقام خود می بیند ومے گوید مَا لِلتُّرَابِ وَرَبَّ الْاَرْبَابِ تمثیلش آنكه در روز بسبب غلبۂ شعاع آفتاب هیچ ستاره بنظر نمے آید و بیننده حكم میكند كه غیر از آفتاب هیچ ستاره موجود نیست و این حالتِ وسطِ سلوك است چنانچه حالتِ ابتدا مانند شب است' چه ستاره ها بنظرمی آید و آفتاب بنظر نمے آید لیكن میداند كه این همه نور آفتاب است كه درین ستاره ها ظهور كرده است و در حالتِ انتهاكه نمونۂ آن موجود نیست، تابرای تمثیل آورده شود' هر دو چیز بنظرمی آید هم آفتاب و هم ستاره وبحسب حال میگوید ؎

هر مرتبه از وجود حكمی دارد   گر فرق مراتب نكنیٰ زندیقی

انتهی ،باز در سوال نوشته كه احوال مسئله موصوفه از سرفرازنامه وحقیقت و معتبری مسئله وحدت وجود ثابت شده و مسئله وحدتِ شهود غیر معتبر لیكن غرض اینكه جائیكه مقام كشف و كرامت است ، یك مقام است و درینجا طریق دو یك معتبر و یك غیر معتبر در هر دو طریق اكثر اولیائے كُمّل شده اند چنانچه جناب شیخ احمد سهرندی [۱۱۲] بطرف شهود رفته اندو مقلدان حضرت موصوف بران طریق قایم اند ، غرض آنست كه هر چه احوال حضرت شیخ موصوف آنجناب را در یافت باشد ترقیم فرمایند كه طمانیت ازان حاصل آید، انتهی- باز جواب نوشتند كه صاحبا توحید وجودی مجمع علیه جمهور صوفیه است الاحضرت شیخ علاء الدوله سمنانی [۱۱۳] از متقدمین و حضرت شیخ احمد سهرندی مجدد'الف ثانی از متاخرین بتوحید شهودی رفته اند و تحقیق آنست كه وحدت الوجود در مرتبه ذات و صرافتِ اطلاقِ حق متعین است و توحید شهودی كه خبر از غیریت میدهد در مراتبِ تعینات واجب القبول والتسلیم است، پس هر دو امردر واقع تحقق دارند، حكمتِ الٰهی در ابتدائے

نشوونما کمالِ امت محمدیه علی صاحبها الصلوٰة والتحیة القاء علوم توحیدیه فرمود تا مردم از معنی قرب و معیت و حضور وهمراهی جناب حضرت حق عز و علا متلذّذ شوند و در زُهد و مجاهده غایب، بازی نه نمایند ولنعم ما قیل ؎

صنمارهِ قلندر سزدار بمن نمائی

که دراز و دور بینم ره و رسمِ پارسائی

وهرگاه این معرفت پخته شد و رفته رفته در فهم کلماتِ عارفانِ طریقت مردم کج فهم راه الحاد پیمودند واین معرفت غامضه را وسیله ابطال شرائع و تکلیفات نمودند و مذهب شیخ محب الله اله آبادی که ظاهرش قدم در واوی الحاد میزند شیوع تمام ورواج مالا کلام یافت، عنایتِ خداوندی حضرت شیخ احمد سهرندی رابر روئے کار آورد و علوم غریب را بر ایشان القا فرمودند، من قبیل تعدیل، الحار بالبارد والرطب بالیابس تاهیئت اعتدالیه در اذهان مردم جاگیرد و باطل ممزوج بحق ارتفاع و انتفا پذیرد وهمین است مصداق معنی مجددیت وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔

آپ سے نظم ونثر بھی بہت یادگار ہے، اس محل پر برکتہً فقط ایک بیت اور ایک قطعہ اور ایک قصیدے پر اکتفا کیا۔

بیت:

حمد را با تو نسبتی است درست

بر درِ هر که رفت بر درِ تست

قطعہ:

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَر

مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نَوَّرَ الْقَمَر

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقَّهٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصهٔ مختصر

قصیدہ

یا سائرًا نحوَ الحمٰی باللّٰہ قِفْ فی بانہٖ☆ وَاقْرَ أطَوَامیرَ الجوٰی منّی علٰی سُکّانہٖ

اے چلنے والے مرغزار کے جانب بخدا ٹھہر اوس کے بان میں اور پڑھ دفاتر شورش کے میری طرف سے وہاں کے رہنے والوں پر

اِنْ یَسئلُوا عن حالتی فی السُّقم منذ فَقَدْتُھُمْ فالقلبُ فی خفقانہٖ والرّاسُ فی دَورانہٖ

اگر پوچھیں میرا حال بیماری میں جب سے میں نے اون کو گم کیا سو دل تڑپ میں ہے اور سر گھومتا ہے

ان فَتَشُوا عن دمع عینی بعدھم قُلْ حَاکِیًا کَالْغیثِ فی تھتانہٖ وَالْبحرِ فی ھیجانہٖ

اگر کھوج کریں میری آنکھ کے آنسو کا بعد اپنے تو کہہ بر سبیل حکایت جیسی برسات اپنے برسنے میں اور جیسا دریا اپنے جوش میں

مُتَشَتِّتًا اوقاتُہٗ مُتَکدِّرًا ساعَاتُہٗ فَیَبِیْتُ مَلْسُوعَ الْھوٰی فَیظَلُّ فی ھیمانہٖ

پریشان ہیں اوس کی اوقات اور میلے ہیں اوس کی ساعات سو رات کو ہوتا ہے عشق کا کاٹا اور دن کو ہوتا ہے سرگشتگی میں

والصُّبحُ یھتکُ سترَہٗ والضحٰو یلھبُ حَرَّہٗ وَاللّیلُ یکحلُ بالقذٰی والھدُ فی اجفانہٖ

اور صبح پھاڑتی ہے پردہ اوس کا اور پڑھاؤوں کا بھڑکاتا ہے اوس کی گرمی اور رات سرمہ لگاتی ہے کوڑے کا اور بے خوابی کا اوس کی

واختلّ امرُ معاشِہٖ وسَرَی الضّنٰی فی جسمہٖ والضعفُ فی اعضآئِہٖ والنّقصُ فی ارکانِہٖ

اور بگڑا اوس کی زندگی کا کام اور گھسی لاغری اوس کے جسم میں اور ناتوانی اوس کے اعضا میں اور کمی اوس کے رُکن میں

لٰکنَّہٗ مع ما جرٰی مشغوف حبِّ المُصطفٰے فخیالُہٗ فی قلبِہٖ وحدیثُہٗ بلسانِہٖ

لیکن با این ہمہ مشغول ہے دوستی محمد مصطفٰے کا پس خیال اُون کا اوس کے دل میں ہے اور بات اون کی اوس کی زبان پر ہے

یروی مَاثِر صحبِہٖ ویعی مناقبَ اٰلِہٖ ویحنُّ عند عَلِیّہٖ ویھیمُ فی عُثمانِہٖ

روایت کرتا ہے آثار اون کے اصحاب کے اور یاد رکھتا ہے مناقب اون کی آل کے اور بلبلاتا ہے اون کی علی کے پاس اور سرگشتہ ہوتا ہے اون کے عثمان میں

وَیَدُومُ یَطمعُ منذ بدء شعورِہٖ مُسْتَھْتِرًا فی لُقمۃٍ بخوانِہٖ او جرعۃٍ مِنْ حَانِہٖ

اور ہمیشہ لالچ کرتا ہے اپنے شعور کے زمانہ سے حریص اوس کے خوان کے لقمے میں اور اوس کی دکان کی گھونٹ میں

وکذاکَ یشکر نعمۃً وصلت الی اٰبآئِہٖ وجدودِہٖ ونوادِہٖ ولسانِہٖ وجَنانِہٖ

اور ایسا ہی شکر کرتا ہے نعمت کا جو پہونچی ہے اوس کے باپ کی طرف اور داداوں کو اور اوس کے دل کو اور زبان کو اور دل کو

ولطال ما یدعو مُلِحًّا فی الدعاءِ مبالغًا لیطوفَ فی بُستانِہٖ ولشَمَّ مِن رَیْحانِہٖ

اور بہت دعا کرتا ہے بڑی زاری سے کہ طواف کرے اوس کے باغ میں اور سونگھے اوس کے ریحان کو

☆ بانؔ نام ہے ایک درخت خوشبودار کا کہ اوس سے قامت محبوب کو تشبیہ دیتے ہیں۔

یا مَن یُفَوِّقُ امرَهٗ فوقَ الخلائق فی العُلٰی حتّٰی لَقَدْ اَثْنٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ فِی قُرْاٰنِہٖ
او فائق خلائق پر بزرگیوں میں یہاں تک کہ صفت کی تیری خدا نے اپنے قرآن میں

اُمْنُنْ علیہ برحمۃٍ موفورۃٍ یہدی بھا بُطنانَہٗ وظھورَہٗ وتزیدُ فی عِرفانِہٖ
منت رکھ اوس پر بڑی رحمت کی کہ تحفہ کرتا ہے اوس کو پیٹ اور پیٹھ کو اور بڑھا دے اوس کے عرفان

وتکون مصلحۃً لامر معاشِہٖ ومعادِہٖ فی یُسرِہٖ وتکون مطفئۃً لظٰی نیرانِہٖ
اور ہو خوبی اوس کی دنیا اور آخرت میں اوس کی آسانی میں اور ہو کہ بجھاوے نہ اوس کی آتشوں کی

واشفع لہ فی کل ما ینتابہ واسئَلْ لَہٗ التَّثبِیتُ فِی عثرانِہٖ والثِّقلُ فی میزانِہٖ
اور اوس کی شفاعت کر اوس کے نوایب میں اور خواہش کر واسطے اوس کے ٹھہرنے کو اوس کی لغزشوں میں اور گرانی کو اوس کی ترازو میں

صلّٰی علیک اللّٰہُ اخرَ دھرِہٖ متفضّلًا مترحمًا وحبا لکَ الموعودُ من احسانِہٖ
رحمت کرے تجھ پر اللہ ہمیشہ مہربانی سے اور رحمت سے اور دیوے تجھ کو وعدہ اپنے احسان کا

کیفیت وفات کی کمالات عزیزی[۱۱۴] سے اور حسب ایمان جناب مولانا عبد القیوم صاحب کے لکھی جاتی ہے:

آپ بہت قلیل الغذا اور کثیر الامراض تھے، جب وقت قریب آیا تو چند روز سے غذا ترک کی، مرض کی شدت تھی، وعظ کا دن آیا، آپ نے فرمایا: مجھ کو پکڑے رہو، جب بیان شروع کروں تو چھوڑ دینا، ویسا ہی کیا، یعنی قوتِ روحانی اور فیض ربانی کا غلبہ ہوا، آپ کو چھوڑ دیا، وعظ فرمانے لگے ہزاروں آدمی جمع ہوئے، اوس حال میں بھی جیسا دور والے سنتے تھے، ویسا ہی نزدیک والے بھی سنتے تھے، بعد ازاں آیہ شریفہ ''ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ،، کا بیان کیا، اوس کے مطابق نقد اور اسباب سب تقسیم فرمایا، من بعد قریب لاکھ روپے کے نقد اور دوسرا اسباب بیش قیمت جو رہا تھا[۱۱۵] اوس میں سے چند ہزار روپے واسطے زادِ راہ سفر حجاز اور ادائے مناسک حج وعمرہ وغیرہ کے اپنے نواسے مولانا محمد اسحٰق[۱۱۶] اور محمد یعقوب[۱۱۷] رحمۃ اللہ علیہما کو عنایت کیے اور چند ہزار روپے مصارف مراسم وفات وتعزیت کے لیے دیئے، بعد ازاں کچھ اشعار عربی اور فارسی پڑھے اور بہت شعر ایسے کہ یک مصرع دوسروں کا اور ایک مصرع اپنا چنانچہ یہ شعر مشہور قدسی علیہ الرحمۃ کا: ؎

روز قیامت چون شود ہر کس بگیرد نامۂ
من نیز حاضر میشوم تصویر جانان در بغل

بجائے مصرع ثانی آپ نے فرمایا:۔

من نیز حاضر میشوم تفسیر قرآن در بغل

پھر فرمایا کہ میرا کفن [118] ایسے کپڑے کا ہو جو میں پہنے ہوں کرتا آپ کا ادھوتر ☆ کا اور پائجامہ گاڑھے کا ہوتا تھا اور فرمایا کہ جنازے کی نماز باہر شہر کے ہو اور پادشاہ میرے جنازے پر نہ آوے، چنانچہ ویسا ہی ہوا، ساتویں تاریخ ماہ شوال روز یکشنبہ ۱۲۳۹ہجری [119] وقت طلوع آفتاب کے روح پرفتوح اس عالم گذران سے جانب عالم جاودان روانہ ہوئے، جس جائے آپ کو غسل دیا گیا تھا وہ خاک تمام معطر ہوئی تھی، بہت لوگوں نے اپنے مکان میں اوس کو رکھا تھا۔

اوّل بار دروازۂ ترکمان [120] دہلی کے باہر مولانا محمد اسحٰق صاحب امام ہو کر نماز پڑھائے، بعد ازاں نصیرالدین صاحب لکھنوی شافعی کے مقبرے [121] میں جماعت سے نماز ہوئی، یہاں تک کہ پچپن بار جنازے کی نماز پڑھی گئی، جوق جوق آتے تھے اور پڑھتے تھے، بعض مقامات میں غائبانہ بھی نماز ہوئی ہے۔

مزار پُرانوار آپ کا شاہ جہان آباد کے باہر دہلی دروازے کی سمت مہدیوں کے قریب خوش نرور کے چھتے [122] میں واقع ہے اصل میں کوشک انور اوس جائے کا نام تھا، اب زبان زد عوام خوش نرور کا چھتہ مشہور ہے اور حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب اور مولوی عبدالغنی صاحب اور مولوی مخصوص اللہ صاحب وغیرہ قدس اللہ اسرارہم ان کے سب کے مزار وہیں، ایک ہی احاطے میں ہیں، "یَزُوْرُوْنَ وَیُبَارِکُوْنَ"، تاریخ وفات [123]۔

چو رفتِ سوی ارم زین جہان پرآشوب	عزیز صانعِ بیچون مَفخَرِ فضلاء
جناب اقدس عبد العزیز والا قدر	کہ بود محوِ رضائے خدائے بے ہمتا
فقیہ بے بدل و عالمِ عدیم المثل	ولی کامل واوستاد و مرشدِ دانا
مفسرے کہ نظیرش کسی نہ دادہ نشان	محدثے کہ شدہ مستند ہمہ عُلما
مُعبرے کہ بہ تعبیر خواب پایۂ او	قریب بودہ بہ یوسف بہ نزد اہل حجا
محندسے کہ اگر زندہ بودے اقلیدس	شدی از و متمتع بدانشِ والا
مُدبّرے کہ باقلیم دانش و حکمت	جزا و نبود کسے را عمل ز سرتاپا

☆ ادھوتر ایک کپڑا ہوتا ہے ململ سے گندہ اور گاڑھا بھی ایک قسم کا کپڑا ہے......

امام جملہ دبیران نکتہ سنج و فصیح | قوام جملہ ادیبانِ موجدِ انشا
مُعینِ اہل ورع مقتدائے دینداران | ظہیر شرع پسندانِ صاحبِ تقوی
مطاع ومرشد و شاہ زمان و اولادش | ملا ذ و مرجع میرود زیر و شاہ و گدا
بجستم از خردِ خُردہ کار تاریخش | ہزار نالہ کشید و بسرزد و گفتا
پس از وضو و طہارت نویس این مصرع | نہفت زیر زمین مہر دین و ماہِ ھُدی
۱۲۳۹

ایضاً از جناب شاہ رؤف احمد صاحب مجددی [۱۲۴] علیہ الرحمۃ

شاہ عبد العزیز فخرِ جہان | عالمِ علم آیتِ قرآن
صبح یکشنبہ ھفتمین شوال | از بدن گشت روحِ او پرّان
سنِ ھجرے جو جستم از ھاتف | گفت اے نکتہ سنج قاعدہ دان
سالِ فوتش ز ھرعدد پیداست | از احد تا الوف زین عُنوان
خواھی از ھر عدد کہ تاریخش | او لاچار چند کن پس ازان
یك بیفزا وضرب کن دہ را | پس بکن طرح بست بست ایجان
در صد و بست چار باقے را | ضرب فرما توا ے فہیمِ زمان
پس بنقصان یك عدد در باب | فوت آن مفخر زمین و زمان
۱۲۳۹

از قاضی ارتضا علی خان صاحب گوپاموی مدراسی [۱۲۵] علیہ الرحمۃ

شاہِ عبد العزیز قُطبِ زمان | چون سُوئے جنت برین رفتہ
سالِ تاریخ رحلتش ھاتف | گفت آہ آفتاب دین رفتہ
۱۲۳۹

از خادمِ خاص حضرت مُعز اغنی مومن خان دہلوی [۱۲۶] علیہ الرحمۃ والغفران

انتخابِ نسخۂ دین مولوی عبد العزیز | بے عدیل و بے نظیر و بیمثال و بے مثل
جانبِ ملكِ عدم تشریف فرما کیون ہوئے | آ گیا تھا کیا کہیں مُردوں کے ایمان میں خلل
ھے ستم اے چرخ تو کس کو یہاں سے لے گیا | کیا کیا یہ ظلم تو نے بیکسوں پر اے اجل

جب اُوٹھائی نعش ایك عالم ته و بالا ہوا — لوٹتا تھا خاك پر ہر قدسی گردون محل

کیاکس و نلکس پہ تھا صدمه کیا جس وقتِ دفن — ڈالتا تھا خاك سر پر ہر عزیز و مبتذل

مجلسِ درد آفرینِ تعزیت میں میں بھی تھا — جب پڑھی تاریخ مومن نے یه آکر بے بدل

دستِ بیدادِ اجل سے بے سروپا ہو گئے — فقر و دین فضل و ہنر لطف و کرم علم و عمل
۱۲۳۹

نظم

شاه عبد العزیز شاہِ زمان — آفتابِ سپہرِ عزّ و شان

جوہرِ کانِ شرعِ مُصطفوی — دُرِّ یکتائے قلزم عرفان

اوستادِ زمانه عالی جاه — قطبِ اقطاب مرشدِ دوران

آپ اولاد میں عمرؓ کے ہیں — خاص حضرت علیؓ سے ہے فیضان

تھے کمالات آپ کے وہبی — کسب کس چیز کا کرے انسان

ایسی قدرت خدا نے دی تھی اونہیں — زیر فرمان تھے اُون کے انس و جان

ایك عالم کو فیض اُون سے ہے — ذات ہے اون کی فیض بخش جهان

آپ محبوب ہیں پیمبرؐ کے — اور مُحبِّ خدائے کون و مکان

کون سا حال آپ کا لکھوں — کیا کروں میں کرامتوں کا بیان

ختمِ پیغمبران نے بھیجا تھا — ایك عالم کو پڑھنے آپ کے یان

خود رسولِ خدائے عزوجل — آئے تھے سننے آپ کا قرآن

یا الٰہی تو اون کے صدقے سے — کھول دے دل پہ میرے رازِ نہان

کون سا ہے کمال جس میں نہیں — اے ضیا آپ کی علوِّ شان ۱۲۷

تَمَّتْ مَقَالَهُ الْاُوْلٰی مِنْ مَقَالَاتِ الطَّرِیْقَةِ

مقالہ دوم

در امور متعلق بعلوم ظاہر و باطن

روایت ہے مشہورِ خاص و عام صاحبِ منتہی الکلام لوذعی یلعمی مولانا مولوی حیدر علی[۱] سلمہ اللہ تعالیٰ سے کہا اونھوں نے کہ ایک شخص کے پاس ولایت[۲] میں حضرت حجۃ الاسلام امام محمد غزالی[۳] علیہ الرحمۃ کی ایک کتاب فلاسفہ کی ردّ میں نہایت ادق تھی اوس کا نام جواہر القدس[۴] تھا اوس کتاب کے پڑھنے کا اوس کو نہایت شوق ہوا، مگر کوئی عالم کہ جس سے اوس کے مطالب حل ہو، نہ ملا آخرکار وہ شخص مکہ معظّمہ کو روانہ ہوا، وہاں کے علما کی خدمت میں کتاب پیش کی مگر تشفی نہ ہوئی، وہاں سے مدینہ منورہ کو علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ والثنا گیا، وہاں کے فضلا اور فقرا کی خدمت میں عرضِ مدعا کیا، وہ لوگ بھی اوس کی تفہیم نہ کر سکے، ایک روز لاچار ہو کر نہایت متفکر سو رہا تھا کہ بخت بیدار نے رہنمونی کی، یعنی حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں تشریف فرما ہو کر اوس سے فرمایا کہ تُو دہلی کو عبدالعزیز کے پاس جا، وہ تجھ کو پڑھائے گا اور تیرا مدعا بر آئے گا، وہ شخص مشقت زدہ خاطر پژمردہ سو رہا تھا، حضرت رسالت پناہ کے ارشاد کی خوشی سے نہایت شاد و شگفتہ خاطر اوٹھا اور دہلی کو چلا، مؤلف ؎

واہ کیا طالع بیدار تھے سبحان اللہ
خواب میں جس کو ملی دولت مقصود کی راہ

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا، حضرت نے فرمایا: بسر و چشم حاضر ہوں اور اپنے خدام و طلاب کو حکم کیا کہ شہر میں کوئی اور نسخہ اس کتاب کا تلاش کریں اور درس میں حاضر رہیں، بتلاشِ تمام ایک نسخہ ہمدست ہوا، بڑے بڑے علماء، فضلاء اور راوی بھی اس محفل فیض منزل میں حاضر رہتے، اوس شخص سے کہا: جتنا تم کو پڑھنا منظور ہو اُوتنا مطالعہ کر کے تشریف لایا کرو، وہ حسب الحکم اوسی طرح حاضر ہوتا، طرفہ یہ ہے کہ وہ کتاب کبھی حضرت کے مطالعہ سے نہ گزری تھی اور دونوں نسخوں میں کتابت کی نہایت غلطی تھی، طریقہ درس کا اس طور تھا کہ قاری کو جتنا پڑھنا منظور

ہوتا اوتنی ایک بار عبارت سنا دیتا حضرت کو ایک بار سنتے ہی وہ عبارت حفظ ہو جاتی، سب حضار ساکت رہتے، خود بدولت اول عبارتِ عربی کی غلطی کو صحیح کرتے، دوسری بار لغات کے معانی اور مطالب بیان فرماتے، حاصل کلام کتاب تمام ہونے نہ پائی کہ عمر ناپائیدار حضرت کی تمام ہوئی اور یہ واردات اخیر عمر میں ایسی حالت میں تھی کہ اُون دنوں مزاج وہاج میں نہایت نقاہت اور ضعفِ بصارت اور قصور ہاضمہ کا بشدت شکوہ تھا۔

روایت ہے مولوی سید ہاشم علی☆ صاحب دہلوی[۵] سلمہ اللہ تعالیٰ سے، وہ روایت کرتے ہیں میر محمد جان[۶] سے، جو صحبت یافتہ حضرت کا ہے، کہا اوس نے ایک شخص اجنبی کی اہل دہلی سے معلوم نہیں ہوتا تھا اور کسی نے کبھی اوسے دیکھا بھی نہ تھا، حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر شیخان وقت یعنی حضرت اور غلام علی شاہ صاحب قدس اللہ سرہما کی شکایت شروع کی، کہنے لگا کہ یہاں تو کوئی فقیر نظر نہیں آتا، جو کسی کی تائید کرے اور کوئی صاحب تصرف نہیں کہ اوس سے کچھ کام نکلے، سب ایسے ویسے ہی ہیں، غرض جو دل میں آیا وہ کہا، آپ نے سن کر اوس کو ٹھہرایا اور غلام علی شاہ صاحب سے کہلایا کہ آپ آج عصر کے وقت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کے باغچہ کو آنا میں بھی جاؤں گا، آپ اوس شخص کو ہمراہ لے کر وہاں تشریف لے گئے، غلام علی شاہ صاحب بھی حاضر تھے، اوس مقام پر جو نہر کے منبع بنے ہوئے ہیں، وہاں ایک ہاتھ اوس کا حضرت نے پکڑا اور ایک ہاتھ غلام علی شاہ نے اور وہ شخص نہایت تڑپنے لگا اور بہت بیقرار ہوا، بعد ازاں ہاتھ چھوڑ دیے اس نے دونوں حضرات کی دس بوسی کر کے تھوڑی دور جا کر غائب ہو گیا، حُضّار نے حضرت سے یہ ماجرائے عجیب دیکھ کر استفسارِ حقیقت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص زمرۂ ابدال میں تھا، اب اوس زُمرہ سے نکل کر اوس کے مدارج کی ترقی ہوئی تھی کہ اوس کا شیخ مر گیا کوئی دستگیر نہیں رہا، اس لیے وہ میرے پاس آیا تھا، خدا کے فضل سے اپنا مطلب پایا، لمؤلفہ۔

شاہ عبدالعزیز قطبِ زمان
رونقِ دین دستگیرِ جہان
تھوڑے عرصے میں اوس نے پہونچایا
دیکھ ابدال کو کہاں سے کہاں

روایت ہے حاجی مولوی حمایت اللہ دہلوی[۷] سے وہ روایت کرتے ہیں حضرت مولانا یعقوب

☆ ان بزرگ کو حضرت کے خاندان والا شان سے قرابت بھی ہے۔۱۲

علیہ الرحمۃ سے وہ نواسہ اور خلیفہ حضرت کے تھے، کہا اُنھوں نے کہ بعد رحلت حضرت شاہ صاحب کے جو لوگ اُون کی جناب میں اعتقاد کامل رکھتے تھے اور نفوس مرتاض تھے، اُون کو کتابوں میں اگر کچھ شبہ آ جاتا یا کوئی مطلب مشکل رہ جاتا تو مزار پُر انوار کے پاس جاتے اور مطالعہ کرتے، بفضلہ تعالیٰ تائید سے روح پر فتوح حضرت شاہ صاحب کے مقاماتِ مشکل حل ہو جاتے۔

روایت ہے مولوی سید ہاشم صاحب دہلوی سے، کہا اُنھوں نے کہ میں نے دو کتابیں یعنی حسامی [۸] اور تلویح [۹] فقط حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کی روح کی امداد سے پڑھائیں کیونکہ یہ کتابیں اپنے اوستاد مولوی مملوک علی [۱۰] صاحب سے پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا، جب پڑھانے کا موقع ہوتا تو مطالعہ کرتا اور پڑھاتا، جہاں کہیں شبہ آتا تو حضرت کے مزار پر جاتا اور مطالعہ کرتا، بفضلِ الٰہی جو مضمون کہ مشکل ہوتا وہ حل ہو جاتا اور یہ بھی کہا کہ اس مقدمہ میں میں نے حکیم آغا جان [۱۱] اور حکیم غلام حیدر خان [۱۲] سے سنا ہے اور یہ دونوں مرید اور شاگرد حضرت کے تھے، کہا اُنھوں نے کہ ایک دن حضرت کے وعظ کی مجلس میں کسی نے سوال کیا کہ ارواح سے استفاضے کے باب میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میری والد کی روح سے مجھے بہت فیض علوم ظاہر و باطن ہوا ہے، تو مولوی محبوب علی صاحب [۱۳] نے عرض کی یہ فقط حضرت کی واردات ہے یا کچھ اس کی اصل بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟ مولوی برکت اللہ [۱۴] صاحب نے کہا کہ ہمیں تو حضرت کا فرمانا سند ہے اور کافی ہے، حضرت نے یہ سن کر فرمایا کہ مجھے تو میرے والد ماجد کی روح سے تسلی ہوتی ہے، خواہ کسی کو ہو یا نہ ہو، سبحان اللہ! کیوں نہ ہو خدائے تعالیٰ نے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی ذات بابرکات کو مرجع خاص و عام اور مشکل کشائے علوم ظاہر و باطن کیا تھا اور اپنے خزانۂ غیب سے وہ دولت عطا کی تھی کہ کوئی سائل کسی طرح کا بے نیل مرام نہیں جاتا تھا، یہ بات تو ثابت ہے کہ جب کوئی صاحب نسبت اس عالم سے گزرتا ہے تو بالکل تعلقات عالم محسوسات کے قطع ہوتے ہیں اور اوس کی روح کو مرتبہ اطلاق کا ملتا ہے، تمام کمالات میں قوت حاصل ہوتی ہے، جو یہاں اعانت اور استمداد کرتا ہے، بے شک وہاں بھی کرتا ہے چنانچہ حُجۃ السلام میں حضرت امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں (ھر کہ استمداد کردہ شود در حیات استمداد کردہ شود بعد از وفات) اور فصل الخطاب [۱۵] میں شرح مشکوٰۃ [۱۶] جناب شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مسطور ہے:

بہ تحقیق ثابت شدہ است بآیات و احادیث کہ روح باقی است واورا علم و شعور بزائران و احوال ایشان ثابت است و ارواح کاملان را قربے و مکانتی درجناب حق ثابت است چنانکہ در حیات بود یا بیشتر ازان واولیا را کرامات و تصرف در اکوان حاصل است آن نیست مگر ارواح ایشان را وارواح باقی است و متصرف حقیقے نیست مگر خدائے عزشانہ وھمہ بقدرت اوست وایشان فانی اند در جلال حق در حیات و بعد از ممات پس اگر دادہ شود مراحدے را چیزے بوساطت یکے از دوستان ومکانتی کہ نزد خدا دارد دور نباشد چنانکہ در حالت حیات بود و نیست فعل و تصرف در ھر دو حالت مگر حق جل جلالہ و عم نوالہ روا نیست چیزے کہ فرق کند میان ھر دو حالت و یافتہ نشدہ است دلیلے بران۔

روایت ہے غلام محی الدین خان مرحوم متین [۱۷] تخلص سے جو اہل علم اور اوستادوں سے اس شہر کے تھے، ایک دن تذکرہ اہل علم کا آیا، بحر العلوم مولوی عبد العلی ملک العلما [۱۸] رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ذکر ہوا، بہت کچھ ان کی تعریف کی اور حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے کمالات بھی بیان کیے اور کہا کہ ایک نادر حال حضرت کا میں نے سنا ہے کہ دہلی میں کسی شخص کے پاس کوئی کتاب نادر اور نایاب تھی، ضخامت میں تفسیر کبیر کی ایک جلد کے برابر تخمیناً دوسو جزو کے ہوگی، وہ کسی کو نہیں دیتا تھا اور حضرت کو اس کے دیکھنے کا نہایت شوق ہوا، بذاتِ خود اس کے مکان کو تشریف فرما ہوئے، اوس نے عرض کی: زہے سعادت، زہے شرف وعزت، کس لیے رونق افزا ہوئے؟ کہا کہ اوس کتاب کے لیے آیا ہوں دو روز کے وعدے سے مجھے دینا، اوس نے فوراً حاضر کی، آپ لے کر بہت خوش ہوئے دو ہی دن میں تمام کتاب لکھ کر واپس بھجوا دی، بعد چند مدت کے اوس شخص کو سفر درپیش ہوا، وہ کتاب کہ از بس عزیز تھی ہمراہ لے کر چلا گیا، قضارا کسی مقام میں چوری ہوئی اور اسباب کے ساتھ وہ کتاب بھی جاتی رہی، اوس کو اسباب وغیرہ کا کچھ غم نہ تھا مگر کتاب کا نہایت قلق والم تھا، حاصل کلام جب دہلی کو آیا تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر سب احوال عرض کیا جب حضرت نے اُوس کو کتاب کے غم سے بہت پریشان پایا تو فرمایا: خاطر جمع رکھو مجھ کو یاد ہے، فلانے وقت آیا کرو لکھوا دوں گا، تھوڑی تھوڑی لکھ لینا۔ وہ نامراد نہایت شاد ہوا، حسب ارشاد حضور میں جاتا، تھوڑی تھوڑی لکھ لاتا، ایک مدت مدید میں وہ کتاب تمام ہوئی، اس کی مراد برآئی،

خاطر شاد کام ہوئی، چند روز کے بعد وہ اصل کتاب کوئی حضرت کے پاس بیچنے کو لایا، آپ نے دیکھتے ہی جو قیمت کہ اوس نے کہی دے کر خرید لی اور اوس کتاب والے کو بلوا کر کہا کہ یہ تمہاری کتاب آئی ہے، لیجیے اُوس نے عرض کی حضرت کی عنایت سے میرے پاس تو کتاب تمام ہو چکی اس کو اپنے یہاں رکھنا، فرمایا: خیر میں نے جو لکھوائی ہے اس کو اس سے مقابلہ کر لو، کسی طالب علم کو لے کر اوس نے مقابلہ کیا تو خدا کے فضل سے لفظ تو کیا ایک حرف کی بھی غلطی نہ نکلی، سبحان اللہ! کیا بات ہے، یہ بات تو کچھ کسب سے نہیں آتی، فقط وہب واہب العطیات ہے اور اسی طرح سنا میں نے اس قصے کو پیر جی علی حسین چشتی صابری قدوسی [19] سے، اُنھوں نے روایت کی کسی شخص معتبر سے اور روایت کی اس کی مولوی سید شاہ محمد قادری نور اللّٰہی [20] نے اپنے اوستاد مولوی محمد کرامت علی صاحب دہلوی موسوی [21] سے اور مولوی کرامت علی صاحب شاگرد ہیں حضرت کے بے واسطہ اور باواسطہ کیونکہ انھوں نے پڑھا ہے مولانا اسحٰق صاحب اور مولوی رشید الدین خان [22] صاحب سے بھی۔

روایت ہے مولوی حاجی حمایت اللہ دہلوی [22ب] سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے اوستاد مولانا یعقوب علیہ الرحمہ سے، کہا اوںھوں نے کہ ایک روز حضرت اپنے مدرسے کی مسجد میں بیٹھے تھے، ناگاہ ایک مجذوب وارد ہو کر مُصلے پر کھڑا رہا اور یہ شعر بآواز بلند پڑھ کر ؎

ای پری در عشق تو دیوانه خود را ساختم
زلف تو زنجیر کردم در گلو انداختم

اللہ اکبر کہا حضرت نے فوراً اُوٹھ کر اوس کی اقتدا کی بعد فراغ دوگانہ کے فرمایا: اللہ اکبر جو حلاوت کہ اس دو رکعت میں ملی عمر بھر نہ ملی تھی۔

سبحان اللہ! ولی را ولی می شناسد کے یہی معنی ہیں، مؤلفہ ؎

ولی کو ولی خوب پہچانتا ہے
یہ اسرار کب دوسرا جانتا ہے

ایضاً ایک دن حضرت طلبہ کو درس دے رہے تھے، مکان میں سے ماما نے آ کر عرض کی کہ حضرت صاحب زادے کا انتقال ہوا [23] آپ نے جواب دیا: یہ کارخانہ خدا کا ہے اسی طرح چلا جاتا ہے طلبہ سے کہا کہ تم اپنا سبق پڑھو سر مو مزاج مبارک میں تغیر نہ ہوا۔

سبحان اللہ! غور کی جا ہے کیا مقام صبر و رضا کا ہے، حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی بھی ایسی ہی عادت تھی، گویا جناب شاہ صاحب کی روح کو تربیت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی روح مقدس سے تھی۔

ایضاً مولوی حمایت اللہ صاحب سے کہا کہ اُنھوں نے کہ دہلی کے رزیڈنٹ نے کلکتے کے لاٹ کو لکھا کہ ایک شخص فی زمانا بے نظیر ہند میں آفتاب کے مانند اُوس کی ذات ہے، آپ آنا قابلِ ملاقات ہے، لاٹ نے چند مصاحبوں سے دہلی کو آیا اور اوس رزیڈنٹ کو ساتھ لے کر حضرت کی ملاقات کے واسطے مکان پر حاضر ہوا چالیس قدم سے تعظیم کے لیے ٹوپیاں اوتار کر صف نعال میں کھڑے رہے اور اس وقت حضرت طلبہ کو درس فرما رہے تھے' عرصہ دو گھڑی کا گذرا کہ لاٹ کی جانب ملتفت نہ ہوئے نہ تعظیم کو اُوٹھے، اُوس نے رزیڈنٹ کو چشم نمائی کی کہ تو نے کس شخص کے پاس لایا کہ ہمارا سلام تک بھی نہیں لیتا ہے، رزیڈنٹ نہایت خوفناک ہوا جب لاٹ کی جورو نے کہی میں آگے جا کر امتحان کرتی ہوں سو اشرفی لے کر حضرت کے روبرو کھڑی رہی، حضرت نے کچھ بھی التفات نہ کی، طلبہ ہی سے گفتگو رہی، اوس عورت نے اپنے خاوند سے کہی میں اور تم تو کیا اگر لندن کی ملکہ بھی آئے تو حضور خیال نہ فرمائیں گے، اشرفیاں کتاب پر رکھ دیں تسلیم بجا لا کے، واپس ہوئی، لاٹ وغیرہ سب روانہ ہوئے بعد ازاں بعض طلبا اور مقرب جلیل القدر نے عرض کی کہ قدم بوسی کو لاٹ گورنر حاضر ہوا حضرت ملتفت نہ ہوئے، فرمایا: ہم کو کیا ضرور تھا کہ اوس سے باتیں کر کے طلبا کے استفادے میں خلل ڈالیں، دل میں خدشہ ہوا تھا کہ طلبہ کے کپڑے بہت پھٹ گئے ہیں، حضرت حق سبحانہ نے سو اشرفی بھجوادی، اسی بہانے سے بھجوانا منظور تھا، بھجوایا کپڑے بن جائیں گے، اوس کی تعظیم تکریم میں آج اُوٹھانا خدا کی راہ سے مونہہ پھرانا کیا ضرور تھا؟

روایت ہے حافظ حاجی قاری محمد کریم بخش دہلوی [۲۵] سے کہا اوس نے کہ دہلی میں ایک شخص تھا مولوی ببر [۲۶] نام اوس کے وعظ کی تمام شہر میں دھوم دھام فقہ دانی میں شہرۂ آفاق، ہر علم میں طاق تھا، فقط خدائے علیم کی قدرت تھی، نہ کچھ لکھا تھا نہ پڑھا مگر ہمیشہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی خدمت فیضدرجت میں حاضر رہتا، کوئی وعظ کا جلسہ نہ چھوڑتا، جو حضرت فرماتے وہ یاد رکھتا تھا اور بیان کرتا تھا عالم و جاہل جو کوئی اوس سے کچھ پوچھتا اپنے سوال کا جواب پاتا، رفتہ رفتہ تمام شہر میں اس بات کا چرچا

ہوا تو حضرت شاہ صاحب نے بطور امتحان بعض مسائل پوچھوائے اوس نے برابر جواب دیئے، حضرت نے پوچھا کہ تم نے یہ جواب کس طرح دیا؟ اوس نے عرض کی کہ فلاں جلسہ میں فلاں وقت آپ سے ایسا ہی سنا تھا، غرض لوگوں نے اوس سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے تم تو کچھ لکھے نہ پڑھے یہ کیسی معلومات ہے، جواب دیا کہ ایک دن میں نے حضرت کا لُعاب کھالیا تھا، یہ سب اوسی کے برکات ہیں۔

مؤلف

لکھنے پڑھنے پہ کچھ نہیں موقوف
فیض یہ سب اوسی لُعاب کا ہے
کیوں نہ چمکائے ایک عالم کو
ذرّہ یہ کیسے آفتاب کا ہے

روایت ہے اوسی قاری بزرگوار سے کہا اوس نے کہ مولانا یعقوب علیہ الرحمہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ سے سنا ہے فرمایا کرتے تھے کہ ہماری آل اولاد مکہ معظمہ میں جا بسے گی اور حضرت امام مہدی علیہ السلام سے ملے گی، سبحان اللہ مکہ معظمہ میں حضرت کی آل مولانا مولوی عبدالرحمٰن صاحب [۲۷] نواسے حضرت مولانا اسحٰق صاحب کے اور جناب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب [۲۸] نواسے مولانا یعقوب صاحب سلمہما اللہ تعالیٰ کے اب حاضر ہیں، دوسری بات پر بھی خدائے جل وعلا قادر ہے۔

روایت ہے مولوی سید شاہ محمد قادری نور الٰہی سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے اوستاد مولوی محمد کرامت علی موسوی دہلوی [۲۹] سے، کہا اونھوں نے کہ جب کبھی حضرت کو بخار بشدت آتا اور ایسا معلوم ہوتا کہ اُوس کے زور سے نماز برابر ادا نہ ہوگی تو ویسے وقت میں اپنی عصا پر یا چادر پر توجہ فرماتے کہ وہ عصا یا چادر شدتِ حرارت سے اُچھلتا رہتا اور آپ نماز سے فارغ ہو کر پھر اُوس بخار کو جذب کر لیتے۔

روایت ہے مولوی نصر اللہ خان صاحب خورجوی [۳۰] سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے اوستاد جناب خلیفہ اسد اللہ [۳۱] مغفور سے یہ بزرگ حضرت کے خلفائے طریقت سے ہیں، کہا اُونھوں نے کہ ایک دن میں حضرت کے پیر دابتے بیٹھا تھا ناگاہ حضرت نے فرمایا: خلیفہ صاحب آندھی آئی ٹٹیاں باندھو میں چپکا رہا، پھر فرمایا: خلیفہ صاحب آندھی آئی، ٹٹیاں باندھو، میں ادھر اُودھر دیکھا تو آندھی ہے نہ کچھ، یہ کیا فرما رہے ہیں، عرض کی کہ حضرت آندھی تو نہیں ہے، فرمایا کہ ٹٹیاں باندھو آپ کا کیا نقصان ہے،

حسب الارشاد میں نے باندھی، فوراً ایسی آندھی چلی کہ تمام شہر میں تاریکی اور گرد و غبار ہو گیا۔

روایت ہے قادر محی الدین صاحب [۳۱] مدراسی ☆ سے، وہ روایت کرتے ہیں مولوی حاجی قاضی ارتضا علی خان [۳۲] مرحوم گوپاموی مدراسی سے، کہا اوس نے کہ ایک شخص حسن بھائی نامی دہلی میں تھا، اوس کو نہایت شوق علم کا تھا اور پڑھنے میں بڑی محنت و مشقت کرتا تھا مگر کچھ بھی یاد نہ ہوتا، تمام شب سبق یاد کرتا، صبح کو بھول جاتا، لاچار ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے نہایت علم کا شوق ہے مگر کیا کروں ایسا کند ذہن ہوں کہ کچھ یاد نہیں رہتا، آپ نے فرمایا کہ اس دیوار کے پاس بیٹھ اوس نے حسب الحکم اس دیوار کے پاس جا بیٹھا، دیوار سے ایک آواز نکلتی اور اس کو سبق پڑھاتی جو دیوار سے پڑھتا تھا وہ یاد رہتا تھا، کبھی نہ بھولتا، حاصل کلام وہ شخص پڑھتے پڑھتے بڑا عالم ہوا۔

سبحان اللہ! یہ کتنی بڑی کرامت ہے اور کیسی عمدہ خرقِ عادت ہے اور یہ قدرت محض عنایت خدا تعالیٰ کے ہے جو اپنے بندے کو عطا کی ہے' جواہر الحقائق [۳۴] میں مرقوم ہے

"وبالجملہ چون حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ یکے از دوستان خود را مظہر قدرتِ کاملہ خود گرداند در ہیولائے عالم ہر نوع تصرفے کہ خواہد تواند کرد وبالحقیقت آن تاثیر و تصرفِ حق است، سبحانہ و تعالیٰ کہ دروے ظاہر میشود ووی درمیان نی، انتہیٰ"۔ [۳۵]

روایت ہے قادر محی الدین مذکور سے، اوس نے یہ روایت کی مفتی ولی محمد [۳۶] سے، جو شاگرد تھا ملک العلما کا، اُوس نے کسی فاضل دہلوی سے کہا، اوس نے کہ لکھنؤ کے مدرس کے نائب نے اپنے مدرس سے کہا شاہ عبدالعزیز کو منطق میں زیادہ راہ نہیں ہے، میں جا کر اُون سے منطق شروع کر کے الزام دے کر آؤں گا، اُوس نے کہا اچھا جا وہ شخص وہاں سے دہلی کو حضرت کی خدمت فیصد رجت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں لکھنؤ سے منطق پڑھنے کے واسطے آیا ہوں، آپ نے فرمایا کون سی کتاب پڑھو گے؟ اُوس نے کہا قطبی، [۳۸] فرمایا کہ لکھنؤ کے لہجے پر پڑھاون یا دہلی کے لہجہ پر؟ یہ بات سنتے ہی اوس شخص نے حیران و مستعجب ہو کر عرض کی کہ دہلی کے لہجے پر پڑھایئے، حضرت نے تمام قطبی ہر ہر قضیہ پر دلائل نقلی آیات واحادیث سے قائم کر کے پڑھائی، جب کتاب تمام ہوئی تو اوس سے فرمایا: کیوں تم نے تو لکھنؤ

☆ یہ بزرگ مرید ہیں حضرت مولائی مرشدی جناب سید شاہ محی الدین صاحب قادری نقوی ویلوری قدس اللہ سرہٗ کے۔

کے مدرس سے کہا تھا کہ منطق میں الزام دے کر آؤں گا، اُوس نے انکار کیا، آپ نے فرمایا کہ سچ کہو، اب تو تمہاری کتاب تمام ہو چکی، تب وہ شخص مقر اور نادم ہوا، پھر فرمایا: اب کیا ارادہ ہے؟ اوس نے عرض کی کہ مشکوٰۃ شریف پڑھوں گا، مشکوٰۃ شروع کی خدمت شریف میں رہا، بڑا عالم ہوا۔

روایت ہے مولوی محمد عنایت علی [۳۹] سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد ماجد مولوی محمد کرامت علی مرحوم سے، کہا اُنھوں نے کہ ایک دن حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کسی جنازے کے ہمراہ چلے جاتے تھے اور بھی بہت لوگ ساتھ تھے، ان سب کے آگے دو شخص گشت و مُشت کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں، ہر ایک اون میں سے آگے بڑھنے کا ارادہ کرتا ہے، مگر وہ دونوں سوائے حضرت کے دوسرے کو نظر نہیں آتے، حاصل کلام جب قبر پر پہونچے اور میت کو دفن کیا تو ایک اُون دونوں میں سے میت کے ہمراہ قبر میں اُوتر گیا اور دوسرا ایک درخت کے تلے غمگین کھڑا رہا' حضرت نے سب لوگوں سے آگے بڑھ کر اوس شخص سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اُوس نے کہا کہ میں بدی کا فرشتہ ہوں، پھر پوچھا کہ وہ کون تھا؟ کہا کہ وہ نیکی کا فرشتہ تھا، ہم دونوں میں سے ہر ایک چاہتا تھا کہ آگے ہو جائے چونکہ میت کی نیکیاں زیادہ تھیں اس واسطے وہ ساتھ چلا گیا اور یہ حضرت کے پوچھنے کی آواز سب لوگ سنتے تھے، مگر وہ جواب دینے والا کسی کو نظر نہیں آتا تھا۔

روایت ہے حاجی محمد حسین صاحب سہارن پوری [۴۰] سے وہ روایت کرتے ہیں مولوی وحید الدین صاحب پھلتی [۴۱] سے کہ وہ شاگرد ہیں مولانا اسمٰعیل شہید [۴۲] کے اور خلیفہ ہیں سید احمد [۴۳] صاحب قدس سرہ کے اور تیرہ سال حضرت شاہ صاحب اور مولانا عبدالقادر صاحب قدس سرہما کی خدمت رہے ہیں، کہا اُنھوں نے کہ نواب نصر اللہ خان [۴۴] والی رامپور، کے بیان ایک قوال مسمیٰ ہمت خان [۴۵] بڑا صاحب کمال تین سو روپے ماہوار کا نوکر تھا، تمام گویئے اوس کو مانتے تھے، ثانی تان سین جانتے تھے، ایک دن اوس کو خیال آیا اگر چہ مجھ کو تمام لوگ بڑا کمال والا جانتے ہیں اس کا کچھ اعتبار نہیں، میں اپنے ہنر کو جب تک حضرت کے محکِ امتحان پر عرض نہ کروں اور اون کی زبان سے سند نہ لوں تو کیوں کر اپنے کو کچھ چیز سمجھوں کس لیئے کہ اس زمانے میں اوس ذاتِ جامع الکمالات کی جیسی کوئی ذات نہیں اور کمال وہی معتبر ہے جو اہل کمال پسند کریں اور داد دیں،

مؤلف ؎

معتبر ہے سخن معرکۂ اہلِ سخن
زر وہی کام کا ہے چڑھ کے جو ٹکسال آیا

اسی آرزو میں دہلی کو آیا وہ حضرت کا اخیر زمانہ تھا کہ بینائی سلب ہوگئی تھی اور تمام حواس میں ضعف طاری تھا، روبرو حاضر ہو کر سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ آؤ ہمت خان اچھے تو ہو؟ سنتے ہی وہ نہایت حیران و ششدر ہوا اور تمام حُضّار متعجب ہوئے کہ یہ شخص تو کبھی یہاں نہیں آیا اور کبھی حضرت نے نہ اوس کی آواز سنی نہ صورت دیکھی، یہ کیا بات ہے کہ اوس کا نام لے کر پکارا اوس نے بھی استفسار کیا تو فرمایا کہ تمہارے گانے کا لوگ ذکر کیا کرتے تھے کہ اُون کی آواز میں یہ بات ہے اور اس طرح کا اُوتار چڑھاؤ ہے، وہ بات صاف تمہارے تکلم سے پائی گئی تو میں نے جانا کہ اس انداز کا تمہارے سوا کوئی نہیں ہے، جب اوس نے اپنا مدعا عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں اپنا جوہر حضرت کے روبرو عرض کروں، ارشاد ہوا کہ مناسب، پھر حضرت نے ایک دن حضرت شاہ رفیع الدین صاحب اور مولانا عبدالقادر صاحب وغیرہ بڑے بڑے کملا کو جمع کیا اور کوئی اغیار سے نہ رہا تب اوس کی یاد ہوئی اور وہ گانے لگا، جو جو چیزیں اوس کو یاد تھیں سب سنا دیں، تمام حُضّار کو رقّت ہوئی، حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کہ نہایت مستقل مزاج تھے، اُون کے بھی اشک جاری ہوئے، چادر مونہہ پر ڈالے ہوئے بیٹھے رہے اور حضرت بھی کھنڈولے پر جنبان تھے، جب وہ سب کہہ چکا تو فرمایا کہ واقعی تم اپنے کمال میں یکتا ہو، مگر اس وقت شاید پرتو سے ان فقرا کے تمہارے بھی مزاج میں کچھ تغیر واقع ہوا ہوگا کہ فلاں فلاں مقام میں یہ یہ بات رہ گئی ورنہ تم کو بخوبی معلومات ہوگی، اُوس نے عرض کی کہ پیرومرشد فدوی کو جو کچھ معلوم تھا سب عرض کیا، یہ جو حضرت نے فرمایا ہے اس کا علم نہیں کچھ حضرت کی طرف سے ارشاد ہو، جب آپ نے جس جس مقام میں اُوتار چڑھاؤ رہ گیا تھا اوس کو باحسن وجہ سنایا اور سمجھایا، وہ نہایت خوش ہوا اور اپنے کو جب کچھ چیز جانا۔

روایت ہے شاہ میر علی [۴۶] شاہ صاحب صوفی قاضی چھاؤنی حسین ساگر سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے پدر بزرگوار مولوی شاہ عبدالقادر [۴۷] صوفی خلیفہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما سے، کہا اُنھوں نے کہ جب مجھے خداطلبی کا شوق ہوا تو سیاحی اختیار کی، بہت ملک پھرے اکثر علماء اور مشائخ

وغیرہ سے ملاقات رہی، حتی الامکان بعض نسبت کے حاصل کرنے میں کوشش بلیغ کی، ملک العلما مولوی عبدالعلی [۴۸] صاحب علیہ الرحمۃ سے بھی بہت موافقت رہی، کہیں تسلی نہ ہوئی، اسی جستجو میں حضرت والا رتبت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کا شہرہ سن کر دہلی کو گیا، عصر کے وقت حضرت بابرکت اپنے مکان کے روبرو ٹہل رہے تھے، خود ہی سے پوچھا کہ شاہ عبدالعزیز کا مکان کہاں ہے، فرمایا کہ روبرو کا مکان ہے، سیاح جہاں گرد آلودۂ غبار و گرد تو تھا، منزل مقصود کا پتا پایا خوشی سے اُوس مکان میں آیا، مصائب و سفر سے نہایت خستہ حال تھا، اس واسطے اوپر نہ جا سکا، ایک جانب کو بیٹھ رہا پوچھا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کہاں ہیں؟ مولوی اسمٰعیل صاحب وغیرہ حضرت کے جگر گوشہ جو وہاں بیٹھے تھے کہا کہ صبح کو آیئے، حضرت سے ملاقات ہوگی، ہم نے کہا کہ اُون سے مجھے دو باتیں پوچھنی ہیں، پوچھ کر چلا جاؤں گا، پھر کبھی نہ آوں گا، سبھوں نے اس طرح کا کلام سن کر متعجب ہوئے، اتنے میں حضرت باہر سے تشریف لائے، دور ہی سے سلام علیک کی، میں نے آگے بڑھ کر پوچھا کہ آپ وحدت الوجود کے قائل ہیں یا نہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ وہ تو عین ایمان ہے مگر طالبِ خدا کو اتنا غصہ نہ چاہیے، ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ صبح کو آیئے میں حاضر ہوں، وہاں سے حکیم باقر علی خان [۴۹] نامی میرے ملاقاتی مجھ کو پہچان کر اپنے مکان پر لے آئے، اون کے مکان میں اقامت اور حضرت کی خدمت میں آمدورفت رہی اور میرے حال پر حضرت کی بہت عنایت تھی، ایک روز توجہ کی مگر بسبب امراض جسمی کے مزاج مبارک میں ضعف آیا اور طبیعت نہایت گرم ہوئی جو نسبت کہ مجھ کو حاصل تھی، دریافت کر کے فرمایا کہ یہ کیفیت قادریہ تو کسی کی دی ہوئی ہے پھر آپ نے آرام کیا اور میں پیر داتبے رہا، بعد ازاں ایک روز عصر کے وقت مجھے ہمراہ لے کر ٹہلتے جاتے جاتے، ایک گورستان کے پاس فرمایا کہ تم یہاں کھڑے رہو میں صبح تک وہاں کھڑا رہا، صبح کو خادم سے کہا کہ شاہ عبدالقادر اوس گورستان میں کھڑا ہے۔ یہاں بُلالا خادم آیا، ہمراہ لے گیا جب ارشاد ہوا کہ ان شاءاللہ تعالیٰ آج ظہر کو تمہاری طرف توجہ کروں گا، وہاں سے حکیم باقر علی خان کے مکان میں جو حضرت کے دولت سرا سے دور تھا آکر ظہر کا منتظر رہا، عصر کا وقت ہوا، مغرب ہوئی فرض و سنت مغرب کی پڑھ کے دوگانہ نفل ادا کرتا تھا کہ یکایک بے ہوش ہو کر گرا، بہت دیر تک مرغ بسمل کا حال رہا، ایسی حرارت ہوئی کہ کوئی بغیر کپڑے کے جسم کو ہاتھ نہ لگا سکتا تھا، دیر تک یہ کیفیت رہی کہ ایک ٹھلیا آبشورہ پیا کچھ تھوڑی تسکین ہوئی، صبح کو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، فرمایا کہ بسبب بیماری

کے ظہر کومتوجہ نہ ہو سکا کیا کروں اگر صحت ہوتی تو تمہیں اپنے وطن سے یہاں تک آنے نہ دیتا، وہیں تمہارا مدعا برآتا، بعدازاں بیعت وغیرہ سے سرفراز کیا، پھر تین سال خدمت میں رہا، بعدازیں سند خلافت عنایت فرما کے حیدرآباد کو رخصت کیا، نقل اوس سند کی خلفا کے حالات میں آپ کے ذکر میں ان شاء اللہ تعالیٰ مرقوم ہوگی۔

جاننا چاہیے کہ خود حضرت پیرومرشد تفسیر سورۂ اقراء میں لکھتے ہیں کہ توجہ چار طرح پر ہوتی ہے۔

اوّل تو تاثیر انعکاسی وہ ایسی ہے جیسے کوئی شخص خوب عطر لگا کر مجلس میں آوے اور اوس عطر کی خوشبو سب ہمنشینوں کے دماغ کو معطر کر دے، پس یہ قسم سب قسموں میں توجہ کی ضعیف ہے کیونکہ اس کا اثر تبھی تک ہے جب تک اوس کی صحبت ہے بعد اوس کے کچھ باقی نہیں رہتا۔

دوسری تاثیر القائی وہ اس قسم کی ہے جیسے کوئی شخص بتّی اور تیل سکورے میں ڈال کر لایا اور دوسرے شخص کے پاس آگ تھی اوس نے اوس کو روشن کر دیا۔ پس چراغ تیار ہو گیا اس قسم کی تاثیر البتہ کچھ قوت رکھتی ہے کہ سیکھنے سکھانے کی صحبت کے بعد بھی اوس کا اثر باقی رہتا ہے لیکن جب کوئی صدمہ پہونچتا ہے جیسے آندھی یا مینھ یا کوئی اور آفت تو اوس کا اثر جاتا رہتا ہے' اس واسطے کہ یہ تاثیر نفس اور لطیفوں کو درست نہیں کر سکتی ہے' جیسے تاکارے میں تیل اور بتّی اور سکورے کو فقط شعلہ سنوار نہیں سکتا۔

تیسری قسم تاثیر اصلاحی ہے، وہ اس طور کی ہے جیسے پانی کو دریا سے یا کٹورے سے لاکر خزانے میں جمع کریں اور خزانے کی راہ کو حوض کے فوارے تک کوڑے کرکٹ سے صاف کر دیں' پھر خوب زور سے اس میں پانی چھوڑ دیں کہ فوارہ خوب جوش اور خروش سے چھوٹنے لگے' اس قسم کی تاثیر اُون اگلی تاثیروں سے بہت قوی ہے کہ نفس کی اصلاح اور ستھرائی لطیفوں کی بھی اس میں ہوتی ہے لیکن خزانے کی استعداد اور راہ کی مسافت کے موافق فیضان ہوتا ہے نہ کوئی اور دریا کے برابر اور ان سب باتوں کے ساتھ بھی اگر خزانے میں کچھ آفت یا فتور واقع ہو جائے تو البتہ نقصان پڑ جاتا ہے۔

چوتھی تاثیر اتحادی کہ شیخ اپنی روح باکمال کو طالب کی روح کے ساتھ خوب زور سے ملا دے کہ شیخ کی روح کا کمال طالب کی روح میں اثر کر جاوے اور یہ مرتبہ سب قسم کی تاثیروں سے زیادہ تر قوت رکھتا ہے کیونکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہو جانے سے دونوں روحوں کے جو کچھ کہ شیخ کی روح میں ہے طالب کی روح میں سما جاتا ہے اور بار بار حاجت فائدہ لینے کی نہیں رہتی ہے، سو اولیاء اللہ میں اس

قسم کی تاثیر بہت کم پائی گئی ہے چنانچہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے منقول ہے کہ ایک روز آپ کے مکان پر کئی مہمان آ گئے اور اوس روز آپ کے یہاں کچھ کھانے کی قسم سے موجود نہ تھا، اس واسطے آپ کو کمال تشویش ہوئی اور اُون کے کھانے کی تلاش کرنے لگے اتفاقاً ایک نان بائی کی دکان آپ کے مکان کے متصل تھی، اس بات کی خبر پا کے ایک خوان بھرا ہوا، روٹیوں کا خوب مکلّف مرغن نہاری کے ساتھ آپ کے سامنے لاکر حاضر کیا، آپ اوس کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے، اُوس نے عرض کی کہ مجھ کو اپنا سا کر دیجیے، فرمایا کہ تو اس حالت کا تحمل نہ کر سکے گا کچھ اور مانگ، وہ اسی بات کا سوال کیے جاتا تھا اور خواجہ انکار کرتے تھے، جب وہ بہت سی عاجزی کرنے لگا تو ناچار ہوکر اوس کو اپنے ساتھ حجرے میں لے گئے اور تاثیر اتحادی اُوس پر کی، جب حجرے سے باہر نکلے تو خواجہ میں اور اوس نان بائی کی صورت شکل میں کچھ فرق باقی نہ رہا تھا، لوگوں کو پہچاننا مشکل پڑا تھا لیکن اس قدر فرق تھا کہ خواجہ ہوشیار تھے اور وہ نان بائی بے ہوش اور سرشار، القصہ اوس نان بائی نے تین روز کے بعد اوسی سُکر اور بیہوشی میں وفات کی، رحمۃ اللہ علیہ[۵۰] انتہیٰ۔

اور توجہ شخص غائب کو دینا ممکن و مطرد اور معمول مشائخ طریقت ہے کہ اوس کی صورت کو خیال کرتے ہیں اور اوس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور طریقہ توجہ دینے کا یوں ہے کہ اول مرشد اپنے کو تمام اُمور سے خالی کر کے بخوبی اپنے نفس ناطقہ کی کسی نسبت کی طرف کہ جس کا القا مرید کی جانب منظور ہو، متوجہ ہوئے، پھر مرید کے نفس ناطقہ کی طرف متوجہ ہو کر اپنی پوری ہمت سے ٹکرائے اور تصور کرے کہ یہ کیفیت مجھ سے طالب میں سرایت کرتی ہے، خدا تعالیٰ کے فضل سے افاضہ انوار و برکات کا ہوگا، طالب میں اس کی لیاقت اور استعداد کی موافق اور یہ تصرف اوس کے بعد ہوگا کہ نفس مرشد کا کسی نسبت کا حامل ہو، مشائخوں کی نسبتوں سے اور اوس نسبت کا اُوس کو ملکۂ راسخہ ہو کہ ہر دم اس کے قابو میں رہے، جب اس کی نسبت طالب میں منتقل ہوگئی یعنی جس مراقبہ میں اس کو کمال ہوگا اس کی کیفیت خدا چاہا تو القا کر سکے گا، واللہ اعلم۔

روایت ہے شاہ میر علی شاہ صوفی مذکور سے، وہ روایت کرتے ہیں ملا خلیل[۵۱] سے جو شاگردوں سے حضرت کے تھے اور یہاں نصیر جنگ بہادر[۵۲] کے مکان میں رہتے تھے، کہا اونھوں نے کہ حضرت کی خدمت میں ایک سوار آیا اور پندرہ روپے نذر پیش کیے، حضرت نے قبول نہ فرمائے اُوس نے بہت اصرار کیا، آپ نے بھی بہت تکرار سے ردّ کیا، آخر وہ چلا گیا حُقّار نے عرض کی کہ یا حضرت! اس کی نذر

کیوں قبول نہ ہوئی؟ فرمایا کہ وہ روپے رشوت کے تھے' مجھ کو دے کر کسی جائے سفارش چاہتا تھا، بعد دو تین دن کے وہی شخص حاضر ہو کر اپنا احوال عرض کیا اور سفارش چاہی۔

روایت ہے مولوی شجاعت حسین صاحب غازی پوری ۵۳ سلمہ اللہ تعالیٰ سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے اوستاد مولوی سخاوت علی صاحب جون پوری ۵۴ سے، وہ شاگرد ہیں جناب مولانا اسمٰعیل دہلوی شہید کے رحمۃ اللہ علیہما، کہا اُنھوں نے کہ حضرت کو شدتِ حرارتِ قلب سے دھڑکے کا عارضہ تھا تو کبھی کبھی شاہ راہ عام میں جو روبرو دولت سرا کے تھا عصر کے وقت واسطے تخفیف عارضہ اور تفریح طبع کے چہل قدمی کیا کرتے تھے اور دہلی میں ایک سورجی نامی کسبی قوم ہنود سے نہایت حسین و جمیل پری تمثال اپنے کمال میں بے مثال ماہ پارہ ایک جہان جس کے حُسن پر آوارہ تیرہ چودہ برس کا سن غارت گری کے دن شہرۂ آفاق دلربائی میں طاق تھی بموجب اس قطعہ کے

ازیں مہ پارہ عابد فریبی
ملایک صورتے طاوس زیبی
کہ بعد از دیدنش صورت نہ بندد
وجود پارسایان را شکیبی

ایک طالب متقی و پارسا حضرت کے مدرس کے اوس کا شیدا تھا اور کبھی کبھی اوس کے حسن و جمال کا مذکور حضرت کی محفل میں بھی ہوتا تھا، ایک روز حضرت برائے رفع حرارت اور تفریح طبیعت شاہ راہ میں ٹہل رہے تھے اور وہ طالب علم بھی حاضر تھا، اوس راہ سے صدہا پیادے اور سوار پنس اور ہوادار گزرتے تھے، یکا یک دور سے ایک رتھ نہایت زرق برق کا بجلی کی طرح چمکا بیلوں پر زیور گنگا جمنی اور سب سامان رتھ کا کلا بتونی اوس میں وہ سورجی ماہ پارہ جیسے برج میں ستارہ بیٹھی ہوئی گزری اوس طالب علم کو دیکھتے ہی چکا چوندی آئی اور حضرت نے اُوس کی حالت متغیر پائی، پوچھا کہ کیا سبب ہے؟ عرض کی کہ اظہر من الشّمس جس کا سورجی نام ہے وہ یہی غارت گرِ خاص و عام ہے، سنتے ہی حضرت نے یہ شعر فرمایا:

اَلَا لَا تَعْجَبُوا مِنْ حَرِّ قَلْبِیْ
فَاِنَّ الشَّمْسَ حَلَّتْ بُرْجَ ثَوْرِیْ

ایضاً حضرت کی عادت تھی کہ بعد ادائے نمازِ عشاء بوقت مستحب بالاخانے پر مدرسے کے حجرے میں

تشریف لے جاتے اور وہاں چراغ روشن اور دروازہ بند رہتا دوسرا جانے نہ پاتا، حضرت تمام شب تنہا رہتے، فجر کے وقت برآمد ہوتے، ایک شب حسبِ عادت مطالعہ میں مشغول تھے، دیکھتے کیا ہیں کہ ایک طالب علم کتاب لیے ہوئے روبرو کھڑا ہے، فرمایا کہ اس وقت کیسے آئے معلوم نہیں کہ میں یہاں کسی سے نہیں ملتا، اُوس نے عرض کی: حضرت کا ارشاد واقعی ہے مگر مجھے ایک مقام میں ایسا شبہ آیا کہ بہت کچھ غور کیا معلوم نہ ہوا ہزار طرح طبیعت کو منایا کہ صبح حضرت سے یہ مشکل حل ہوگی مگر شوق نے مہلت نہ دی، اس لیے مجبوراً نہ حاضر ہوا ہوں، فرمایا کون سا مقام ہے نکالو اُوس نے کتاب پیش کی حضرت نے اُوس کی بخوبی فہمایش اور تسکین کر دی، نہایت خوش ہوا، کتاب اُوٹھالی جب آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں پہچانا اب اپنی کیفیت بیان کرو عرض کی کہ حضرت نے کیا پہچانا، فرمایا کہ تم جن ہو، اُوس نے گزارش کی کہ کس طرح آپ نے سمجھا، ارشاد ہوا کہ یہ تو بہت سہل شناخت ہے کیونکہ دروازہ بند ہے بے دروازہ کھلے کوئی انسان نہیں آسکتا مگر جنات سے ممکن ہے، جب عرض کی کہ یہ راز میری طالب علمی تک کسی سے نہ فرمایئے کیوں کہ میں یہیں رہتا ہوں، مبادا کسی سے مجھے یا مجھ سے کسی کو رنج پہونچے، طالب علمی میں خلل پڑے، میں فلانے شہر کے پادشاہ کا بیٹا ہوں، میرے باپ نے مجھے شایق پاکر کہا کہ تو حضرت کی خدمت میں جا، اس لیے یہاں حاضر رہ کر تحصیل مدعا میں مصروف ہوں، کبھی کبھی وہاں جایا کرتا ہوں، حضرت نے فرمایا: مجھ کو کسی سے کہنے کو کیا کام مگر تم جب اپنے باپ کے پاس جاؤ تو میرا سلام کہنا، وہ حسبِ ارشاد باپ سے حضرت کا سلام کہا کرتا اور اُوس کی تسلیم حضرت کی خدمت میں پہونچاتا، اسی طرح مدتوں پیام سلام رہا ایک روز اُوس نے عرض کی کہ میرا باپ ملازمت کا بہت مشتاق ہے، اجازت ہو تو حاضر ہوگا، حضوری کا حکم ہوا، سلطانِ جن بارہا خدمتِ عالی میں حاضر رہتا تھا اور اس سلطان نے حضرت کے لیے کچھ تحف و ہدایا لایا تھا، قبول نہ کیا اور فرمایا کہ یہ جو گذران کے واسطے خدائے تعالیٰ نے مجھے دیا ہے سو بہت کچھ ہے، اس کی ضرورت نہیں۔

سبحان اللہ بطفیل حضرت رسول انس و جان علیہ التسلیم والغفر ان حضرت کی ذات بابرکت سے جنات اور انسان دونوں مستفیض و مستفید تھے بلکہ جنات پر نہایت تصرف تھا اور وہ بہت مطیع و منقاد رہتے تھے ان شاء اللہ تعالیٰ ان حکایات کے مطالعہ سے یہ امر ظاہر ہوگا اور اب تک حضرت کے مدرسے میں زُہّاد و عُبّاد و جنات موجود ہیں، بہت لوگوں نے دیکھا ہے اور دیکھتے ہیں۔ ☆

☆ چنانچہ جناب مولوی سید ہاشم صاحب نے پرانے مدرسے میں دیکھا ہے۔۱۲

ایضاً ایک طالب پر جن کا آسیب تھا، ایک روز اوس طالب علم سے جن نے کہا کہ میں تجھ کو جمعہ کے دن یہاں سے اُوٹھا لے جاؤں گا، یہ کیفیت حضرت سے عرض کی' مولانا اسحٰق صاحب علیہ الرحمہ کو ارشاد ہوا کہ تم کچھ اس کا بندوبست کرو کہ وقت موعود ٹل جائے پھر دیکھا جائے گا، اُون دنوں مولانائے معز کو عملیات کا شوق تھا، اونھوں نے طالب کو ایک جائے بٹھلا کر اطراف اوس کے زمین پر دائرہ کھینچا اور آپ دائرے کے باہر ایک چھری ہاتھ میں لے کر بیٹھ رہے، تماشا دیکھنے کے واسطے بہت لوگ مدرسے میں جمع ہوئے، حاصل کلام سوا پہر دن کے قریب ایک شی ہاتی کے سونڈھ کے مانند آسمان سے اُوترنے لگی اُوترتے اُوترتے اوس طالب علم کے سر سے قریب ہوگئے، مولانا اسحٰق صاحب نے دائرے کے اندر کود کر ایک چھری اوس پر ماری وہ سُونڈھ آپ کے ہاتھ سے لپٹ گئی اور چھری سے ہاتھ کچھ زخمی ہوا، آپ بہتیرا چھڑاتے تھے مگر وہ نہ چھوڑتی تھی اتنے میں حضرت نے تشریف فرما ہو کر فرمایا کہ تو یہاں سے جاتا ہے یا تیرے پادشاہ سے کہا جائے؟ فوراً اس کلام کے سنتے ہی وہ غائب ہوگئی اوس روز سے وہ طالب علم اچھا ہوا۔

کمالاتِ عزیزی میں لکھا ہے [۵۵] کہ ایک شخص نے حضرت قدس سرہ کی خدمت میں عرض کی کہ فیما بین میرے اور میری زوجہ کی نہایت محبت تھی، بوقت شب اُوس کو پیشاب کی حاجت ہوئی، اُوس نے مجھ سے کہا کہ ذرا تم میرے ساتھ چلو تو میں پیشاب کرلوں، میں اس کے ساتھ گیا اور وہ پایخانے میں گئی دروازے پر کھڑا رہا، تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا: اے چھچو! اس کو لے جا پھر دیر ہوئی تو میں نے پایخانے میں جا کر دیکھا تو وہ غائب تھی، کہیں اوس کا پتا نہ چلا، لاچار ہو کر تڑپنے لگا، آخرش نہایت بے قرار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ رات ہونے دو، جب شب ہوئی تو فرمایا کہ فلاں محلے میں سرود کی مجلس ہے تم جا کر وہاں بیٹھ رہو، جب مجلس برخاست ہوگی تو سب خلقت چلی جائے گی بعد اوس کے طوائف آئیں گی اور سب سے پیچھے ایک شخص بہت ضعیف اسباب طوائف کا لیے ہوئے آویں گے یہ رقعہ جو میں تم کو دیتا ہوں اُون کو دینا، اس شخص نے ایسا ہی کیا، بعد آدھی رات کے وہ بزرگ تشریف لائے، حضرت کا رُقعہ اون کو دیا وہ بہت خفا ہوئے، بعدہ وہ رقعہ اپنے سر پر رکھا اور دو خزف ریزے منگا کر اون پر کچھ لکیریں کھینچیں اور فرمایا کہ یہ دونوں ٹھیکریاں یہاں ڈال دو، تم کو طرح طرح کی شکلوں کی خلقت نظر آوے گی، کچھ خوف نہ کرنا، آخر کو ایک شخص تخت نشین آوے گا یہ ٹھیکری

دور سے دکھانا، اُوس نے ویسا ہی کیا، اوس تخت نشین نے جو پادشاہ تھا ایک شخص کو بھیج کر اوس کو بلا لیا اور احوال پوچھا نہایت خوش ہوا کہ تیرے سبب سے یہ حکم حضرت کا میرے نام آیا، بعد اُوس کے حکم دیا کہ دیکھو کوئی شخص غیر حاضر ہے؟ ملازمان حضوری اور بحری و بری میں سے صرف ایک شخص غیر حاضر تھا، بموجبِ حکم وہ حاضر آیا اور عرض کی کہ فی الحقیقت میں اُوڑا ہوا چلا جاتا تھا، اس شخص نے میرا نام لے کر کہا اس کو لے جا، جب میں اوس عورت کو لے گیا مگر وہ میری ماں کے برابر ہے، میں نے سوا اس کی خدمت کے اور کچھ نہیں کیا اور چھچو مذکور ثقہ تھا، شخص مدعی نے اوس کی کلام کی تصدیق کی، جب پادشاہ نے عورت کو بلا کر اُوس کے شوہر کے حوالہ کیا اور بہت مال اوس کو دیا اور چھچو کا قصور معاف کیا۔

ایضاً حضرت کے مدرسے کے طالب پر ایک پری☆ عاشق تھی، ایک روز اوس نے طالب علم سے کہی کہ تیرا اور میرا راز افشا ہو گیا، اس پر ایک جن جو بڑا عامل ہے تجویز ہوا ہے، کس واسطے کہ یہ مکان مولانا شاہ عبد العزیز کا ہے اور وہ آ کر تجھ کو مار ڈالے گا، اُس طالب علم نے حضرت مولوی رفیع الدین صاحب سے جو مولانا صاحب کے بھائی تھے، عرض کی، اُونھوں نے فرمایا کہ تم کلام مجید کھول کر تلاوت کرو، وہ گیا اور حجرے میں چراغ جلا کر بیٹھا اس میں ایک جھونکا ہوا کا آیا چراغ گُل ہوا اور اوس نے غل مچایا کہ کوئی گلا گھونٹتا ہے، دوسرے طالب علم دوڑے چراغ سے دیکھا تو کلام مجید ایک طاق میں رکھا ہے اور وہ طالب علم پڑا ہے، بعد تھوڑی دیر کے وہ پری پھر آئی اور بیان کیا کہ آج تو وہ چھوڑ کر چلا گیا، مگر کل ضرور مار ڈالے گا، دوسرے دن پھر ویسا ہی بیٹھا تھا کہ ایک دفعہ اوس پر زور شور ہوا، بعد اوس کے افاقت ہو گئی، پھر اوس پری نے کہی کہ فی الحقیقت تیرے مارنے کو آیا تھا لیکن دو جن پادشاہ کی طرف سے تعین ہیں کہ بروز جمعہ اور منگل جناب مولانا صاحب کا وعظ سن کر رات کو پادشاہ کے سامنے بیان کیا کرتے ہیں آج وہ پادشاہ سے عرض کیے کہ فلاں جن جو بڑا عامل ہے شاہ عبد العزیز صاحب کے مقابلے کو گیا ہے، پادشاہ نے سن کر دو جن کو حکم دیا کہ اُوس کو پکڑ لاؤ، چنانچہ بموجب حکم پادشاہ کے وہ گرفتار ہو کر قید[۵۶] ہو گیا۔

ایضاً نواب سعادت یار خان[۵۷] اعظم رؤسائے دہلی سے جو وضعداری حسن خداداد میں بہت مشہور تھے اپنے مکان شب خوابی میں سوتے تھے، یکایک دروازے حجرے کے جو بند کیے تھے، خود بخود کھل گئے اور ایک عورت آفتاب کے مانند نہایت حسین و جمیل کہ جس کے چہرے پر نظر کو خیرگی ہوتی

☆ جن کو فارسی میں پری اور ہندی میں دیو کہتے ہیں، من بستان انجن۔

ہے، بازیور ولباس بہتر چستی و چالاکی سے نواب صاحب کے پاس آ بیٹھی اور بیان کرنے لگی کہ میں سلطان محبوب شاہ کی دختر ہوں جو پادشاہ جنات مغربی واقع دامن کوہِ قاف کا ہے، عرصے سے تمہاری دل دادہ اور تدبیر وصال کی آمادہ ہوں، ہر چند کوشش کی کہ فرصت پا کر حاضر ہوں مگر کوئی موقع ایسا دلخواہ جو آج حاصل ہے ہاتھ نہ آیا، اب تمنا یہی ہے کہ مدعائے دلی حاصل کروں، جیسا جیسا اپنی اُمید پر غم کھایا ہے ویسا ہی خوشی سے اُوس کو بدل دوں، ہر چند کہ نواب صاحب کو انواع اقسام کے اندیشے پیش نظر ہوئے لیکن موقع منہیات سے بچنے کا اور بدلیری تمام لاحول پڑھ کر وسوسۂ شیطانی کو دفع کرنے کا بجز امدادِ حق کب ہوسکتا ہے؟ انسان ضعیف البنیان تو کیا ہے، یہاں فرشتہ خان بھی پھسلے پڑے ہیں، آج تک سرنگوں لٹک رہے ہیں، مؤلف ؎

کون کس کو کنویں جھکاتا ہے
جا کے دیکھو تو چاہ بابل میں

بلا تامل مشغول عشرت ہوئے چند ساعت راز و نیاز باہم رہ کر وہ پری رخصت ہوئی، اُوس دن سے یہ معمول ٹھہرا کہ ایک وقتِ معینہ پر شب کو وہ عورت آتی اور بعد کامیابی چلی جاتی، جب اس روش پر قریب ایک سال کے گذرا تو ایک شب خلافِ وقت وہی عورت باحال پریشان آئی اور کہی کہ اے عزیز! جلد اُوٹھ اور اپنی حفاظتِ جان کی تدبیر کر کیونکہ میرا باپ اس راز سے واقف ہوگیا اور غضب ناک ہوکر دیوزاد تیری ہلاکی کو مقرر کیے ہیں، اغلب کہ آج صبح تک تجھ کو زندہ نہ چھوڑیں گے، کام کی یہی بات ہے اور میری یہ اخیر ملاقات ہے، جواب یہاں سے جاؤں گی فوراً زنجیر گراں بار پہن کر قید ہو جاؤں گی مگر یاد رکھنا کہ میں بھی ایک دن اسی قید میں تیری جدائی کے غم سے جان سے جاؤں گی، یہ کہہ کر وہ اودھر رخصت ہوئی ادھر نواب صاحب کو فکر بے نہایت ہوئی، گھبرائے ہوئے مثل ہے کہ مُلّا کی دوڑ مسیت تک، ننگے پاؤں اور ننگے سر سراسیمہ اور مضطر ہوکر جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کے آستانہ کا راستہ لیا، جب وہاں پہونچے ہر چند خادموں نے باریابی سے منع کیا لیکن یہ ایسے بیقرار تھے کہ نہ اپنی کہی اور نہ غیر کی سنی، بے اختیار جس مکان میں حضرت مراقب تھے جا کر قدموں پر گرے، جناب مولانا صاحب بھی مراقبے سے ہوشیار ہوکر فرمایا کہ نواب صاحب اس وقت ایسے مضطرب الحال ہوکر تمہارا آنا کسی اُفتادِ سخت سے خالی نہیں، فرمایئے خیر تو ہے، جب اِنھوں نے تمام حالِ پُر ملال اپنا

از ابتدا تا انتہا مفصلاً حضور میں عرض کیا، حکم ہوا کہ اگر چہ کردار تمہارا ایسی ہی سزا کے لائق ہے، جیسا کہ تم نے کارِ بد کیا اُوس کا نتیجہ بھی پانا ضرور تھا مگر فقیر کسی ملتمس کی التجا کو رڈ کرنا پسند نہیں کرتا کہ عادتِ جبلی اور ہدایت جدّ امجد اسی طرح پر ہے، خیر تدبیر اس کی معقول کی جاوے گی، آج کی شب تم یہاں فقیر کے مکان میں سو رہو بلکہ فلاں حجرے میں استراحت فرماؤ، تھوڑی دیر میں فقیر اُوس عورت کے باپ کو بلا کر تمہاری جان بخشی کرا دے گا، اطمینان رکھو، پس نواب صاحب وہاں سے بدل جمعی تمام اُوٹھے اور ایک حجرے میں جو حضرت کی عبادت گاہ سے نزدیک تھا، گئے نصف پلنگ زیرِ آسمان اور نصف زیرِ سقفِ مکان بچھا کر آرام کیا، قریب تھا کہ غافل ہو کر سو جاویں کہ یکا یک ایک سنگِ گراں نہایت زور شور سے ایک پایۂ پائین چارپائی نواب صاحب پر آ کر ایسی سختی سے گرا کہ اُوس کے صدمے سے پس کر خاک برابر ہو گیا، اُوس کے گرتے ہی اُون کی غفلت دور ہوئی اور عقل کافور، بدحواس ہو کر چیخ مار کے حضرت کے اوپر آ گرے اور بیہوش ہوئے، حضرت مولانا صاحب نے کچھ پڑھ کر دَم کیا فوراً ہوش آیا، دیکھا کہ علاوہ جناب شاہ صاحب کے پانچ شخص سردار صورت قوی اور زبردست نہایت باادب حضور میں ایستادہ ہیں اور حضرت فرماتے ہیں کہ یہی شخص تمہارا گنہگار ہے اور مجھے بطور سفارش تم صاحبوں کی خدمت میں پیش کر کے چاہتا ہے کہ آپ اُوس کی خطا سے درگذر فرما کر جان بخشی کر دیجیے، اگر چہ اس کی خطا پر جب خیال کیا جاتا ہے تو سفارش سے دل کوسوں دور بھاگتا ہے لیکن کیا کیجیے کہ اب تو یہ میرے پاس آ پڑا، اگر آپ میرا کہنا قبول نہ کریں گے تو جیسی ذلت اوس کے ہاتھ سے آپ کی ہوئی ہے ویسی ہی فقیر اپنی ذلت آپ کے ہاتھ سے تصور کرے گا، پس وہ لوگ اس کلام کے سننے سے نہایت منفعل ہوئے اور جناب شاہ صاحب کے قدموں پر گر کے بوسے دیے اور نواب صاحب کی خطا سے درگذرے اور اوسی وقت پانچوں شخص جناب معز کے دست بوس ہو کر وہیں غائب ہو گئے۔

ایضاً ایک شخص نے اپنے فرزند دلبند کی نسبت کسی شریف کے وہاں دہلی میں ۵۸ھ قرار دی جب والدِ دختر نے سامانِ شادی حسب دلخواہ جمع کر لیا ماہ و تاریخ مقرر کر کے برات بُلائی اُودھر سے نوشاہ کا باپ بھی اپنی حیثیت کے موافق بھائی بند دوست آشنا گاڑی گھوڑے بافراط ہمراہ لے کر حاضر ہوا، میزبان نے مہمانوں کی دل کھول کر دعوت کی اور جب حسبِ دستور بعد نکاح جہیز دے کر دختر کو رخصت کیا برات نے جو رخصت پائی تو ایک منزل قطع کر کے کسی مقام پر بغرض ناشتا خوری قیام کیا جو مرد تھے

وہ رفع حوائج انسانی کے واسطے گئے اور مستورات ہمراہی کے لیے ایک قنات ایستادہ کر دی تا کہ احتیاج بول و براز سے تکلیف نہ اوٹھائیں، سب عورتوں نے یہ صلاح کی کہ پہلے دولھن کا تمامے ضروریات سے فارغ ہونا بہت ضروری ہے، شاید اُوس کو حاجت ہو اور بباعث لحاظ کے جو اوس وقت دولھن کو ہوتا ہے نہ کہہ سکے، سب نے پسند کیا اور دولھن کو پسِ قنات بٹھلایا جب دیر ہوئی تو ہمجولیوں نے جا کر دیکھا تو دولھن کا نشان نہیں، حیرت زدوں نے باہر آ کر بیان کیا، بقول حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ مصرع:

شادی و غم جہان میں توام ہے

قدرت خدا کی ہے کہ یا تو وہ سامان خوشی کا تھا، یکا یک غم کا سما ہو گیا، عورتوں نے بہت گریہ و زاری کی، آخرش کوئی ساکت کوئی ششدر کوئی کسی طرف دیکھ کر چپ رہ گیا، پھر تلاش کی فکر ہوئی، سواروں نے چاروں طرف گھوڑے دوڑائے، راہ براہ ہر کسی سے پوچھا پتا لگایا مگر وہ ایسی کیا ڈوبی تھی جو سہل تر آتی، کہیں کھوج نہ پایا سب مجبور ہو کر کوئی دس کوئی بیس کوس سے واپس آئے اور کمالِ یاس سے آہ بھر کر چپ ہو بیٹھے، تمام براتیوں کو اس پریشانی میں چار شبانہ روز بے آب و دانہ گزر گئے، نہ یہ ہمت و جرأت جو بے دولھن وطن کے چلے آئیں، نہ یہ مقتضائے حمیت کہ دہلی کو جو نزدیک تھی لوٹ جائیں، اس اثنا میں ایک شخص کا وہاں سے گذر ہوا گویا اون مصیبت زدوں کو خضر مل گیا، آگ کی تجسس میں جو اوس قنات کے نزدیک گیا حال دریافت کیا، براتیوں نے تمام سرگذشت اور پریشانی کی حقیقت رو رو کے سنائی، اس وقت مسافر نووارد نے کہا کہ واقعی تمہارا درد لا دوا ہے مگر پھر بھی تدبیر شرط ہے، سب نے بالاتفاق پوچھا کہ فرمایئے کیا کریں؟ ہم سے تو کچھ بن نہیں آتا، جو تدبیر آپ ارشاد کریں اس کے انجام دینے میں ہم سب بجان و دل حاضر ہیں، اوس نے کہا کہ اے صاحبو! میں دہلی جاتا ہوں، چند سوار تیز رفتار اور ایسے کہ جن کی صورتِ ظاہری سیرتِ باطنی سے بھی مناسبت رکھتی ہو میرے ہمراہ کر دو تو میں ان کو دہلی میں جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کے پاس لے جاؤں اور تمامی حال گوش گذار خدام والا کر کے اس درد کی دوا چاہوں، میرے نزدیک اُون حضرت سے بہتر ایسے دردوں کا کوئی دوسرا طبیب نہیں، پس سب کے دلوں نے یہ امر تسلیم کیا اور ہاری ہمت قوی ہو گئی، چند آدمی جو اوس برات میں ثقہ تھے، اسپ ہائے تیز تگ پر سوار ہو کر اوس ہادی کے ہمراہ ہوئے اور آستانہ جناب مولانا صاحب پر جا کر بعد حصول ملازمت سب سرگذشت اپنی من و عن عرض کی، آپ نے فرمایا کہ روز وقوع اس واقعہ کے فقیر

کو اس حال کی خبر ہو گئی تھی اور فقیر تمہارا منتظر تھا، خیر اطمینان رکھو خانقاہ میں اُترو جب یہ لوگ کھانے پینے سے فارغ ہوئے اور ماندگی راہ کی رفع ہوئی تو پھر حاضر ہو کر امیدوار توجہ ہوئے، آپ نے فرمایا کہ تم اس وقت دو روٹیاں آرد ماش کی تیل سے چپڑ کے چاندنی چوک میں لے جاؤ وہاں ایک خارش کا مبتلا کتا تم کو ملے گا، تم ایک روٹی اوس کے روبرو رکھ دینا وہ تمہارے اوپر کیسا ہی حملہ کرے اور ڈراوے لیکن خوف نہ کرنا اور جگہ سے نہ ہلنا، وہ سگ روٹی کھالے تو تم دوسری روٹی بھی اوس کے روبرو رکھ دینا اور وہ اوس روٹی کو تمام نہ کر چکے کہ تم یہ پرچہ جو فقیر دیتا ہے اوس کے گلے میں باندھ دینا اور گھوڑے تیار رکھنا، جب وہ کتا روٹی کھا کر کسی طرف قصد کرے تو تم گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاں تک وہ جاوے اوس کے ساتھ جانا، پیچھے نہ رہ جانا ورنہ سہل کام مشکل ہو جائے گا جو کہ یہ آدمی فہمیدہ تھے وہاں سے ہر ایک بات خوب ذہن نشین کر کے چاندنی چوک میں آکر حسب فرمودۂ حضرت شاہ صاحب کتا پایا کہ وہ قبل روٹی دینے کے بہت کچھ اُون پر جھنجلایا اور حملہ آور ہوا لیکن یہ کیا ٹلنے والے تھے کھڑے رہے اور اپنا کام کیے گئے' یہاں تک کہ وہ دونوں روٹیاں کھلا کر رقعہ اوس کے گلے میں باندھ گھوڑوں پر سوار ہو کر قریب بیس کوس اوس کے تعاقب میں چلے گئے اور بعد طی اس قدر مسافت کے اوس کتے نے ایک مقام پر ٹھہر کر پنجوں سے زمین کھودی اور تھوڑے عمق پر ایک دروازہ وسیع نظر آیا تو یہ سب باہر کھڑے رہے اور وہ کتا دروازے کے اندر چلا گیا، تھوڑے عرصے میں چند شخص سن رسیدہ بوضع و لباس انسانوں کے اوسی دروازے سے مع دولھن باہر آئے اور مطلوب اون کا اون کے حوالے کیا اور کہا کہ جناب مولانا صاحب سے ہمارا سلام کہہ کر گزارش کرنا کہ ہمارے عملہ میں ایک شخص پاجی نے ایسی حرکت کی کہ پاداش ایسے کردار کا نہایت سختی سے کر دیا گیا' یہ خطا ہم سے بذاتہٖ سرزد نہیں ہوئی اور گنہگار سزائے کردار اپنی بااحسن الوجہ پاچکا، لہٰذا امیدوار ہیں کہ یہ خطا ہماری معاف فرمائی جاوے، پس اس قدر کلام کر کے وہ صاحب جو اوس دروازے سے تشریف لائے تھے اوسی راہ سے واپس چلے گئے، بعد تھوڑے عرصہ کے وہی کتا اوسی حیثیت سے باہر آیا اور جس طرح پر کہ زمین کو شگاف دیا تھا بند کر کے جانب دہلی رُخ کیا اور یہ سوار بھی اوس کے جلو میں وہ آگے آگے یہ لوگ مع عروس پیچھے پیچھے، دہلی میں آپونچے اور خدمت سراپا کرامت جناب شاہ صاحب میں حاضر ہو کر بعد ادائے شکریہ اور حصولِ اجازت براتی جو اُوس جنگل میں تباہ پڑے تھے آملے اور سب حال از ابتدا تا انتہا بیان کیا، سب کو حیرت ہوئی اور جناب شاہ صاحب کے نہایت

معتقد ہو کر وقتاً فوقتاً مرید ہوئے۔

سبحان اللہ! یہ کیا عجیب کرامت اور کیسی زبردست حکومت ہے بقول اوستادی مولوی میر شمس الدین فیض [۵۹] علیہ الرحمۃ ؎

کہتے ہیں صورِ اسرافیل جسے
ہے وہ تاثیر فغانِ درویش
بے خطا تیر ہے اوس کا یک یک
چڑھی رہتی ہے کمانِ درویش

ایضاً ایک بار [۶۰] امساک باران ہو کر آثارِ قحط نمودار ہوئے، تمام زراعت خشک اور گھر برباد ہوتے چلے، چاروں طرف سے آدمی بغرضِ حصول تدبیر دفع اس بلا کے جناب مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا حضرت! دعا کیجیے کہ برکتِ دعا آپ کے ہم لوگ اس بلائے جانکاہ سے نجات پاویں یا کوئی تدبیر فرمایئے کہ اوس کی پیروی میں سرگرم ہو جاویں، حضرت نے فرمایا کہ تمہاری جماعت سے چند آدمی منتخب ہو کر پرانے شہر میں جاؤ اور تلاش کرو ایک گروہ ہیجڑوں کا ملے گا، اون میں سے جو شخص پشواز وغیرہ سامان رقص پہنے ہو اوس کو علیحدہ لے جا کر فقیر کی طرف سے سلام کہنا اور مدعائے دلی عرض کرنا، جو وہ حضرت تدبیر فرماویں اوس پر عمل کرنا چنانچہ چند آدمی اوسی وقت مولانا صاحب کی خدمت سے اُٹھ کر گئے اور گروہ مُخنّثان سے ملے اور حسب ارشاد حضرت کے رقاص کو علیحدہ لے جا کر التجائے نزولِ بارانِ رحمت میں مبالغہ کیا تو وہ صاحب یون سہل کیا ہاتھ آنے والے تھے، لہٰذا حسب عادت اپنے ہم پیشوں کے تالیاں بجا کر فرمایا کہ تم اور تمہارا بھیجنے والا دونوں احمق ہیں، مولوی صاحب نے تم سے ہنسی کی ہے، ورنہ مجھ سے اور اس قسم کی التجا سے کیا مناسبت اور اَور بھی بہت اوڑائیں اوڑیں، اون سھوں نے بھی جو بڑے کامل کے مرسلہ تھے، ایک نہ سنی وہ اپنا راگ گاتے رہے یہ سب اپنی رام کہانی سناتے ہوئے ساتھ ہوئے جب ان بزرگوار نے دیکھا کہ اب بدون انجام مدعا ان لوگوں سے عہدہ برائی محال اور نشان دادہ ایک بڑا صاحب کمال ہے تو فرمایا کہ خیر صاحبو! مولانا صاحب کے ارشاد سے مجبور ہوں، آج شب کو میں اور میرے ہمراہی اُوس باغ میں جو جانبِ راست درگاہ جناب خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے ہے جمع ہوں گے، جا کر حضرت مولانا صاحب سے میرا سلام عرض کر کے گزارش کرو کہ میں انجام دہی ایسی

خدمت کے لائق نہ تھا، جو میرے تفویض فرمایا، ہاں اب جو میری نسبت اس قسم کا ارشاد ہوا تو البتہ ببرکت ارشاد حضرت یہ مرتبہ مجھے حاصل ہوا لیکن جب تک آپ کے دستِ مبارک بدعا وانہ ہوں گے' یہ بلا سر سے نہ ٹلے گی پس یہ لوگ واپس آئے اور جیسا کچھ سنا تھا عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ اگرچہ فقیر میں بوجہ فقدانِ طاقت رقت اور ضعفِ قوی گنجائش طے کراتے کسی قدر مسافت کے بھی نہیں رہی مگر جس طرح ممکن ہوگا بعد نماز عشاء تمہارے ہمراہ چلوں گا، جب وہ دن باقی ماندہ گذرا اور رات ہوئی تو جناب مولانا صاحب بعد نماز عشاء اوراد معمولی گروہ کثیر کے ساتھ تشریف فرما ہوئے، جونہی موعودہ پر پہونچے دیکھا تو وہ صاحب بھی مع اپنے ہمراہیوں کے حاضر ہیں' اوس وقت حسب ارشاد جناب مولانا صاحب کے سب لوگ دوزانو باادب بیٹھے اور خود حضرت مراقب ہوئے اس قدر کہ نصف شب سے متجاوز ہوگئی، جب آپ نے مراقبے سے سر اوٹھا کر فرمایا کہ لو صاحبو وقتِ قبولیت ہے جس شخص کی جو آرزو ہو خدا سے چاہے، فقیر کو اُمید ہے کہ کوئی شخص محروم نہ رہے گا چنانچہ سب دست بدعا ہوئے اور علاوہ خواہش باران کے جو جس شخص نے چاہا فوراً ظہور قبولیت کا آثار پایا اور جناب مولانا صاحب نے صرف واسطے نزول باران رحمت کے ہاتھ اُوٹھایا، اُون بزرگ نے بھی مع جماعت مُختّثان صدائے آمین بلند کی کہ یک تیک غبار آندھی کا سر پر چھا گیا جب ہوا کی کسی قدر شورش کم ہوگئی تو ابر تیرہ آثار نظر آیا، ترشح ہونے لگی، جناب شاہ صاحب نے ہاتھ دعا سے کھینچا اور فرمایا کہ صاحبو جلد یہاں سے شہر کا راستہ لو ورنہ پھر کثرتِ بارش سے شہر کو پہونچنا دشوار ہوگا، پس اوسی وقت لوگ چل دیئے اور شہر میں آکر پناہ لیے اس قدر بارش کی شدت ہوئی کہ ندی اور نالے بھر گئے کسی کو ہوس پانی کی باقی نہ رہی، خلقت کی جان میں جان آگئی اور تمام مخلوقِ خدا کو ببرکت دعائے جناب مولانا صاحب اوس بلائے جانستان سے رہائی حاصل ہوئی۔

سبحان اللہ! حضرت کی ذات بابرکات، مستجاب الدعوات تھی اور کیسے کیسے اولیاء اللہ تحت فرمان تھے اور کیسی طاقت تھی کہ بسبب اوس کے خلقت کو ایسی بلائے عظیم سے نجات دی ۔

اولیا را ہست قدرت از الہ
برجستہ باز گرداند ز راہ

اس محل پر دو چیزوں کا بیان مناسب معلوم ہوا ایک تو ولی کی تعریف اور دوسرے قضائے مُبرم اور معلق[۱] کی حقیقت، تعریف معلوم نہ ہونے سے کوئی اُوس کو پہچان نہیں سکتا اور نہ پہچاننے سے اکثر عوام

دھوکے میں رہتے ہیں، ہرایک کو بلکہ فاسق فاجر کو ولی کہتے ہیں، اوس کا کہا بجان و دل مانتے ہیں بلکہ عین ایمان جانتے ہیں اور بعضوں نے طلسمات و نیرنجات و رمل و جفر وغیرہ اور تاثیر نفسانی کو جس کو توجہ کہتے ہیں بڑا کمال سمجھا ہے، جس میں یہ باتیں پاتے ہیں تو اوس کو بڑا ولی کامل کہتے ہیں، پھر وہ کیسا ہی ہو یہ تو صرف جہل ہے، کیونکہ یہ باتیں مشترک ہیں کافر و مؤمن میں جو کوئی کسی ایک طور سے حاصل کرے گا تو حاصل ہوں گی، ہاں اگر کسی میں اوصافِ ولایت ہو کر تاثیر نفس بھی ہو تو نورٌ علیٰ نور ہے، بے شک وہ ولی اور صاحب تاثیر حقہ ہے، پس شناخت ولی کی ضرور واہم ہوئی۔

جاننا چاہیے کہ قرآن شریف میں ولی متقی کو فرمایا ہے تو اب تقوی کے مراتب سمجھنا لازم ہوا تقویٰ کے شرع میں تین مرتبے مقرر ہیں۔

مرتبۂ اوّل اپنے کو عذابِ جاوید سے نگاہ رکھنا ہے اور یہ تقویٰ کا ادنیٰ مرتبہ ہے کہ نفس کو اقسام شرک سے دور رکھنے کے سبب حاصل ہوتا ہے اور یہی معنی ہیں آیہ ''وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى،، کے۔

اور دوسرا مرتبہ اپنے کو گناہوں سے بچانا ہے اور اسی معنی میں ہے: ''وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا،، اور اصطلاح میں اہل شرع کے اسی مرتبے کو تقویٰ کہتے ہیں۔

تیسرا مرتبہ وہ ہے کہ شبہات سے بھی اپنے کو نگاہ رکھے اور بعضی مباحات سے بھی، جو منجر بارتکاب گناہ ہوتے ہیں، پرہیز کرے اور اپنے باطن کو ماسوا اللہ کی رغبت سے باز رکھے اور بالکل ساتھ تمام اعضاء و جوارح کے متوجہ اپنے خالق کی طرف ہووے اور اس مرتبے کو تقویٰ حقیقی اور مرتبۂ ولایت کہتے ہیں اور اسی مرتبے سے اشارہ ہے آیہ ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ،، میں یہ تینوں مرتبے شامل ہیں، ولی کو بقدر تفاوتِ درجات بعضی کتابوں میں تعریف ولی کی یوں لکھی ہے: ''اَلْوَلِیُّ هُوَ الْعَارِفُ بِاللّٰهِ وَصِفَاتِهٖ بِحَیْثُ مَا یُمْكِنُ الْمُوَاظِبُ عَلَی الطَّاعَةِ اَلْمُجْتَنِبُ عَنِ الْمَعَاصِیْ اَلْمُعْرِضُ عَنِ الْاِنْهِمَاكِ فِی اللَّذَّاتِ وَالشَّهَوَاتِ،، ولی اس کو کہتے ہیں جو پہچاننے والا ہو ذاتِ الٰہی کو اور صفات کو اوس کی موافق ضابطہ صوفیہ کے جس قدر کہ ہو سکے اور مداومت کرنے والا ہو عبادت پر کہ مستحب بھی ترک نہ ہو، بچنے والا ہو گناہوں سے، روگردان ہو ڈوبنے سے دریائے لذات اور شہوات کے، یعنی لذت اور خواہش کی چیزوں سے بچے۔

ایضاً ''اَلْوَلِیُّ هُوَ الْفَانِیْ مِنْ حَالِهٖ اَلْبَاقِیْ فِیْ مُشَاهَدَةِ الْحَقِّ لَمْ یَكُنْ عَنْ نَفْسِهٖ اَخْبَارٌ وَّلَا

مَعَ غَیْرِ اللّٰہِ قَرَارٌ"، ولی وہ ہے کہ فانی ہووے اپنے حال سے اور باقی رہے مشاہدے میں حق سبحانہ کے، یعنی تمام اپنے حواس کو ماسوا اللہ سے پھیر کو خدائے تعالیٰ کی دید میں صرف کرے، ہستی سوائے خدائے تعالیٰ کے دوسرے کی نہ سمجھے، بمقتضائے قول جناب فیض [۶۲] علیہ الرحمۃ ؎

وجودِ غیر ہے صرف اعتباری
جو ہستی ہے وہ ہستی ہے خدا کی

نہ ہو اوس کو اپنے حال سے اخبار اور ساتھ غیر خدا کے قرار یعنی اپنے حال سے اور عالم کے احوال سے خبر نہ رہے اور دید الٰہی میں تسکین ملے، یہ کیفیت ہے کمال استغراق کی' فقط، علم سے حاصل نہیں ہوتی' اس کو محنت بھی ضرور ہے، ؎

از تصور نہ بَرَد راہ بمقصود کسے
در فنا کوش اگر ملک بقا میطلبی

ایضاً "اَلْوَلِیُّ ھُوَ الْفَانِیْ فِی اللّٰہِ اَلْبَاقِیْ بِہٖ، اور صوفی کے بھی یہی معنی ہیں یعنی اپنے تمام حرکات و افعال و صفات و ذات کو خدائے تعالیٰ کی رضامندی میں فنا کرے، بغیر رضا کوئی بات نہ ہووے اور ان سب کو نابود محض جانے، اس کام میں جب ملکۂ راسخہ پیدا ہوگا تو پھر خدائے تعالیٰ کی طرف سے بقا حاصل ہوگی، تو جب باقی باللہ ہوگا، یعنی اوس کے حرکات و افعال و صفات و ذات خدائے تعالیٰ کے حرکات و افعال و صفات و ذات کے تلے مقہور و مغلوب ہوں گے اور خدا ہی کے حرکات و افعال وغیرہ قاہر و غالب ہو جائیں گے اور سب اپنا کام کرنے لگ جائیں گے۔

اور علامت ولی کی حدیث شریف میں اس طرح آئی ہے کہ صحبت میں اوس کی خدا یاد آئے یعنی محبت دنیا کی اوس کی صحبت میں کم اور محبت خدا کی زیادہ ہووے چنانچہ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی [۶۳] قدس سرہٗ فرماتے ہیں: رباعی

با ہر کہ نشستی و نشید جمع دلت
وزتو نرمید صحبت آب و گِلَت
زنہار ز صحبتش گریزاں می باش
ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت [۶۴]

ان سب اُمور پر تصحیح عقاید خواہ ظاہری ہو خواہ باطنی موافق ضابطہ اہل تسنُّن کے ضرور ہے، اگر کسی کا عقاید درست نہیں گو اوس میں احتیاط اور تاثیر ہو، وہ اعتبار کے قابل نہیں اور ولی کو کرامت لازم نہیں ہے، خدا چاہے تو اوس کی عزت افزائی کے واسطے ظاہر ہوتی ہے اور نہیں تو نہیں۔

قضاو قدر تقدیر کو کہتے ہیں یعنی اُمور کہ حکم اور اندازہ کیے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ہیں اور تقدیر دو قسم پر ہے' ایک مبرم یعنی استوار و محکم کہ جس میں کچھ تغیر و تبدیل نہیں جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے: ''فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ،، لازم کر تو خدا کی پیدائش کو جس نے پیدا کیا ہے لوگوں کو اوپر اوس کے نہیں ہے، بدلنا واسطے پیدائش خدا کے یہ ہے دین درست اور حدیث شریف میں وارد ہے: ''جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا اَنْتَ لَاقٍ،، یعنی خشک ہوا قلم ساتھ اوس چیز کے کہ تو ملنے والا ہے یہ دلائل ہیں قضائے مبرم کے۔

دوسری قضائے معلق کہ جس میں بعض سبب سے تغیر و تبدل ہوتا ہے، صورت اوس کی یہ ہے کہ لکھا جاتا ہے لوح محفوظ میں، مثلاً فلاں شخص اگر حج کرے گا یا جہاد کرے گا تو عمر اُوس کی چالیس برس کی ہوگی اور اگر حج اور جہاد دونوں کرے گا تو عمر اُوس کی ساٹھ برس کی ہوگی، پھر جب دونوں کیے تو ساٹھ برس کو پونہچا بڑھی عمر اُوس کی اور جب ایک ہی چیز کی تو نہ زیادہ ہوئی چالیس برس سے تو کم ہوئی انتہائے عمر اوس کی جو ساٹھ برس تھی اور دلیل اس پر ترمذی کی حدیث ہے، ''لَا يَرُدُّ الْقَضَآءَ اِلَّا الدُّعَآءُ،، یعنی نہیں پھیرتی تقدیر کو مگر دعا' پس اولیاء اللہ کی دعا سے جو بلا اور آفت دور ہوتی ہے، سو وہ تقدیر معلق ہے، ورنہ تقدیر مبرم میں کس کو طاقت ہے کہ دم مارے، جہال سمجھتے ہیں کہ اولیاء اللہ جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں، یہ سراسر خلافِ عقائد اور بُرا خیال ہے چنانچہ جناب مولوی عبدالعلی بحر العلوم شارح [۶۵] مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہما نے بھی اس شعر کی شرح میں اسی طرح لکھا ہے، وہ یہ ہے:

وکسی کہ از تبر جستہ قضائے مبرم مراد داشتہ و حاصل برآوردہ کہ اولیارا قدرت است بر رفع قضائے مبرم غلط کردہ و لغو گفتہ زیرا کہ قضائے مبرم مردود نمی شود و درما نحن فیہ' ہمین قضا بود کہ این افعال ا زباز داشتن ولی دافع نخواھد شد' این افعال معلق بود بعدم مانع آمدن ولی ازان فعل و در نفحات مذکور است کہ در

وقوع حادثه چنگیز خان تتاری [۶۶] شیخ نجم الدین کبریٰ [۶۷] قدس سرہٗ بعض اصحاب کُمّل خود را مثل شیخ سعد الدین حموی [۶۸] و شیخ رضی الدین علی لالا [۶۹] وغیر ایشان را طلب داشته گفت زود بر خیزید وبه بلاد خود روید که آتش از جانب مشرق برا فروخت که تا نزدیك بمغرب خواهد برخاست این فتنه است عظیم که درین امت این چنین واقع نشده است، بعض اصحاب گفتند که چه شود که حضرت دعا کنند که این فتنه از بلاد مسلمانان مندفع شود، شیخ فرمود این قضائیست مبرم، دعائے رفع آن نمیتواند کرد، پس قول شیخ نجم الدین کُبریٰ نص است برآنکه قضائے مبرم مدفوع نمی تواند شد۔

اوسی کمالاتِ عزیزی [۷۰] میں لکھا ہے کہ ایک شخص متوطن آذربائیجان حضرت کی خدمت میں آیا اور فرزند بھی اوس کے ہمراہ تھا، حضرت نے فرمایا کہ اگر اپنے فرزند کو چندے میرے پاس چھوڑ دو تو اچھا ہے، اوس نے قبول کیا، لڑکے کو چھوڑ کر چلا گیا، یہ لڑکا علم تحصیل کر کے ہوشیار ہوا، ایک دن عرض کیا کہ میں نے کچھ بات نہیں دیکھی، حضرت نے فرمایا کہ اچھا تم آٹھ روز تک سورۂ انا فتحنا شریف اس ترتیب سے پڑھو، نویں دن جہاں چاہو چلے جاؤ، اُوس نے آٹھ روز پڑھ کر نویں دن جنگل کا راستہ لیا، طرح طرح کے جنگل اور دریا پیش آئے، ایک دفعہ جنگل میں گیا وہاں ایک بھیڑیا اوس کی طرف آیا اور اوس کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا، آخرش بھیڑیے نے آٹھ وار اوس پر کیے اوس کو جب چھری اپنے باپ کی کہ کمر میں موجود تھی یاد آئی نکال کر بھیڑیے کو ماری اور چھری زخم میں رہ گئی، بھیڑیا بھاگ گیا، پھر وہ شخص ایک جنگل میں پونہچا کہ زمین اوس کی نئی طرح کی تھی، بعدہٗ ایک شہر دیکھا کہ عمارت اوس کی عمدہ طرز کی بہت تحفہ تھی، شہر میں جا کر دیکھا کہ باشندے وہاں کے بہت شکیل اور بزرگ وضع ہیں، اون میں سے ایک بہت بڑے بزرگ اوس کو ملے اور حال پوچھا اوس نے بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ میرے گھر مہمان رہو، آخرش اپنے گھر لے گئے بہت خاطر و تواضع کی اور طعام عمدہ کھلایا، صاحب خانہ کی غیبت میں اوس نے دیکھا کہ وہ چھری اوس کی جو بھیڑیے کے زخم میں رہ گئی تھی ایک طاق میں رکھی ہے، ہرچند

اوس نے چاہا کہ اُوٹھا لے مگر ہاتھ میں نہ آئی، پھر صاحبِ خانہ تشریف لائے اور کھانا روبرو رکھا، اس کی نظر اوسی چھری پر تھی، صاحبِ خانہ نے پوچھا کہ کیا ہے، اوس نے کہا: کچھ نہیں بعد گفتگو اوس صاحبِ خانہ نے کہا کہ ہم نہ انسان ہیں نہ جن نہ فرشتہ ہماری خلقت اللہ جل شانہ نے علحدہ کی ہے اور یہ شہر ہمارے رہنے کے واسطے ہے اور ہم سے کام اسی طرح کے لیے جاتے ہیں اور وہ بھیڑیا میں ہی تھا جس کو تو نے چھری ماری تھی اور یہ زخم اوسی چھری کا ہے اور میں تجھ کو فوراً مار ڈالتا لیکن یہ سبب شاہ عبدالعزیز کا ہے، اب تو کیا چاہتا ہے؟ اوس نے کہا کہ پھر حضرت کی خدمت میں پہونچ جاؤں تو خوب ہے، اُنھوں نے کہا کہ آنکھ بند کرو، پھر آواز دی کہ کھول دو، آنکھ کھولی تو دیکھا کہ مسجد جامع شاہ جہان آباد[۱] کے پاس کھڑا ہے، فوراً جا کر جناب مولانا صاحب کے قدموں پر گرا اور مدت تک رہا اور کمالاتِ باطنی حاصل کیے۔

ایضاً ایک شخص بلباس عمدہ وصورتِ امیرانہ پٹکہ زری کمر پر باندھے ہوئے عمدہ گھوڑے پر سوار قصبۂ مارہرہ[۲] ضلع اٹھہ میں بخدمتِ عارف معارف میاں اچھے[۳] صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے حاضر ہوا[۴] اور نہایت بیقرار و مضطر تھا، حضرت کے قدموں پر گر کر تڑپنے لگا، آپ نے بہ شفقتِ تمام متوجہ ہو کر اوس سے حال پوچھا، اوس نے عرض کی اکہ ایک ساہوکار متصل میرے مکان کے رہتا ہے، اوس کی دختر نہایت حسینہ اور جمیلہ ہے خردسالی سے فیمابین میرے اور اوس کے محبت پیدا ہوئی کہ مرتبہ عشق کا ہو گیا، پھر اوسکی شادی ہوئی اور اب سسرال اوس کی اوس کو لے جائیں گے، اس واسطے مضطر ہو کر اور اپنی زندگی سے ہاتھ دھو کر خدمت میں حاضر ہوا ہوں، حضرت نے اوس کی تسلی کی اور فرمایا کہ تم دہلی میں بحضور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے جاؤ اور کچھ مت کہو بلکہ آدمی واسطے پیشوائی کے تم کو دہلی سے اس طرف ملیں گے، آخرش وہ شخص دہلی کو گیا، مقام شاہدرہ میں کئی آدمی بطور پیشوائی کے ملے اور حضور میں مولانا صاحب کے لے گئے حضرت بہت شفقت سے اوس کے حال پر متوجہ ہوئے اور ایک شخص کو فرمایا کہ فلانے ساہوکار کو بلا لو، وہ ساہوکار حاضر ہوا آپ نے اوس سے پوچھا کہ تمہارا داماد اور سمدھی کہاں ہے؟ اوس نے عرض کیا کہ یہیں حاضر ہیں، آپ نے فرمایا کہ اون کو لے آؤ، وہ جا کر اُون کو لے آیا، حضرت ان تینوں کو ہمراہ لے کر کوٹھڑی میں تشریف لے گئے، تھوڑی دیر میں باہر نکلے، وہ تینوں ہنستے چلے گئے اور تھوڑی دیر میں اوس لڑکی کو پالکی میں سوار کر کے لے آئے اور عرض کیا کہ حضرت یہ آپ کی لونڈی ہے، جو چاہو سو کرو، آپ نے اوس کو مسلمان کیا اور نماز پڑھوائی، بعد اوس کے نکاح اون دونوں کا کر دیا۔

سبحان اللہ! درویش ایسی ہی ذات بابرکات کو کہتے ہیں کیونکہ خواجہ عثمان ہرونی ☆[۷۵] قدس سرہٗ فرماتے ہیں: درویش آنست کہ ہر آن بندۂ پر آن کس کہ بحاجت آید محروم باز نگردد' کذا فی اخبار الاخیار۔[۷۶]

اسی طرح اور اقوال حضرت خواجہ مُعز کے جو خواجہ خواجگان جناب خواجہ معین الدین چشتی [۷۷] رحمۃ اللہ علیہا نے سنا ہے ذات جامع الکمالات مظہر ذات و صفات خالق الارض والسموات حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ پر صادق آتے ہیں، ''ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ''۔

بقول جناب اوستادی مولوی شمس الدین فیض [۷۸] علیہ الرحمہ

کہتے ہیں مرتبہ دانِ درویش
شانِ معبود ہے شانِ درویش

فیض:

اَلْفَقْرُ اِذَا تَمَّ ہے بس
نکرد شرح و بیانِ درویش

ایضاً دہلی میں مولوی خدا بخش [۷۹] صاحب مرحوم متوطن میرٹھ سے فرمایا کہ میاں خدا بخش آج رات کو سوتے وقت ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور ایک مرتبہ آمن الرسول اور ایک سورۃ اور پڑھ لینا مولوی صاحب جو پڑھ کر سوئے تو خواب میں خوب سیر آسمانوں کی نصیب ہوئی، صبح کو جو حضور میں حاضر ہوئے ارادہ بیان کرنے کا کیا آپ نے فرمایا کہ کہنا کچھ ضرور نہیں، میں نے اس واسطے بتلایا کہ شنیدہ کی بود مانند دیدہ۔

ایضاً حضرت پیر و مرشد نے کئی مولویوں کو فرمایا کہ تم کابلی دروازے کے باہر جاؤ، ایک شخص عرب آتے ہیں [۸۰] اُون کو لے آؤ یہ لوگ بتعمیل حکم شہر سے باہر جا کر کھڑے ہوئے، دیکھا تو ایک شخص مصر سے خچر پر سوار چلے آتے ہیں، اُون لوگوں نے کہا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے آپ کے استقبال کے واسطے ہم کو بھیجا ہے اور باتیں کرتے ہوئے چلے اُنھوں نے اپنا حال بیان کیا، میں مصر کا باشندہ ہوں اور میری ہمشیرہ فاضل ہیں اور حافظ کلام مجید اور کتب حدیث شریف صحاح ستہ سب حفظ

☆ ہارونی جو مشہور ہے' وہ غلط ہے' کیونکہ اخبار الاخیار میں حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلی قدس سرہ کے حال میں خیر المجالس سے مرقوم ہے کہ ہارونی نیست ہرونی ہست' ہرون دیہی است کہ خواجہ در آن دیہہ بودند۔

ہیں، میں نے اون سے علم تحصیل کیا، ایک کتاب پڑھتا تھا اوس میں ایک مقام مفہوم نہ ہوا ہمشیرہ نے ہر چند تقریر کی لیکن میری فہم میں نہیں آیا، اس پر ہمشیرہ نے کہا کہ اب تم ہندوستان کو جاؤ اور شہر دہلی میں شاہ عبد العزیز ہیں اُون سے یقین ہے کہ تمہارے فہم میں آئے اس واسطے میں اس طرف کا عازم ہوا، غرض یہ سب فاضل اون کو لے کر مدرسے میں آئے، حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ کتاب کہاں ہے؟ خورجی میں تھی، منگوائی اور اون سے فرمایا کہ سبق اپنا نکالو جب حضرت نے تقریر فرمائی تو وہ عرب بہت خوش ہوئے، عرض کیا کہ میں سمجھ گیا پھر وہ ایک عرصے تک اور علم تحصیل کرتے رہے بعدہٗ اپنے ملک کو روانہ ہوئے۔

ایضاً ایک بار [۸۱] حضرت رفیع المنزلت قدس سرہٗ حدیث شریف کا وعظ فرما رہے تھے، اس میں ایک شخص آئے آپ نے انگشت سے اشارہ کیا اپنی پشت کی طرف یعنی ادھر آؤ، جب وعظ تمام ہو چکا تو اُوس شخص نے عرض کیا، رات کو خواب میں دیکھا کہ جناب رسولِ خدا ﷺ تشریف رکھتے ہیں اور آپ سامنے جناب سرورِ کائنات ﷺ کے بیٹھے ہوئے وعظ حدیث شریف کا فرما رہے ہیں اور میں حاضر ہوا تو آپ نے اسی طرح انگشت سے اشارہ پسِ پشت بیٹھنے کا فرمایا تھا، اب جو میں حاضر ہوا تو بھی ویسا ہی ہوا، اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ تم حُقّہ بہت پیتے ہو، تمہارے مونہہ سے بو آتی ہے اور حضور میں ناپسند ہے، اسی واسطے فقیر نے کہا تھا۔

ایضاً جب [۸۲] جناب کرامت مآب حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ نے اوّل سال جو کلام مجید حفظ کر کے سنایا تھا نماز تراویح کی ہو چکی تھی اس عرصے میں ایک سوار نہایت خوب زرہ بکتر وغیرہ لگائے ہوئے برچھا ہاتھ میں لیے ہوئے تشریف فرما ہو کر کہا کہ حضرت محمد ﷺ کہاں رونق افزا ہیں؟ جو آدمی وہاں تھے سب نے دوڑ کر ان کو گھیر لیا اور پوچھا کہ حضرت یہ کیا کلام ہے؟ اور آپ کا کیا نام ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ میرا نام ابوہریرہ ہے، جناب سید عالم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہم عبد العزیز کا کلام مجید سننے چلیں گے، پھر مجھ کو ایک کام کے واسطے روانہ فرمایا، اس سبب سے میں دیر میں آیا، اتنی بات کہہ کر غائب ہو گئے، مصرع

شاہان چہ عجب گر بنوازند گدا را

ایضاً مولوی مفتی الٰہی بخش صاحب فاضل تبحر شاگرد رشید حضرت شاہ صاحب کے متوطن کاندہلہ،

مقیم سہارنپور نے لکھا کہ جناب مولانا روم علیہ الرحمۃ نے جو دفتر شروع کر کے چھوڑ دیا اور فرمایا ہے کہ میرے بعد ایک شخص ہوگا وہ اس کو تمام کرے گا میرا ارادہ اوس کے تمام کرنے کا ہے، اس واسطے عرض رسا ہوں فضل الٰہی سے آپ کی بڑی معلومات ہے کہیں یہ قصہ سماعت شریف میں یا نظر مبارک میں آیا ہو تو ارشاد فرمایئے، حضرت نے اُوس کے جواب میں دو آیۂ کلام مجید کے لکھ کر ارشاد کیا کہ بوقت شب پڑھ کر خود مولانا روم علیہ الرحمۃ سے دریافت کرنا چنانچہ اون کو جناب مولانا روم کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا کہ ہاں تمہی وہ شخص ہو جو اس کو تمام کرو گے، عصر اور مغرب کے درمیان دوات اور قلم لے کر حجرے میں بیٹھا کر وقصهٔ باقی ماندہ خود بخود قلم سے لکھا جائے گا چنانچہ مفتی صاحب نے ساتواں دفتر تصنیف فرمایا۔[۸۴]

ایضاً کرنیل [۸۵] اسکنر صاحب کو اولاد نہیں ہوتی تھی حضرت مولانا صاحب سے عرض کی کہ آپ دعا فرمایئے تا مجھے اولاد ہو، آپ نے دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بیٹا عطا کرے تو نام اس کا یوسف رکھنا، چنانچہ لڑکا پیدا ہوا کرنیل صاحب نے جوزف اسکنر اُوس کا نام رکھا، جوزف اور یوسف ایک ہی لفظ ہے، فقط زبان کا فرق ہے۔

ایضاً ایک روز درس کا وعظ ہو رہا تھا[۸۶] کہ ایک شخص حاضر ہوا بعد اتمام درس کے سات اشرفی پیش کیں، حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ ایک چہ بچہ میں سے سات اشرفی بعدہ، وہ شخص چلا، لوگوں نے اس کو گھیرا اور حال پوچھا، اُوس نے بیان کیا کہ میں پورب کا رہنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اموالِ دنیوی بہت عطا فرمایا ہے مگر بیماریٔ فساد خون سے ترکِ وطن کر کے توکلت علی اللہ العزیز الحکیم مع چند ملازم بسواری اسپ اس تلاش میں نکلا کہ شاید کوئی ایسا شخص مل جائے کہ مشکل آسان ہو، اس تلاش میں پھرتا تھا کہ ایک مقام پر پہونچا، ایک عورت نے کہا کہ اس پہاڑ میں ایک بزرگ تشریف رکھتے ہیں، اگر تم وہاں پہونچو تو یقین ہے کہ اچھے ہو جاؤ لیکن راستہ ایسا دشوار گزار ہے کہ گھوڑا نہیں جا سکتا، میں نے اپنے لوگوں سے کہا کہ تم سب یہاں رہو اور میں جاتا ہوں، اگر تین مہینے میں واپس آ جاؤں تو خیر ورنہ یہ گھوڑی اور اسباب اور یہ روپے تم سب تقسیم کر کے چلے جانا، پھر میں پہاڑ پر گیا، تو دیکھتا ہوں کہ ایک چھپر کا گھر چھوٹا سا ہے اور اوس میں ایک درویش تشریف رکھتے ہیں، سلام کہا، انھوں نے پوچھا کہ تُو کون ہے؟ میں نے سب اپنا حال عرض کیا، تو فرمایا کہ یہ پُوڑیا دوا کی ہے؟ اس کو تم لے جاؤ اور فلاں

مقام پر ایک چشمہ ہے وہاں بیٹھ کر اس کو کھا لو، اللہ کا فضل ہے تو اچھے ہو جاؤ گے، میں نے اوسی طرح کیا، اسہال اور قے آئی اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھا ہو گیا، پھر اُون بزرگ کی خدمت میں آیا، تو پوچھا کہ تمہارے گھر کا راستہ کس طرح سے ہے؟ تو میں نے عرض کیا، فرمایا کہ دہلی بھی راستے میں ملتی ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں لیکن حکم ہوگا تو میں دہلی کے راستے سے جاؤں گا، وہ بھی راستہ میں ہے، آپ نے فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز کا نام سنا ہے، میں نے کہا کہ سنا ہے، وہ تو آفتاب ہندوستان ہیں، فرمایا کہ وہ ہمارے پیر بھائی ہیں، پھر چھپر کے اندر جا کر مُٹھی میں یہ سات اشرفی لائے اور کہا کہ مولانا صاحب کو ہماری طرف سے دیجیو۔

روایت ہے سکندر شاہ صاحب دہلوی ۸۷ سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد غلام حسین شہید ۸۸ سے کہ انھوں نے حضرت کا وعظ برسوں سنا تھا کہا اونھوں نے کہ حضرت کے وعظ میں ایک گھسیارا بھی آیا کرتا تھا، ایک دن آپ نے فرمایا کہ جو شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم صدقِ دل سے جس کام کے واسطے کہے گا اُوس کا وہ کام برآئے گا، وہ گھسیارا گھانس کا گٹھا جنگل سے لا کر چار پانچ پیسے کو بیچ کے اپنی گذر کرتا تھا اور اوس زمانے کو جمنا کے پُل پر سے آتے ایک پیسہ اور جاتے ایک پیسہ محصول لیا کرتے تھے، اُوس نے کہا کہ کیا ضرور ہے پیسہ دینا، حضرت نے تو فرمایا ہے کہ بسم اللہ جس کام کے واسطے کہیں وہ کام برآتا ہے، بسم اللہ کہہ کے جایا آیا کریں گے، پس وہ گھسیارا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کے جمنا میں قدم رکھتا کتنا ہی پانی ہو پایاب ہو جاتا، اسی طرح سالہا سال اوس کا معمول رہا، سکندر شاہ مزبور کہتے ہیں کہ میرے والد مجھ کو خردسالی میں حضرت کے وعظ میں لے جاتے تھے، بارہا حضرت نے فرمایا کہ یہ لڑکا بہت خوش قسمت ہوگا اگر فقیر بھی ہوگا تو مُرفہ الحال اور معزز رہے گا، یہ حضرت ہی کی زبان کی تاثیر ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اب تک مجھ کو بہت فراغت سے عزت سے رکھا ہے، چالیس سال سے زیادہ ہوئے کہ میں سیاحی کرتا ہوں، جہاں جاتا ہوں وہاں سب لوگ مجھ سے بعزت پیش آتے ہیں اور فراغت سے گزرتی ہے، خدائے تعالیٰ نے بہت فراغت سے رکھا ہے۔

روایت ہے ابوالحسن شاہ احمدی مظہری بنوری ۸۹ سے وہ روایت کرتے ہیں کسی مرد ثقہ سے کہ نام اُون کا یاد نہیں، وہ روایت کرتے ہیں سید حمید ☆ الدین ۹۰ صاحب سے کہا، اونھوں نے کہ جب میں

☆ ہمشیرہ زادہ حضرت سید احمد صاحب قدس سرہ کے۔

مکہ معظمہ کو گیا تو میرے ساتھ والوں میں ایک سقّہ بھی تھا، دہلی والا چند مدت مکہ میں رہنے کا اتفاق ہوا، اُوس سقّے کو حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ روزِ فجر کے وقت پہر دن چڑھے باب السلام کے قریب اور عصر کے وقت جماعت میں امام کے پیچھے مکبّر کے ہمدوش نظر آتے تھے، ایک روز اوس نے مجھ سے یہ حال کہا تو میں بھی اُوس کے ہمراہ عصر کے وقت گیا اور حضرت مولانا صاحب کو بچشم خود اُوسی جائے امام کے پیچھے سیدھی طرف سلام پھیرتے وقت نماز میں دیکھا، بائیں طرف سلام پھیرنے کے بعد دیکھوں تو نظر نہیں آئے، غائب ہو گئے، پھر کبھی دکھلائی نہیں دیئے اور مجھ کو کچھ بات کرنے کی فرصت نہیں ملی، وہ سقّہ کبھی ہم کلام بھی ہوتا تھا ایک روز اوس سقّے کو فرمایا کہ تُو نے میرا حال بیان کیا، اس واسطے میں نے وہ جائے چھوڑ کر دوسری جگہ وظیفہ اور جماعت ادا کرتا ہوں، شروع میں اوس سقّے کو دونوں جا نظر آتے تھے۔

سبحان اللہ! ابدال کا مرتبہ ہے کہ ابدال سے ایسی باتیں ہوتی ہیں کہ جہاں چاہتے ہیں اپنے کو نمود کرتے ہیں، چنانچہ نفحات [۹۱] میں جامی [۹۲] علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: ''انواع خوارقِ عادات بسیار است چون ایجاد معدوم و اعدام موجود و اظہار امر مستور و ستر امر ظاہر و استجابت دعا و قطع مسافت بعیدہ در مدت اندک و اطلاع برامور غائبہ از حس و اخبار ازان و حاضر شدن در زمان واحد در امکنۂ مختلفہ و غیر ذلک''۔

مگر اس میں شیطان کو دخل ہے، دھوکا بھی ہوتا ہے چنانچہ میر حسین علی عرف شاہ جی صاحب [۹۳] سلمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت کے حضور میں حاضر تھا، ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت بعضے بزرگ حرم میں نظر آتے ہیں اور دوسری جا پر بھی دکھلائی دیتے ہیں، پھر وہ جہان کے وہاں موجود رہتے ہیں، یہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس میں شیطان کو بہت دخل ہے، یہ بات کچھ اعتبار کے لائق نہیں، دھوکے میں نہ آنا، یہ حضرت کا فرمانا واقعی ہے، کیونکہ شیطان ہزار ہا صورتوں سے انسان کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اور اس کا تمیز کرنا بہت مشکل ہے، اس مقام پر ایک مفید عجیب جو جناب مستغنی الالقاب اوستادی تلمیذ رشید خاندان حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی، حاجی مولوی محمد زمان☆ صاحب [۹۴] دامت برکاتہٗ نے بستان الجن [۹۵] میں لکھا ہے، سو وہ مرقوم ہوتا ہے:

☆ آپ شاگرد ہیں مولوی شاہ سلامت علی صاحب کشفی اور مولوی کرامت علی صاحب دہلوی کے یہ دونوں بزرگوار مستفیض ہیں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

شیطان کیدی دیگر دارد که اعظم کیود است وآن اینست که چون شخصے یکے از صلحا را از مکانی بعید مستغیثانه ندا کند، شیطان مثل این آواز بگوشش میرساند اگر جوابے از انجا حاصل شد آنرا بمثل آواز این شیخ بگوش این معتقد میرساند وهرقدر که میخواهد کم و بیش میکند شیخ ابوالعباس رحمة الله علیه گفته که این معامله کثیر الوقوع است و نیز اکثر بصورت مستغاث به زنده باشد بامرده متشکل شده بر مستغیث ظاهر شده، بهرچه میخواهد میفریبد ومستغیث گمراه گمان می برد که این شیخ مستغاث است، حال آنکه او شیطان است، وباین قسم کفار را بیشتر فریب دهد، که هرگاه صنادید خود راندا کنند گاهے بصورت آن صنادید ظاهر شود، گاهے بجواب اکتفا نماید وگاهے حاجاتِ ایشان رابر آرد و کفّار این تصرفات را از مقتدایانِ خود تصوریده کمر به پرستش شان استوار بندند وهرگز باین خداع پی نه برند، شیخ ابو العیاش میگوید که باجماعتے از شیوخ که معتقدین بایشان استغاثه می نمودند در خورده پرسیدم هر یك میگفت که مرا بالکل باین استغاثه اطلاع دست نداد، حال آنکه مریدان ومستغیثان ایشان دعوی میکردند که شیخ رادیدیم وچنین و چنان شنیدیم ونیز میگوید که معتقدان من هم بمن استغاثه کردند وهریك قصۀ خود بیان کرد، گفتم که من بیکے ازشما جواب نگفتم وبر استغاثه احدے مطلع نشدم، گفتند پس فرشته خواهد بود، گفتم فرشته نیست بلکه شیطانی است که گمراه میکند وگاهے بشکل شیخے متشکل شده بعرفات می ایستد تا معتقدان گمان برند که شیخ حج ادا کرد، وگاهے آنرا برداشته بعرفات رساند، واز میقات بلااحرام گزرانیده، بے تلبیه وسعی بین

الصفا والمروه و رمی جمار محض وقوف عرفات کنانیده، باز آرد و بامثال این تلبیسات فریفته از شرف حج محروم سازد وجهلائے عبّاد این راز از کرامات شمارند، انتهی۔

وگاهے بصورتِ اهل علم ظاهر شده بکلمات پُر مکر و فن مردم را از جائے برد چنانچه ابو عبد الرحمٰن از یحییٰ بن ثابت آورده که میگفت همراه حفص طائفے بمقام منٰی رفتم در انجا پیرے رادیدم که ریش و سرش سفید شده و مردم را فتویٰ میدهد، حفص بمن گفت که ای ایوب دیدی این پیر را که فتویٰ میدهد این عفریت است و نزدیکش رفت و چون نظرش برحفص افتاد نعلین خود را برداشت وبگریخت و مردم از پسِ او دویدند و حفص ندا کرد که ای مسلمانان این عفریت است۔

اور بھی اس کے سوا بہت حالات شیطان لعین کے بستان الجن میں مذکور ہیں، سالکانِ طریقت کے واسطے اوس کا مطالعہ ضرور ہے۔

روایت ہے ابوالحسن صاحب احمدی مظہری بنوری [۹۶] سلمہ اللہ تعالیٰ سے وہ روایت کرتے ہیں حضرت سید قاسم علی حسینی [۹۷] مال پوری سے کہ یہ حضرت بھی خلیفۂ طریقت ہیں جناب مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ کے اور راوی کو طریقہ بنوریہ میں اون سے بیعت بھی ہے، کہا اُنھوں نے کہ ایام شباب میں مجھ کو اور واصل علی [۹۸] میرے چچیرے بھائی کو شوق ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی رُویتِ شریف سے مشرف ہونا اور یہ بات گوش زد تھی کہ مولانا شاہ عبدالعزیز جس کو چاہتے ہیں حضرت کی رویت سے مشرف کرتے ہیں، اس شوق میں ہم دونوں بے اطلاع اپنے والدین کے دہلی کو چلے، قریب دہلی کے ایک شخص ہمارے بستی والا مل کر پوچھا کہ کہاں جاتے ہو؟ ہم نے اوس سے اپنا حال بیان کیا، اوس نے کہا کہ ہاں حضرت کی خدمت میں جاؤ تمہارا مدعا حاصل ہوگا، ہم دونوں دہلی میں جا کر ایک جا اُوترے، دوسرے دن صبح کو حضرت کے حضور میں حاضر ہوئے، حضرت نے مخاطب ہو کر احوال پوچھا، تو ہم نے اپنا مدعا عرض کیا، ارشاد ہوا کہ کل آیئے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا جواب دوں گا، دوسرے روز

حسبِ وعدہ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ تم اپنے ماں باپ کو راضی کر کے آ وَ، تو میں تمہیں بتلاوٗں گا ہم دونوں نے مشورہ کیا کہ اگر یہاں سے گھر کو جاویں تو والدین پھر آنے دیتے ہیں یا نہیں، بہرحال یہاں سے بدوں حصول مدعا نہ جانا، دوسرے دن خدمتِ شریف میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا حضرت آپ ہی کچھ دعا فرما کے ہمارے والدین کو راضی کیجیے ہم تو یہاں سے نہیں جاتے، پھر ارشاد ہوا کہ کل اس کا جواب دوں گا، بموجب ارشاد دوسرے روز حاضر ہوئے، تو فرمایا کہ تمہارے والدین راضی ہوئے، اب تمہیں بتلاتا ہوں، اس میں بھید یہ ہے کہ اس عرصے میں جو شخص کہ ان دونوں کو ملا تھا اوس نے اون کے والدین سے بیان کیا کہ تمہارے لڑکے دہلی کو حضرت کی خدمت میں گئے ہیں، وہ سن کر بہت خوش ہوئے کہ حضرت کی خدمت میں جانا فائدے سے خالی نہیں، اوس وقت دستِ خاص سے یہ درود شریف مع ترکیب لکھ کر عنایت کیا:

درشبِ جمعہ وقت خواب دو رکعت نماز نفل بخواند در ہر رکعت بعد فاتحہ آیۃ الکرسی یکبار و قل ھو اللہ پانزدہ بار بخواند بعد از سلام ہفت ہزار بار این درود بخواند، ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ بَارِکْ وَسَلِّمْ،،

ہم دونوں نے اسی ترکیب سے یہ درود شریف پڑھا مگر واصل علی تین ہزار سے زیادہ نہ پڑھ سکا اور میں نے پورے سات ہزار بار پڑھا اور رویتِ شریف سے آنحضرت ﷺ کے مشرف ہوا، راوی نے اس درود شریف کی اجازت جناب سید قاسم علی صاحب سے کی ہے اور اون کو رویتِ شریف بھی حاصل ہوئی ہے، چنانچہ وہ اصل پرچہ حضرت کے ہاتھ کا لکھا ہوا اُون کے نزدیک موجود ہے، راقم نے زیارت کی تھی اور آنکھوں کو لگایا ہے اور اس درود شریف کی اجازت بھی اونھوں نے سرفراز کی ہے، اَحْمَدُ اللّٰہُ عَلٰی ذٰلِکَ۔

اب یہاں کچھ تحقیق رویتِ شریف کی کتاب مظاہر حق ۹۹ سے لکھی جاتی ہے تا ناظرین کا شوق و صدق زیادہ ہو:

حدیث شریف میں آیا ہے: ''مَنْ (۱) رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ،، اور دوسری حدیث میں آیا ہے: ''مَنْ (۲) رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ،، خلاصہ دونوں

(۱) جس شخص نے دیکھا مجھ کو خواب میں پس تحقیق دیکھا مجھ کو اس واسطے کہ شیطان نہیں بنتا ہے میری صورت میں۔

(۲) جس نے کہ دیکھا مجھ کو پس تحقیق دیکھا حق یعنی سچا ہے خواب اوس کا کہ اوس نے مجھی کو دیکھا نہ غیر میرے کو۔

حدیثوں کا یہ ہے کہ شیطان نہیں بنتا ہے، آنحضرت ﷺ کی صورت میں یعنی یہ مجال نہیں کہ کسی کے خواب میں آوے اور اوس کے خیال میں ڈالے کہ میں آنحضرت ہوں اور آنحضرت پر جھوٹ باندھے اور بعضے محققین نے لکھا ہے کہ شیطان بصورتِ حق تعالیٰ بن سکتا ہے اور جھوٹ باندھ سکتا ہے، یعنی دیکھنے والے کو وسواس میں ڈالتا ہے کہ صورت حق سبحانہ تعالیٰ کی ہے ولیکن بصورت آنحضرت ﷺ کے ہرگز نہیں بن سکتا اور جھوٹ نہیں باندھ سکتا' اس لیے کہ آنحضرت ﷺ مظہر ہدایت کے ہیں اور شیطان مظہر ضلالت کا اور درمیان ہدایت و ضلالت کے ضد ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ جامع ہے صفاتِ اضلال اور ہدایت کا اور تمام صفات متضادہ کا اور یہ ہے کہ دعویٰ اُلوہیت کا مخلوقات سے صریح البطلان ہے محل اشتباہ نہیں بخلاف دعویٰ نبوت کے، اسی واسطے اگر کوئی دعویٰ اُلوہیت کا کرے تو صدور خارق عادت اُوس سے متصور ہے اور اگر دعویٰ نبوت کا کرے تو معجزہ اُوس سے ظاہر نہیں ہوتا بلکہ اوس کے اہانت کے واسطے برعکس دعوے کے ہوتا ہے جیسا حال مسیلمہ کذاب کا کہ کسی کی روشنی چشم کے واسطے دعا کی تو وہ نابینا ہوتا تھا اور یہ حدیثیں تعدد طرق و اختلاف الفاظ کے ساتھ دلالت کرتی ہیں اس پر کہ جس نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا تو اُنھیں کو دیکھا، دروغ اور شیطان کو اس میں دخل نہیں اور علما نے اس کو خصائص سے آنحضرت ﷺ کے شمار کیا ہے اور اختلاف کیا ہے علما نے اس میں بعضوں نے تو یہ کہا کہ محل ان احادیث کا یہ ہے کہ کوئی دیکھے آنحضرت ﷺ کو ساتھ صورت اور حلیہ مخصوص کے جو آپ رکھتے تھے پھر بعضوں نے اُون میں سے توسُّع کیا ہے اور کہا کہ اوس شکل وصورت میں دیکھے کہ مدت عمر شریف میں اوس پر تھے خواہ جوانی میں خواہ کہولت میں یا آخر عمر میں اور بعضوں نے دائرہ تنگ کیا اور کہا کہ ضرورت ہے اوس صورت پر دیکھے کہ آخر عمر میں اوس صورت پر اس عالم سے سدھارے' یہاں تک کہ حد وسفید بالوں کا کہ سر مبارک اور محاسن شریف میں تھے اور نوبت بیس بال کی نہ پہونچی تھی اعتبار کیا ہے اور محمد بن سیرینؒ کے پاس جب کوئی اگر قصہ خواب میں حضرت کے دیکھنے کا بیان کرتا تو وہ کہتے کہ بیان کر کس صورت میں دیکھا ہے تو نے اگر ساتھ حلیۂ مخصوص کے نہ بیان کرتا تو وہ کہتے کہ جا تو نے آنحضرت ﷺ کو نہیں دیکھا اور امام نووی نے کہا: صحیح یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ہی کو حقیقۃً دیکھا خواہ اون کی صفتِ معرفہ پر دیکھا یا سوا اس کے اختلاف صفات کا موجب اختلاف ذات کا نہیں ہوتا اور اختلاف وتفاوت صورتوں کا باعتبار کمال ونقصان ایمان دیکھنے والے کے ہے جس نے حضرت ﷺ کو

اچھی صورت میں دیکھا بسبب کمال اپنے دین کے دیکھا اور جس نے برخلاف اوس کے دیکھا بسبب نقصان دین کے دیکھا اور اسی طرح ایک نے دیکھا بوڑھا اور ایک نے جوان اور ایک نے راضی اور ایک نے خفا اور ایک نے روتے ہوئے اور ایک نے خوش اور ایک نے ناخوش یہ تمام مبنی ہے اوپر اختلاف حال دیکھنے والے کے، پس دیکھنا آنحضرتؐ کا گویا کسوٹی ہے معرفت احوال دیکھنے والے کے اور اس میں ضابطہ مفید ہے سالکوں کے لیے کہ اُوس سے احوال اپنے باطن کا معلوم کر کے اوس کا علاج کریں اور اسی قیاس پر بعضے ارباب تمکین نے کہا ہے کہ جو کلام آنحضرت ﷺ سے خواب میں سنے تو اوس کو سُنتِ قویمہ پر عرض کرے اگر موافق ہے تو حق ہے اور اگر مخالف ہے تو بسبب خلل اوس کے سامعہ کے ہے، پس رؤیا ذاتِ کریمہ آنحضرت ﷺ کا اور اوس چیز کا کہ دیکھی یا سنی جاتی ہے حق ہے اور حقیقت میں تفاوت اور اختلاف کہ ہے تجھ سے ہے، حضرت شیخ علی متقی [۱۰۰] نقل کرتے تھے کہ ایک فقیر نے فقرائے مغرب سے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ اوس کو شراب پینے کے لیے فرماتے ہیں اوس نے واسطے رفع اس اشکال کے علماء سے استفتا کیا کہ حقیقت حال کی کیا ہے؟ ہر ایک عالم نے محل اور تاویل اس کی بیان کی ایک عالم تھے مدینہ شریف میں نہایت متبع سنت کہ اون کو شیخ محمد بن عراق [۱۰۱] کہتے تھے جب وہ استفتا اون کی نظر سے گزرا تو اُوھوں نے فرمایا کہ یوں نہیں ہے جس طرح اوس نے سنا اوس شخص کے سامعہ میں خلل ہے آنحضرت ﷺ نے اوس کو فرمایا: ''لَا تِشْرِبِ الْخَمْرَ،، اوس نے ''لَا تَشْرِبْ،، کو ''اِشْرِبْ،، سنا، انتہیٰ۔

روایت ہے مولوی عزیز احمد صاحب دہلوی [۱۰۲] سے، وہ روایت کرتے ہیں محمد حفیظ دہلوی [۱۰۳] سے یہ بزرگ حضرت کے صحبت یافتہ ہیں، کہا اوھوں نے کہ میری والدہ بیمار تھیں، جب اون کا اخیر وقت آیا تو حضرت کے تشریف فرمائی کا اشتیاق ہوا، مجھ سے استدعا کی جب اصرار بہت ہوا تو بعد نمازِ عصر میں حضرت کو ہمراہ لے کر مکان کو آ رہا تھا، اثنائے راہ میں ارشاد ہوا کہ میاں محمد حفیظ تم مکان کو جلد جاؤ اور اپنی والدہ کی تجہیز و تکفین کی تیاری کرو، ابھی اون کا انتقال ہوا، یہ فرما کر وہیں سے آپ اپنے دولت خانہ کو واپس ہوئے، جب میں مکان کے نزدیک آیا تو رونے کی آواز آئی، اندر جاتے ہی معلوم ہوا کہ انتقال ہو گیا، مستوراتوں سے پوچھا تو کہا کہ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ روح پرواز ہوئی، وہی وقت تھا جو حضرت نے فرمایا تھا۔

روایت ہے مرزا قربان علی بیگ صاحب سالک [۱۰۴] سے، وہ روایت کرتے ہیں حکیم محمد حسن

خان[۱۰۵] سے کہا اونھوں نے کہ آخون صاحب[۱۰۶] نامی ایک بڑے فاضل دہلی میں تھے، اون کو ایسا خیال آیا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کو تو سیر و حدیث میں بڑا ملکہ ہے مگر معقول میں کچھ دستگاہ نہیں، اسی طرح اپنے شاگردوں اور معتقدوں سے بھی کہا کرتے، ایک دن حضرت کے وعظ میں حاضر ہوئے، حسبِ عادت ہزارہا شخص جمع تھے اور بہت لوگ تفسیریں کھولے ہوئے سنا کرتے تھے، اوس روز حضرت نے ''اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ'' کا بیان کیا مگر سب بیان بطور معقول اس دھوم دھام سے کہ سامعین کی عقل اُڑ گئی، آخر کو حُضّار سے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کے کلام کا کوئی حرف حکمت اور فائدے سے خالی نہیں، لاکن اس فقیر کے دل میں اس وقت ایک بات آئی ہے اگر کسی تفسیر میں مذکور یا کسی صاحب کو معلوم ہو تو بیان کریں، یعنی ''اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ'' میں تانیث مقدم اور ''اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَة'' میں مؤخر آنے کا کیا سبب ہوگا؟ جن جن صاحبوں کے پاس تفسیریں تھیں اُنھوں نے کہا کہ کوئی وجہ مسطور نہیں، تب حضرت نے آخون صاحب سے کہا کہ آپ کچھ بیان کیجیے، اون کو اوس وقت اپنے خیال سے نہایت ندامت ہوئی اور کہا کہ میں تو یہ عرض کرتا ہوں کہ اس طرح کا مجھ کو خیال آیا تھا، آپ قصور معاف فرمانا، حضرت نے فرمایا: یہ کچھ قصور نہیں ہے، ایسا ہوا کرتا ہے، حاصل کلام آخون صاحب باعث ہوئے کہ حضرت ہی کچھ فرمائیں، جب آپ نے فرمایا کہ زنا کا استعداد اور خواہش بنسبت مرد کے عورت کو زیادہ ہوتا ہے اور چوری کی جرأت وقوت باعتبار عورت کے مرد کو بہت ہے، اس لیے وہاں تانیث کے تقدیم ہے اور یہاں تذکیر کی' فقط' وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

☆☆☆☆☆

مقالہ سوم

در تعبیر رُویا

رُویا کہتے ہیں خواب کو اور حقیقت خواب کی اہل سنت و جماعت کے نزدیک پیدا کرنا حق تعالیٰ کا ہے دل میں سونے والے کے علوم اور ادراکات کو فرشتے یا شیطان کے ہاتھ پر موافق حقائق اون ادراکات کے یا موافق تعبیرات اون کے جیسے کہ جاگنے والے کے دل میں اور اللہ سبحانہ قادر ہے اوس پر، نہ بیداری اوس کی باعث نہ نیند اوس سے مانع ہے، اور پیدا کرنا اون ادراکات کا سونے والے کے دل میں علامت ہے، دوسرے اُمور پر جو پیش آتے ہیں، بعد اُوس کے کہ تعبیر اوس کی ہے، جیسا کہ ابر دلیل ہے وجود باران پر اور محققین اہل سنت کے پاس یہ ہے کہ شرف انسان کے دل کا دو وجہ سے ہے' ایک از روئے علم کے، دوسرا از روئے قدرت کے، شرح قدرت کی اس موقع سے اجنبی اور دور مگر علم کی وجہ کا بیان ضرور ہے۔

معلوم کرنا چاہیے کہ شرف از روئے علم کے دو طریق پر ہے، ایک علم ظاہری کہ بواسطہ حواسِ خمسہ اور تعلّم کے حاصل ہوتا ہے، یعنی دل کو قوتِ معرفت تمام علوم اور صناعت کی میسر ہے، باوجود اس بات کے کہ دل ایک جزو ہے اور قسمت نہیں قبول کرتا ہے، مگر علوم اوس میں سمائے ہیں اور اوسی قوت سے علومِ شرعیہ اور غیر شرعیہ مانند ہندسہ و ہیئت و حساب و طبابت وغیرہ کے جانتا ہے بلکہ تمام عالم اس میں ہے جیسا کہ راہِ صحرا میں اور قطرہ دریا میں کیونکہ زمین پر ہو کر آسمان کی مساحت کرتا ہے اور مقدار ہر ستارے کی پہچانتا ہے اور مچھلی کو قعر دریا سے اور مرغ کو ہوا سے زمین پر لاتا ہے اور حیوانات زبردست مانند شیر و فیل و شتر و فرس کو اپنا مسخر بناتا ہے، یہ تمام علوم اوس کو ظاہر کی راہ سے حاصل ہوتے ہیں، یعنی بذریعۂ حواس اور تعلّم اور مراد "عَلَّمَ بِالْقَلَمِ"، سے یہی علم ہے، دوسرا علم باطن کہ روزن درونی کی راہ سے حاصل ہوتا ہے، یعنی دل کو روزنِ درونی ملکوتِ آسمان کی طرف مفتوح ہوتا ہے کہ اوس کو عالم روحانی کہتے ہیں، جیسا کہ پانچ دروازے حواس کے بیرونِ دل عالمِ محسوسات کی طرف مفتوح ہیں، جس کو عالم جسمانی کہتے ہیں اور علم ظاہر نسبت علم باطن کے بہت کم ہے، علم باطن اوسی روزنِ درونی سے بے واسطہ تعلیم آدمیوں کے خدائے تعالیٰ کی طرف سے سرفراز ہوتا ہے، علم انبیاء اور صوفیہ کا اسی طریق سے ہے اور مراد "عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ"، سے یہی علم باطن ہے اور دلیل روزنِ درونی پر ایک تو موتِ اصغر ہے جس کو خواب کہتے ہیں، بس مثل دل کی مانند آئینے کے ہے

اور مثل لوح محفوظ کی مانند دوسرے آئینے کے کہ صورتیں تمام موجودات کی اوس میں جلوہ گر ہیں جس طرح کہ صورتیں لوح محفوظ سے اوس دل میں جو محسوسات سے فارغ اور صاف ہووے اور لوح محفوظ سے مناسبت پیدا کرے ظاہر ہوتی ہیں، مگر جب تک کہ محسوسات میں مشغول رہتا ہے تو عالمِ ملکوت سے محجوب ہے اور جب خواب میں راستہ حواس کا بند ہوتا ہے تو روزنِ درونی کھلتا ہے اور معانی متمثل ہوتے ہیں اور کبھی خواب میں لوح محفوظ و عالم ملکوت نظر آتا ہے تا جو چیز کہ آئندہ ہوگی اس کو جانتا ہے جس طرح کہ ہوتی ہے، ظاہر دیکھتا ہے، یا لباس میں مثال کے کہ تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے، خواب میں اگرچہ حواس بند ہوتے ہیں مگر خیال بجائے خود قائم رہتا ہے اِن واسطے اکثر لباس مثالی خیال میں دیکھتا ہے، صریح اور پوشش سے خالی نظر نہیں آتا اور خواب کبھی صادق ہوتا ہے کبھی کاذب، حقیقت اوس کی یوں ہے کہ جب آدمی سوتا ہے تو مملو ہوتا ہے نیند سے مگر روح اوس کی جاتی ہے طرف عرش کے پس جو کہ بیدار نہیں ہوتا ہے تحت عرش ☆ کے تو خواب اوس کا صادق ہوتا ہے اور جو بیدار ہوتا ہے تو کاذب۔

جاننا چاہیے کہ خواب تین قسم پر ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: ''اَلرُّؤْيَا ثَلٰثٌ حَدِيْثُ النَّفْسِ وَتَخْوِيْفُ الشَّيْطَانِ وَبُشْرٰى مِنَ اللّٰهِ،، ایک خیالِ نفس جیسا کہ ایک شخص کوئی کام یا حرفہ کرتا ہے اور وہ از بس اوس کے خیال میں جم رہا ہے تو وہی خواب میں دیکھتا ہے یا عاشق معشوق کے خیال میں رہتا ہے تو اوس کو خواب میں دیکھتا ہے، مثل مشہور ہے جو دل میں بسے وہ سپنے میں دسے۔

اور دوسرا ڈرانا شیطان کا تا غمگین اور مکدر کرے اوس کو بسبب دشمنی کے، جو بنی آدم سے رکھتا ہے، تا وہ بدگمان اور سست ہو، سلوک طریق حق میں اور وہ ڈرانا شیطان کا فعل ہے کہ ساتھ اوس کے آدمی سے کھیلتا ہے، جیسا کہ کسی نے دیکھا کہ اپنا سر کٹ گیا ہے اور اسی قبیل سے ہے احتلام ہونا کہ موجب غسل کا ہوتا ہے اور کبھی سبب فوت نماز اور تاخیر اوس کا وغیر ذلک اسی طرح کے خوابوں کو اضغاث احلام کہتے ہیں،

☆ تذکرۃ الموتی والقبور میں مذکور ہے کہ مؤمنین کے خواب میں عروج کر رہے ہیں عرش تک' مراد عروج ظاہراً مؤمنین کی ارواح ہیں اور اولیاء سے' شیاطین کو انبیاء کے خواب میں دخل نہیں' اون کا خواب داخل وحی ہے اور عروج اولیا کی ارواح کا بالائے آسمان تک ہوتا ہے' اکثر خواب اون کے صادق ہوتے ہیں اور عروج ارواح عوام کا بالائے سماء نہیں ہوتا' اکثر اون کے خواب باطل ہوتے ہیں اور جو خواب اولیا کے زیر سماء دیکھتے ہیں کبھی اون میں خلط شیاطین بھی ہوتا ہے' علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مرد یا عورت جب سوتا ہے تو روح عرش کی طرف صعود کرتی ہے وہاں آسمانوں میں جو کچھ خواب میں دیکھتا ہے تو وہ خواب صادق ہوتا ہے اور جب وہاں سے پھرتا ہے اور آسمان کے نیچے دیکھتی ہے تو شیاطین ہوا میں ملاقات کرتے ہیں اور جھوٹ کہتے ہیں تو وہ خواب کاذب ہوتا ہے۔

یہ دونوں قسمیں لائق اعتبار تعبیر نہیں۔

اور تیسری قسم بشارت دینی اور اعلام کرنا ہے حق کی جانب سے بندے کو کہ بسبب اوس کے خوش اور طلب حق میں چست ہووے اور حُسن ظن اور اُمیدواری رکھے، ایسا خواب قابل تعبیر ہے اور ایسے ہی خوابوں کو مبشرات کہتے ہیں اور یہی خواب جزو ہے اجزائے نبوت سے اور یہ بھی ہے کہ بُرا خواب کسی سے بیان نہ کرے کیونکہ جب وہ قابلِ اعتبار اور تعبیر کے نہیں تو اوس کا کہنا عبث اور لایعنی ہے اگر کہے گا اور سننے والا تعبیر دے گا تو وسواس اور توہّم میں پڑے گا اور تعبیر کو بتقدیر الٰہی وقوع میں خاصیت ہے، اگر کسی نے بحسبِ صورتِ ظاہر بُری تعبیر دی تو ویسی ہی واقع ہوتی ہے، بُرا خواب دیکھے تو پناہ چاہے ساتھ اللہ کے بُرائی سے اوس کے اور بُرائی سے شیطان کے اور تین بار بقصد دفع شیطان بائیں طرف تھکارے اور جس کروٹ پر خواب دیکھا تھا وہ کروٹ بدلے کہ اوس کو تعبیر حال میں بہت تاثیر ہے اور اچھا خواب دیکھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور جس کو دوست رکھتا ہو علما اور صلحا اور اقربا سے اُون کے روبرو تخلیہ میں بیان کرے اور تعبیر کہنے والا پہلے "خَیْرٌ لَّنَا وَشَرٌّ لِّاَعْدَآئِنَا"، کہہ کر اچھی تعبیر دیوے اگر تعبیر دینے والا اوس فن کا علم نہیں جانتا اور اچھی تعبیر نہیں دی تو دوسرے سے بھی پوچھنا درست ہے اور یہ بھی معلوم رہے کہ تعبیر خواب کی مختلف ہوتی ہے، ساتھ اختلاف دیکھنے والے کے۔

مثلاً اگر تاجر دیکھے خواب میں کہ اسباب کشتی پر رکھ کر بیٹھا ہے اور ہوا موافق چلتی ہے تو علامت سلامتی کی ہے، اور نفع تجارت کا ہے اور اگر یہی خواب کوئی سالک سالکانِ طریقت سے دیکھے تو علامت اتباع شرع شریف کی اور پہونچنے کی مقام حقیقت میں ہے اور اسی طرح تعبیر دینے والے کے اختلاف سے بھی مختلف ہوتی ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت آنحضرت ﷺ کی خدمت شریف میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرا شوہر غائب ہو گیا ہے اور مجھ کو حاملہ چھوڑا ہے، خواب میں دیکھتی ہوں کہ ستون مکان کا ٹوٹا ہے اور میں لڑکا احول چشم جنی ہوں، حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ تیرا شوہر صحیح وتندرست پلٹ کر آئے گا اور تو لڑکا نیک بخت جنے گی، دوبارہ وہ عورت پھر آئی اور آنحضرت ﷺ کو مکان میں نہ پائی اور میں نے اوس سے اوس کے خواب کا قصہ پوچھا اوس نے بیان کیا میں نے تعبیر کہی اگر تیرا یہ خواب راست ہے تو تیرا شوہر مر جائے گا اور تو لڑکا بدکار جنے گی، پس وہ عورت بیٹھی اور رونے لگی، پس آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہو کر فرمایا کہ اے عائشہ! چپ رہ اور

ایسا نہ کہہ، جب تعبیر کرے مسلمان کے خواب کی تو اچھی تعبیر کر کیونکہ خواب تعبیر کے موافق واقع ہوتا ہے،☆ یہ خلاصہ ہے بعض مقامات مظاہر حق[۱] اور جواہر الحقائق[۲] اور مدارج النبوۃ[۳] کا، یہ بھی معلوم رہے کہ کبھی تعبیر میں توارُد بھی ہوتا ہے۔

بعضے اپنے بزرگوں سے معلوم ہوا کہ خواب چار طور پر ہوتا ہے، کبھی بارادۂ رائی اور کبھی بارادۂ مرئی اور گاہے بارادۂ ہر دو اور گاہ بغیر ارادے، اون دونوں کے ہوتا ہے اور خدائے تعالیٰ ہر صورت پر قادر مطلق ہے، جیسا چاہتا ہے ویسا دکھلاتا ہے، شرح خواب کی اگرچہ بہت بسیط وطویل ہے مگر یہ مختصر بھی کچھ لطف سے خالی نہیں، اس فصل کی تعبیرات کی وجہ مناسبت حسب ایمائے نواب مُعلّٰی القاب فضائل پناہ دریائے صدق وصفا کے بہادر نواب میر محبوب علی خان بہادر المعروف بہ دولہ پادشاہ[۴] اقربائے والی دکن سلمہ اللہ ذوالمنن کے جوفن تعبیر میں فرید الدہر اور وحید العصر ہیں درج کی گئی، تا ناظرین کو اس فن میں خدا چاہے تو کچھ مناسبت پیدا ہو اور حضرت پیر ومرشد قدس سرہٗ کا پایگاہ رفیع اور صفائے باطن اور وہبِ الٰہی ہویدا ہو اور مناسبت مُعبّر خوب بیان کرتا ہے کیونکہ وہ رائی کے حال سے خوب واقف ہوسکتا ہے، بخلاف دوسرے شخص کے اور بعد زمانہ دراز کے برین ہم یہ بیان بیگانہ نہیں۔

روایت ہے مولوی حمایت اللہ دہلوی[۵] سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے اوستاد مولانا یعقوب علیہ الرحمۃ سے، کہا اُنھوں نے کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ قرآن اوس کا مٹی ہو گیا ہے، حضرت سے تعبیر پوچھی تو فرمایا: افسوس ہے کہ چراغ ہند گل ہونے والا ہے، اوس کے تین روز کے بعد حضرت کی وفات ہوئی۔

وجہ مناسبت قرآن شریف کو چراغ سے نہایت مناسبت ہے کیونکہ قرآن شریف اپنے انوار ہدایت کے سبب ظلماتِ ضلالت سے بچاتا ہے اور چراغ تاریکی میں راستہ دکھلاتا ہے، چراغ سراپا نور ہے اور قرآن مجید بھی نور،[۶] نام بھی اس کا نور ہے اور عالم کی مناسبت تو چراغ سے روشن ہے اور جناب مولانا صاحب قدس سرہٗ کی ذات مکرم چراغ ہند تو کیا بلکہ چراغ عالم تھی اور مٹی ہونا دلالت کرتا ہے فنا ہونے پر۔

☆ یعنی وہ عورت بار دیگر حضرت ﷺ کے دولت سرا پر معلوم نہیں کہ کس کام کے واسطے آئی تھی تو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے اوس سے پہلے ہی خواب کا قصہ پوچھا تو اوس نے فقط خواب سوائے تعبیر آنحضرت ﷺ کے بیان کیا تو حضرت بی بی نے اوس کو اس طرح فرمایا' واللہ اعلم۔

روایت ہے حافظ حاجی قاری محمد کریم بخش دہلوی [۷] سے، وہ روایت کرتے ہیں مولوی عبداللہ رام پوری [۸] سے، کہا اُنھوں نے کہ ایک شخص نے خواب دیکھا کہ اوس کی عورت کی شرمگاہ پر ہاتھی لڑ رہے ہیں، حضرت سے تعبیر پوچھی تو فرمایا کہ وہ عورت قینچی سے پاکی لیتی ہے، بعد دریافت کے ویسا ہی ظاہر ہوا۔

مناسبت فن تعبیر میں ہر علم کی معلومات اور انتقال ذہن کو بہت دخل ہے، جاننا چاہیے کہ ہاتھی اور لوہے کو اہل تنجیم کے پاس مناسبت اور دونوں کا علاقہ زحل سے ہے اور ہاتھیوں کی ٹکر میں جو چیز آتی ہے وہ فنا ہو جاتی ہے، ہاتھیوں کا لڑنا محلِ شرمگاہ پر مقتضی ہے کوئی چیز کے فنا کرنے کا، اوس محل سے ایسی شی سے جو ہاتھیوں سے مناسبت رکھتی ہو وہ وجہ قینچی میں ظاہر ہے۔

ایضاً ایک شخص نے خواب دیکھا کہ تلوں میں سے تیل ٹپکتا ہے پھر وُہی تل تیل پی جاتے ہیں، حضرت سے تعبیر چاہی، آپ نے فرمایا کہ تیرے نکاح میں تیری ماں ہے، بعد تفحص حقیقت کے ظاہر ہوا کہ وہ اوس کی حقیقی ماں تھی، اس تعبیر میں توارُد ہوا ہے کیونکہ ایسی ہی تعبیر اسی طرح کے خواب کی حضرت خیر التابعین امام المُعبّرین ابن سیرین [۹] رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، چنانچہ فوائد الفواد [۱۰] میں لکھا ہے، مناسبت تیل جیسا تل کا نتیجہ ہے ویسا ہی بیٹا بھی نتیجہ ہے، ماں کا اور منی خلاصہ ہے تمام جسم کا، تلوں کے تیل پیجانے پر لڑکے کی منی کا رجوع کرنا، شکم مادر میں دلالت کرتا ہے۔

روایت ہے قادر محی الدین صاحب مدراسی [۱۱] سے، وہ روایت کرتے ہیں مولوی محمد عثمان [۱۲] سے، کہا اونھوں نے کہ ایک شخص خواب دیکھ کر روتا اُوٹھا، کسی سے بیان نہیں کرتا کوئی پوچھتا تو کہتا کہ اگر تم سنو گے تو مجھے مار ڈالو گے، حاصل کلام حضرت نے اوس سے بہ تسلی تمام پوچھا اوس نے کہا کہ میں خواب میں قرآن شریف پر پیشاب کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: یہ تو بہت اچھا خواب ہے، تمہیں لڑکا پیدا ہوگا اور وہ حافظ کلام اللہ ہوگا، خدائے تعالیٰ کے فضل سے ویسا ہی ہوا' مناسبت بیٹا باپ کا پیشاب ہے کیونکہ نسل کی اصل وہی ہے اور پیشاب میں پانی کے اوصاف ہیں، جب پانی حرفوں پر گرتا ہے تو حرفوں کو اپنے میں لے لیتا ہے، اسی طرح اصلِ نسل کا حرفوں کو اپنے میں لے لینا گویا قرآن کو لینا ہے۔

روایت ہے مولوی مؤید الدین خان [۱۳] صاحب مرحوم ابن مولوی رشید الدین خان علیہ الرحمۃ سے، کہا اونھوں نے کہ ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ یا حضرت! میں نے خواب دیکھا ہے ارشاد ہوا کہ کہو کیا ہے؟ اوس نے بیان کیا کہ میں جنت میں گیا ہوں، وہاں ایک جائے خاص

میرے لیے ہے، دوسرے کے اوس میں دخل نہیں، اوس جائے میں آنبہ کے پانچ درخت ہیں، اُون سے آنبہ ٹپکتے ہیں، میں کھاتا ہوں ارشاد ہوا کہ یہ خواب تمہارا دیکھا ہوانہیں ہے، کسی شیعہ کا ہے اور شیعہ بھی اس شہر میں ایسا کوئی نہیں مگر فلاں شخص اور اوس کا نام فرمایا اور کہا کہ شیعوں کے مذہب کی ایک کتاب ہے درود وظیفہ کی اُوس میں ایسا لکھا ہے کہ جو شخص بعد فرض و سنت مغرب کے پانچ دوگانے ہمیشہ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اوس کے بدلے میں جنت میں ایک خاص جائے عطا کرے گا وہاں پانچ درخت ہوں گے اوس کا میوہ اوس کو ملے گا' وہ شخص اوس کا عامل ہے، سبحان اللہ! یہی بات تھی جس نے خواب دیکھا تھا وہ شیعہ تھا اور پانچ دوگانے ہمیشہ بعد مغرب کے پڑھا کرتا تھا، حجاب سے حاضر نہ ہو کر حضرت کے کسی خادم کی زبانی تعبیر پوچھوائی تھی، مناسبت یہ فقط جناب مولانا صاحب قدس سرہ کی معلومات ہے۔

ایضاً کہا اُنھوں نے کہ ایک بڑے فاضل نے خواب دیکھا، اوس کا نام بھی کہا تھا، مگر راقم کو یاد نہ رہا کہ کالا ناگ اوس کے دونوں شانوں میں ڈس رہا ہے، صبح کو حضرت سے تعبیر پوچھی، فرمایا: تمہارے پیراہن پر اوسی مقام میں شراب کی بوند گری ہے، جلد دھو ڈالو، اوس نے سنتے ہی نشۂ تعجب سے مست ہو کر حسبِ ارشاد پیراہن دھو ڈالا' اوس کو تجسس رہی کی الٰہی شراب کیسے گری ہو گی؟ بعد غورِ بسیار اور تفکرِ بیشمار معلوم ہوا کہ شب کو فلاں انگریزی منشی کے ملاقات کا اتفاق ہوا تھا اور تو کہیں گیا نہ آیا یہ نہیں معلوم کہ وہاں شراب کدھر سے آئی اور کیسے گری اوس منشی کے خدمتگار سے ایک طور کے دریافت کرنے میں کہا کہ ہاں شب کو فلانے وقت منشی صاحب کے ملاقات کو فلاں فاضل آیا تھا چونکہ وہ فاضل مشہور اور جلیل القدر تھا اس لیے منشی جی نے برملا شراب نہ پی، دیر تک اُون کے جانے کا انتظار کر کے مجھ سے باشارہ کہا، تو میں نے پانی کے گلاس میں اوس فاضل کی پشت پر سے اوس کو شراب دی تھی، اُوس وقت البتہ کوئی بوند گری ہو گی' مناسبت اکثر معبرون نے کالا سانپ شراب کو قرار دیا ہے کیونکہ شراب اور سانپ کا زہر دونوں نشہ ہوتا ہے، جیسے سانپ کے زہر سے خوف جان کا ہے ویسا ہی شراب سے ضرر ایمان کا۔

روایت ہے شاہ میر علی شاہ صوفی [۱۴] سے، وہ روایت کرتے ہیں حکیم باقر علی خان دہلوی [۱۵] سے، کہا اُنھوں نے کہ جب میرا قصد اپنے داماد کو ہمراہ لے کر حیدرآباد آنے کا ہوا تو میرے سمدھی نے داماد کو اجازت نہ دی اُور کہا کہ خواب میں ایک باغ دیکھا ہے اوس باغ میں پتھر کی ٹانکی ہے، میں اوس میں تین زینے کھود کر اُترا ہوں اور تین ہی چلّو اوس میں سے پانی پیا ہوں، میں نے اوس کے خواب کی

حضرت سے تعبیر پوچھی تو فرمایا: تیرا ارادہ حیدرآباد کو جانے کا ہے، اپنے داماد کو ساتھ لے کر جا تین مہینے کے بعد تیرا سمدھی مر جائے گا، ویسا ہی ہوا، میں داماد کو لے کر چندولعل [۱۶] کے وقت میں یہاں آیا، مناسبت پانی اکثر زندگی کا سبب ہوتا ہے اس واسطے پانی سے حیات مراد لیتے ہیں اور زینے کھود کر اوترنا زوالِ عمر پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ چڑھنا ترقی پر اور تین چلّو تین مقدار حیاتِ باقیہ سے اشارہ ہے، اسی طرح تین زینے بھی اور تقرر تین ماہ کا حالات رائی اور علم معبّر سے متعلق ہے۔

کمالات عزیزی میں لکھا [۱۷] ہے کہ ایک شخص نہایت پُر ملال آثار غم کے اوس کے بشرہ سے ظاہر تھے، حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ یا حضرت آج کی شب میں نے اپنے کو اپنی والدہ سے ہم بستر ہوتے دیکھا، پس اوس وقت سے گویا زندہ درگور ہوں، غور کرتا ہوں مگر خیال میں نہیں آتا کہ آیا مجھ سے ایسا کوئی گناہِ عظیم واقع ہوا جو ایسا واقعہ کہ خدا دشمن کو بھی نہ دکھلائے مجھے نظر آیا، جناب مولانا نے فرمایا کہ دریافت کرو شاید تمہاری بی بی نے کلام اللہ گرو کر کے مہاجن کو سود دیا ہے، بعد دریافت انفکاک کلام اللہ کر کے آئندہ ایسے اُمور سے احتراز کرنا، آخر الامر دریافت کیا تو ویسا ہی واقع ہوا تھا۔

مناسبت قرآن شریف کو ماں کے ساتھ بہت مناسب ہے کیونکہ ماں اپنے بیٹے کے نفع وضرر کی بہت خبر رکھتی ہے، اسی طرح قرآن مجید بھی نفع وضرر سے خبر دیتا ہے اور نام بھی اُوس کا اُم الکتاب ہے اور ایسی حرکت کا محل جو جورو تھی، اوس سے یہ حرکت واقع ہوئی تھی اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ سود لینا اور دینا گویا ماں سے جماع کرنا ہے۔

ایضاً ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا حضرت مجھے خواب میں نظر آتا ہے کہ مشرق سے ماہتاب مثال ہلال نمودار [۱۸] ہو کر وسط آسمان کی طرف آتا ہے اور جیسا جیسا بلند ہوتا ہے کمال پاتا ہے اور وسط آسمان پر پہونچ کر بدر کامل ہو جاتا ہے اور پھر درمیان سے ٹوٹ کر دو ہلال ہو کر اوسی اپنی اول مشرقی طرف بسرعت تمام جا کر غروب ہو جاتا ہے، آپ اس راز کو مجھ پر ظاہر فرمائیں کہ میں توہُمات باطلہ سے رہائی پاؤں، یا کسی لطیفہ غیبی کا امیدوار ہو جاؤں، آپ نے فرمایا کہ تیری وابستہ کو حمل سہ ماہہ تھا آج آخر شب کو وہ ساقط ہو گیا، اُوس شخص کو نہایت تامل ہوا کہ میری زوجہ کو ہرگز حمل نہ تھا بلکہ لوگوں کو تو اوس کے عقر پر اتفاق ہے، یہ جناب مولانا صاحب کا فرمانا ہے اور حکمائے وقت کا قول کیونکر لغو جانوں کہ ہر ایک اون میں افلاطونِ آفاق ہے، جن کا میری زوجہ کے عقر پر اتفاق ہے اور حضرت کے ارشاد کو

کس طرح جھوٹ کہوں کہ خوف سوءِ عقیدت اور باعثِ خلع بیعت کا ہوگا، لاچار متفکر ہو کر اُٹھا اور مکان کو جا کر دریافت کیا تو حضرت ہی کا ارشاد بجا تھا۔ مناسبت ہلال کا بدر ہونا مناسب ہے اولاد سے اور بدر کامل جس کو قمر کہتے ہیں مراد ہے ماں سے، جیسا کہ سورۂ یوسف میں فرمایا ہے ''وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ،، ہلال کا بدر ہو کر پھر ٹوٹنا اوس کے نقصان اور اسقاط کی دلیل ہے اور تین ماہ نطفہ ممیّز ہوتا ہے بحیثیت ذکورت و اُنوثت یہ اشارہ ہے بدر کامل سے، واللہ اعلم۔

روایت ہے مولوی محمد عنایت علی سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد مولوی محمد کرامت علی مرحوم دہلوی موسوی [۱۹] سے، کہا اونھوں نے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا کہ حضرت میں نے خواب میں ایک بڑا درخت زمین مع بیخ اوکھڑتے دیکھا ہے، آپ نے فرمایا کہ کوئی بڑا عالم یا مشایخ اس جہان سے نقل کرے گا اور اس کے ایک ماہ کے بعد مولانا رفیع الدین صاحب قدس سرہٗ جو حضرت کے برادرِ خُرد تھے اون کا انتقال ہوا، مناسبت درخت کو عالم کے ساتھ بہت مشابہت ہے کہ اوس کے سایے اور ثمر اور چوب وغیرہ سے بہت نفع ہوتا ہے، اسی طرح عالم کی ذات بھی سراپا منفعت ہے اور بیخ سے اوکھڑنا صریح اوس کے فنا ہونے پر دلیل ہے اور اوّل کے معبر درخت کو نبی سے تعبیر کیے ہیں چونکہ اب زمانہ نبوت کا نہیں رہا اس واسطے عالم عامل سے کہ وہ نایب اور قائم مقام نبی کا بمجوائے العلماء ورثة الانبیاء کے ہے، مراد لیتے ہیں اور مولانا رفیع الدین صاحب قدس سرہٗ بڑے عالم عامل اور عارفِ کامل تھے۔

روایت ہے جناب مولوی حاجی حسن رضا صاحب [۲۰] سلمہ اللہ تعالیٰ سے، کہا اونھوں نے کہ ایک میرا بھائی تھا حسن علی [۲۱] نامی جب وہ دہلی کو گیا تو حضرت کی خدمت سے مشرف ہو کر عرض کیا کہ یا حضرت خواب میں کسی شخص نے مجھے ایک انگوٹھی دی ہے، آپ نے تعبیر فرمائی کہ تیری جلدی شادی ہوگئی اوسی عرصے میں وہ وطن کو آیا اور اوس کی شادی ہوئی۔ مناسبت انگوٹھی کا لینا زوجہ کے ملنے کی تعبیر ہے، لطف مناسبت اس کا بے نظیر ہے، تصریح کی ضرورت نہیں۔

روایت ہے جناب مولوی سید ہاشم صاحب دہلوی [۲۲] سے، وہ روایت کرتے ہیں حکیم آغا جان [۲۳] سے، جو مرید اور شاگرد حضرت کا تھا، کہا اوس نے کہ ایک شخص نے عرض کی کہ یا حضرت میں نے خواب میں اپنی کمر سے خون بہتے دیکھا ہے، تعبیر فرمایئے کہا تو حرام کرتا ہے، مناسبت خون بذاتہ حرام اور اوس کا نکلنا تقرب الی اللہ کی چیزوں کو جیسے نماز اور سجدہ وغیرہ حرام کرتا ہے اور حرکت فعل حرام کی بھی کمر سے

تعلق رکھتی ہے۔

ایضاً کہا اُونھوں نے کہ میں نے حضرت کے مدرسے میں کسی شخص سے سنا ہے کہ ایک شخص نے کہا: یا حضرت! مجھ کو خواب میں آپ نے دو روپے دیئے ہیں، حضرت نے اوس شخص کے دو روپے جیب سے نکال کر عنایت کیے یہی اوس کی تعبیر تھی' مناسبت اس تعبیر میں رعایت رائی کے حال کی اور اتباعِ سنت حضرت رسول بیمثال علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے' حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ حضرت کی پیشانی مبارک پر سجدہ کیا ہے' تعبیر پوچھی تو حضرت نے فرمایا کہ رات کر اپنا خواب' پس اوس شخص نے پیشانی مقدس پر سجدہ کیا۔

روایت ہے مولوی محمد مؤید الدین خان [۲۴] مرحوم دہلوی سے، کہا اُونھوں نے کہ ایک شخص نے عرض کی: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آفتاب میرے مکان کے روشندان میں آیا ہے اور اوس کی تمام کرن جھڑ گئی ہے، حضرت نے تعبیر فرمائی کہ جلد جاؤ دیکھو تمہارے مکان کے طاقچے میں قرآن شریف رکھا ہے اور دیمک اوس کا تمام حاشیہ کھا گئی ہے اوس کو جھٹکو اوس نے مکان میں آکر دیکھا تو ویسا ہی تھا کہ سردی سے دیمک تمام جزدان کھا کر حاشیہ کھا گئی ہے، مناسبت آفتاب کی قرآن شریف سے مشابہہ ہونے کی تو وجہ اظہر من الشمس ہے اور مُعبّروں نے پادشاہ سے بھی مراد لی ہے، کرن اور پر دونوں اوس کا حاشیہ ہیں۔

روایت ہے حاجی محمد حسین صاحب سہارن پوری [۲۵] سے، وہ روایت کرتے ہیں کسی مردِ ثقہ سے، کہا اوس نے کہ سید ابراہیم حسین [۲۶] نامی شیعہ مذہب زمیندار قصبۂ بڈولی ضلع مظفر نگر نے خواب دیکھا کہ اوس کے پاخانے کی جائے سے بچہ پیدا ہوا ہے، حضرت سے تعبیر پوچھی، تو فرمایا کہ تقدیر برالٰہی میں کچھ تدبیر نہیں، تم مقید ہو جاؤ گے، مناسبت اس تعبیر میں متابعت ہے، حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی کہ حضرت امام نے اس طرح کے خواب کی ایسی ہی تعبیر قرار دی ہے اور وجہ عقلی یہ ہے کہ بچہ غیر محل سے پیدا ہوا غیر محل سے کسی چیز کا ظہور کسی حادثے پر دلالت کرتا ہے اور شکم کو محبس سے مناسبت و مشابہت تام ہے۔ مصرع

شکم زندانِ باد است ای خرد مند

اور بچے کا پیدا ہونا تو قید سے رہا ہونا ہے مگر حضرت مولانا صاحب قدس سرہٗ نے جو قید ہونے کی

تعبیر فرمائی سواس میں کمال نزاکت ہے کیونکہ جب تک قید نہ ہوگا تو رہا کیسا ہوگا۔

روایت ہے مولوی حافظ محمد ابراہیم ؒ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے، وہ روایت کرتے ہیں کسی مردِ ثقہ سے، کہا اوس نے کہ ایک شخص نے سہارن پور سے، حضرت کو عریضہ لکھا کہ میں خواب دیکھا ہوں میرے پاس ابلق ہٹنی ہے، اوس کا گوشت باز کھا رہا ہے، مجھ کو بہت فکر ہے، اس کی تعبیر آپ فرمائیے اور جو کچھ تدبیر ارشاد ہوگی ویسا عمل کروں گا، حضرت نے جواب میں لکھا کہ تمہارے مکان میں تمہارا سالا بہت دخیل ہے اور تمہاری عورت نے جو بدکاری سے توبہ کی ہے سو وہ توبہ نصوح نہیں ہے، اوس کو توبہ پر قائم کرنا اور سالے کو آمد و رفت سے باز رکھنا' مناسبت اہل تعبیر ہٹنی سے مراد عورت اور باز سے مراد جورو کے اہل قرابت لیتے ہیں اگر کوئی قرابت والا نہ ہو تو جورو قرار دیتے ہیں اور ابلق رنگ یعنی سفید و سیاہ دلالت کرتا ہے توبہ اور معصیت کے جمع ہونے پر، جیسا نرا سفید رنگ صلاح و تقویٰ پر دال ہے اور گوشت کھانا مراد ہے اوس کی برائی سے، جیسے غیبت اور دیُوثی غیبت کے حق میں حق تعالیٰ جل شانہٗ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے: ''وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا،، اور اوس کے ضمناً زنا بھی نکلتا ہے، یہ مُعبّر کی نہایت ذکاوت ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے: ''اَلْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا،، اور قرابت سے عورت کے سالے کا قرار داد، یہ حضرت کے علم پر موقوف ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبِ ۔

☆☆☆☆☆

مقالہ چہارم

دراجوبۂ اسولہ

کمالات عزیزی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے ایک تصویر پیش کی اور کہا: یہ تصویر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے، اس کو کیا کیجیے؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل فرمایا ہے، اس تصویر کو بھی غسل دیجیے۔

ایضاً عشرۂ محرم کو حضرت مولانا صاحب قدس سرہٗ درس فرمایا کرتے تھے، ہزار ہا آدمی جمع ہوتے اور اہل تشیع کے وہاں بھی اوس وقت کتاب اور مرثیہ بند ہو جاتا تھا، ایک شخص نے سوال کیا کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام اور یزید پلید کا مقابلہ تھا تو حق تبارک وتعالیٰ کس کی طرف تھا؟ حضرت نے جواب دیا کہ میزان عدل میں تول رہا تھا، یہاں تک کہ صبر حضرت امام علیہ السلام کا اوس مردود کے ظلم پر غالب آیا، للہ درالمجیب۔

روایت ہے حاجی مولوی حمایت اللہ صاحب دہلوی[1] سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے اوستاد حضرت مولانا یعقوب علیہ الرحمۃ سے، کہا اونھوں نے کہ ایک انگریز واسطے مقابلۂ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ کے دہلی میں آیا اور اوس انگریز کو علوم عربی و فارسی میں نہایت بہرہ تھا کہ سات سال مکہ معظّمہ میں امامت کی تھی، حضرت جامع مسجد میں وعظ فرمارہے تھے، اوس نے عرض کی کہ قرآن کو بند کیجیے اور میرے سوال کا جواب دیجیے[2] آپ نے فرمایا: کہو کیا سوال ہے؟ اوس نے قوتِ علمی سے ایک بیت بنا کر کہی ۔

کسے بگفت کہ عیسیٰ ز مصطفےٰ اعلیٰ است
کہ این بزیرِ زمین دفن وآن باوجِ سما است

اور کہا کہ اس شعر سے تفوّق وتعلّی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظاہر ہے کیونکہ وہ باوجِ افلاک ہیں اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحتِ خاک، حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ نے جواب میں فرمایا ۔

بگفتمش کہ نااین حجت قوی باشد
حباب بر سر آب و گہر تۂ دریا ست

کہ عیسیٰ علیہ السلام عالم میں بمنزلۂ حباب ہیں اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ جولُبّ لباب عالم ہیں مانند گوہرِ نایاب ہیں وہ انگریز سنتے ہی فوراً مسلمان ہوا۔

ایضاً مولانا یعقوب صاحب نے فرمایا کہ ایک طالب علم نے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ سے سوال کیا کہ حضرت خواجہ حافظ شیراز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جو شعر ہے ۔

بمی سجادہ رنگین کن گرت پیرِ مغان گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسمِ منزلہا

اس کا مطلب معلوم نہیں ہوتا' فرمائیے' فدوی کو سمجھائیے:

حضرت نے کہا کہ اس وقت اس کا مطلب تمہاری سمجھ میں نہ آئے گا، چار دن کے بعد کہوں گا، بعد ازاں ایک بوڑھی بیسوا نے آ کر کہی کہ یا حضرت! میرے مکان میں کوئی بسنے نہیں آتا ہے، آپ کچھ دعا کیجیے تا کوئی آوے، آپ نے فرمایا: اچھا دعا کریں گے، شب کو کوئی اوس کے گھر نہ آیا، فجر کو وہ بیسوا پھر آئی اور عرض کی کہ حضرت آپ تو اس وقت کے شیخ المشائخ ہیں، کیسی دعا کی کہ کچھ بھی اثر نہ ہوا، شاید دل سے دعا نہیں کی، اوس کو فرمایا کہ اچھا جا آج دل سے دعا کریں گے، وہ روانہ ہوئی ایک شخص سے کہا کہ اس کے محلے میں جا کر دریافت کرو کہ اس کے مکان میں کوئی کیوں نہیں آتا ہے؟ دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ نہایت گراں فروش ہے، یعنی اوس کے یہاں ایک نُوچی تھی وہ اوس کی خرچی بہت کہتی تھی، اوس شخص نے آ کر وہ حقیقت عرض کی، آپ نے فرمایا: خیر معلوم ہوا، سو روپے اپنے توشکخانہ سے منگوا کر اوس طالب علم کو جس نے حافظ شیراز علیہ الرحمۃ کے شعر کا مطلب پوچھا تھا کہا کہ یہ روپے آج شب کو اوس بیسوا کے یہاں لے جانا اور اوس کی نُوچی سے ہم بستر ہو کے آنا، وہ طالب علم پرہیزگار تقویٰ شعار بہت حیران و پریشان ہوا، فرمایا کہ ضرور جایئے گا، جو کہا ہون بجالایئے گا، اوس شخص نے بمصداق "اَلْاَمْرُ فَوْقُ الْاَدَبِ"، کے شب کو روپے لے جا کر اوس بیسوا کو دیے اور کہا کہ میں نماز کا پابند ہوں، میرے لیے اوّل وضو کو پانی رکھنا، مصلّی بچھانا بعد معشوقہ کو سیج پر لے جانا، اوس نے ویسا ہی کی، طالب علم کو اپنی نماز و وظیفہ میں دل لگی ہوئی، معشوقہ سیج پر سو رہی، جب درود و وظیفے سے فراغ پایا تو معشوقہ کو سوتے دیکھا، دل میں کہا کہ الٰہی رات یوں ہی جلد کٹ جائے تا اس بلا سے نجات پاؤں، صبح ہوئی بیسوار نے کہا کہ میاں آپ نے تمام رات درود و اوراد میں کاٹی یا معشوقہ کی مراد بھی برلائے،

جواب دیا کہ اوسے خواب راحت میں دیکھا جگانا مناسب نہ جانا، یہ کہہ کے روانہ ہوا، پھر اوس بیسوا نے حضرت کی خدمت کرامت منزلت میں آئی اور عرض کی کہ شب کو حضرت کی دعا سے روپے تو بہت ملے مگر مدعا حصول نہ ہوا، حضرت نے فرمایا کہ تُو جا آج تیرا مدعا حاصل ہوگا، پھر اوس طالب علم کو سو روپے دیئے، فرمایا کہ آج شب کو ضرور جانا اور ہم صحبت ہو آنا، اوس نے ویسا ہی حیران و سرگرداں روپے لے کر اوس کے مکان میں آیا اور اوس کو دیئے موافق شب گذشتہ کے اوس نے سیج سنواری اور مُصلّٰی اور وضو کا آفتابہ رکھ دی، طالب علم نماز سے فارغ ہوکر اوراد میں مشغول رہا، بعد دو پہر شب کے سیج پر رونے کی آواز آئی، گھبرایا کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے؟ معشوقہ سے رونے کا سبب پوچھا، اوس نے کہی کہ آج میری عصمت کا خدا ہی نگہبان ہے، کیونکہ اس بیسوا نے دوبارتم سے روپے لی ہے، کل تو میں سو رہی تھی، معلوم نہیں کہ تمہیں کیا سبب تھا اور آج مجھ کو عصمت کا خوف ہے، اُوس نے کہا: بیان تو کر کیا حال ہے؟ تو رنڈی کسبی تجھ کو عصمت سے کیا علاقہ ہے؟ اوس نے کہی: نہیں! میری سرگذشت یوں ہے کہ میں ایک اشراف ذی مقدور فلانے بستی والے کی لڑکی ہوں، میرے باپ نے ایک دلّی والے شریف و نجیب سے شادی کر کے برأت کو رخصت کیے، راستے میں رہزنوں نے تمام برأت لوٹ لی اور براتیوں کو زخمی کیے، سب لوگ اور دُولہ فرار ہوئے، معلوم نہیں کہ کیا ہوئے، کدھر کو گئے، اُون رہزنوں نے میرا تمام زر و زیور اُوتار لیا اور یہاں لاکر اس بیسوار کے ہاتھ بیچ ڈالا، طالب علم نے دولہ کا نام پوچھا اوس نے بتلایا، اوس کے باپ کا نام دریافت کیا، وہ بھی برابر کہا، جب طالب علم نے اوس سے کہا کہ وہ دولہ میں ہوں یہ واقعہ مجھ پر ہوا تھا، دونوں کو اس اظہارِ حال سے نہایت خوشی ہوئی اور اطمینان حاصل ہوا، وہ طالب علم بخوشی تمام وہاں رہا اور ہم بستر ہوا، صبح کو جب حضرت کی خدمت میں آیا تو حضرت مدرسے میں رونق افزا تھے، دور سے دیکھتے ہی مسکرا کر فرمایا کہ کیوں صاحب آپ نے

بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ ورسم منزلہا

کا مطلب سمجھا؟ حُضّار کو اس کرامت سے نہایت حیرت ہوئی، سبحان اللہ! اولیاء اللہ کی ایسی ہی شان ہے، خدائے تعالیٰ جب کبھی چاہتا ہے تو اُنھیں عالمِ غیب دکھلاتا ہے، یہ بھی جاننا چاہیے کہ اولیاء کے اختیار میں نہیں کہ جب چاہیں دیکھ لیں۔

چنانچہ سیّد الکاملین شیخ الواصلین حضرت مولائی مرشدی سید شاہ محی الدین قادری ویلوری مدنی[۵] قدس اللہ سرہٗ نے کتاب فصل الخطاب فی الفرق بین الخطاء والصواب[۶] میں لکھا ہے کہ:

ظهور صور مکشوفه در قابوی مکاشف نیست بلکه بارادۂ الٰهی است۔

روایت ہے حافظ حاجی قاری محمد کریم بخش دہلوی[۷] سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے اوستاد حضرت مولانا یعقوب علیہ الرحمۃ سے، کہ کہا مولانا نے ایک دن ایک شخص پہاڑی مسلمان بارادۂ امتحان حضرت شاہ صاحب کی خدمت بابرکت میں آیا، حضرت اوس وقت ٹہل رہے تھے، چند لفظ پڑھے اور عرض کی کہ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں، وہ شخص واپس چلا، اوسی وقت حضرت نے اپنے خادم خدا بخش کو کہا کہ اوس شخص کو بلالو، اوس نے بلایا، وہ حاضر ہوا، فرمایا کہ یہ منتر ہے بواسیر کا، پہاڑی زبان میں اوس نے عرض کی کہ یہ تو صرف حضرت کی کرامت ہے کیونکہ میں نے بہت ملک پھرے ایران گیا، توران گیا، بخارا گیا، عرب گیا، وہاں کے تمام لوگوں سے دریافت کیا کسی نے نہ کہا، سبحان اللہ! کیا معاملہ ہے؟ الفاظ کی ارواح حاضر تھی یا الہام الٰہی تھا، مصرع

چون از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت

روایت ہے ایک شاگرد سے، مولوی محمد کرامت علی موسوی دہلوی[۸] رحمۃ اللہ علیہ کے، مولوی کرامت علی صاحب شاگرد ہیں حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کے، بے واسطہ اور باواسطہ کہا، اونھوں نے کہ ایک شخص نے عرض کی کہ یا حضرت! مجھ کو کسی نے ایک دعا بتلائی تھی، وہ میں بالکل بھول گیا ہوں، آپ بتلانا، فرمایا: کس زبان میں کس کام کی تھی؟ اوس نے عرض کیا کہ مجھے کچھ یاد نہیں، اوسکو فرمایا: اس وقت تو مزاج حاضر نہیں ہے، وہ چلا گیا بعد تھوڑے عرصے کے اوس کو بلوا کر تمام دعا جو اوس کو یاد نہ تھی سنادی، وہ شخص فوراً سنتے ہی قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ یہ تو صرف حضرت کی کرامت ہے، ارشاد ہوا کہ یہ کرامت نہیں فقط میرا کسب اور محنت ہے، جو میرے والد ماجد نے مجھ سے تسخیر ارواح الفاظ و معانی کروائی تھی اور یہ ماجرا اوس ایام میں تھا کہ جن روزوں حضرت بسبب قصور ہضم کے دو یا تین تولے غذا اور اوسی قدر نمک سلیمانی کھا کر چار ہزار قدم مشی فرماتے تھے۔

جاننا چاہیے کہ کرامت خرقِ عادت کو کہتے ہیں اور خرقِ عادت کی چھ قسمیں ہیں:

ارہاض اور معجزہ انبیاء کے لیے، جو قبل نبوت کے ہو جیسے شق القمر اوس کو ارہاض کہتے ہیں اور جو بعد

نبوت کے وہ معجزہ ہے۔

معونت اور کرامت، عوام مؤمنین اور اولیاء کے لیے، عوام مؤمنین سے ہوتو معونت ہے اور خواص اولیاء اللہ سے ہوتو کرامت ہے۔

استدراج اور اہانت، کفار کے واسطے ہے اگر موافق دعویٰ کے ہوتو اوسے استدراج کہتے ہیں، جیسا کہ دجال کا حال، جو بولے گا ویسا ہی ہوگا اور موافق دعوے کے نہ ہوتو اوس کو اہانت بولتے ہیں، جس طرح مسیلمہ کذاب کا قصہ کہ جس کی روشنی چشم کے واسطے دعا کرتا تو وہ نابینا ہوتا اگر کسی کی درازیٔ عمر کے لیے دعا کرتا تو وہ فوراً مر جاتا، کچھ تفصیل ان ابواب کی سہل طور پر مقامات دستگیری[9] مؤلفہ اس ہیچ میرز میں مرقوم ہے، جس کو شوق ہو وہ دیکھ لے اور یہ کتاب لاجواب تو حضرت پیرومرشد کی کرامتوں سے مملو ہے۔

ایضاً وہ روایت کرتے ہیں کسی مرد معتبر سے، کہا اوس مرد نے کہ ایک شخص کو سفر درپیش ہوا تو اوس کی جورو نے اپنے باپ کے گھر جانے کو اجازت چاہی، اوس نے منع کیا اور کہا: اگر جائے گی تو تجھ کو طلاق ہے اور آپ اپنے سفر کی راہ لی، بعد روانگی شوہر کے اوس عورت کا باپ بہت بیمار ہوا اوس کو بلوایا اوس عورت نے وہ تمام سرگذشت بیان کی اور اپنے گھر ہی میں رہی قضا را وہ بیمار انتقال کیا، جب تو نہایت بیقرار ہو کر باپ کے گھر چلی گئی، بعد چندے پھر اپنے گھر آئی، جب اوس کا شوہر سفر سے آیا اور اپنی جورو کے باپ کے گھر جانے کا حال سنا تو سب علماء سے فتویٰ چاہا' سبھوں نے بالاتفاق وقوع طلاق کا حکم دیا، بعد ازاں یہ مقدمہ حضرت کی خدمت میں رجوع کیا، آپ نے فرمایا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ اوس نے طلاق کو مُعلق کیا تھا باپ کے گھر جانے پر، اوس عورت نے باپ کے گھر کہاں گئی؟ بلکہ اپنے اور اپنے اہل قرابت کے گھر گئی، مرتے ہی گھر باپ کا نہ رہا تمام ورثہ کا ہوا، جس نے یہ حکم سنا تحسین وآفرین کی' قطعہ

اس کو کہتے ہیں علم و فضل ضیا
تھا یہ سب فیض اون کو ربانی
اس زمانے میں ذاتِ حق کی قسم
آپ تھے بوحنیفۂ ثانی

روایت ہے قادر محی الدین صاحب مدراسی[10] سے، وہ روایت کرتے ہیں مولوی حاجی قاضی

ارتضٰی علی خان گوپاموی مدراسی [۱۱] سے، کہا اوس نے کہ ایک رمضان شریف میں جناب میر عبداللہ غلام علی شاہ صاحب نقشبندی مجددی [۱۲] رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کی خدمتِ کثیر البرکت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ حضرت شبِ قدر کب ہے؟ آپ نے فرمایا: بائیسویں شب کو، اوس وقت حضرت کی محفل میں بہت علماء فضلا اور اُمرا حاضر تھے، سبھوں نے سنا اور چپ رہا، ایک شخص نے حضرت کے شاگردوں سے عرض کی کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت آئی ہے کہ شبِ قدر طاق راتوں میں اخیر دہے کے ہوتی ہے، بائیسویں کی تو کہیں خبر نہیں، آپ نے فرمایا کہ ایک روایت یہ بھی ہے، کہ شبِ قدر تمام سال میں دایر ہے، الحاصل غلام علی شاہ صاحب موصوف نے اوسی رات کو شبِ قدر پائی اور دن کو آکر حضرت کا شکریہ ادا کیا۔

سبحان اللہ! کیا کمال ہے یعنی اوس سال شبِ قدر کا وقوع بائیسویں شب کو تھا، یہ اسرار الٰہی ہے، سوائے خاصانِ خدا کے کون آگاہ ہے، تفسیر حسینی [۱۳] میں مذکور ہے کہ شبِ قدر بقول حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تمام سال میں دایر ہے اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی [۱۴] قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں شبِ قدر کو شعبان اور ربیع الاوّل میں دیکھا ہوں اور اکثر ماہِ رمضان میں پایا ہوں اور حکمت اخفاء میں اوس کی تعظیم تمام راتوں کی اور زندہ رکھنا راتوں کا عبادت الٰہی میں ہے، نہ فقط بیداری۔

ای خواجہ چہ جوئی ز شبِ قدر نشانی
ہر شب شبِ قدر است اگر قدر ندانی

انتہی۔

مظاہر حق [۱۵] میں علامتیں اوس شب کی مسطور ہیں کہ درخت سجدہ کرتے ہیں اور زمین پر گرتے ہیں.........، خود آجاتے ہیں اور ہر چیز اوس میں سجدہ کرتی ہے اور صواب یہ ہے کہ اوس شب کے پانے میں دیکھنا ان امور کا شرط نہیں ہے، بہت لوگ اوس شب کو پاتے ہیں اور اون میں سے کوئی چیز نہیں دیکھتے اور روا ہے کہ دو آدمی ایک جائے ہوں اور دونوں اوس شب کو پاویں اور ایک کو اُون چیزوں سے کچھ معلوم اور دوسرے کو نہ معلوم ہو اور بڑی علامت یہ ہے کہ توفیق ہو اوس میں ذکر اور عبادت اور مناجات اور خشوع وخضوع وحضور واخلاص کی۔

روایت ہے قادر محی الدین مذکور سے، وہ روایت کرتے ہیں ایک فاضل دہلوی سے، کہا اوس

فاضل نے کہ ایک بڑا عالم شیعوں کا حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا تو جنتی نہیں اون کے جنتی ہونے پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ حضرت نے فرمایا: فلانی کتاب تمہارے مذہب کی تم نے دیکھی ہے؟ اوس نے عرض کیا کہ ہاں وہ تو بہت معتبر کتاب ہے، تب فرمایا: اوس کتاب میں لکھا ہے کہ عکاشہ [۱۶] رضی اللہ عنہ نے ایک بار کسی حیلے سے حضرت کی مُہر نبوت کا بوسہ لیا تھا، سو وہ جنتی ہوا، اوس عالم نے کہا کہ ہاں اس میں کیا شک ہے، حضرت نے کہا کہ جب یہ بات قابلِ قبول ہو تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جنتی ہونے میں کیا شبہ ہے؟ کیونکہ وہ تو برسوں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہلوئے مبارک میں رہی ہیں، وہ عالم سنتے ہی اپنے مذہب اور اعتقاد سے توبہ کیا اور سُنّی ہوا۔ [۱۷]

روایت ہے شاہ میر علی شاہ صوفی [۱۸] قاضی چھاؤنی سکندر آباد المعروف بہ حسین ساگر سے، وہ روایت کرتے ہیں مولوی محمود عالم [۱۹] سے، جو شاگرد تھے مولوی اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ کے، کہا اونھوں نے کہ ایک شخص نے حضرت کے پاس حاضر ہو کر چار شعر فارسی کے پڑھے اور عرض کی کہ ان شعروں کا مطلب کیا ہے؟ اور یہ شعر کس کے ہیں؟ وہ شعر ایسے تھے کہ کسی کے ذہن میں اون کا مطلب نہیں آتا تھا، حضرت نے فرمایا کہ فلانے پادشاہ کے وقت میں فلانا شاعر تھا، پادشاہ نے اوس سے فرمائش کی کہ ایسا قصیدہ لکھنا جس کے الفاظ و معنی میں مطلب نہ ہو، یہ اوس قصیدے کے شعر ہیں اور اوس کے سولہ شعر تھے، باقی بارہ شعر آپ نے سنا دیئے۔

روایت ہے مولوی عنایت علی صاحب دہلوی [۲۰] سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد مولوی محمد کرامت علی موسوی دہلوی [۲۱] رحمۃ اللہ علیہ سے، کہا اونھوں نے کہ ایک جوگی نے حضرت کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا حضرت مجھے روح کی صورت بتلایئے، آپ نے اوس کے کان میں آہستہ سے کچھ فرمایا وہ جوگی بہت خوش ہوا اور عرض کی کہ میں تمام ملک پھرا اگر کسی نے مجھے یہ بات نہیں بتلائی، اب میں مسلمان ہوتا ہوں، حاصل کلام حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور خدمتِ عالی میں رہا، لوگوں نے پوچھا کہ حضرت وہ کیا بات تھی جو فرماتے ہی اوس نے تسلیم کی اور مسلمان ہوا، ارشاد ہوا کہ اوس نے روح کی شکل پوچھی میں نے کہا تیری روح کی صورت تیرے ہی جیسی ہے، سبحان اللہ! سمجھنا چاہیے، یہ بڑے ارشاد کی بات ہے کیونکہ روح بھی اوس حقیقت کا ایک تنزُّل ہے اور جسم بھی ایک تنزُّل، ارباب حقائق اس کو خوب جانتے ہیں، ہر ایک کے ذہن میں نہیں آتی اور وہ جوگی اپنے علم کا بڑا عالم تھا اور

نہایت مُرتاض۔

روایت ہے سید حسن علی عرف شاہ جی صاحب [۲۲] سلمہ اللہ تعالیٰ سے، یہ بزرگ سالہا حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی خدمت کثیر البرکت میں رہے ہیں اور مرید جناب سید احمد صاحب علیہ الرحمۃ کے ہیں اور یہاں برفاقت حاجی محمد زکریا خان [۲۳] صاحب کے رہتے ہیں، کہا اُنھوں نے کہ ایک بار حضرت جامع مسجد میں وعظ فرمارہے تھے، اثنائے وعظ میں نعمات اہل جنت کا بیان کیا، فرمایا کہ ادنیٰ جنتی کو ستّر ستّر حُلّہ جواہر اور مروارید نگار پوشش کو عنایت ہوں گے اور اوس مجلس میں ایک کایتھ ذی علم بھی حاضر تھا، بعد اتمام وعظ کے عرض کی کہ فدوی کا کچھ معروضہ ہے، ارشاد ہوا کہ کہو کیا ہے؟ اوس نے کہا: یہ جو حضرت نے فرمایا کہ ادنیٰ جنتی کو ستّر ستّر حُلّے جواہر اور مروارید نگار پوشش کو مرحمت ہوں گے تو معلوم ہوا کہ اعلیٰ کو اور زیادہ ملیں گے اور جب ہر یک حُلّہ جواہر و مروارید نگار ہو تو اوس کا بوجھ بھی زیادہ ہوگا تو اتنی بار برداری کا وہاں جسم کیونکر متحمل ہوگا؟ فدوی کو بطور معقول سمجھایئے، کوئی آیت و حدیث نہ فرمایئے، آپ نے کہا: یہ جو مٹکا پانی کا رکھا ہوا ہے تم اس کو سر پر اُوٹھاؤ گے، وہ مٹکا بہت بڑا تھا، اوس نے عرض کی کہ یہ تو بہت بڑا ہے کیونکر اُوٹھے گا تب ارشاد ہوا کہ تم جمنا میں کبھی نہائے ہو؟ عرض کی کہ بارہا اتفاق ہوا ہے، فرمایا کہ غوطہ بھی لگائے ہو؟ کہا کہ ہاں، ارشاد ہوا غوطہ لگاتے وقت تمہارے سر پر کتنا پانی ہوتا ہے؟ عرض کی کہ صدہا من ہوتا ہے، فرمایا کہ اتنا مٹکا اُوٹھانا محال تھا، اوتنا بار کیونکر ممکن ہوا؟ وہاں بھی کچھ ایسا ہی ہوگا وہ کایتھ اوسی وقت مسلمان ہوا اور خدمت میں رہا۔

ایضاً کہا اوُنھوں نے ایک فرنگی اپنے خانساماں سے کہا کرتا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام تو خدائے تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور یہ بات بہت آشکار ہے مگر تم مسلمانوں کو اس کا اعتقاد نہیں بلکہ انکار ہے وہ، خانساماں غریب بے علم مسلمان سن کر انجان ہو جاتا کیونکہ کوئی جواب اپنے پاس معقول نہیں پاتا تھا، ایک روز حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ فلاں انگریز ایسا کہا کرتا ہے، آپ نے فرمایا: تم ایسا کہو کہ مجھے تو کچھ علم نہیں جو تم سے بحث کروں، ہاں اتنا جانتا ہوں کہ ہمارے محاورے میں بیٹا تین قسم کا ہوتا ہے، پوت اور سپوت اور کپوت، پوت وہ ہے جو کمالات میں باپ کے ہمسر ہو اور سپوت وہ ہے جو باپ سے کمال میں بڑھ کر ہو اور کپوت وہ ہے جو ابتر ہو کہ باپ اوس سے ناراض رہے، صاحب کہو تو تمہارے اعتقاد کے موافق عیسیٰ علیہ السلام کس قسم کے بیٹے ہیں، اگر پوت ہیں تو بتاؤ خدائے تعالیٰ نے تو یہ زمین و

آسمان چاند سورج پیدا کیے ہیں، اون کے پیدا کیے ہوئے کہاں ہیں؟ اگر سپوت ہیں تو دکھلاؤ کہ خدا نے تو ایک چاند ایک سورج پیدا کیا ہے اونھوں نے دو دو یا تین پیدا کیے سو کدھر ہیں؟ اگر کپوت ہیں تو ہم اون سے راضی نہیں کیونکہ خود خدائے تعالیٰ اون کا باپ جب راضی نہ ہوتو ہم کیسے راضی ہوں؟ اوس خانساماں نے چند روز کے بعد جب اوس فرنگی نے اوس سے پھر کہا تو اوسی طرح اوس کو جواب دیا، اوس دن سے وہ فرنگی کہنا چھوڑ دیا اور نہایت نادم ہوا، ''فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ☆''۔

ایضاً دہلی کے راستوں میں ایک انگریز وعظ کہتا اور مسلمانوں سے کہتا کہ تم لوگ سور کو حرام اور بکری اور ہرن اور سابر وغیرہ کو جو حلال کہتے ہو سو یہ کچھ معقول بات نہیں کیونکہ سور بھی ایک قسم کا جانور ہے کچھ اوس کے کھانے سے کوئی مر نہیں جاتا اور بکری کے کھانے سے کسی کا درد دُور نہیں ہوتا، پس وہ حرام ہونا اور دوسرے جانور حلال ہونا یہ کیسی بات ہے؟ بالکل عقل میں نہیں آتی، سراسر عقل کے خلاف ہے، اگر اوس سے کہتے کہ خدائے تعالیٰ نے حرام کیا ہے، اس کا حکم قرآن شریف میں آیا ہے، تو کہتا: یہ تو تمہارے گھر کی بات ہے، اس کو رہنے دو، یہ کیفیت کہیں لوگوں نے حضرت سے عرض کی، ارشاد ہوا: اگر وہ میرے پاس آئے گا تو میں اُوسے سمجھاؤں گا، پھر لوگوں نے اوس سے کہا کہ تم حضرت کی خدمت میں چلو تو وہ تمہیں سمجھائیں گے، اور اوس کی حرمت کی وجہ بھی بتلائیں گے، اُوس نے کہا: میں وہاں تو نہیں آتا یہ جو کہتا ہوں سو بات راست ہے، چاہو مانو یا نہ مانو، پھر یہ کیفیت حضرت سے عرض کی، تو فرمایا کہ کوئی شخص اجنبی اُوس کے پاس جا کر اول بہت موافقت پیدا کرے اور اوس کا معتقد بنے' بعد چندے ایسا پوچھیے کہ آپ کے ماں باپ ہیں؟ تو وہ کہے گا ہیں یا نہیں پھر پوچھیے کہ کوئی بھائی بہن بھی ہیں یا نہیں؟ اُوس کا بھی کچھ جواب دے گا، پھر استفسار کرے کہ کوئی بیٹا بیٹی بھی ہے یا نہیں؟ اور جورو کہاں ہے؟ کس کی بیٹی ہے؟ اگر بھائی بہن جورو بیٹی کا اقرار کرے تو شادی بیاہ کی کیفیت پوچھنی چاہیے، تو وہ کہے گا کہ بہن بیٹی فلانے کو دی ہے اور میں نے فلانے کی بیٹی بہن کی ہے تو کہنا کہ آج تک تو میں تمہیں بڑا عقلمند سمجھ کر معتقد ہوا تھا، مگر اب معلوم ہوا کہ تم سا کوئی نادان نہیں کیونکہ اپنی بہن بیٹی ہوتے ہوئے دوسرے کی بیٹی بہن آپ کرنا یہ تو بڑی نادانی کی بات ہے، کس واسطے کہ عورت پنے میں تو سب برابر ہیں، جو مقصود دوسرے کی بیٹی بہن سے ہوتا ہے وہ اپنی بیٹی بہن سے نکل سکتا ہے، اگر وہ کہے کہ اس کی تو

☆ ترجمہ: پس حیران رہ گیا وہ منکر۔

ممانعت آئی ہے، خدا نے منع کیا ہے تو کہنا یہ تو تمہارے گھر کی بات ہے، بالکل عقل کے خلاف، اگر تم ایسا کہتے ہو تو مسلمان بھی کہتے ہیں کہ سور کی حرمت قرآن شریف سے ثابت ہے، یہ کیا بات؟ اُون کے کہنے کو نہ ماننا اور تمہارے کہنے کو سچا جاننا، پس ایک شخص نے بہت موافقت پیدا کر کے اور نہایت معتقد ہو کے اسی طرح اُوس سے پوچھا، تو اوس نے ایک بھائی اور دو بہن کا اقرار کیا اور کہا کہ فلانے شہر میں بہنوں کا بیاہ ہوا ہے اور بھائی فلانی جا ہے اور جورو ہمراہ ہے، اُوس شخص نے کہا کہ میں نے آج تک تو تمہیں بڑا عقلمند جانتا تھا اور بہت مانتا تھا، اب میرا اعتقاد بالکل جاتا رہا، اوس نے پوچھا کہ کیوں خیر تو ہے؟ اوس شخص نے کہا کہ خدائے تعالیٰ نے تم کو برابر تقسیم سے پیدا کیا تھا، دو بھائی دو بہن تم دونوں بھائی دونوں بہنوں کو کر لینا تھا، اپنی بہن چھوڑ کر دوسرے کی بہن کو کر لینا یہ تو بڑی بے وقوفی ہوئی، جو بات تمہاری بہن میں ہے وہ دوسرے کی بہن میں بھی ہے، کچھ تمہاری بہن میں زہر نہیں کہ اُوس کی موافقت سے تم مرجاتے، یہ بہت بڑی نادانی کی جو دوسرے کی بہن سے شادی کی، اوس انگریز نے کہا: یہ کیا کہتے ہو حقیقی بہن درست نہیں ہے انجیل میں اس کی حرمت آئی ہے، خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے، اوس شخص نے کہا: یہ کیا بات ہے؟ میں نہیں مانتا انجیل تم اپنے گھر میں رہنے دو، کوئی بات معقول کہو، اگر ایسا ہے تو مسلمان بھی کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں آیا ہے، ''اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ،، (۱) پس آج معلوم ہوا کہ تم جھوٹے ہو اور بڑے بے وقوف، میرا اعتقاد بالکل تم سے جاتا رہا، وہ کافر یہ سن کر بہت نادم اور پشیمان ہوا اور اوسی شب کو دہلی سے بھاگا۔

ایضاً حضرت کو دہلی کے باہر شادی کی تقریب کی دعوت تھی، سو دو گاڑیاں کرایہ سے منگوا کر تشریف فرما ہوئے، ایک گاڑی میں راوی اور حضرت سوار تھے، دوسری میں چار بڑے بڑے فاضل نامدار چنانچہ ایک اُون میں مولانا حیدر علی رامپوری ؒ بھی تھے، اوس گاڑی کا گاڑیبان ہندو تھا، سو اوس نے اُون اشخاص سے سوال کیا کہ حضرات فرمایئے تو خدا ہندو ہے یا مسلمان؟ ہندو ہندو کہتے ہیں اور مسلمان مسلمان، میں تو اتنا جانتا ہوں کہ دونوں میں سے ایک ہوگا، اونھوں نے کہا: اے بیوقوف! یہ کیا کہتا ہے چپ رہ، تجھ کو ان باتوں سے کیا کام؟ یہ گفتگو کہیں حضرت کے گوش زد ہوئی، فرمایا کہ وہ تو اچھی بات پوچھتا ہے، اوس کو جواب دینا چاہیے، اون اشخاص نے سکوت کیا، آپ اپنی گاڑی سے اوتر کے اوس

(۱) سوائے اس کے نہیں کہ حرام کیا اوپر تمہارے مردار اور خون اور گوشت سور کا۔۱۲

گاڑی میں رونق افزا ہوئے، راوی پاپیادہ بشوقِ استماع جواب باصواب حضرت کے ہمراہ رکاب ہوا، اوس گاڑیبان سے فرمایا کہ خدا مسلمان ہے، اوس کی دلیل سن لیجیے کہ تمہارے پاس گائے کا پاپ کیسا بُرا کام ہے، اوس نے عرض کی: اوس سے بُرا کوئی کام نہیں، تب فرمایا: اگر ہندو ہوتا تو گائے کا پاپ ہونے نہ دیتا، یعنی گائے کا ذبح ہونا اور مرنا بالکل موقوف کر دیتا، بس اس سے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہے، گاڑیبان سن کر بہت شاداں و فرحاں ہوا اور حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اپنی نوکری چھوڑ کے مدرسے میں آ رہا، حضرت کے پاس سے اُوس کو کھانا مل جاتا تھا، مولوی مؤیدالدین خان مرحوم کہتے ہیں کہ پھر حضرت نے اُون فاضلوں سے فرمایا: خدائے تعالیٰ کو مقید کرنا بصفتِ اسلام موافق کلام حضرت سیّد الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے، جیسا کہ فرمایا: ''وَاللّٰہُ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ،، اور وہ ذات پاک ذوالجلال، موصوف بجمیع صفات کمال اور منزّہ عن سماعت النقص والزوال ہے اور اسلام بھی ایک صفت کمال سے ہے کیونکہ خدا کو پسند ہے چنانچہ قرآن شریف میں فرمایا: ''اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ،، جب اسلام پسند ہوا تو خدا کا مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہے۔

روایت ہے مولوی سید محمد ہاشم صاحب دہلوی [۲۵] سے، وہ روایت کرتے ہیں میر امام علی [۲۶] سے، کہا اوس نے کہ کلّو خان [۲۷] نامی ایک شخص بڑا بنکت ☆ اور بانکا حضرت کے قرب جوار رہتا تھا، اوس کے بچے کو چیچک نکلی تھی، خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا حضرت! بچے کو چیچک نکلی ہے، عورتیں گوشت پکانے کو منع کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ گوشت پکانے سے بچہ ہلاک ہوتا ہے، آپ کیا فرماتے ہیں؟ عورتوں کو اوس کام سے باز رکھنا یا نہیں؟ میں نے تو اونھیں کہا ہے کہ یہ کیا بات ہے، فراغت سے گوشت پکاؤ اور کھاؤ خدائے تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے، حضرت نے جواب دیا کہ جاؤ جلد عورتوں کو منع کرو کہ گوشت ہرگز نہ پکائیں اور نہ بھونیں اوس نے حسب ارشاد جلد مکان میں جا کر منع کیا، وہ عورتیں اپنی عادت کی موافق کبھی گوشت پکایا اور نہ کھایا آخر الامر وہ بچہ اوسی چیچک کے عارضہ سے مر گیا، بعد ایک مدت کے حضرت کو خبر ہوئی کہ کلوخان کا بچہ چیچک سے مر گیا، آپ نے اوس کو بلوا کر کہا کہ تم نے ہم کو بچے کی مرنے کی خبر بھی نہ کی، اوس نے عذر کیا، تب فرمایا: اگر تم عورتوں کو کہتے کہ گوشت پکاؤ اور کھاؤ اوس سے کیا ہوتا ہے اور بچہ مر جاتا تو اون کو یہی یقین ہوتا کہ گوشت پکانے کھانے سے مر گیا اور اب

☆ یعنی بانک پھینکنے والا۔

یہ خیال اون کا جاتا رہا اور جان لیں کہ گوشت کا پکانا اور نہ پکانا مضر اور مفید نہیں جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، سبحان اللہ! یہ کیا معاملہ ہے؟ اگر چہ حضرت کا ارشاد کہ جاؤ گوشت پکانے سے منع کرو، ظاہر کے خلاف تھا مگر معلومات باطن کی شان دیکھا چاہیے، جس کو خداوند تعالیٰ چاہتا ہے اوس کو ایسا ہی علم دیتا ہے۔

کمالات عزیزی میں لکھا[۲۸] ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ محفلِ رقص وسرود میں انسان بخوشی تمام بیٹھا رہتا ہے اور جو عبادتِ الٰہی میں مشغول ہووے تو نیند آتی ہے، اس کا کیا سبب؟ حضرت نے فرمایا: دو پلنگ ہوں ایک پر کانٹے بچھے ہوں اور دوسرے پر پھول تو نیند کس پر آوے گی؟ اوس نے عرض کی: پھول کے پلنگ پر، فرمایا کہ ناچ کانٹوں کا پلنگ ہے اور عبادت پھولوں کا پلنگ اس واسطے عبادت کے وقت نیند آتی ہے۔

ایضاً دو قوالوں میں ایک راگ کی تشخیص میں بڑا اختلاف تھا، آخر باتفاق ہمد گر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، راقم بھی اوس وقت قریب موجود تھا، قوالوں کی تقریر سن کر چلا گیا مگر وہ اپنا سوال عرض کر چکے تھے، حضرت نے ایسی کیفیت اِوس راگ کی بیان کی اور اس طرح اُون کو سنا دیا کہ دونوں کا اطمینان خاطر ہوا اور دونوں خوش ہو کر دعا دیتے ہوئے چلے گئے۔[۲۹]

ایضاً ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ جناب یہ طوائف یعنی کسبی عورتیں جو مرتے ہیں اون کے جنازے کی نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں، حضرت نے فرمایا جو مرد کہ اون کے آشنا ہیں اون کی بھی نماز پڑھتے ہو یا نہیں؟ اس نے عرض کی کہ ہاں پڑھتے ہیں تو فرمایا: ان کی بھی جنازے پر نماز پڑھو۔[۳۰]

ایضاً بعد نماز جمعہ دو شخص نوجوان آئے ایک مسئلہ کہ بہت مشکل تھا حضرت سے پوچھا، آپ نے جواب دیا، اونھوں نے کہا کہ آپ نے درست فرمایا، حضرت نے کہا کہ تم کو علم ہے اونھوں نے جواب دیا: نہیں، تب آپ نے پوچھا کہ تم نے کیونکر جانا کہ یہ جواب درست ہے؟ اونھوں نے بیان کیا کہ ہم نے یہ مسئلہ جناب حضرت علی مرتضیٰ امام الاتقیا کرم اللہ وجہہ سے پوچھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طور سے فرمایا تھا، حضرت نے پوچھا: جب تمہاری عمر کتنی تھی؟ اُونھوں نے کہا: پانسو برس کی تھی، پھر وہ غائب ہو گئے، وہ دونوں جن تھے فقط، اغلب کہ وہ دونوں اصحاب تھے یا تابعین، سمجھنے کی بات ہے جو شخص کہ اُون سے ملاقی اور ہم کلام ہوا اوس کا کیا مرتبہ اور مقام ہوگا؟[۳۱]

ایضاً ایک پادری دہلی میں حضرت سے مباحثہ کرنے کے واسطے آیا مسٹر مٹکف [۳۲] صاحب گورنر نے پادری سے کہا کہ شرط مقرر کرنی چاہیے جو کوئی دونوں میں سے ہار جائے گا اوس سے دو ہزار روپے لیے جاویں گے اگر مولوی صاحب ہار گئے تو میں دوں گا کیونکہ وہ تو فقیر ہیں اور پادری کو حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں لایا اور سب حال بیان کیا، بعدہ پادری نے کہا کہ ہم سوال کرتے ہیں اور جواب اوس کا معقول چاہتے ہیں، منقول نہ ہو جب یہ بات ٹھہر گئی تو پادری نے سوال کیا کہ تمہارے پیغمبر صاحب حبیب اللہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، پادری نے کہا: تمہارے پیغمبر صاحب نے بوقت قتل امام حسین علیہ السلام فریاد نہ کی؟ حال انکہ حبیب کا محبوب زیادہ تر محبوب ہوتا ہے، خدائے تعالیٰ ضرور توجہ فرماتا، جناب مولانا صاحب نے فرمایا کہ ہمارے پیغمبر صاحب واسطے فریاد کے جو تشریف لے گئے تو پردۂ غیب سے آواز آئی کہ ہاں تمہارے نواسہ پر قوم نے ظلم کر کے شہید کیا لیکن ہم کو اس وقت اپنے بیٹے عیسیٰ کا صلیب پر چڑھانا یاد آیا ہوا ہے، اس سبب سے پیغمبر صاحب خاموش رہے، پادری قائل ہوا اور دو ہزار روپیہ بابت شرط کے ادا کیے۔ [۳۳]

روایت ہے اکثر اشخاص معتبر سے، کہا اونھوں نے کہ ایک انگریز یعنی سیٹن [۳۴] صاحب رزیڈنٹ دہلی حضرت کی ملاقات کو آیا، عندالتذکرہ بیان کیا کہ ایک بات میں پوچھتا ہوں کوئی اوس کا جواب نہیں دیتا، مثلاً ایک شخص مسافر چلتے چلتے راستہ بھول گیا اور راہ میں دیکھا کہ ایک شخص سوتا ہے اور ایک بیٹھا، پس یہ راہ گم راستہ کس سے پوچھے؟ آپ نے فرمایا: راستہ چلنے کے واسطے ہے نہ واسطے بیٹھنے کے، اُوس تیسرے شخص کو لازم ہے کہ وہاں بیٹھے، جب وہ سونے والا جاگے تو دونوں راستہ پوچھ کر چلے جاویں، اوس کی مراد بیٹھے ہوئے سے حضرت عیسیٰ اور سوتے ہوئے سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی، فافہم [۳۵] واللہ اعلم۔

روایت ہے قادر محی الدین صاحب مدراسی سے، وہ روایت کرتے ہیں مولوی قاضی ارتضا علی خان [۳۶] مرحوم سے، کہا اُونھوں نے کہ ایک انگریز نے حضرت شاہ قدس سرہ کی خدمت میں عرض کی کہ فرمایئے مولوی صاحب کافر پاک ہیں کہ ناپاک؟ فرمایا کہ ناپاک ہیں، پھر اوس نے پوچھا: مسلمان پاک ہیں کہ ناپاک؟ فرمایا کہ پاک، جب انگریز نے کہا: اگر پاک ہیں تو مسلمان عورتیں ہمارے ساتھ کیوں مبتلا ہوتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہر شی کو اپنی اصل کی طرف رجوع ضرور ہے، فلانے زمانے میں جہاد کر

کے مسلمانوں نے جو تمہاری عورتیں تصرف میں لاتے تھے اون کی جو اولاد ہوگی تو وہ البتہ اپنی اصل کی طرف مائل ہوگی، ورنہ فلانے فلانے محلے جو مسلمانوں کے ہیں وہاں کی کوئی عورت کبھی تم لوگوں پر مائل نہ ہوگی، وہ انگریز سن کر چپ رہا، وہاں سے آ کے مدت تک اُون محلوں کی عورتوں کے صدہا حیلوں سے درپے رہا مگر خدائے تعالیٰ کے فضل سے کسی عورت نے رُخ نہ کیا، آخرالامر وہ انگریز حضرت کی خدمت میں آ کر مسلمان ہوا۔

روایت ہے مولوی مؤید الدین خان [۳۷] صاحب مرحوم سے' کہا اوس نے کہ ایک دن چند لڑکوں نے حاضر ہو کر پوچھا کہ حضرت چاند کو چاند ماموں کہنے کا کیا سبب ہے؟ سورج کو سورج ماموں نہیں کہتے، آپ نے فرمایا: ماموں ماں کا بھائی ہوتا ہے اور بہن کو بھائی سے پردہ نہیں ہوتا چنانچہ عادت ہے کہ جب ماموں مکان میں آتا ہے ماں اوس کے سامنے بے حجاب تمام گھر کے کاروبار میں مصروف رہتی ہے، بخلاف اوروں کے، تو ایسا ہی چاند کے سامنے بھی رات کو عورتیں بے خوف تمام اُمورِ خانگی سے فارغ ہو کر کوئی کاتتی ہے کوئی پیستی ہے، مخلّع بالطبع کسی طرح کا خوف اور اندیشہ نہیں کرتیں، بخلاف سورج کے کہ دن کو اوس کی تاب میں بیٹھ نہیں سکتیں اور گھر کے کاروبار میں فرصت نہیں ملتی، جیسے اجنبی آدمی سے پردہ ہوتا ہے ویسا ہی اس سے کنارے رہنا ضرور پڑتا ہے اور بچہ کبھی روتا ہے تو اوس کو چاندنی میں چاند کی محبت دلا کر بہلا لیتے ہیں، اس واسطے چاند کو چاند موں کہتے ہیں، وہ لڑکے خوب سمجھ کر خوش ہوئے چلے گئے' سبحان اللہ! ''تکَلَّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِم،، کے یہی معنی ہیں، واللہ اعلم۔

روایت ہے ایک شاگرد سے' مولوی کرامت علی [۳۸] صاحب مرحوم کے' وہ روایت کرتے ہیں کسی شخص معتبر سے، کہا اوس نے کہ ایک شہدا حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا جناب مولوی صاحب آپ تو جو پوچھیں اوس کا جواب دیتے ہیں، میرا بھی ایک معروضہ ہے، آپ نے فرمایا: کہو کیا ہے؟ اوس نے عرض کی کہ ہم لوگ گولیاں جاڑوں میں کھیلتے ہیں اور اُوسی موسم میں سوا دوسرے موسم کے ہمیں خواہش ہوتی ہے اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت نے فرمایا: اُوس کے دو سبب ہیں، ایک تو تمہیں اور ہمیں سب کو معلوم ہے وہ یہ ہے کہ گولیاں مثل اور بازیوں کے جیسے گنجفہ اور شطرنج وغیرہ کے نہیں ہیں کہ مکان میں کھیلی جائیں اوس کو تو میدان ضرور ہے، میدان میں دھوپ کے اور بارش کے موسم میں کھیلنا دشوار ہے، دوسرا ایک سبب ہے کہ وہ تم کو معلوم نہیں ہم کو معلوم ہے، اوس نے عرض کی کہ ارشاد ہو، فرمایا: گولی

کھیلنے سے مقصود نشان کا اُوڑانا ہے اور نشان کا اُوڑانا شست کے جمنے پر موقوف ہے اور شست کا جمنا تعلق انجماد خون سے رکھتا ہے، خون کا انجماد جاڑوں میں بخوبی ہوتا ہے، اُوس نے سنا اور جو حُقّار تھے سبھوں نے سنا اور بہت خوش ہوئے۔ [۳۹]

روایت ہے حاجی محمد حسین صاحب سہارن پوری [۴۰] سے، وہ روایت کرتے ہیں مولوی عبدالرزاق سہارن پوری [۴۱] شاگرد مولوی فضل حق [۴۲] ابن مولوی فضل امام خیرآبادی سے، کہا اُنھوں نے کہ ایک دن مولوی فضل حق صاحب نے ایک فرنگی سے کہا کہ ہمارے حضرت کو تو کبھی دور دراز کا سفر کرنے کا اتفاق نہیں ہوا مگر تم لوگوں نے جو جو کیفیت ملکوں کی سیر کر کے اور نقشے وغیرہ تیار کر کے معلوم کی ہے خدا چاہے تو وہ سب برابر بیان کریں گے، اوس نے کہا: برابر تو کیا بیان کریں گے کیونکہ بے دیکھے کہنا ممکن نہیں، ہاں مشہور و متعارف علامتیں، البتہ سننے سے یاد رکھ کر کہتے ہوں گے، مولوی صاحب نے اوس سے بہت اصرار کیا تب اوس نے کہا کہ اچھا آپ اُون سے مکہ معظمہ کی سب راہ لکھوا دیجیے، ہم اپنا کوئی معتمد بھیج کر امتحان کریں گے، مولوی صاحب نے یہ سب سرگزشت حضرت سے عرض کی، آپ نے فرمایا کہ اچھا اوسے لے آیئے، میں لکھوا دوں گا، حاصل کلام، اس معتمد کو آپ نے ابتدائے اپنے مدرسے سے شہر کی انتہا تک تمام راستہ اور درخت و دُکان ونشیب و فراز لکھوا دیا، اُوس نے تمام دن ہر ایک علامت بخوبی دیکھ کر اوس انگریز سے کہا باوجود کہ ہم بھی اس شہر میں برسوں سے رہتے ہیں مگر اتنے کوچے اور پتے ہرگز معلوم نہ تھے، حضرت نے تو برابر لکھوایا، کیا عجب ہے کہ سب راستہ ایسا ہی لکھوا دیں امتحان کچھ ضرور نہیں، اُوس نے کہا کہ اس شہر کے پتے لکھوانے کا کچھ اعتبار نہیں یہ ان کی پیدائش کی جائے ہے، شاید دیکھا ہو، مکے کا تمام راستہ لکھ لاؤ اوس نے دوسرے دن حاضر ہو کر تمام مکے کے راستے کی علامتیں اور پتے ہر ہر مقام کے کیا زمین اور کیا دریا لکھوا لیے اور اوس اونگریز کے حکم سے مکہ معظمہ تک جاتے اور آتے ایک ایک علامت بخوبی دیکھی، خدائے تعالیٰ کے فضل سے سب برابر تھیں، نہایت معتقد ہوا۔

روایت ہے میر افتخار علی شاہ صاحب [۴۳] وطن تخلص سے، وہ روایت کرتے ہیں محمد حسن علیہ الرحمۃ عرف حافظ بانکے چشتی صابری قدوسی [۴۴] سے، یہ حافظ صاحب حضرت کی صحبت سے مشرف تھے، کہا اونھوں نے کہ ایک انگریز نے حضرت سے سوال کیا کہ جناب ہماری قوم کے سو پچاس آدمی کوئی جائے

پر جمع ہوتے ہیں تو سب ایک طرح پر سرخ وسفید ہوتے ہیں بخلاف آپ لوگوں کے کہ ہر ایک نئی طرح کا کوئی کالا کوئی گورا ہوتا ہے اس کا کیا سبب ہوگا، حضرت نے فرمایا کہ ایک طرح پر ہونا کچھ بزرگی اور فخر کی بات نہیں کیونکہ سو گدھوں کی ایک جا کیجیے تو سب ایک ہی رنگ کے جمع ہوں گے، بخلاف گھوڑوں کے کہ کوئی مشکیت، کوئی سرنگ، کوئی سبزہ، کوئی نقرہ، کوئی سمند ہوتا ہے اور اُون کے اوصاف بھی ویسے ہی ہوتے ہیں، طاقت و جوانمردی دلیری و ملک گیری یہ کمال گدھوں میں کہاں ہے۔[۴۵]

روایت ہے پیر جی علی حسین صاحب چشتی صابری قدوسی[۴۶] سے، وہ روایت کرتے ہیں کسی اہل دہلی سے، کہا اوس نے کہ ایک انگریز عہدہ داران دہلی سے حضرت شاہ صاحب سے سوال کیا یہ جو آپ لوگ کہتے ہیں کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو ہمارے قرآن میں نہ ہو، یہ بات سچ ہے، حضرت نے فرمایا: ہاں سچ ہے کیونکہ ہمارا قرآن شریف کتب سماوی کا جامع ہے اور خدائے تعالیٰ اوس میں فرماتا ہے: ''وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ،،☆ تو اوس انگریز نے کہا: بتلایئے کیمیا کا نسخہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تانبا لاؤ، ایک ٹکڑا تانبے کا کسی نے لایا، اوس پر آپ نے ایک آیت پڑھ کر دم کی، وہ سونا ہو گیا، تب اوس انگریز نے کہا کہ اچھا کوئی دوسرا شخص یہ پڑھ کر سونا بنا دے تو حضرت نے فرمایا کہ قرآن شریف کی تاثیر میں کچھ فرق نہیں مگر زبان میں فرق ہے۔[۴۷]

روایت ہے مولوی حافظ محمد ابراہیم[۴۸] صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ہمشیرہ زادۂ حافظ منصب علی[۴۹] صاحب سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے اوستاد مولوی نور الحسن صاحب[۵۰] علیہ الرحمۃ سے، یہ بزرگ پوتے ہیں مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی[۵۱] کے اور شاگرد ہیں حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب اور مولوی فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے، کہا اونھوں نے کہ ایک فاضل صاحب تصانیف عجمی شیعہ مذہب بوضع ولباس رندانہ داڑھی مُنڈی ہوئی کچھ ستر کا لحاظ نہیں، دہلی میں آیا، شیعوں نے جب اوس کے علوم سے واقف ہوئے تو کہا کہ شاہ عبد العزیز نے جب سے تحفہ اثنا عشریہ لکھی ہے، ہم لوگوں کی جان پر ایک چھری چلتی ہے، اوس کتاب کا کوئی مقدمہ پیش کیا جاتا ہے تو وہی اندوہ واقعہ شہادت پیش آتا ہے، آپ کوئی طرح کچھ اُون سے پوچھ کر اون کو بند کیجیے اور یہ بیس ہزار روپے ہم سے لیجیے، اُوس سے کہا کہ میں اسی ارادے سے آیا ہوں، دیکھو کیا ہوتا ہے، ایک روز حضور میں حاضر ہوا اور وہ حضرت کا اخیر زمانہ

☆ اور نہ ہرا نہ سوکھا، جو نہیں کھلی کتاب میں۔

تھا، عرض کی کہ یا حضرت میرا کچھ سوال ہے، آپ جواب دیجیے، ارشاد ہوا کہ بیان کیجیے، اوس نے کہا: مجھ کو نہایت تردد ہے کہ مذہب شیعوں کا حق ہے یا سُنّیوں کا؟ جس سے پوچھتا ہوں وہ اپنے اپنے دلائل بیان کرتا ہے مگر میری سمجھ میں نہیں آتا، آپ بہت سہل طور سے فرمایئے کہ میں سمجھ جاؤں، آپ نے فرمایا کہ یہ تو بہت آسان بات ہے، میں سمجھا تھا کہ کوئی مشکل بات پوچھتے ہو گے، اوس نے کہا: یہی بڑی مشکل ہے کہ ہر شخص دلائل علمی بیان کرتا ہے اور میں بے علم آدمی سمجھ نہیں سکتا، کوئی بات ایسی ہو کہ بلاتردد سمجھ میں آئے، آپ نے فرمایا: ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہو گا، تم کس قدر استعداد رکھتے ہو؟ عرض کی کہ یہ جو بات چیت آپ کرتے ہیں سمجھ سکتا ہوں، مگر اوس کی نیت یہ تھی کہ کوئی بات آپ سے سن کر اوس میں ضوابط علمی سے گرفت کروں، پھر اوس سے کہا کہ تم تو بڑے شوقی ہو، کون سے شہر کے رہنے والے ہو؟ اوس نے ولایت میں کوئی شہر کا نام لیا، فرمایا: یہ تو کہو کہ تم جس محلے میں رہتے ہو وہاں کے لوگ تم کو خوب جانتے ہیں یا دوسرے محلے کے؟ اُوس نے کہا: یہ تو ظاہر ہے کہ اپنے محلے کے لوگ بہ نسبت دوسرے محلے والوں کے خوب شناسا ہوتے ہیں کیونکہ ہر روز ہر یک چہار چشم ہوتا ہے، اکثر اتفاق نشست و برخاست کا ایک جا ہوتا ہے، گفتار رفتار اخلاق و آداب سے ماہر خوشی غمی میں شریک ہے اور اس کے سوا ہم محلّہ کے واقف ہونے کے بہت سے اسباب ہیں، پھر فرمایا کہ وہ بستی والے تمہیں زیادہ جانتے ہیں یا دوسری بستی والے؟ اُوس نے عرض کی کہ بہ نسبت دوسری بستی والوں کے وہ بستی والے زیادہ واقف ہیں، پھر فرمایا: اوس ملک والے بہت واقف ہیں یا دوسرے ملک والے؟ اوس نے کہا کہ وہی ملک والے، بہرحال زیادہ واقف ہیں، تب فرمایا کہ جب ایسی بات ہو تو سمجھنا چاہیے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی اور وہاں سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی اور کسی ملک میں اکثر سفر کا اتفاق نہ ہوا، اب مکہ اور مدینے میں جا کر دریافت کرو کہ حضرت کا رویہ سُنّیوں کے موافق تھا یا شیعوں کے موافق، وہ سن کر چپ رہا، پھر فرمایا کہ خصوصیت رسول کی کیا ہے؟ کہ جس سے اون میں اور اُمتیوں میں فرق ہو؟ عرض کی کہ معجزات ہیں، فرمایا کہ ہاں جو خرقِ عادت نبی سے ہو تو اوسے معجزہ کہتے ہیں اور اوس کے پیرو اور محبت صادق سے ہو تو اوس کو کرامت بولتے ہیں، تم تو بہت ملک پھرتے ہوئے یہاں تک آئے ہو، ظہور کرامات حضرت سید عبدالقادر جیلانی اور سلطان نظام الدین اولیا وغیرہ سُنّیوں سے سنا ہے یا نصیر طوسی اور باقر داماد وغیرہ شیعوں سے؟ یہ بھی سن

کر خاموش رہا، پھر فرمایا کہ خیر یہ تو کہو کہ تم جو یہاں تک آئے ہو تو اپنے اہل وعیال اسباب وغیرہ کو کس کے سپرد کر کے آئے ہو؟ کہا کہ میر چچیرا بھائی اور دوسرے اہل قرابت کے تفویض کر آیا ہوں، فرمایا کہ اونھیں امین جانا ہے یا خائن؟ کہا اگر خائن جانتا تو کیوں سپرد کرتا، جب فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام چیزوں سے قرآن شریف بہت عزیز تھا چنانچہ رحلت کے وقت فرمایا کہ میں تم میں اپنی آل اور کلام الٰہی چھوڑ جاتا ہوں، کہو کہ قرآن شریف سُنّیوں کے سینوں میں ہے یا رافضیوں کے؟ یہ بھی سن کر سکوت کیا، پھر فرمایا کسی شخص کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو وہ بہرکیف اوس کی متابعت کرتا ہے، خواہ اُمورِ ظاہری میں ہو یا باطنی میں، اب سچ کہو کہ مجھ فقیر حقیر کی صورت و وضع حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی روش پر معلوم ہوتی ہے یا تمہاری؟ حاصل کلام حضرت نے ایسے بہت نظائر بیان فرمائے اوس سے سوا سکوت کے کچھ بن نہ پڑا[۵۲] واللہ اعلم۔

ایک سوال و جواب مندرجہ فیض عام[۵۳] بعینہ بنظر فائدہ عام یہاں لکھا جاتا ہے:

سوال: سوال و جواب گوربدستخط و مهر حضرت پیر و مرشد عنایت کردد۔

جواب: جواب گور موافق احادیث مرقوم مے شود، حاجت مُهر نیسبت واین جواب ورد زبان باید ساخت وپارچۂ لك☆ از خوشبو نویسانیده نزد خود باید داشت۔

جواب: این است ''اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا وَّرَسُوْلًا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَّبِالْكَعْبَةِ قِبْلَةً وَّبِالْمُؤْمِنِيْنَ اِخْوَانًا وَّبِالصِّدِّيْقِ وَبِالْفَارُوْقِ وَبِذِى النُّوْرَيْنِ وَبِالْمُرْتَضٰى اَئِمَّةً رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ مَرْحَبًا بِالْمَلَكَيْنِ الشَّاهِدَيْنِ الْحَاضِرَيْنِ وَاَشْهِدَا بِاَنَّا نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلٰى هٰذِهِ الشَّهَادَةِ نَحْىٰ وَعَلَيْهَا نَمُوْتُ وَعَلَيْهَا نُبْعَثُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى،، انتہی۔

اور یہ بھی مشہور ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا: یا حضرت سیّد کا مرتبہ بڑھ کر ہے یا عالم کا؟ آپ نے فرمایا کہ دو ان پڑھ ہندو کو بلاؤ وہ حاضر ہوئے، تو سائل کو کہا کہ تم ان دونوں سے ایک کو لے جا کر

☆ لک بالضم بمعنی گندہ وسطبر۔

تمام عمر میں سیّد بنا کر لاؤ اور میں ایک کو چند مدت میں اپنا جیسا فاضل خدا چاہے تو بنا دیتا ہوں، دیکھو کونسا امر ممکن ہے، اس پر سمجھ لو، واللہ اعلم۔

روایت ہے مولوی میر اشرف علی شاہ [۵۴] صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سجادہ نشین شاہ سعد اللہ [۵۵] صاحب علیہ الرحمۃ سے، وہ روایت کرتے ہیں مولوی کرامت علی صاحب موسوی دہلوی سے، کہا انھوں نے کہ جناب مولوی رشید الدین خان [۵۶] صاحب اور مولوی دلدار علی لکھنوی [۵۷] کا ہمیشہ مباحثہ اور ردو قدح ہوا کرتا تھا، ایک وقت مولوی دلدار علی نے بڑی دھوم دھام سے لکھا کہ تحفے میں مذکور ہے: ''وَارْجُلِکُمْ اَلَی الْکَتبین،، بکسر لام کے، جو روایت آئی ہے وہ تفسیر ضعیف ہے اور یہ جو تمہارے مذہب کی تفسیریں مثل بیضاوی و کشاف و مدارک وغیرہ کے جو مشہور و معروف ہیں ان سب میں وہ روایت آئی ہے اگر یہ سب تفسیریں ضعیف ہیں تو بتلایئے کہ قوی کون سی ہیں؟ اس کے جواب میں مولوی رشید الدین خان صاحب کو تامل ہوا، مجھ کو فرمایا کہ تُو حضرت سے یہ بات پوچھ لے، میں نے حضرت کی خدمت عالی میں عرض کی کہ دلدار علی کا ایسا سوال ہے اس کا کیا جواب؟ فرمایا اس کا جواب بہت آسان ہے، مولوی صاحب نے کچھ نہیں لکھا، عرض کی کہ کچھ نہیں، فرمایا ''وَارْجُلِکُمْ،، بکسر لام جو روایت ہے، وہ تفسیر ضعیف ہے، جیسا کہ قیل قول ضعیف پر اشارہ ہوتا ہے، نہ کہ تفسیریں ضعیف، یہ سنتے ہی رشید الدین خان صاحب نے بہت زور و شور سے جواب لکھا، فقط۔

☆☆☆☆☆

مقالہ پنجم

در سلاسلِ طریقت

حضرت والا مرتبت کو تمام طرق روی زمین کی نعمتِ خلافت اور ہر ہر طریقہ کی علیحدہ علیحدہ ذکر وفکر اور طرزِ تربیت حاصل تھی، سب فیض ظاہر و باطن اپنے پدر بزرگوار مظہر پروردگار ولایت وکرامت پناہ حضرت مولانا مولوی شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی قدس اللہ سرہٗ سے پایا اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے حضرت کو طریقہ نبوت اور طریقہ ولایت کی جامعیت کا کمال ہے، اس دعوے پر تفسیر فتح العزیز دال ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف پہونچنے کے بمجوائے ''اَلطُّرُقُ اِلَی اللّٰہِ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ'' اگرچہ راستے بے نہایت ہیں۔

چنانچہ سلوک آپ کے طریقے کا تصحیح عقائد حقہ حسب ضابطہ اہل وسنت و جماعت اور عمل موافق کتاب وسنت اور احتراز عن البدعت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اعلاء کلمۃ اللہ اور تخلیہ رذائل سے اور تحلیہ فضائل سے، موافق ارشاد حضرت شیخ ابوسعید بن ابوالخیر قدس سرہٗ کے، رباعی ؎

خواہی کہ شود دل تو چون آئینہ
دہ چیز برون کن ز درونِ سینہ
حرص و امل و قہر و دروغ و غیبت
بخل و حسد و کبر و ریا و کینہ[۲]

ایضاً ؎

خواہی کہ شوی بمنزلِ قرب مقیم
نہ چیز بہ نفسِ خویش فرما تعلیم
صبر و شکر و قناعت و علم و یقین
تفویض و توکل و رضا و تسلیم

اور ملکہ یادداشت یعنی ذات مقدس الٰہی کا دھیان بلا ذریعہ الفاظ وتخیلات کے اور معرفت ذات و

صفاتِ الٰہی کی ہے، بموجب قاعدۂ محققین کے جو حلول و اتحاد سے پاک ہے، چنانچہ خود بدولت تفسیر سورۂ اخلاص میں فرماتے ہیں:

آدمی کی معرفت کی انتہا حق تعالیٰ کی حقیقت اور کُنہ کی دریافت میں یہ ہے کہ اوس کی ذات پاک کے خواصوں کو جو اوس ذات کو لازم ہیں دریافت کر لے اور بس۔

تمام کتب آپ کے خاندان عالیشان کی مثل انتباہ و قول الجمیل و ہمعات و سطعات و سبیل الرشاد[۳] وغیرہم انہیں اُمور کی تفصیل سے مملو بلکہ تمام مشائخ روزگار کی مصنفات مشحون ہیں، برین ہم حضرت نے نسبت الی اللہ کے درست ہونے کا طریقہ بہت آسان جو مشتمل جمیع اُمورِ سلوک کو ہے قرار دیا ہے، گویا دریا کو کوزے میں اوتارا ہے، جو لوگ کہ اس راستے سے ماہر ہیں اون پر اوس ذات بابرکات کے کمالات ظاہر ہیں، سورۂ مزمل کی تفسیر میں جو وہ مقام مذکور ہے برکۃً خاص فارسی بعینہٖ یہاں مسطور ہیں:

سلوک الی اللہ تعالیٰ عبارت از طلب حضور اوست نزد خود چون او تعالیٰ از جسمیت ولو ازم آن پاکست حضور اوبیکے از سہ طریق میسر میتواند، شد، اول تصور کہ آنرا در عرف شرع تفکر گویند و دراصطلاح اہل سلوک مراقبہ و نگرانی نامند، دوم ذکر سوم تلاوت ☆ کلام او تعالیٰ وچون طریق اول نیز درحقیقت ذکر و یاد قلبی است گاہے ذکر را شامل آن طریق نیز دارند و طریق استحضارِ اُو تعالیٰ را منحصر در دو امر اعتقاد کنند، ذکر و تلاوت۔ امّا ذکر شاملِ لسانی و قلبی است پس بے واسطہ یا بواسطۂ لفظے

☆ تلاوت قرآن شریف کی ایسی چیز ہے کہ کسی کو کوئی طرح کا کوئی وقت میں اختلاف نہیں اور اوس کی فضیلت ایسی ہے کہ کسی کی نہیں، حدیث شریف میں آیا ہے: فضل کلام اللہ علی سائر الکلام کفضل اللہ تعالیٰ علی خلقہ مگر تلاوت میں رعایت تجوید و ترتیل و تامل معانی بڑا مرتبہ رکھتی ہے، مقدار تلاوت کا طریقہ علیہ عزیزیہ میں بموجب مندرجہ ہمعات کے اس طور پر ہے کہ اگر حافظ ہو تو ہفتہ میں ختم کرے اور اگر اشغال باطنی میں بہت مصروف ہو تو جس قدر کہ ہو سکے اور غیر حافظ بقدر ایک سو آیت مرتبہ ہو کے غالباً پاؤ پارہ سے نصف تک ہوتا ہے' انتہیٰ اگر اور زیادہ ان ضابطہ کے موافق پڑھے تو اوس سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

که دال بر ذاتِ او تعالیٰ باشد موجبِ التفات مُدرکه بسوئے او تعالیٰ است وچون ذاتِ او تعالیٰ مُلْتَفَتُ الیه شد حاضر شد وهرگاه دوام این استحضار بهم رسد حکم هم صحبتی و هم نشینی پیدا کند و صفاتِ اُو تعالیٰ برصفاتِ بشریت غالب آید و اَفعالِ او تعالیٰ حاکم برافعالِ عبدشوند چنانچه در حدیث شریف وارد است که لَا یَزَالُ عَبْدِیْ☆ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتَهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یَبْصُرُ به وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا لیکن این طریقِ تقرب خاص بذاتِ اُو تعالیٰ است اگر کسے خواهد که باین طریق بیکۓ از مخلوق تقرب پیدا کند ممکن و مطرد نیست و سببش آنست که درین نوعِ تقرب متقرب الیه را دو چیز مے باید، اول احاطه علمی باذ کار قلبیه و لسانیه ذاکر باشد باوصف تخالف امکنه وآزمنَه ومدارك والسنه تا ذکر قلبی و لسانی هر ذاکر را معلوم کند، دوم قوت نزدیك شدن و در مُدرکه او در آمدن و آن را پُرکردن وحکمِ صفتِ او پیدا کردن که در عرف شرع آنرا دُنُو وتدلی ونزول وقُرب خوانند واین هر دو صفت خاصه ذاتِ پاك اُو تعالیٰ استٔ هیچ مخلوق را حاصل نیست، آرے بعض کَفَره در حقِ بعضے از معبودانِ خود و بعضے پیر پرستان از زُمرۂ مسلمین در حق پیران خود امر اول را ثابت می کنند و در وقت احتیاج بهمین اعتقاد بآنها استعانت می نمایند اما مطر د نمی باشد ودرحقیقت در اشتباه

☆ ہمیشہ بندہ میرا نزدیکی ڈھونڈتا ہے طرف میرے ساتھ نفلوں کے یہاں تک کہ دوست رکھتا ہوں میں اوس کو پس جس وقت دوست رکھتا ہوں میں اوس کو ہوتا ہوں میں شنوائی اوس کی کہ سنتا ہے ساتھ اوس کے اور ہوتا ہوں میں بینائی اوس کی کہ دیکھتا ہے ساتھ اوس کے اور ہاتھ اوس کا کہ پکڑتا ہے ساتھ اوس کے اور پاؤں اوس کا کہ چلتا ہے ساتھ اوس کے۔
فائدہ: یہ تمام حدیث بخاری شریف کی مشکوٰۃ کے باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ میں مسطور ہے۔

واقع شده اند که بیانِ آن اشتباه درین مقام اجنبی است و بهمین دوامر کارخانۂ سلوك تمام میشود والّا ممکن نبود که بنده بارب نزدیك شود و بسوئے همین دو امر اشاره میفرماید حدیثِ صحیحی که محدثین آن را در صدرِ کتاب السلوك والتقرب الی اللّٰه داردمی کنند وهو قوله علیه السلام حاکیًا عن اللّٰه تعالٰی اَنَا☆ عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ ونیز حدیث شریف صحیحی دیگر که آن نیز سر دفتر کتبِ سلوك محدثین است وهو قوله مَنْ☆☆ تقرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ بَاعًا وَمَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً پس خاصه ذاتِ حق است عز و علا که بسوئے یاد کنندۂ خود نزول مے فرماید ونزدیك میشود و مدرکه او را پُرمی کند وبرلطائف باطنه او مستولی میگردد این تَدلّی واقعی حقیقی حکم روحِ روحِ او میگیردد نسبتے که روح را بابدن است این تدلی را با روح او بهم میرسد ودیگر مخلوقات هرچند روحانیات باشند اول علم محیط ندارند که بر ذکر هر ذاکر مُطّلع شوند دوم استیلائے دائمی بر روح ذاکر نمی توانند کرد که یَشْغُلُهُمْ شَانٌ عَنْ شَانٍ واو تعالٰی لَا یَشْغُلُهٗ شَانٌ عَنْ شان انتهی۔

اور تفسیر میں آیۂ ''وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃُ،، کی جو خاص آنحضرت ﷺ کا مشاہدہ تحریر کیا ہے، وہ بھی یہاں لکھا جاتا ہے:

☆ میں نزدیک گمان اپنے بندے کے ہوں کہ ساتھ میرے رکھتا ہے اور میں ساتھ اوس کے ہوں، جب یاد کرتا ہے مجھ کو یعنی دل سے یا زبان سے، فائدہ یہ تمام حدیث مشکوۃ شریف کے باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب اللہ کے، فصل اول میں مذکور ہے۔

☆☆ یعنی نزدیکی ڈھونڈ طرف میرے ایک بالشت نزدیک ہوتا، اسی طرف آئے ایک گز اور چلے نزدیکی ڈھونڈے طرف میرے ایک گز نزدیک ہوتا ہوں طرف اوس کے مقدار پھیلائے، دونوں ہاتھوں کے اور جو شخص آتا ہے میرے پاس چل کر آتا ہو، میں اوس کے پاس دوڑ کر۔

وطریق دوم آنست کہ در استعانت بنماز حصول مطلوب ملحوظ نباشد بلکہ جذب نفس و کشیدن آن بقوتِ تمام بسوئے جنابِ کبریائے حق عز و علا زیرا کہ حوائج دنیوی بیشتر بسبب تنزُّل روح بسوی شہوات و اسباب شہوات می باشد، چون او را ازیں عالم بسوئے بالا کشیدہ شود و استغراق در لذت مکالمہ و مناجاتِ الٰہی و حضور انوار جلال و جمال او رُو دھد از امور این عالم وبایست ونابایست آن غافل و بی خبر گردد چنانچہ مجروح را یا مکسور را وقت دوختنِ زخم او یابستنِ استخوانِ شکستۂ او چیزے از مُسکرات میخورانند تا از دردِ زخم و شکستنِ استخوان بے خبر گردد، ھمچنین درینجا چون حوائج دنیوی نفس را در کشاکش خود اندازند می باید کہ او را در مطالعۂ حُسنِ محبوبِ حقیقی مشغول کنند تا بلذاتِ مشاھدۂ آن جمال خود را و دیگر بایست ونابایست خود را فراموش کند و بسبب التذاذی کہ بردارد، مکروھات در نظر اوسبك نماید واین طریق اکثر معمول آنحضرت علیہ السلام بود کہ خود بہ نفس نفیس خود بھمین طریق عمل میفرمودند وھمین طریق را طریق قلندر یہ گویند کہ برائے غفلت از امور دنیا و ترک آن باوجود تلبیس علاجے بھتر ازان نیست طریق تخویف و ترھیب و فھمانیدن حسنِ آخرت وبقائے آن و قبح دنیا و فنائے آن طریق دشوار است کہ ھرکس را بسھولت میسر نمی تواند شد وشیطان بالقائے شبھات ووساوس سلوك آن طریق را در اکثر اشخاص و بیشتر اوقات مانع می آید چنانچہ گویندہ این را بگفتہ است ؎

صنمارہ ☆ قلندر سزدار بمن نمائی
کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

☆ یہ شعر مولانا فخر الدین عراقی کا ہے، عراقی داماد اور خلیفۂ طریقت تھے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے رحمۃ اللہ علیہما۔

پس این نماز حکم شغل دارد از نفی و اثبات یا اسم ذات که برائے
برانگیختن شوق و دفع خطرات تریاق مُجرب است، انتھی۔

آداب تلاوتِ قرآن مجید حضرت پیرومرشد کے قرار دیئے ہوئے فیض عام مسطور ہیں، فیض عامؒ
ایک رسالہ ہے کہ ایک مرید خاص حضرت کا نعیم الدین نامی بڑا مالدار کہ آخرکار فیض صحبت سے حضرت
کی تارک الدنیا ہوا، سو اوس نے چند سوالات خدمت عالی میں پیش کر کے جوابات حاصل کیے تھے، وہ
رسالہ چند بار طبع ہوا ہے، اوس کے دو مقام کی عبارت یہاں مرقوم ہوتی ہے:

آداب تلاوتِ قرآن تهذّب و استقبال قبله حتی الامکان وحروف را
بخوبی ادا کردن ومدّ و شد فرونگذاشتن و در مقام وقف وقف کردن
اینست آداب ظاهری وامّا آداب باطنی پس مبتدی را تصور کردن
گویا که بحضور رب العزت تلاوت مے کنم و اُو تعالیٰ در مقام اوستاد
نشسته می شنود و منتهی را تصور کردن که این کلام را بلاواسطه
از زبانِ حضرت ربّ العزت می شنوم وفرق درمیان مقامین اینست
که در صورتِ اول زبان از خودش و گوش از حضرت رب العزت و
در صورت دوم زبان از حضرت رب العزت و گوش از خود باین
چنین مقام اشاره فرموده است حضرت امام جعفر صادق رضی اللّٰه
عنه چنانچه شیخ الشیوخ در عوارف از ایشان نقل کرده اند اِنِّیْ
لَاَقْرَءُ الْاٰیَةَ حَتّٰی نَسْمَعَهَا مِنْ قَآئِلِهَا یعنی میخوانم آیت را و تکرار
میکنم تا آنکه شنوم آیت را از قابلِ آن و شیخ الشیوخ بعد نقل این
کلام در عوارف که حضرت امام صادق رضی اللّٰه عنه درینوقت
بمنزله شجرۂ موسی می شد اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ مے گفت۔

دوسرے مقام میں فرماتے ہیں:

طور تلاوت برائے مُبتدی اینست که خود را قاری و حق را مستمع
تصور و تخیل نماید که بحضرت رب العالمین قرآن میخوانم

چنانچه شاگرد بحضور اوستاد میخواند و برائے مُنتھی اینست که حق را قاری و خود را مستمع قرار دهد وزبانِ خود را نائب تصور کند و گوش را مستمع گویا حضرتِ حق بزبان من کلام میکند و من می شنوم ویقین است که درین تصور سبب غلبۂ محبت حال که عاشق صادق را در وقت استماع کلام محبوب بالمشافهه رُو میدهد حاصل خواهد گردید وگره کشائے مُدعا خواهد، شد واللہ المغنی۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں:

و در عالم ظاهر این فقیر را از حیث بیعت و صحبت و خرقه و اجازت و تلقین اشغال بهمه این امور یا بعض این امور با جمیع خانواده های طریقه که امروز بر روئے زمین مشهور اند یا اکثر آنها ارتباط واقع شده است والحمد للّٰه ازا نجمله دریں رساله سند خانواده هائے مشهوره می نویسند بالجمله طریق قادریه مشهور ترین طرق است در عرب و هندوستان و نقشبندیه در هندوستان و ماوراء النهر شهرت تمام دارد و در حرمین شریفین نیز شائع شده وچشتیه در هندوستان بسیار مشهور است و سهروردیه در نواحی خراسان وکشمیر و سند و کبرویه در توران و کشمیر و شطاریه در هندوستان و شاذله در مغرب و مصر و سَودان ☆ ومَدینیّه فی الجمله در مغرب وعید روسیه دّر حضرموت، انتهٰی

بس اوسی کتاب سے اسناد طریقه قادریه ☆☆ ان کے لکھے جاتے ہیں:

طریقۂ قادریہ

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا | اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

☆ سودان بالفتح بمعنی آدمیان سیاہ (اسم ملک)

☆☆ حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ کے بعد اس طریقہ کو قادریہ کہنے لگے' اسے پہلے جنیدیہ کہتے تھے۔

اس طریقہ کے بہت شعبے ہیں اصح اور اوثق اون میں کا اہل حدیث کے پاس شعبہ اکبریہ ہے، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی جانب سے اور اشہر اون کا عوام میں شعبۂ جیلانیہ ہے، سادات جیلانیہ کی طرف سے، اور اشہر اُون شعبوں کا ملک یمن میں شعبۂ مُشرِّعِیّہ ہے،[۵] حاصل کلام حضرت کو اکثر شعبوں میں ارتباط صحیح واقع ہے۔

پس ملی خلافت اس طریقے کی حضرت شاہ عبدالعزیز کو اپنے والد[۶] اوستاد پیر شاہ ولی اللہ سے، اون کو اپنے والد اوستاد پیر شیخ عبدالرحیم سے، اون کو سید عبداللہ سے، اون کو شیخ آدم بنوری سے، اون کو شیخ احمد سہرندی مجدد الف ثانی سے، ان کو اپنے والد شیخ عبدالاحد سے، اون کو شاہ کمال سے، اون کو سید فضیل سے، ان کو سید گدا رحمان ☆ سے، ان کو سید شمس الدین عارف سے، اون کو سید گدا رحمٰن بن سید الحسن سے، اون کو شمس الدین صحرائی سے، اون کو سید عقیل سے، اون کو سید بہاء الدین سے، اون کو سید عبدالوہاب سے، اون کو سید شرف الدین قتال سے، اون کو سید عبدالرزاق سے، اون کو اپنے والد ماجد امام الطریقہ ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانی سے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

بَنُّور[۷] بروزن تنّور ایک قصبہ ہے شہر سہرند کے توابع سے۔

سہرند[۸] بالکسر ایک شہر ہے ہند میں لاہور کے قریب، بعضے اوس کو سرہند بھی کہتے ہیں، قتّال بسبب نفس کشی کی ریاضت کے، حضرت شرف الدین[۹] کا لقب ہوا' جیلان[۱۰] مُعرب ہے گیلان کا وہ ایک شہر عجم میں بغداد کے قریب' اوس کو جیل بھی کہتے ہیں، ولادت[۱۱] باسعادت حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی ماہ ربیع الثانی ۴۷۱ ہجری میں، عمر شریف آپ کی نو دو یک سال[۱۲] کی تھی اور وفات شریف مشہور ومعروف گیارھویں ماہ مذکور ۵۶۲ ہجری میں ہے،[۱۳] قطعہ ؎

محی الدین کہ انوار جمالش
ز عرش و کرسی ازمہ تا بہ ماہی است
تولد ''عاشق و کامل'' سنینش (۴۷۱ھ)
وصالش دان ز ''معشوقِ الٰہی'' است (۵۶۲ھ)

ایضاً خلافت[۱۴] ملی شاہ عبدالعزیز کو اپنے والد شاہ ولی اللہ سے، اون کو اپنے والد شیخ عبدالرحیم سے، اون کو سید عظمت اللہ اکبرآبادی سے، اون کو اپنے والد عبداللطیف سے، اون کو اپنے والد

☆ آپ کو گدا رحمٰن ثانی بھی کہتے ہیں۔

عبدالرسول سے، اون کو شیخ عبدالعزیز سے، اون کو سید ابراہیم ایرجی سے، اون کو شیخ بہاء الدین قادری سے، اون کو سید السادات ابوالعباس احمد سے، اون کو اپنے والد حسن سے، اون کو اپنے والد موسیٰ سے، اون کو اپنے والد علی سے، اون کو اپنے والد محمد سے، اون کو اپنے والد حسن سے، اون کو اپنے والد محمد سے، اون کو اپنے والد ابونصر سے، اون کو اپنے والد ابوصالح سے، اون کو اپنے والد عبدالرزاق سے، اون کو اپنے والد ابومحمد محی الدین عبدالقادر جیلانی سے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ایرج [۱۵] بکسر اول وسکون ثانی مجہول وثالث مفتوح بجیم زدہ نام ہے ایک قصبہ کا ہند میں، حضرت سید عبدالرزاق کو تاج الدین عبدالرزاق کہتے ہیں، کنیت آپ کی ابوعبدالرحمٰن اور ابوالفرج ہے حضرت غوث الثقلین کے فرزندوں میں آپ بڑے عالم وکامل تھے، وفات [۱۶] آپ کی ۵۹۵ ہجری میں ہے اور آپ بغداد ہی میں مدفون ہیں، ''کاشفِ صدق'' آپ کی تاریخ ہے۔
۵۹۵

ایضاً شاہ عبدالعزیز کو شاہ ولی اللہ سے، اون کو اپنے اوستاد شیخ ابوطاہر محمد مدنی سے، اون کو اپنے والد شیخ ابراہیم کردی سے، اون کو امام احمد قشاشی ☆ سے، اون کو شیخ احمد شناوی ☆☆ سے، اون کو اپنے والد شیخ علی بن عبدالقدوس سے، اون کو شیخ عبدالوہاب شعراوی سے، اون کو حافظ جلال الدین سیوطی ☆☆☆ سے، اون کو شیخ کمال الدین محمد سے، اُون کو شمس الدین محمد جزری سے، اون کو عمر بن حسن سے، اون کو احمد بن ابراہیم فاروثی سے، اون کو شیخ اکبر امام محی الدین محمد بن علی بن العربی سے، اون کو جمال الدین یونس سے، اون کو شیخ وقت سید عبدالقادر جیلانی سے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

کُردی [۱۸] بضم اول نسبت ہے کُردستان کی طرف جو ایک ملک ہے توابع رُوم سے۔

قشاشہ [۱۹] ایک قریہ ہے مصر کے قریب۔

شعراوی [۲۰] بفتح اول وسکون دوم بسبب کثرت مُویِ تن کے یہ لقب مشہور ہوا، نسبت کے وقت شعرانی بھی کہتے ہیں۔

☆ وفات حضرت شیخ احمد قشاشی علیہ الرحمۃ کی پیر کے دن اخیر ۱۰۷۱ھ ایک ہزار اکہتر ہجری میں اور مدفن جنت البقیع، مدینہ منورہ میں۔

☆☆ ولادت حضرت شیخ احمد شناوی علیہ الرحمۃ کی شہر مصر میں ماہ شوال ۹۷۵ھ نوسو پچھتر ہجری میں اور وفات آٹھویں ماہ ذی الحج ۱۰۲۸ھ ایک ہزار اٹھائیس ہجری میں اور مدفن جنت البقیع مدینہ منورہ میں ہے۔

☆☆☆ وفات حضرت شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی ۹۱۱ھ نوسو گیارہ ہجری میں ہے۔

سُیُوط[۲۰] بضمتین ایک قریہ ہے ملک مصر میں۔

جزری[۲۱] نسبت ہے طرف جزیرۂ ابن عمر کے، فاروث[۲۲] بآخر ثائے مثلثہ بروزن فاروق ایک قریہ ہے درمیان شہر واسط اور بصرہ کے۔

ولادت حضرت شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہ کی شب دوشنبہ سترھویں ماہ رمضان ۵۶۰ھ پانسو ساٹھ ہجری میں اور وفات[۲۳] شب جمعہ بائیسویں ربیع الثانی ۶۳۸ھ چھہ سواڑتیں اور بعضوں نے سینتیس میں لکھی ہے، اسی حساب سے صاحب مُخبر الواصلین[۲۴] نے تاریخ کہی ہے ۔

شیخ والا جناب بن عربی
مقتدائے رہِ خدا طلبی

چون ز دنیا بسوئے خلد برین
نقل فرمود آن خلاصہ دین

شد رقم سال نقل آن نامی
قدّس اللّٰہ سِرّہٗ السّامی

ایضاً[۲۶] شاہ عبدالعزیز کو شاہ ولی اللہ سے، اون کو شیخ ابوطاہر مدنی کُردی سے، اون کو اپنے والد شیخ ابراہیم کُردی سے، اون کو امام احمد قشاشی سے، اون کو اپنے والد شیخ محمد مدنی سے، اون کو شیخ امین ابن صدیق سے، اون کو شیخ سراج الدین عمر جبریل سے، اون کو شیخ عبدالقادر سے، اون کو اپنے والد جنید مُشرع سے، اون کو اپنے والد شیخ احمد بن موسیٰ مشرع یمنی سے، اون کو شیخ اسمٰعیل بن صدیق جبرتی سے، اون کو شیخ محمد مزجاجی سے، اون کو شیخ اسمٰعیل سے، اون کو شیخ سراج الدین ابوبکر سے، اون کو شیخ محی الدین احمد سے، اون کو شیخ فخر الدین ابوبکر محمد سے، اون کو شیخ ابواحمد بن محمد سے، اون کو اپنے والد ابومحمد احمد سے، اون کو اپنے والد شیخ عبداللہ بن یوسف اسدی سے، اون کو شیخ عبداللہ بن قاسم سے، اون کو شیخ ابومحمد عبداللہ بن علی اسدی یمنی سے، اون کو شیخ محی الدین ابومحمد عبدالقادر جیلانی سے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

مُشرع، بضم میم وبفتح شین وکسر رائے مہملہ مشدد نسبت ہے عمل شراع کی طرف، شراع کہتے ہیں بادبان کشتی کو۔

جبرتی، بفتح جیم و فتح موحدہ وسکون رائے مہملہ نسبت ہے قبیلہ کی طرف۔
اسدی، بفتح الف وسین مہملہ بعد ازاں دال مہملہ نسبت ہے طرف اسد کے وہ نام ہے چند قبائل کا قریش سے۔

طریقہ نقشبندیہ

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند
کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را[۲۷]

اس طریقہ کے بھی بہت شعبے ہیں، ہندوستان میں خواجہ محمد باقی[۲۸] اور امیر ابوالعلی[۲۹] کی طرف سے شائع ہوا ہے اور ماوراء النہر کے شہروں میں مخدوم اعظم مولانا خواجگی[۳۰] کی جانب سے پھیلا ہے اور مشہور تر شعبہ اس طریقے کا بحسب رسائل تصوف اور بیان اشغال قوم شعبۂ جامیہ ہے، پھر جو طریقہ کو خواجہ محمد باقی کی جانب سے، نکلا ہے اوس میں بھی بہت شعبے[۳۱] ہیں، اشہر ان میں سے شعبہ شیخ محمد معصوم[۳۲] اور شعبہ شیخ آدم بنوری[۳۳] ہے اور ہر ایک ان دونوں میں سے اشغال رکھتے ہیں سوائے اشغال متقدمین اس طریقہ کے۔

پس ملی خلافت[۳۴] اس طریقہ کی حضرت شاہ عبدالعزیز کو شاہ ولی اللہ سے، اون کو شیخ عبدالرحیم سے، اون کو سید عبداللہ سے، اون کو شیخ آدم بنوری سے، اون کو امام طریقہ شیخ احمد سہرندی مجدد الف ثانی سے، اون کو خواجہ محمد باقی ☆ سے، اون کو خواجہ امکنگی سے، اون کو اپنے والد مولانا درویش محمد سے، اون کو مولانا زاہد سے، اون کو خواجہ عبید اللہ احرار ☆ سے، اون کو مولانا یعقوب چرخی اور خواجہ علاء الدین غجدوانی سے، ان دونوں کو بلا واسطہ اور بواسطہ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔
وفات حضرت شیخ آدم بنوری صاحب شعبہ کی مدینہ منورہ میں تیرھویں ماہ شوال[۳۵] ۱۰۵۳ ایک ہزار ترپن ہجری میں۔

☆ وفات حضرت خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی روز دوشنبہ چھبیسویں ربیع الثانی ۱۰۱۲ھ دس سو بارہ ہجری میں ہے، عمر چالیس برس کی تھی، مزار فیض دہلی شہر میں ہے۔

☆ ولادت حضرت خواجہ احرار علیہ الرحمۃ کی ماہ رمضان ۸۰۶ھ آٹھ سو چھ ہجری میں ہے' مولد آپ کا قریہ باغستان توابع ملک تاشکند سے ہے، وفات شب شنبہ انتیسویں یعنی سلخ ربیع الاول ۸۹۵ ہجری میں ہے' عمر آپ کی اسی پر نو سال کی تھی' مزار پرانوار شہر سمرقند میں واقع ہے۔

مزار پُرانوار جنت البقیع میں زیر سایہ عالی پایہ روضہ مقدسہ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہے، ''مدفون بجوار عثمانؓ'' تاریخ ہے،[۳۶] روضۃ السلام[۳۷] میں تاریخ مذکور ہے
۱۰۵۳

حور جنان سال وصالش بگفت
باز در آمد بہ بہشت آدم[۳۸]

ولادت حضرت شیخ احمد سہرندی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی درمیان[۳۹] ۹۷۱ نوسو اکہتر کے اور وفات بروز سہ شنبہ ایک پہر دن چڑھے[۴۰] ۱۰۳۴ ایک ہزار چونتیس ہجری میں۔

مزار آپ کا شہر سہرند میں واقع ہے اور عمر آپ کی ترسٹھ برس کی تھی، شیخ بدرالدین سہرندی[۴۱] آپ کے خلیفہ نے حضرات القدس[۴۲] میں تاریخ لکھی ہے۔

بہار باغ عرفان ابر رحمت
کزین گلشن بتعجیل صبا رفت
مگر صبح قیامت سر بر آورد
کہ از مشکوٰۃِ دین شمعِ ہدیٰ رفت
درین ملکِ فنا غرقِ بقا بود
ہم از عین بقا اندر لقا رفت
ز یادش خانۂ دل آفتاب است
اگرچہ از دیدہ چون نور و ضیا رفت
چو شاہِ اولیائے عہد خود بود
خرد گفتا کہ ''شاہِ اولیاء رفت[۴۳]
۱۰۳۴

امکنہ[۴۴] ایک موضع کا نام ہے شہر سبز کے نزدیک اوس کو انکنہ بھی کہتے ہیں نام حضرت خواجہ املنگی کا محمد ہے، احرار جمع ہے حُر کی بمعنی آزاد و برگزیدہ کے آپ ایک آزاد و برگزیدہ مقابل چند آزاد و برگزیدہ کے ہیں۔

چرخ[۴۵] بجیم فارسی و رائے مہملہ آخر میں خائے معجمہ نام ہے ایک قریہ کا توابع غزنین سے۔

غجدوان [۴۶] بغین معجمہ مکسور وسکونِ جیم ، نام ہے ایک موضع کا توابع بخارا سے یہی مشہور ہے، طبقاتِ حنفیہ میں لکھا ہے بضم غین معجمہ وسکون جیم وضم دال مہملہ ایک بڑا قریہ ہے چھ کوس بخارا سے، واللہ اعلم۔

نقشبند [۴۷] نسبت ہے ساتھ حرفہ کمخاب بافی کے حضرت خواجہ بہاء الدین اور اون کے والد ماجد اس کام میں مشغول تھے۔

ولادت آپ کی ماہ محرم ۷۱۸ سات سو اٹھارہ ہجری میں اور وفات شب دوشنبہ تیسری تاریخ ماہ ربیع الاوّل ۷۹۱ سات سو نود و یک ہجری میں ہے، عمر آپ کی تہتر برس کی تھی، [۴۸] قبر شریف متصل شہر بخارا کے قصر عارفان میں، قصر عارفان [۴۹] ایک قریہ کا نام ہے کہ مولد بھی آپ کا وہی ہے، بخارا سے بفاصلہ ایک فرسنگ، تاریخ وفات ؎

رفت شاہِ نقشبندان خواجۂ دنیا و دین
آنکہ بودہ شاہ راہِ دین و دولتِ ملتش
مسکن و ماوای اُو چون بود قصرِ عارفان
"قصر عرفان" زین سبب آمد حسابِ رحلتش [۵۰]
۷۹۱

آپ نے وصیت کی تھی کہ میرے جنازے کے آگے یہ قطعہ پڑھیں ؎

مفلسانیم آمدہ در کوے تو
شیئاً لِلّٰہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانبِ زنبیل ما
آفرین بردست و بر بازوی تو [۵۱]

ویسا ہی ہوا۔

ایضاً ملی خلافت شاہ عبدالعزیز کو اپنے والد شاہ ولی اللہ سے، اون کو اپنے والد شیخ عبدالرحیم سے، ان کو خواجہ خرد [۵۲] ابن خواجہ محمد باقی سے، اون کو شیخ احمد سہرندی اور خواجہ حسام الدین [۵۳] اور شیخ الہ داد [۵۴] سے، ان تینوں کو حضرت خواجہ محمد باقی سے، اون کو موافق سلسلہ مذکور کے۔

ایضاً شاہ عبدالعزیز کو شاہ ولی اللہ سے، اون کو شیخ عبدالرحیم سے، اون کو میر ابوالقاسم اکبرآبادی

سے، ان کو مُلّا ولی محمد اکبر آبادی سے، اون کو امیر ابوالعلا اکبر آبادی سے، اون کو اپنے چچا امیر عبداللہ سے، اون کو خواجہ عبدالحق سے، اون کو خواجہ یحییٰ سے، اون کو اپنے والد خواجہ عبیداللہ احرارؒ سے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ [۵۵]

ولادت جناب میر ابوالعلا قدس سرہ کی ۹۹۰☆ نو سو نوے ہجری میں اور انتقال نویں ماہ صفر روز سہ شنبہ بوقت نماز صبح ۱۰۶۱ ایک ہزار اکسٹھ ہجری میں ہے، عمر آپ کی اکہتر برس کی تھی، مزار پُر انوار حضرت میر ابوالعلا کا شہر اکبر آباد کے باہر ایک کوس شمال کے جانب قریب زمین سلطان گنج کے واقع ہے، [۵۶] تعویذ قبر کا سنگ مرمر کا ہے، برسر تعویذ سبحان ربی الاعلیٰ بخطِ مُثبت لکھا ہے۔

تاریخ وفات میر افضل احراری [۵۷] رحمۃ اللہ علیہ نے یوں لکھی ہے

وای کہ شاہِ بُو العُلا ساخت مکان بلا مکان
حیف کہ آفتابِ دین گشت نہان ز چشمِ ما
موردِ فیضِ ایزدی مہبطِ نور احمدی
واقفِ سرِّ سرمدی محرمِ راز کبریا
مُرشِد و پیرِ کاملان رہبرِ راہِ سالکان
مرہمِ ریشِ طالبان فیض رسانِ ازکیا
ارشدِ آلِ مُصطفٰی امجدِ نسلِ خواجگان
قدوۂ اہلِ معرفت نورِ دو عینِ مُرتضیٰ
حضرت میر ابو العُلا سرورِ اولیائے دین
صاحبِ کشف بالیقین عارفِ اکملِ خدا
رخت بکارِ معنوی بست بملك جاودان
کرد صعود زین مکان ساخت بهشتِ عدن جا
خواست چو افضل از خرد سالِ وصالِ آن صفی
گفت برفت از جهان قطب جهان ابوالعُلا
۱۰۶۱

ایضاً شاہ عبدالعزیز کو شاہ ولی اللہ سے، اون کو شیخ عبدالرحیم سے، اون کو امیر نور العلا [۵۸] سے،

اون کو اپنے والد امیر ابوالعلا اکبر آبادی سے، ان کو موافق سلسلۂ مذکور کے، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، عمر حضرت نور العلا قدس سرہٗ کی تہتر برس کی تھی، وفات ساتویں شہر ربیع الثانی ۱۰۹۰ ایک ہزار نوے ہجری میں، مزار شہر اکبر آباد میں پائیں مزار پُر انوار والد ماجد کے ہے۔

ایضاً شاہ عبد العزیز کو شاہ ولی اللہ سے، اون کو مُلّا محمد دلیل گکیانی [۵۹] سے، اون کو میر موسیٰ پٹی کوٹی [۶۰] سے، اون کو شیخ محمد معصوم سے، ان کو اپنے والد شیخ احمد سہرندی مجدد الف ثانی سے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

گکیانی، بفتح کاف فارسی اول وتشدید دوم نسبت ہے قبیلہ افاغنہ کی طرف کہ درمیان دولبۂ پشاور کے رہتے ہیں اور قوم یوسف زئی سے بنی عم ہیں۔

پٹی کوٹ بہر دو تائے ہندی ایک قریہ ہے مضافات سے جلال آباد کے اور جلال آباد ایک شہر ہے درمیان کابل و پشاور کے۔

ولادت شیخ محمد معصوم کی ۱۰۰۸ ایک ہزار آٹھ ہجری میں ہے [۶۱] اور وفات ماہ ربیع الاوّل ۱۰۷۹ ایک ہزار ہفتاد ونہ ہجری میں ہے، عمر آپ کی اکہتر سال کی تھی، [۶۲] مزار شہر سہرند میں واقع ہے، شیخ عبد الاحد [۶۳] ان کے برادر زادے نے تاریخ کہی ہے ؎

قَیُّومِ زمان خلیفۃ اللّٰہ
دانندۂ سرّہائے مکتوم
در دائرۂ وجود نابود
بودش بجہان مِثال معدوم
نقاشِ ازل بصفحۂ کَون
نقشے بہ ازان نکردہ مرقوم
اسرارِ صفاتِ ذاتِ والا
حقا کہ جز اونکردہ مفہوم
خوردہ بربیعِ اوّلِ ماہ
چون شاہِ رُسُل رحیق مختوم

چابك قدمى بكوىِ وحدت
هرگز به ازو نگشته معلوم
تاريخ وصال او خرد گفت
رفته زجهان امام معصوم [۶۴]
۱۰۷۹

ایضاً شاہ عبدالعزیز کو شاہ ولی اللہ سے، اون کو شیخ ابوطاہر مدنی سے، اون کو شیخ ابراہیم کُردی سے، اون کو شیخ احمد قشاشی سے، اون کو ابوالمواہب شیخ احمد شناوی سے، اون کو شیخ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن بہنسی سے، اون کو مولانا محمد امین ابن اخت ملا جامی سے، اون کو مولانا غیاث الدین احمد سے، اون کو مولانا علاء الدین محمد سے، اون کو مولانا عبدالرحمٰن جامی سے، اون کو مولانا سعدالدین کاشغری سے، اون کو مولانا نظام الدین خاموش سے، اون کو خواجہ علاء الدین عطار سے، اون کو خواجہ بہاؤ الدین نقشبند سے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ [۶۵]

بھنسی، بفتح موحدہ ونون وسین مہملہ نسبت ہے طرف بہنسا کے جو ایک شہر ہے مصر کے قریب۔

کاشغر، باغین نقطہ دار بروزن وادگر ایک شہر کا نام ہے ترکستان سے۔

جام بروزن سام ایک ولایت کا نام ہے خراسان سے۔

ولادت حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ کی بائیسویں تاریخ ماہ شعبان ۸۱۷ آٹھ سو سترہ میں، عمر ہشتاد ویکسال کی اور وفات اٹھارویں ماہ محرم جمعہ کی نماز کے وقت ۸۹۸ آٹھ سو اٹھانوے ہجری میں، قبر آپ کی خیابان [۶۶] شہر ہرات میں واقع ہے، تاریخ وفات

غوث آفاق حضرتِ جامى
كَانَ فِىْ مُقْلَةِ الْوَرٰى نُوْرا
چون عنان تافت از ديارِ فنا
كرد در كعبۂ بقا رُو را
سال و ماه وفات و روزش بود
هز دهم روز ماه عاشورا (۸۹۸ھ)

ایضاً

جامی کہ بود بلبلِ جنت قرار یافت
فِیْ رَوْضَۃٍ مُخَلَّدَۃٍ اَرْضُھَا السَّمَا
کلکِ قضا نوشت ازان بردرِ بہشت
تاریخہٗ "وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنا"
(۸۹۸ھ)

ایضاً شاہ عبدالعزیز کو شاہ ولی اللہ سے، اون کو شیخ ابوطاہر مدنی سے، اون کو شیخ احمد نخلی سے، اون کو میر کلاں بلخی سے، اون کو مُلا محمد عرب بلخی سے، اون کو مُلا اکّہ شبرغانی سے، کہ جن کا تخلص ابن یمین ۶۷ ہے، اون کو مُلا خرد عزیزان سے، اون کو مخدوم اعظم ملاخواجگی احمد سے، اون کو مولانا محمد قاضی سے، اون کو خواجہ عبیداللہ احرار سے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

بلخ، بفتح اول وسکونِ ثانی ایک شہر کا نام ہے مشہور خراسان سے۔

اکّہ، بفتح الف وتشدید کاف عربی وہائے ہوز درآخر۔

چبرغان، ۶۸ بجیم فارسی مضموم وبائے مؤحدہ مضموم ورائے مہملہ ساکنہ وغین معجمہ ایک شہر ہے دو منزل بلخ سے، شبرغان اوس کی تعریب ہے، چبرغان تُرکی لفظ ہے اوس کے معنی جو چیز کہ بعد دوسرے کے طول میں مانند قطار کے ہووے۔

مولد حضرت مخدوم اعظم مولانا خواجگی کا کاشان ۶۹ فرغانہ ہے، عمر آپ کی اٹھتر سال کی تھی وفات ۹۵۹ نوسو اونچاس ہجری میں ہے۔

ایضاً شاہ عبدالعزیز کو شاہ ولی اللہ سے، اون کو شیخ ابوطاہر مدنی سے، اون کو شیخ عبداللہ بصری سے، اون کو شیخ عبداللہ باقشیر المکی سے، اون کو شیخ تاج الدین سنبھلی سے، اون کو خواجہ محمد باقی سے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

سنبھل، ببائے ہندی واشمام ہا، ایک شہر ہے ہند میں گنگا جمنا کے پرے قریب جبال شرقی دارالخلافۃ دہلی کے۔

طریق چشتیہ

عاشقانِ خواجگانِ چشت را
از قدم تا سر نشانِ دیگر است

اس طریقے کے بھی بہت شعبے ہیں اشہر اون میں سے تین شعبے ہیں: نصیریہ اور سراجیہ اور صابریہ،[۱]
پس ملی خلافت اس طریقہ کی شاہ عبدالعزیز کو اپنے والد شاہ ولی اللہ سے، اون کو اپنے والد شیخ عبدالرحیم سے، اون کو شیخ عظمت اللہ اکبرآبادی سے، اون کو اپنے والد شیخ عبدالرسول سے، اون کو اپنے والد شیخ عبداللطیف سے، اون کو شیخ عبدالعزیز سے، اون کو قاضی خان یوسف ناصحی سے، اون کو شیخ حسن بن طاہر سے، اون کو سید راجی حامد شاہ سے، اون کو شیخ حسام الدین مانکپوری سے، اون کو خواجۂ نور قطب عالم سے، اون کو اپنے والد علاء الحق بن اسعد سے، اون کو شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی سے، اون کو سلطان المشائخ نظام الدین اولیا سے، اون کو شیخ فریدالدین گنج شکر سے، اون کو خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے، اون کو حضرت خواجہ معین الحق والدین سجزی چشتی سے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ولادت شیخ عبدالعزیز کی جون پور میں ۸۹۸ آٹھ سو اٹھانوے ہجری میں ہے اور وفات چھٹی جمادی الثانی ۹۷۵ نو سو پچھتر ہجری میں، اپنی خانقاہ[۲] کے صحن میں دفن ہیں اور وفات قاضی خان یوسف[۳] کی پندرھویں ماہ صفر ۹۷۰ نو سو ستر ہجری میں ظفر آباد میں دفن ہیں اور وفات شیخ حسن[۴] بن طاہر کی چوبیسویں ربیع الاوّل ۹۰۹ نو سو نو ہجری میں دہلی میں دفن ہیں۔

راجی اور راجا ہندی زبان میں شاہ کو کہتے ہیں سید حامد شہ کو راجی بطریق تعظیم کہتے تھے کیونکہ آباء کرام آپ کے مانکپور کی ریاست رکھتے تھے۔

مانکپور ایک شہر ہے پورب میں اوس کو کڑا مانکپور بھی کہتے ہیں وہی مانکپور پورب میں ایک قصبہ ہے الٰہ آباد کے قریب، وفات سید راجی حامد شاہ کی ۹۰۱ نو سو ایک ہجری[۵] میں، مانک پور میں دفن ہیں، وفات شیخ حسام الدین مانکپوری[۶] کی ۸۸۲ آٹھ سو بیاسی ہجری میں، وفات خواجہ نور قطب عالم[۷] کی ۸۱۳ آٹھ سو تیرہ ہجری میں، بعضے ۸۵۱ آٹھ سو اکاوَن میں لکھتے ہیں: مزار قصبہ پنڈوہ میں ہے، وفات حضرت علاء الحق[۸] کی غرہ رجب ۸۰۰ آٹھ سو ہجری میں مزار قصبۂ پندوہ میں ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اودہ ایک شہر ہے پورب میں اب جس کو فیض آباد کہتے ہیں، وفات حضرت اخی سراج الدین عثمان اودھی[۹] کی ۷۵۸ سات سو اٹھاون ہجری میں اور مقام آپ کا دیار گور ملک بنگالہ میں واقع ہے اور لقب آپ کا آئینہ ہندوستان ہے۔

اولیاء ہر چند کہ جمع ہے ولی کی لیکن حضرت نظام الدین قدس سرہٗ کا اس واسطے لقب ہوا گویا کہ آپ ایک ولی اولیائے کثیر کے مانند ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ابراہیم علیہ السلام کو اُمت فرمایا اور جیسے خواجہ عبیداللہ احرار کا لقب احرار اور کعب کا لقب احبار ہے، ولادت حضرت نظام الدین اولیا کی قصبۂ بداوٗن ☆ میں ماہ صفر ۶۳۱ چھ سو اکتیس ہجری [۸۰] میں اور وفات اٹھارویں ربیع الثانی روز چہارشنبہ وقت چاشت ۷۲۵ میں ہے، عمر آپ کی نو دو چہار سال تھی، [۸۱] شہر دہلی کے باہر سرحد موضع غیاث پور [۸۲] میں جہاں آپ کا مسکن تھا وہیں مدفن ہے، یہ تاریخ وفات مسجد کے دروازے پر نصب ہے، قطعہ

نظامِ دو گیتی شہِ ماہ وطین

سراجِ دو عالم شدہ بالیقین

چو تاریخ فوتش بجستم زغیب

ندا داد ہاتف "شہنشاہِ دین"

۷۲۵

گنج شکر [۸۳] آپ کو اس واسطے کہتے ہیں کہ ایک وقت آپ پر سات روز گزرے تھے کہ کچھ افطار کو میسر نہ ہوا تھا، ضعف نہایت غالب ہوا، پیر کی خدمت میں جا رہے تھے، کہ اثنائے راہ میں قدم لغزش کھایا اور زمین پر گرے، آپ کے مونہہ میں کچھ مٹی آئی اور وہ تمام شکر ہوگئی، وہاں سے جب پیر کے خدمت میں حاضر ہوئے تو پیر نے فرمایا: فرید مٹی تیرے مونہہ میں آئی، حق تعالیٰ تیرے وجود کو گنج شکر کیا ہے، ہمیشہ شیریں رہے گا، جب پیر کی خدمت سے باہر نکلے تو جو شخص کہ آپ کو دیکھتا تھا گنج شکر کہتا تھا۔ ☆☆

بختیار اوشی کاکی بختیار آپ کا نام ہے، یعنی بختیار بن احمد بن موسیٰ۔

اوش، بروزن موش ایک قصبہ کا نام ہے، ولایت فرغانہ سے درمیان سمرقند اور چین کے، وہی آپ کا مولد اور اصل ہے، کاکی اس واسطے کہتے ہیں کہ جب آپ دہلی میں متوطن ہوئے تو فتوح کسی سے قبول نہ فرماتے تھے، خود ہمیشہ مستغرق رہتے تھے جورو بچوں پر عُسرت گزرتی تھی، تو اونھوں نے ایک

☆ من مضافات شہر سنبھل۔

☆☆ وفات حضرت شیخ شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کی روز سہ شنبہ پنجم ماہ محرم ۶۶۴ ہجری میں ہے، مزار پرانوار پاک پٹن مابین ملتان اور لاہور کے واقع ہے اور عمر آپ کی نو دو پنج سال کی تھی۔

بقال کی عورت سے جو ہمسایہ میں تھی، بعد بہت فاقہ کشی کے کچھ قرض لے کر اوقات بسری کرتے تھے، ایک دن بقال کی عورت نے کہا کہ اگر میں تمہارے ہمسایہ میں نہ ہوتی تو تمہاری ہلاکت ہو جاتی، یہ بات اون کو گراں معلوم ہوئی، عہد کیا کہ اوس سے قرض نہ لیں گے، ایک دن یہ قصہ حضرت سے عرض کیا، ارشاد ہوا کہ ہرگز کسی سے میں قرض نہیں لیتا ہوں، ضرورت کے وقت میرے حجرے کے طاقچے میں ہاتھ ڈال کر بقدرِ حاجت نان پختہ نکال لو، اپنے صرف میں لاؤ اور جس کو چاہو دو، بعد ازاں جب چاہتے تھے اوس طاق میں سے نان پختہ لیتے تھے، اوس نان کو کاک کہتے ہیں۔ ☆

سجزی چشتی، سجزی [۸۴] بکسر سین مہملہ وسکون جیم وکسر زائے معجمہ نسبت ہے سیستان کی طرف، سیستانی کو عربی میں بجستانی اور سجزی کہتے ہیں۔

چشت [۸۵] بکسر جیم فارسی ایک شہر ہے پہاڑ کے دَرے پر دو منزل ہرات سے، اس زمانے میں اوس کو ابوشاقلان [۸۶] کہتے ہیں، ان دنوں بالکل ویران ایک دِیہ کے طور پر ہے، فقط مزارات متبرکہ حضرات چشت پُر انوار ونمودار ہیں، حضرت خواجہ احمد ابدال چشتی [۸۷] قدس سرہ جو آپ کے مرشدوں میں ہیں وہ اوسی شہر کے ہیں اور وہیں دفن ہیں، یہ نسبت اونھیں کی طرف ہے۔

ولادت حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والدین کی ۵۳۷ پانسوسینتیس ہجری میں اور وفات بروز دو شنبہ چھٹی ماہ رجب ۶۳۳ ہجری میں اور قبر شہر اجمیر میں واقع ہے، قطعۂ تاریخ

خواجۂ والا معین الدین کہ از انوار او
گشت روشن در دو عالم ماہتابِ ملکِ ہند
محو شد در نورِ حق چون آن مہِ بُرجِ یقین
شد ندا از چرخ چارم آفتاب ملک ہند
۶۳۳

ایضاً شاہ عبدالعزیز کو اپنے والد شاہ ولی اللہ سے، اون کو اپنے نانا [۸۸] شیخ رفیع الدین محمد سے، ان کو اپنے والد شیخ قطب عالم [۹۰] سے، اون کو شیخ عبدالعزیز سے، اون کو شیخ نجم الحق سے، اون کو شیخ عبدالعزیز سے، اون کو سید عبدالوہاب ☆☆ بخاری سے، اون کو سید صدرالدین راجو قتال سے، اون کو اپنے

☆ وفات حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی روز دوشنبہ چودھویں ربیع الاوّل ۶۳۴ ہجری میں ہے اور عمر آپ کی باوّن برس کی تھی، مزار پُر انوار دہلی میں مشہور ومعروف ہے۔

☆☆ وفات حضرت سید عبدالوہاب بخاری کی ۹۳۲ ہجری میں ہے۔

والد سید محمود سے، اون کو اپنے والد سید جلال الدین مخدوم جہانیاں سے، اون کو حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی سے، اون کو شیخ نظام الدین اولیا سے، اون کو شیخ فرید الدین گنج شکر سے، اون کو موافق سلسلۂ مذکور کے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ [۹۱]

راجو قتال راجو ہندی نام ہے مشتق ہے راج سے بمعنی پادشاہی کے، قتال نفس کی ریاضت کے سبب سے کہتے ہیں۔

مخدوم جہانیاں صاحب خزینۃ الاصفیا [۹۲] وجہ مخدوم جہانیاں [۹۳] کی خزانہ جلالی [۹۴] سے یوں لکھتے ہیں،

که وقتے شیخ رُکن الدین ابو الفتح ملتانی رحمة الله علیه از آستانۂ کرامت نشانه دولتخانۂ خویش بیرون تشریف می آورد و قدم بر زینه نهاد، حضرت مخدوم بتعجیل تمام خود را زیر زینۂ زیرین غلطانیدند، بدین مراد که قدم مبارك پیر روشن ضمیر بر سینۂ بے کینۂ وی آید، چون شیخ این بدید فرمود که بایستید دروازۂ نبوت به کُلی مسدود است، باقی ماند رتبۂ ولایت شما مرتبۂ خود بجائے رسانیده آید که مخدوم جهانیان شده آید، این بگفت و بدستِ حق پرستِ خود دستِ مخدوم گرفته ایستاده کرد و بسینۂ حق گنجینۂ خویش ضم ساخت و نعمتِ وافر عطا فرمود، پس ازاں روز حضرت مخدوم بخطاب مخدوم جهانیان مخاطب گشت۔☆

دوسری کتابوں میں دوسری وجہ بھی مرقوم ہے، واللہ اعلم۔

چراغ دہلی، [۹۵] آپ کا لقب اس واسطے ہوا کہ آپ دہلی کے صاحب ارشاد تھے، اور حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہٗ اپنے اخیر وقت نعمت سجادۂ ملک ہندوستان کو دو شخص پر تقسیم فرمایا ایک آپ اور آپ کو کہا:

☆ ولادت حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ کی اوّل وقت شب جمعہ یعنی پندرھویں شب شعبان ۷۰۷ ہجری میں اور رحلت وقت غروب آفتاب روز چہارشنبہ عید الاضحیٰ ۷۸۵ ہجری میں ہے مدتِ عمر اٹھہتر سال کی تھی، مزار پر انوار مقام اوچ میں ہے جو مضافات سے خطہ ملتان کے ہے۔

که نصیر الدین ما چراغ دهلی است۔

دوسرے شیخ سراج الدین عثمان اودھی، [۹۶] اون کو فرمایا:

که سراج الدین ما آئینۂ هندوستان است۔

وفات آپ کی اٹھارویں ماہ مبارک رمضان چاشت کے وقت جمعہ کے دن ۷۵۷ سات سو ستاون ہجری [۹۷] میں اور مزار آپ کا شہر دہلی کے باہر چھ کوس پر جنوب کی طرف مشہور و معروف ہے، [۹۸] صاحب خزینۃ الاصفیا نے تاریخ لکھی ہے ؎

''طالب　　اللہ　　واقفِ　　اسرار''
۷۵۷

ایضاً شاہ عبد العزیز کو اپنے والد شاہ ولی اللہ سے، اون کو اپنے والد شیخ عبد الرحیم سے، اون کو سید عبد اللہ سے، اون کو شیخ آدم بنوری سے، اون کو شیخ احمد سہرندی سے، اون کو اپنے والد شیخ عبد الاحد سے، اون کو شیخ رُکن الدین سے، اون کو اپنے والد شیخ عبد القدوس گنگوہی سے، اون کو شیخ محمد بن عارف سے، اون کو اپنے والد شیخ عارف سے، اون کو اپنے والد شیخ احمد عبد الحق سے، اون کو شیخ جلال الدین پانی پتی سے، اون کو شیخ شمس الدین ترک سے، اون کو حضرت مخدوم علی صابر سے، اون کو اپنے ماموں شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر سے، اون کو موافق سند [۹۹] مذکور کے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

گنگوہ، بروزن انبوہ، ایک قصبہ ہے بڑا دہلی سے تخمیناً آٹھ منزل درمیان جانب شمال و غرب کے، ضلع سہارن پور میں، اوس کو پیران گنگوہ بھی کہتے ہیں، وفات حضرت شیخ عبد القدوس صاحب شعبہ قدوسیہ کی ۹۴۵ نو سو پینتالیس ہجری میں [۱۰۰] اور مزار پرانوار آپ کا گنگوہ میں واقع ہے، آپ کی تاریخ صاحب خزینۃ الاصفیا نے لکھی ہے ؎

اگر　　تاریخ　　ترحیلش　　بخواہے
بگو　　قدوس　　شاہنشاہ　　اقطاب
۹۴۵

پانی پتھ، [۱۰۱] بتقدیم بائے فارسی مفتوح و ثالث نون و پنجم نیز بائے فارسی ایک شہر ہے، تین منزل دہلی سے لاہور کی جانب۔

صابرؔ حضرت مخدوم علاء الدین علی کو صابر کہنے کی وجہ صاحب سیر الاقطاب [۱۰۲] یوں تحریر کرتے ہیں

کہ اوائل حال میں آپ کو بارہ برس خدمت مطبخ خاصہ اور قسمت لنگر فقراپیشگاہ سے حضرت شیخ فرید گنج شکر قدس سرہ کے مقرر تھی مگر بالتخصیص علٰحدہ آپ کو ارشاد نہ ہوا تھا کہ تو بھی اسی لنگر سے کھایا کر، بارہ برس تک آپ نے ایک لقمہ بھی طعام کا تناول نہ فرمایا، بعد ازاں حضرت گنج شکر اس کیفیت سے مُستفسر ہوئے تو عرض کی کہ بلا اجازت حضور کے کیا مجال ہے کہ ایک دانہ مطبخ عالی سے اپنے تصرف میں لاؤں، حضرت شیخ نے اس کمال صبر سے خوش ہو کر فرمایا کہ علاء الدین علی احمد صابر ہے، اوس روز سے آپ اس خطاب سے مخاطب ہوئے، وفات آپ کی تیرھویں ربیع الاوّل ۶۹۰ چھ سونو ہجری میں اور ''مخدوم'' آپ کے وصال کی تاریخ ہے،[۱۰۳] مزار آپ کا کلیر میں ہے، کلیر بروزن سروراول ایک شہر تھا ان دنوں ویران ہو کر بطور ایک دیہہ کے دہلی سے تخمیناً سات منزل جانب شمال ضلع سہارن پور میں ہے، اوس کو بھی پیران کلیر کہتے ہیں، بسبب مزار پیران طریقت کے۔

طریقہ سہروردیہ

صنمارہ قلندر سزوار بمن نمائی
کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

یہ طریقہ مخدوم بہاء الدین زکریا کی جانب سے ہندوستان میں شائع ہوا اور شیخ نجیب الدین بزغش[۱۰۴] کی طرف سے خراسان میں، پس ملی خلافت اس طریقہ کی شاہ عبدالعزیز کو اپنے والد شاہ ولی اللہ سے، اون کو اپنے والد شیخ عبدالرحیم سے، اون کو سید عظمت اللہ اکبر آبادی سے، اون کو اپنے والد شیخ عبداللطیف سے، ان کو اپنے والد شیخ عبدالرسول سے، اون کو شیخ عبدالعزیز سے، اون کو سید عبدالوہاب بخاری سے، اون کو سید صدرالدین راجو قتال سے، اون کو سید جلال الدین مخدوم جہانیاں سے، ان کو شیخ رکن الدین ابوالفتح سے، اون کو اپنے والد شیخ صدرالدین ☆ سے، اون کو اپنے والد شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سے، اون کو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی سے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔[۱۰۵]

☆ وفات شیخ صدرالدین علیہ الرحمۃ کی منگل کے دن تیئسویں ذوالحجہ ۶۸۴ چھ سو چوراسی ہجری میں ہے، قبر آپ کی ملتان میں پدر بزرگوار کے مزار کے پاس واقع ہے اور ان کے فرزند شیخ رکن الدین ابوالفتح کی وفات نویں جمادی الاولیٰ ۷۳۵ ہجری میں اور مدتِ عمر اٹھاسی برس کی تھی، نزدیک پدر عالی قدر کے مدفون ہیں، بعضے سولھویں رجب ۷۳۴ ہجری بھی لکھتے ہیں، واللہ اعلم!

ولادت شیخ بہاء الدین زکریا کی بقول صاحب سفینۃ الاولیاء[۱۰۶] ۵۶۶ پانسو چھیاسٹھ ہجری میں اور وفات بروز پنجشنبہ بعد ادائے نماز ظہر ساتویں ماہ صفر ۶۶۶ چھ سو چھیاسٹھ ہجری میں، عمر سو برس کی تھی، [۱۰۷] مزار پرانوار آپ کا شہر ملتان کے حصار قدیم میں جلوہ گر ہے، تاریخ وصال:

شہباز مقام علّیین
۶۶۶

سہرورد، بالضم وحرف چہارم واو مفتوح وحرف ششم دال مہملہ نام ہے ایک شہر کا، عراق عجم میں، ولادت حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی ماہ رجب ۵۳۹ پانچ سو انتالیس ہجری میں اور وفات غرہ ماہ محرم ۶۳۲ چھ سو بتیس ہجری [۱۰۸] میں اور قبر آپ کی اندرون شہر بغداد واقع ہے۔

ایضاً شاہ عبد العزیز کو اپنے والد شاہ ولی اللہ سے، اون کو اپنے اوستاد شیخ ابوطاہر مدنی سے، اون کو اپنے والد شیخ ابراہیم کُردی سے، اون کو شیخ احمد قشاشی سے، اون کو شیخ احمد شناوی سے، اون کو اپنے والد شیخ علی سے، اون کو اپنے والد عبد القدوس سے، اون کو شیخ عبد الوہاب شعراوی سے، اون کو شیخ الاسلام زکریا بن محمد انصاری سے، اون کو شہاب احمد سے، اون کو شیخ زین الدین☆ بن ابوبکر بن محمد خوافی صاحب وصایائے قدسیہ سے، اون کو شیخ نور الدین عبد الرحمٰن مصری سے، اون کو شیخ جمال الدین یوسف کورانی سے، اون کو حسام الدین شمشیری اور نجم الدین اصفہانی سے، ان دونوں کو شیخ نور الدین عبد الصمد سے، اون کو شیخ نجیب الدین علی بن بُزغُش سے، اون کو عارف باللہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔[۱۰۹]

خوافہ، [۱۱۰] بفتح اول ایک ناحیہ ہے نیشاپور کا۔

کوران، بضم کاف ایک قبیلہ ہے کردیوں کا بُزغُش، بضم بائے موحدہ وسکون زائے معجمہ وضم غین معجمہ وشین معجمہ آپ کا لقب ہے، وفات نجیب الدین بُزغُش کی ۶۷۸ چھ سو اٹھہتر میں ’’قطب ولایت عالیجاہ‘‘ آپ کی وصال کی تاریخ ہے، مزار آپ کا شیراز میں ہے۔

طریقہ کبرویہ۔

منم کہ روئے ترا بے نقاب مے بینم
منم کہ بے شب و روز آفتاب مے بینم

☆ وفات شیخ زین الدین علیہ الرحمۃ کی شب یکشنبہ دوم ماہ شوال ۸۳۸ ہجری میں ہے مزار پرانوار ہرات کی عیدگاہ کے نزدیک واقع ہے۔

اس طریقہ کے بھی بہت شعبے ہیں، اشہر اون شعبوں کا آج کے دن ترکستان میں اور کشمیر اور سوا اوس کے امیر سید علی ہمدانی کا شعبہ ہے اور نادر ترین اون کا خرقہ کبرویہ ہے، خواجہ نقشبند کی طرف سے، پس ملی خلافت [۱۱۱] اس طریقہ کی شاہ عبدالعزیز کو اپنے والد شاہ ولی اللہ سے، اون کو شیخ ابو طاہر مدنی سے، اون کو اپنے والد شیخ ابراہیم کردی سے، اون کو شیخ احمد قشاشی سے، اون کو شیخ احمد شناوی سے، اون کو اپنے والد شیخ علی سے، اون کو اپنے والد عبدالقدوس سے، اون کو شیخ عبدالوہاب شعراوی سے، اون کو شیخ الاسلام زین الدین زکریا سے، اون کو شمس محمد بن عمر واسطی سے، اون کو ابوالعباس احمد زاہد نے، اون کو شہاب دمشقی سے، اون کو عبدالرحمٰن شرقی سے، اون کو احمد رودبار سے، اون کو شیخ رضی الدین علی بن سعید غزنوی المعروف بہ لالا سے، اون کو مجدالدین بغدادی سے، اون کو شیخ نجم الدین کبریٰ سے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

واسط' ایک شہر ہے درمیان کوفے اور بصرے کے۔

دمشق' بکسر دال و فتح میم و کسر ایک شہر ہے، مشہور پائے تخت ملک شام کا۔

لالا' حضرت رضی الدین کے جدامجد عبدالجلیل کا لقب ہے' وفات آپ کی تیسری ربیع الاوّل ۶۴۲ چھ سو بیالیس ہجری میں اور قبر آپ کی غزنی میں مابین روضہ سلطان محمود کے ہے۔ [۱۱۲]

''شہباز ہوائے عالم قدس''
۶۴۲

آپ کی تاریخ ہے:

کبریٰ' حضرت نجم الدین کا لقب اس واسطے ہوا کہ آپ اوائل جوانی میں جب تحصیل علم میں مشغول تھے تو جس کسی سے مناظرہ اور مباحثہ کرتے تو اوس پر غالب آتے تھے، اس سبب سے آپ کو طامۃ الکبریٰ کہتے تھے، طامہ کا لفظ کثرت استعمال سے حذف ہوا، شہادت آپ کی دسویں جمادی الاوّل ۶۱۸ چھ سو اٹھارہ ہجری [۱۱۳] میں چنگیز خان کے لشکر سے ہوئی' ''منصور کبریٰ'' صاحب خزینۃ الاصفیا نے تاریخ کہی ہے۔

ایضاً شاہ عبدالعزیز کو شاہ ولی اللہ سے، اون کو شیخ ابو طاہر مدنی سے، اون کو اپنے والد شیخ ابراہیم کُردی سے، اون کو شیخ احمد قشاشی سے، اون کو شیخ احمد شناوی سے، اون کو سید غضنفر بن جعفر نہروانی سے، اون کو شیخ تاج الدین عبدالرحمٰن بن مسعود کازرونی سے، اون کو حافظ نورالدین احمد طاؤسی سے' اون کو

محقق شریف سید علی جرجانی ☆ سے، اون کو خواجہ علاء الدین عطار سمرقندی سے، اون کو خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند سے، اون کو شیخ سلطان الدین سے، اون کو شیخ احمد مولانا سے، اون کو شیخ بابا کمال حیدری سے، اون کو شیخ مقتدیٰ نجم الدین کبریٰ سے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ [۱۱۴]

نہروان، بروزن رہروان ایک شہر کا نام ہے۔

کازرون، نام ہے ایک شہر کا اور ایک ولایت ہے ملک فارس سے۔

طاوٗسی، نسبت ہے طرف طاوٗس تابعی کے۔

جُرجان، بروزن سلطان معرب ہے گرگان کا وہ ایک شہر ہے دارالملک استر آباد سے۔

سمرقند، معرب۔ ہے سمرکند کا وہ ایک شہر ہے ماوراء النہر میں۔

ایضاً شاہ عبدالعزیز کو شاہ ولی اللہ سے، اون کو اپنے والد شیخ عبدالرحیم سے، اون کو سید عبداللہ سے، اون کو شیخ آدم بنوری سے، اون کو شیخ احمد سہرندی سے، اون کو شیخ یعقوب صیرفی کشمیری سے، اون کو شیخ حسین خوارزمی سے، اون کو شیخ حاجی محمد بن صدیق حبوشانی سے، اون کو شیخ شاہ علی بیداوازی سے، اون کو شیخ رشید الدین محمد بیداوازی سے، اون کو سید عبداللہ بزرش آبادی سے، اون کو شیخ اسحٰق ختلانی سے، اون کو امیر سید علی ہمدانی سے، اون کو شیخ شرف الدین محمود بن عبداللہ مردقانی سے، اور شیخ تقی الدین علی دوسی سمنانی سے، ان دونوں کو شیخ علاء الدولہ احمد بن محمد سمنانی سے، اون کو شیخ نورالدین عبدالرحمٰن کسرقی اسفرائی سے، اون کو شیخ جمال الدین احمد جورقانی سے، اون کو شیخ رضی الدین علی لالا سے، اون کو حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ سے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ [۱۱۵]

صیرفی، آپ کا تخلص ہے کسی جا آپ نے صرفی بھی موزون کیا ہے اور معنی صیرفی کے صراف کے ہیں کہ کھوٹے سے کھرے کو پہچانے۔

خوارزم، ایک شہر ہے مشہور ترکستان میں۔

حبوشان، بضمتین ایک شہر ہے نیشاپور میں۔

بیدواز، با ثانی مجہول بروزن پیشواز ایک پہاڑ کا نام ہے، ولایت ماوراء النہر سے۔

ختلان بفتح اول وسکون ثانی وثالث بالف کشیدہ ونون زدہ نام ہے، ایک ولایت کا مضافات سے بدخشاں کے اب مشہور اوس کا نام کولاب ہے۔

☆ ولادت سید شریف علامہ محقق جرجانی قدس سرہ کی ۷۴۰ ہجری میں اور وفات ۸۱۸ ہجری ہے۔

ہمدان، بہ فتحتین ایک شہر کا نام ہے، ایران سے، وفات آپ کی چھٹی ذی الحج ۷۷۰ سات سوستر ہجری میں اور قبر آپ کی ختلان میں واقع ہے، خزینۃ الاصفیاء میں تاریخ اعظمی سے مذکور ہے کہ اخیر کلام آپ کا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تھا اور وہی آپ کی تاریخ وصال بھی ہے، قول دوم ہی قوی ہے۔

سمنان، بالکسر نام ہے ایک شہر کا، کسرقی اسفرائی ۷۸۶ کسرقی بفتح کاف و کسر سین مہملہ وسکون رائے مہملہ وکسر قاف ایک موضع ہے، توابع اسفرائن سے۔

جورفانی، بضم جیم وسکون واؤ ورائے مہملہ و فا ونون معرب ہے چورپان کا بضم جیم وسکون واو ورائے مہملہ وبائے عجمی نام ہے ایک موضع کا۔

طریقہ مدینیہ [۱۱۶] اس طریقے کے بہت شعبے ہیں، اشہر اون شعبوں کا مغرب کے ملک میں، شعبۂ مغاربیہ ہے اور حضرموت میں شعبہ عیدروسیہ ہے، سید عبداللہ عیدروس کبیر کی طرف سے، پس ملی خلافت اس طریقہ کی شاہ عبدالعزیز کو شاہ ولی اللہ سے، اون کو شیخ ابوطاہر مدنی سے، اون کو شیخ الحرم مکی شیخ احمد نخلی اور شیخ عبداللہ بن سالم بصری سے، اون کو شیخ عیسیٰ مغربی سے، اون کو شیخ سعید بن ابراہیم جزائری مفتی سے، اون کو شیخ المحققین سعید بن المقری سے، اون کو ولی کامل احمد حجی دہرانی سے، اون کو شیخ الاسلام عارف باللہ سید ابراہیم تاری سے، اون کو شیخ طریقہ صالح موسیٰ زواوی سے، اون کو شیخ معمر محمد بن مخلص سے، اون کو شیخ مغلطائی بن فلیح سے، اون کو ابوعبداللہ عریان سے، اون کو اپنے والد شیخ جماعہ طویل سے، اون کو شریف ابومحمد ناجوری سے، اون کو قطب ابومحمد صالح سے، اون کو قطب الطریقہ شیخ ابومحمد مدین مغربی سے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

زواوی، نسبت ہے زواوہ کی طرف جو ایک بڑا قبیلہ ہے۔

مدین، بفتح میم وسکون دال مہملہ وفتح یائے تحتانیہ وآخر نون ایک گانوں ہے کہ جس میں حضرت شعیب علیہ السلام تھے، وفات آپ کی ۵۹۰ پانسونوے ہجری میں ہے۔

ایضاً شاہ عبدالعزیز کو شاہ ولی اللہ سے، اون کو شیخ ابوطاہر مدنی سے، اون کو شیخ احمد نخلی سے، اون کو سید عبدالرحمٰن بن علی باعلوی سے، اون کو سید عبداللہ بن علوی حداد سے، اون کو سید محمد بن علوی نزیل مکہ سے، اون کو سید عبداللہ بن علی صاحب الوہط سے، اون کو شیخ بن عبداللہ عیدروس مقبور احمد آباد سے، اون کو اپنے والد سید عبداللہ بن شیخ سے، اون کو اپنے چچا سید ابوبکر عیدروس صاحب عین سے، اون کو اپنے

والد قطب سید عفیف الدین عبداللہ عیدروس کبیر صاحب شعبۂ عیدروسیہ سے، اون کو اپنے چچا سید عمر محھار سے، اون کو اپنے والد سید عبدالرحمٰن بن محمد سقاف سے، اون کو اپنے والد محمد بن علی مولی الدویلہ سے، اون کو اپنے والد علوی بن محمد سے، اون کو اپنے والد فقیہ مقدم محمد بن علی سے، اون کو شیخ عبداللہ صالح مغربی اور شیخ عبدالرحمٰن مقعد مغربی سے، ان دونوں کو شیخ مقتدی ابومدین مغربی سے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

وہط، بفتح واوَ وسکونِ ہا آخر طاء مہملہ ایک قریہ ہے عدن کے نزدیک، عدن بفتحتین ایک شہر ہے دریا کے کنارے پر ملک یمن سے۔

عیدروسؔ لقب ہے حضرت سید عفیف الدین عبداللہ کا بعد والی سب منسوب ہیں، اونھیں کی طرف تحقیق لفظ عیدروس کی اس طرح ہے کہ اصل میں یہ عیتروس بہ تقدیم یائے تحتانی بر مثناۃ فوقانی شیر کے اسما سے ہے مشتق عترسہ سے، اور عترسہ کے معنی گرفت کرنا درشتی اور شدت سے، بعد ازاں وہ لفظ عیدروس ہوا، عین مہملہ مکسور یا ساکن اور دال مہملہ موقوف رائے مضمومہ واوَ ساکن سین مہملہ موقوف تائے فوقانی دال سے، بدل کی گئی۔

آپ کا لقب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک بزرگ کا وقتِ اخیر آیا تو اون کو خیال ہوا کہ کسی کو اپنا سجادہ نشین کیجیے مگر آزما کر تو اونھوں نے اپنے تصرف سے ابلیس کو پیکرِ انسانی میں عبا اور عمامہ پہنا کر مجلس میں بٹھلا کر خلقت کو اس ارادے سے اذن عام دیا کہ جو اس کو پہچانے وہ اس جائے کے لائق ہے، بہت خداشناس آئے مگر کسی نے نہ پہچانا، یک بیک ایک لڑکے کا اودھر سے گزر ہوا، بیتاب اوس مجلس میں آیا اور ابلیس لعین کو پول پچکڑ کیا، خلقت کو حیرت ہوئی کہ اس لڑکے نے ایسے پیر مرد سے اس طرح کی بے ادبی کی اور صاحبِ محفل مانع نہ ہوا، کیا سبب ہے؟ یہاں تک کہ وہ شکل خیالی شیطانی غائب ہوئی اور حیرت بڑھی، بعد دفع ہونے اوس لعین کے لڑکے نے وہ راز ظاہر کیا کہ ابلیس کو سجادۂ مشیخت پر دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا جو کچھ اوس کے ساتھ کرنا تھا کیا، اوس بزرگ نے جو بات کہ بوڑھوں میں مطلوب تھی لڑکے میں پائی اور اوس کو اپنا قائم مقام کر کے کلاہ وخرقہ عنایت کیا، اوس دن سے اوس لڑکے کی ساتھ عیدروس کے شہرت ہوئی کہ بے خوف و وہشت شدت و درشتی سے دیو لعین پر حملہ کیا اور اوس لڑکے کا نام نامی عفیف الدین سید عبداللہ ہے، رحمۃ اللہ علیہ یہ مضمون ہے، انتباہ اور ترغیب السالک الی احسن

المسالک [۱۷] مصنفہ نواب محمد مصطفیٰ خان بہادر مرحوم دہلوی المتخلص بہ شیفتہ وحسرتی کا، مولد و مدفن آپ کا بلدہ ترین ہے، ملک حضرموت سے، ولادت ۸۱۱ آٹھ سو گیارہ ہجری میں عمر پچپن سال کی اور وفات عشرۂ اوّل ذی الحج ۸۶۶ آٹھ سو چھیاسٹھ ہجری میں ہے۔

محھار، بکسر میم وسکون حای مہملہ وفتح ضاد معجمہ آخر رائے مہملہ آپ کا لقب ہے بسبب سرعت حضور کے استغاثہ کے وقت۔

سقّاف، سین مفتوح قاف مشدد مفتوح آخر فا آپ کا لقب ہے بسبب مبالغہ کے اپنے ستر حال میں۔

مولی الدویلہ، یعنی صاحب شہر کہنہ۔

مقدم، یعنی مقدم التربۃ، پہلے مقربے میں آپ کی زیارت کرتے ہیں بعد ازاں باقی سادات کی۔

طریقہ شاذلیہ، ملی خلافت اس طریقے کی شاہ عبد العزیز کو اپنے والد شاہ ولی اللہ سے، اون کو شیخ ابو طاہر مدنی سے، اون کو اپنے والد شیخ ابراہیم کردی سے، اون کو شیخ احمد قشاشی سے، اون کو شیخ احمد شناوی سے، اون کو احمد بن قاسم علامہ اور ولی کبیر حسن اور شیخ ابراہیم علقمی اور محمد بن زین الدین سے، ان سب کو شیخ الاسلام کمال الدین طویل سے، اون کو علامہ محمد بن محمد بن جزری سے، اون کو سید تاج الدین سبکی سے، اون کو سید احمد بن عطاء اللہ الاسکندری سے، اون کو احمد ابو العباس مُرسی سے، اون کو قطب ابو الحسن شاذلی سے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ [۱۸]

سبکہ، ایک قریہ ہے ملک مصر میں۔

مُرس، بضم اوّل وسکون ثانی وثالث مہملہ ایک قریہ ہے ملک مغرب میں، وفات آپ کی اسکندریہ میں ۶۸۶ چھ سو چھیاسی ہجری میں ہے۔

شاذلہ، بشین وذال معجمہ ایک قریہ ہے افریقہ کے قریب، افریقہ ایک بڑا شہر ہے، ملک مغرب میں، وفات حضرت شیخ ابو الحسن شاذلی قدس سرہ کی باتفاق اہل اخبار ۶۵۴ ہجری میں بعض نے چھپن بھی لکھے ہیں، مزار آپ کا بندر محہ میں واقع ہے، صاحب خزینۃ الاصفیا [۱۹] نے تاریخ رحلت کہی ہے

سالِ تاریخش بقولِ اہل حق
بو الحسن عارف امامِ دین بخوان
۶۵۴

ایضاً شاہ عبد العزیز کو شاہ ولی اللہ سے، اون کو شیخ ابو طاہر مدنی سے، اون کو شیخ احمد نخلی سے، اور شیخ

عبداللہ بن سالم سے، اون کو شیخ عیسیٰ مغربی سے، اون کو ابوعثمان سعید بن ابراہیم جزائری سے، اون کو ابوعثمان مقری سے، اون کو ابوالعباس احمد جی دہرانی سے، اون کو ابوسالم تازی سے، اون کو صالح بن موسیٰ زواوی سے، اون کو شیخ ابوعبداللہ محمد بن محمد بن مخلص طیبی سے، اون کو شیخ علاء الدین مغلطائی سے، اون کو سید زین الدین ابوبکر اور سید ابوعبداللہ محمد بن سید ابوالحسن شاذلی سے، ان دونوں کو قطب ابوالحسن شاذلی سے، رضی اللہ عنہم اجمعین' ولادت شیخ علاء الدین مغلطائی کی ۶۸۹ چھ سونواسی ہجری میں اور وفات ماہ شعبان ۷۶۲ سات سو باسٹھ ہجری میں ہے۔

طریقۂ شطاریہ☆' اس طریقے کا اس ملک میں ایک ہی شعبہ ہے شیخ محمد غوث گوالیری [۱۲۰] کی طرف سے اور حقیقت میں قبل شیخ محمد غوث کے یہ طریقہ چنداں شہرت نہ رکھتا تھا، اول جو شخص کہ یہ طریقہ ہندوستان میں اوس سے جاری ہوا سو وہ شیخ عبداللہ شطار [۱۲۱] ہے اور جو اس طریقے کو ابتدا کیا وہ شیخ خداقلی [۱۲۲] ماوراء النہری ہے، پس ملی خلافت اس طریقہ کی شاہ عبدالعزیز کو شاہ ولی اللہ سے، اون کو شیخ ابوطاہر مدنی سے، اون کو شیخ ابراہیم کردی سے، اون کو شیخ احمد قشاشی سے، اون کو شیخ احمد شناوی سے، اون کو سید صبغۃ اللہ بھروچی☆☆ سے، اون کو شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی سے، اون کو حضرت شیخ محمد غوث گوالیری سے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ [۱۲۳] وفات حضرت سید صبغۃ اللہ کی مدینہ منورہ میں ۱۰۱۵ ایک ہزار پندرہ ہجری میں ہے۔

گوالیر، ایک شہر ہے مضافات سے اکبرآباد کے، وفات آپ کی پندرھویں ماہ رمضان ۹۷۰ نو سو ستر ہجری میں، مدتِ عمر آپ کی اسّی سال کی تھی' قبر آپ کی گوالیر میں مشہور و معروف ہے اور

غوث بے لوث (۹۷۰ھ)

آپ کی تاریخ ہے۔

ایضاً شاہ عبدالعزیز کو شاہ ولی اللہ سے، اون کو شیخ ابوطاہر مدنی سے، اون کو شیخ احمد نخلی سے، اون کو سید میر کلاں سے، اون کو شیخ عیسیٰ سندھی برہان پوری سے، اون کو شیخ لشکر محمد سے، اون کو شیخ محمد غوث گوالیری سے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ [۱۲۴] وفات حضرت شیخ لشکر محمد عارف کی برہان پور میں دوم ماہ شوال ۹۹۳ نو سو تیرانوے ہجری میں ہے۔

☆ اس طریقہ کو ایران و توران میں عشقیہ اور روم میں بسطامیہ کہتے ہیں' از گلزار ابرار۔

☆☆ بھڑوچ' ایک شہر ہے مشہور دریا نربدا کے کنارے' واللہ اعلم

ایضاً شاہ عبدالعزیز کو شاہ ولی اللہ سے، اون کو شیخ محمد سعید لاہوری [۱۲۵] سے، اون کو شیخ محمد اشرف لاہوری [۱۲۶] سے، اون کو شیخ عبدالملک سے، اون کو شیخ بایزید ثانی سے، اون کو شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی سے، اون کو شیخ محمد غوث ☆ سے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ [۱۲۷]

گجرات، ایک ملک ہے توابع ہندوستان سے، وفات حضرت شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی کی غرہ ماہ صفر ۹۹۸ نوسو اٹھانوے ہجری میں اور مزار آپ کا شہر احمد آباد گجرات میں مشہور ہے۔

فیض حق

۹۹۸

آپ کی تاریخ ہے، گلزار ابرار [۱۲۸] کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ولادت آپ کی ۹۰۲ ہجری میں اور عمر نو دو پنج سال کی اور وفات ۹۹۷ نوسو ستانوے ہجری میں ہے، [۱۲۹] وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

جاننا چاہیے کہ طریقہ شطاریہ منسوب ہے حضرت شیخ عبداللہ شطار کی طرف، لفظ شطار کے معنی تیز رو کے ہیں، اصطلاح صوفیہ میں علم شطار شغل باطنی کو کہتے ہیں کہ اوس کے کسب سے مرتبہ فنا فی اللہ کا اور بقا باللہ کا حاصل ہوتا ہے، جب شیخ عبداللہ نے شغل شطاریہ کو بریاضت تمام انجام دیا تو اس اسم سے موسوم ہوئے، یعنی آپ کے مرشد شیخ محمد علیہ الرحمۃ نے شطاری مخاطب کر کے خرقہ خلافت سے سرفراز کیا اور گلزار ابرار کے مصنف یوں لکھتے ہیں:

> که پیران این سلسله را شطاری ازان خوانند که در سلوك شاهراه طریقت از مشائخ دیگر خانوادها تیز تر و گرم رَو ترانند چنانکه گفته اند اول قدم ایشان و نهایت قدم دیگر درویشان۔ [۱۳۰]

معلوم رہے کہ اسما ان طریقوں کے بزرگوں کے اور جو شعبے کہ اون سے بے وقت متخرج ہوئے اون کے صاحبوں تک راقم نے لکھے ہیں، ہر ایک کا سلسلہ آنحضرت ﷺ تک بسببِ طوالت تحریر کے نہیں لکھا، انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ [۱۳۱] میں مفصل مسطور ہے اور ہر ایک طریقے کے اذکار و اشغال اور مراقبات وغیرہ علیحدہ علیحدہ بخوبی مذکور ہیں، جس کو شوق ہو وہ دیکھ لے، اگر کہیں اسماء میں سلاسل کے کوئی جس طرح کا خلاف پائیں تو راقم کو معذور رکھیں کیونکہ متعدد نسخوں سے فقد انتباہ کے راقم نے لکھا ہے اور کتب سے تحقیق کے اسباب میسر نہ ہو سکے۔

☆ حضرت شیخ محمد غوث علیہ الرحمۃ سادات کرام سے ہیں بسبب بزرگی کے آپ کو شیخ کہتے ہیں۔

اور ایک شجرہ آپ کے طریقے کا شاہ عبدالقادر صاحب صوفی علیہ الرحمۃ کے فرزند [۱۳۱] کے پاس دیکھنے میں آیا اوس سے کُل ترپن (۵۳) طریقہ کی خلافت واجازت ثابت ہے۔

اوس میں مداریہ طریقہ [۱۳۲] بھی ہے، سند اوس طریقے کی لکھی جاتی ہے، پس ملی خلافت طریقہ مداریہ کی حضرت شاہ عبدالعزیز کو شاہ ولی اللہ سے، اون کو شیخ ابوطاہر مدنی سے، اون کو شیخ ابراہیم کُردی سے، اون کو شیخ احمد قشاشی سے، اون کو شیخ احمد شناوی سے، اون کو سید صبغۃ اللہ سے، اون کو وجیہ الدین گجراتی سے، اون کو محمد غوث گوالیری سے، اون کو شیخ ظہور حاجی حصور سے، اون کو شیخ ہدایت اللہ سرمست سے، اون کو شیخ محمد قاضی سے، اون کو شیخ حسام الدین مدار سے، اون کو حضرت شیخ الوقت بدیع الدین مدار سے، اون کو شیخ بایزید بسطامی سے، اون کو خواجہ حبیب عجمی سے، اون کو خواجہ حسن بصری سے، اون کو سیدنا امیر المؤمنین علی ابن ابوطالب کرم اللہ وجہہ سے، اون کو حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے، اگر غور کیا جائے تو شاید اور بھی شعبے نکل سکیں، سبحان اللہ! حضرت کی ذات بھی کیا جامع الکمالات تھی بفحوائے کلام عارف گرامی مولانا جامی قدس سرہٗ ؎

ہرچہ اسباب جمال ست رُخِ خوب ترا
ہمہ بر وجہ کمال ست کما لا یخفی

فائدہ جلیلہ اوسی کتاب میں مرقوم ہے:

باید دانست کہ یکے از نعم خدائے تعالیٰ بر اُمّتِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات آنست کہ تا امروز سلسلہائے ایشان تا حضرت پیغامبر ﷺ صحیح و ثابت است اگرچہ اوائل امت را با اواخر امت در بعضے امور اختلاف بودہ باشد، پس صوفیہ ارتباط ایشان در زمن اول بصحبت و تعلیم و تادُّب بہ آداب تہذیب نفس بودہ است، نہ بخرقہ وبیعت و در زمن سیّد الطائفہ جنید بغدادیؒ رسم خرقہ ظاہر شد و بعد ازان رسمم بیعت پیدا گشت و ارتباط سلسلہ بھمہ این امور متحقق است و اختلاف صور ارتباط ضرر نمی کُند و خرقہ و بیعت را اصلی ہست از سنت سنیہ اما خرقہ پس

اصلش لباس آنحضرت ﷺ است عمامه را بعبد الرحمٰن بن عوف در وقتیکه امیر لشکر گردانید' اما به تبعیت پس وجود آن اعتنا بآن از آنحضرت ﷺ مستفیض یقینی است' کما لا یخفی و علمائے کرام ارتباط ایشان در زمن اول باستماع احادیث و حفظ آن در دعاء قلب بود، بعد ازان تصنیف کتب و قراء ت ومنادله واجازت وجادت آن پیدا شد، ارتباط سلسله همه این امور صحیح است و اختلافِ صُور را اثری نیست وهریکے ازین امور اصلی دارد از سنت سنیه اما قراء ت، پس اصلش قراء ت عبد الله بن مسعود وسوال اعرابی است و منادله اصلش کتابت آنحضرت است، باطراف بلدان و منادله صحیفه بعبدالله بن حجش وهمچنین اجازت و وجادت را اصول است که در کتب اصول حدیث مبین میشود، بالجمله رسم قدیم صوفیه است که یاران خود را خرقه می پوشانند از قلنسوه وعمامه و قمیص و قبا و رِدا و ازار هرچه میسر شود بسه وجه ، یکے خرقه اجازت چون خواهند که محبی را از محبانِ خود اجازتِ طریقه دهند و اورا نایب خود کنند در تلقین و صحبت با طالبان واخذ بیعت واعطائے خرقه او را خرقه دهند و شرط آن قابلیت این معنی است ، دیگر خرقه ارادت چون عزیزے در زمرۂ صوفیان داخل شد و اعمال ایشان را بجد تمام پیش گرفت او را خرقه عطا میکنند تا علامت دخولِ او باشد در طریقه صوفیه و شرط او روية جدو جهد است وتفرس ☆

☆ یہ بیان ہے قدیم عادت مشائخین رحمۃ اللہ علیہم کا مگر اس میں یہ لحاظ ضرور ہے کہ کہیں خیال فخر و امتیاز کا دوسروں سے نہ آوے چنانچہ خود حضرت مصنف قدس سرہ ہمعات میں فرماتے ہیں: درلباس وکسب وغیرآں متمیز بودن از سائر ناس در شرع محمود نیست بلکہ بروش اخوان خود و عشیرۂ خود زندگانی کند اگر از طبقۂ علماء ست برروش علماء باشد واگر از محترفہ است بوضع محترفہ واگر از سپاہیان است بطور سپاہیان' تفرد دریافتن بہ چیزی دراول نظر بعلامت وآثار۔

استقامت او درین باب، سوم خرقہ تبرک چون بر کسے مهربان شوند و خواهند که برکاتِ غیر برآن شامل حال او باشد او راخرقه دهند بغیر ملاحظه شرطے پادشاه باشد یا امیر یا تاجر و همچنین اخذ بیعت بچند طریق باشد، بیعت توبه از معاصی و آن عام است هر مسلمان را و بیعت تبرک بدخول در سلسله صالحین وآن نیز عام است، و بیعت تحکیم که شیخ را در سلوک طریقۂ مجاهده برخود حکم سازد و بجد تمام این راه را سلوک نماید واین مخصوص باصحاب ارادت است، انتهٰی۔

اور انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں جیسے سلاسلِ طریقت مذکور ہیں ویسے سلاسل علم حدیث وحقائق و سلوک بھی مسطور ہیں یعنی ان علوم کی ہر یک کتاب کی سند اوس کے مصنف تک درج ہے مگر اور علوم ظاہر کے اسناد مندرج نہیں اس واسطے، یہاں قول الجمیل ۱۳۳ اور اُمم لایقاظ الہمم ۱۳۴ اور انموذج العلوم ۱۳۵ سے لکھے جاتے ہیں، علوم ظاہر منجملہ تفسیر وحدیث اور فقہ وعقائد اور صرف ونحو اور کلام و اصول و منطق وغیرہ پڑھا، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اپنے والد پیر حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ محمد عاشق پھلتی اور بابا فضل اللہ کشمیری وغیرہ سے، یہ دونوں بزرگ عمدہ شاگرد ہیں حضرت شاہ ولی اللہ کے اور حضرت شاہ ولی اللہ نے پڑھا اپنے والد ومرشد شاہ عبدالرحیم سے، اونھوں نے چھوٹی کتابیں اپنے بھائی ابورضا محمد سے، اور بڑی کتابیں جناب میرزاہد ہروی سے، جو مصنف ہیں حواشی مشہورہ کے اونھوں نے میرزا فاضل سے، اونھوں نے ملا یوسف کوسج سے، اونھوں نے میرزا جان وغیرہ سے، اونھوں نے محقق ملا جلال الدین دوانی سے، اونھوں نے اپنے والد سعد الدین اسعد صدیقی دوانی اور محی الدین محمد انصاری کوشہ کاری ☆ اور خواجہ حسن شاہ بقال وغیرہ سے، یہ تینوں بزرگوار ارشد تلامذہ سے ہیں سید شریف زین الملۃ والدین علی علامہ جرجانی کے اور محقق جلال الدین نے پڑھا تلامذہ سے، علامہ سعد الدین تفتازانی کے بھی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور سید شریف زین الدین علی علامہ جرجانی نے پڑھا علوم عقلی محقق

☆ یہ نسبت کوسہ کی ہے، شیخ محی الدین محمد معروف بہ میرم کوسہ کی (ف ۹۵۷ھ) معروف ترک عالم تھے۔ (سُلم الوصول الی طبقات الفحول ۳/۲۵۳) مجددی۔

قطب الدین محمد رازی سے، اونھوں نے علامہ قطب الدین محمود بن مسعود بن مُصلح شیرازی سے، اونھوں نے نصیرالدین طوسی سے، اونھوں نے فریدالدین داماد نیشاپوری سے، اونھوں نے سید صدرالدین سرخسی سے، اونھوں نے افضل الدین عیلانی سے، اونھوں نے ابوالعباس ملوکری سے، اونھوں نے شیخ الرئیس ابوعلی حسین بن عبداللہ بن سینا مدون علوم عقلی سے، وفات میرزاہد ہروی کی ۱۱۰۱ گیارہ سو ایک ہجری میں ہے اور مدفن شہر کابل۔

وفات مُلا جلال الدین دوانی کی ۹۰۹ نوسو نو ہجری میں ہے بعضوں نے نوسو سات یا آٹھ بھی لکھا ہے، مولد و مدفن آپ کا دوان ہے، وفات سید شریف زین الدین علامہ جرجانی کی ۸۱۶ آٹھ سو سالہ ہجری میں ہے، جرجان، بروزن سلطان ایک شہر کا نام ہے دارالملک استراباد سے۔

ولادت سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی کی قریہ تفتازان میں ماہ صفر ۷۲۲ سات سو بائیس ہجری میں اور وفات روز دوشنبہ بائیسویں محرم ۷۹۲ سات سو بیانوے ہجری میں ہے، بعض نے نو دو یک بھی لکھا ہے، شہر سمرقند میں، وہاں سے نقل کر کے سرخس (۱) میں بروز چہارشنبہ نویں جمادی الاوّل کو دفن کیا۔

وفات قطب الدین محمود شیرازی کی شہر تبریز میں بروز یکشنبہ سترھویں ماہ رمضان ۷۱۰ سات سو دس ہجری میں ہے۔

وفات نصیرالدین طوسی کی ماہ ذی الحج اٹھارویں تاریخ ۶۷۲ چھ سو بہتر ہجری میں ہے، مدفن بغداد شریف، وفات شیخ الرئیس ابوعلی سینا کی ۴۲۷ چار سو ستائیس ہجری میں ہے، مولد شہر بخارا میں اور مدفن شہر ہمدان ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱) سرخس، بفتح اول وثانی وسکون ثالث وسین مہملہ نام ہے، ایک شہر کا خراسان سے۔

مقالہ ششم

در حالات خلفاء

اکثر حال اس مقالے کا آثار الصنادید[1] سے مسطور ہے اوس کے سوا جو کیفیت ہے اوس میں راوی کا نام وغیرہ مذکور ہے۔

مقبول بارگاہِ صمد حضرت شاہ سید احمد صاحب شہید قدس سرہٗ

جناب ہدایت مآب مظہر انوار نبوی منبع آثار مصطفوی سلالہ خاندان صلب طاہر سیّد الاولیاء اعنی سیّدنا علی مرتضیٰ نقاوۂ دودمانِ سبط اکبر سند الاصفیا اعنی حسن مجتبیٰ قدوۂ اصحابِ شریعت زبدۂ اربابِ طریقت سراج المحبین تاج المحبوبین الامام الاوحد السید احمد[2] طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ ابن سید محمد عرفان[3] ابن سید محمد نور[4] ابن سید محمد مہدی[5] ابن سید محمد علم اللہ[6] ابن سید محمد فضیل ابن سید محمد معظم ابن سید احمد ابن سید محمود ابن سید علاء الدین ابن سید قطب الدین ابن سید صدر الدین ابن سید زین الدین ابن سید احمد ابن سید علی ابن سید قیام الدین ابن سید صدر الدین ابن سید رکن الدین ابن سید نظام الدین ابن سید قطب الدین محمد الکرئی ابن سید رشید الدین احمد المدنی ابن سید یوسف ابن سید عیسیٰ ابن سید حسن ابن سید حسین مُکنّٰی بابی الحسن ابن سید جعفر ابن سید قاسم ابن سید ابو محمد عبداللہ ابن حسن الاعور النقیب الجواد ابن محمد الثانی ابن ابو محمد عبداللہ الاشتر ابن ابو محمد صاحب النفس الزکیہ ابن عبداللہ المحض ابن حسن مثنیٰ ابن حسن مجتبیٰ ابن امیر المومنین علی[7] وسیّدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حلیہ، بلند قامت سرخ وسفید رنگ ریش و بروت سیاہ قوی ہیکل پیوستہ ابرو خندان رو نہایت حسین و جمیل، کمال درجے کے خلیق، سادات عظام اور مشائخ کرام سے تھے، موطن اصلی آپ کا رائے بریلی ہے، حکیم عبدالقادر خان ☆ صاحب علیہ الرحمۃ شاہ جہان پوری نقشبندی مجددی[8] منجملہ خلفائے طریقہ مظہریہ نے کہا کہ سید محمد علم اللہ صاحب قدس سرہ جو آپ کے اجداد میں ہیں، بڑے اولیائے کرام سے اور نہایت متبع سنت مصطفویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اور ہمعصر تھے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ

☆ ان بزرگ کا انتقال اسی شہر حیدرآباد میں ہوا' شاہ سعد اللہ صاحب کی خانقاہ میں مدفون ہیں' رحمۃ اللہ علیہما۔

کے جب آپ نے دختر کے نکاح کا ارادہ کیا تو تلاش ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو بی بی خاتون قیامت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جہیز میں ایک پاٹ چکی کا دیا تھا مگر معلوم نہیں کہ اوپر کا تھا یا نیچے کا؟ اوس کی تحقیق کے واسطے مدینۂ منورہ کو تشریف لے گئے، وہاں بعد تحقیق جس طرح ثابت ہوا، اوسی طرح آکر دختر نیک اختر کا جہیز دیا۔

اوائل حال میں حضرت سید احمد صاحب شوقِ طالب علمی میں وطن سے وارد شاہ جہان آباد ہوکر حضرت بابرکت مولانا عبدالقادر علیہ الرحمۃ کی خدمت سراسر افادت میں حاضر ہوکر اکبرآبادی مسجد میں فروکش ہوئے اور صرف ونحو میں فی الجملہ سواد حاصل کیا، ازبس کہ ذوقِ درویشی اور مسکینی طینت میں بھرا تھا، اکثر خدمت مسجد اور اوس مقام کے واردون خصوصاً درویشان پاک طینت کے جو دُور و دراز سے تحصیل علم باطن کے شوق میں جناب مولانا عبدالقادر صاحب مغفور موصوف کی خدمت میں حاضر رہتے خاطر داری اور سرانجام مہام میں ایسے بدل سرگرم ہوتے گویا اس امر کو اہم اُمور سمجھے ہوئے تھے اور اس زمانے میں بھی اپنی اوقات عزیز کو طاعت الٰہی میں ایسا مصروف کیا تھا کہ گوشہ نشینوں سے بھی اس طرح کی حضورِ قلب سے ظہور میں نہ آتی، اکثر مولانا مغفور علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ اس بزرگ کے احوال سے آثارِ کمال ظاہر ہوتے ہیں اور مادہ اس سعادت منش کا ترقی مدارج عُلیا کا قابل نظر آتا ہے۔

اوسی اثنا میں سرگروہ علمائے انام اُسوۂ اولیائے عظام جامع کمالات ظاہری و باطنی مولوی معنوی خادم حدیث شریفِ نبوی حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ العزیز سے بیعت کا ارادہ کیا، جب اون کی خدمت کثیر البرکت میں حاضر ہوئے تو حضرت ممدوح نے کہ اون کے حالات سے واقف تھے، فرمایا کہ اگرچہ حق جل وعلا نے اس صاف باطن کو اختیار طریقہ رشد و ہدایت کے باب میں واسطے کا محتاج نہیں رکھا مگر اہل ظاہر کے نزدیک ہر چیز کے واسطے ایک سبب ضرور ہے، دفع حجت کے واسطے کچھ مضائقہ نہیں، پھر آپ نے مولانائے موصوف سے طریقہ نقشبندیہ میں بیعت ۹ کی، توجہ اور تربیت سے حضرت کی بہرور ہوئے، بعد چند مدت کے سفر اختیار کیا، ازبسکہ مقامات عالی روز بروز کھلتے جاتے تھے اور مراتب عُلیا آناً فاناً ترقی میں تھے، اس دولتِ بے زوال سے اہل ظاہر کو آگاہی ہوتی چلی اور ہر طرف سے لوگوں نے ہجوم کیا، کسی نے بیعت اور کسی نے روائے حاجت سے سوال کرنا شروع کیا چونکہ اخفائے حال اور ستر احوال منظور تھا، خیال میں یہ آیا کہ اگر اہل دنیا کے لباس سے ملبس ہوکر علم باطن کی

تحصیل اور تکمیل کی جائے تو یہ ہجوم عوام کا جمعیتِ اوقات میں خلل انداز نہ ہوگا' اس خیال سے ٹونک کی طرف تشریف لے گئے[۱۰] اور نواب میر خان [۱۱] مغفور کی رفاقت میں چندے بسر کی، از بسکہ شجاعت اور جوانمردی سادات صحیح النسب کا جوہر ہے، اوس اثنا میں ترددات عظیمہ آپ سے ظاہر ہوئے اور اکثروں کو ہدایت کی راہ بھی آپ سے حاصل ہوئی، جب اس عرصے میں جمیع مراتب کی تکمیل ہوگئی، آپ ترکِ دنیا کر کے پھر شاہجہان آباد میں تشریف لائے اور مسجد اکبر آبادی میں وارد ہوئے، ایک حجرے میں، اوس مسجد کے آٹھ پہر دروازہ بند کر کے یادِ الٰہی میں مشغول رہتے۔

میر حسن علی عرف شاہ جی صاحب [۱۲] سلمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ آپ فقط بوقت نماز باہر تشریف لاتے، نماز جماعت سے ادا کر کے پھر حجرے میں چلے جاتے اور حضرت پیرومرشد یعنی مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ ہر ہفتہ میں ایک بار پہر سوا پہر دن چڑھے وہاں آتے اور آپ حجرے سے باہر نکلتے، دونوں بزرگوار آفتاب و ماہتاب کے مانند صحن مسجد میں چندے جلوہ افروز رہتے اور وہی وقت تھا ارشاد و تعلیم کا، بعدہٗ جناب مولانا صاحب مکان کو تشریف فرما ہوتے اور آپ حجرے میں چلے جاتے، جب تک آپ اوس مسجد میں تشریف رکھتے تھے دو وقت حضرت مولانائے معظم کے مکان سے روٹی اور ٹھلیا پانی آپ کے واسطے جاتا تھا چنانچہ یہ خدمتِ خاص شاہ جی صاحب موصوف کے ذمہ پر تھی اور کبھی کبھی شاہ عبدالقادر صاحب صوفی حیدر آبادی [۱۳] بھی یہ خدمت بجالاتے تھے، انتہیٰ۔

اس اثنا میں مولانا عبدالقادر صاحب علیہ الرحمۃ کا انتقال [۱۴] ہو چکا تھا اور مولوی محمد اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ قائم مقام علوم رسمی کے درس و تدریس میں مصروف تھے اور اہل باطن کی طرف چنداں ملتفت نہ ہوتے تھے، جب اس دفعہ آپ کی تشریف فرمائی سے مردمِ شہر میں ایک غلغلہ پڑ گیا تھا اور طالب فیض باطن کی کثرت سے ہجوم کرنے لگے، ایک بار مولوی صاحب موصوف نے باتفاق مولانا عبدالحی علیہ الرحمۃ کے آپ کی خدمت بابرکت میں جا کر عرض کیا کہ ہم کو نماز حضورِ قلب سے کبھی میسر نہ ہوئی، اگر آپ کی ہدایت سے یہ امر حاصل ہو جائے تو عین مُدعا ہے، آپ نے کشف باطن سے معلوم کیا کہ یہ بطریق امتحان اس طرح کہتے ہیں، تبسم کیا اور فرمایا کہ مولانا آج شب کو اس حجرے میں تشریف لاؤ، شاید یہ بات ظہور میں آ جائے، اون کو زیادہ استعجاب ہوا اور شب کو دونوں صاحب تشریف لے گئے، حضرت نے اپنے ساتھ اون کو نماز میں کھڑا کیا، جب نماز پڑھوا چکے تو فرمایا کہ اب جدا جدا نیت باندھ

کر ایک ایک دوگانہ علٰحدہ ادا کرو، جب کھڑے ہوئے تو اس طرح استغراق ہوا کہ دو رکعت ہی میں شب بسر ہوگئی، جب یہ فیض باطن مشاہدہ کیا تو صبح کو دونوں صاحبوں نے بیعت کی اور یہاں تک آپ کی کفش برداری میں حاضر رہے کہ کفش برداری کو فخر جانتے تھے۔

چند روز کے بعد آپ نے فرمایا کہ مولانا مشیت الٰہی میں یہ ہے کہ تم کو تکمیل اس علم کی اور تتمیم ان مراتب کی سفر میں حاصل ہو، اون کو ہمراہ لے کر مکہ معظّمہ کا سفر کیا، شاہ جی صاحب جو اوس سفر میں ہمراہ رکاب تھے، کہتے ہیں کہ سات سو ستّر آدمی کو اون کے مایحتاج کے مکفل ہو کر ہمراہ لیے بریلی اور لکھنؤ اور کانپور اور الہ آباد اور بنارس وغیرہ ہوتے ہوئے کلکتے میں تشریف لائے، اثنائے راہ میں لاکھوں آدمی کیا مولوی کیا مشائخ آپ سے بیعت کیے، جو آپ سے ملتا تھا نہایت معتقد ہوتا تھا اور اپنے مقاصد دلی حاصل کرتا تھا، الہ آباد کے بڑے نامی مشائخوں سے شاہ اجمل کے دائرے [۱۵] والے بہت سے بیعت کیے، کلکتے میں تین ماہ کے قریب رہے، انتہیٰ اور آپ جو ترویج رسومِ شرعیہ اور امر بالمعروف بہت کرتے تھے، منہیات کا رواج قدوم سعادت لزوم کی برکت سے اکثر اطراف سے اُوٹھ گیا، طرفہ یہ ہے کہ شہر کلکتے میں جب تک آپ تشریف رکھے شراب مطلق نہ بکنے پائی، کلال خانہ بند رہا اور اوس نواح میں آپ کے مریدوں کی کثرت لاکھوں سے گزر گئی اور آپ کے اکثر خلفا کو قطب اور اوتاد کا مرتبہ حاصل ہوا، مولوی عبدالاحد ابوسعد [۱۶] نے جو مولوی عبدالکریم [۱۷] کے استفتا متضمن مسئلہ وحدۃ الوجود کا ۱۲۴۲ بارہ سو بیالیس ہجری میں جواب لکھا ہے [۱۸] اور وہ طبع بھی ہوا ہے، اوس میں مرقوم ہے کہ حضرت سید احمد صاحب قدس سرہ کے ہاتھ پر چالیس ہزار سے تو کم نہیں بلکہ زیادہ ہندو وغیرہ کفار مسلمان ہوئے اور تیس لاکھ آدمی بیعت سے مشرف ہوئے، انتہیٰ اور آپ کے خلفا [۱۹] بھی بے شمار ہیں، اون میں سے چند جو مشہور ہر بلاد و امصار ہیں اون کے اسماء بموجب ایمائے شاہ جی صاحب اور حاجی محمد حسین صاحب سہارنپوری وغیرہ کے درج ہوتے ہیں، ان خلفا میں شاگرد و مرید حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کے بھی شریک ہیں۔

مولانا مولوی عبدالحیٰ صاحب داماد حضرت شاہ عبدالعزیز و مولوی عبدالغنی برادر خُرد حضرت شاہ صاحب معز قدس للہ سرہما، مولوی محمد اسمٰعیل شہید ابن مولوی عبدالغنی ابن مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قدس اللہ سرہم، مولوی مخصوص اللہ ابن مولانا رفیع الدین ابن شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی، مولوی

سید محبوب علی دہلوی، ان حضرات کے حالات مختصر مختصر آثار الصنادید میں درج ہیں، مولانا حیدر علی رام پوری، مولوی محمد علی رام پوری، ☆ مولوی ولایت علی عظیم آبادی، ☆☆ مولوی وحید الدین پھلتی ابن مولوی معین الدین خلیفۂ حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی قدس سرہ، مولوی حافظ قطب الدین پھلتی برادر مولوی وحید الدین مذکور، مولوی خدا بخش میرٹھی، مولوی محمد یوسف پھلتی کہ ان کو خزانہ داری کی بھی خدمت تھی، حافظ احمد الدین پھلتی برادر مولوی معین الدین مسطور، قاضی عماد الدین، حکیم مغیث الدین سہارن پوری، آخوند شاہ محمد ولایتی، منشی ظہور علی، پیرجی محمود شاہ نبیرہ حضرت شاہ عبد الرزاق جنجھانوی، حکیم غلام سبحانی جنجھانوی، آخوند عبد العظیم خان صاحب، مفتی الٰہی بخش ساکن کاندھلہ شاگرد رشید حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہٗ، جنھوں نے ساتواں دفتر مثنوی مولانا روم قدس سرہ کا لکھا ہے، اوس کا قصہ مقالۂ دوم میں مذکور ہو چکا[۲۰] اور اوسی ساتویں دفتر کو اختتام کہتے ہیں جو شرح بحر العلوم[۲۱] وغیرہ کے ساتھ طبع ہوا ہے، شروع اوس کا یہ ہے ؎

جذب ذوق و شوق مولانا حسام
می کشد ما را بسوئے اختتام

اختتام مثنوی معنوی

میکشند جانرا براہِ مستوی
می ترادد خود بخود از لب سخن
آنچہ خواہی ای ضیاء الدین بکن

اور جناب مولوی مفتی الٰہی بخش صاحب موصوف نے ترجمہ بھی مثنوی کا شروع کیا تھا، ہزار شعر ہو چکے تھے کہ آپ کا انتقال ہوا اور اس کی ابتدا یہ ہے ؎

سُنیو نَے سے کیوں حکایت کرتی ہے
اور جدائی سے شکایت کرتی ہے
جب سے کی ہے کاٹ کر بن سے جدا
جس کے مونہہ لگتی ہے نالاں ہے سدا

☆ مولوی محمد علی صاحب کا انتقال ۱۲۵۸ھ بارہ سو اٹھاون ہجری میں ہے۔

☆☆ دکن اور مدراس وغیرہ میں انہیں دونوں صاحبوں سے سلسلہ جاری ہے' اکثر علماء اور مشائخ آپ کے خلفاء اور مریدین میں ہیں' من جملہ خلفاء مولوی محمد علی صاحب کے ایک محمد المعروف نواب خان عالم خان بہادر مغفور فاروقی' فاروق تخلص ہیں' علم و کمال آپ کا مشہور ہے' بست و یکم ماہ رمضان روز پنجشنبہ ۱۲۷۱ھ (بارہ سو اکہتر ہجری) میں آپ کا انتقال ہے اور مدفن شہر مدراس۔

بعد ازاں آپ کے فرزند ارجمند مولوی ابوالحسن صاحب نے ترجمہ ایک ہزار شعر[۲۲] کا اور لکھا کہ اون کا بھی انتقال ہوا،[۲۳] مفتی صاحب مُعز کا مقولہ مشہور ہے کہ حضرت آج تک جو ساٹھ برس سے پیسا تھا سو وہ دَلیا ہی تھا، اب آپ کی توجہ سے مَیدا ہوا اور حضرت سید احمد صاحب کی نعلین برداری کو اپنا شرف جانتے تھے، حاجی شاہ عبدالرحیم ولایتی شہید،[۲۴] میانجی شاہ نور محمد جھنجھانوی،[۲۵] در ینولا ان بزرگ سے آپ کا طریقہ عرب اور ہند میں بنسبت اور خلفا کے بہت جاری ہے، چنانچہ خدا آگاہ مولوی حاجی امداد اللہ[۲۶] صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فی الحال جو مکہ معظّمہ میں حاضر ہیں[۲۷] وہ آپ کے خلیفہ ہیں اور اون کے خلفا ہندوستان میں مولوی رشد احمد صاحب گنگوہی[۲۸] اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی☆[۲۹] وغیرہ خلقت کی ہدایت میں مصروف ہیں، میانجی شاہ نور محمد کو حاجی عبدالرحیم شہید ولایتی سے بھی اول خلافت تھی، بعدہ حضرت سے حاصل کی اور شہید موصوف کو دوسرے بزرگ سے بھی طریقہ حاصل تھا مگر تکمیل کمال حضرت سید صاحب کی خدمتِ عالی میں ہوئی اور منصبِ شہادت آپ ہی کے رکاب میں پایا، کتاب ضیاء القلوب[۳۰] مصنفہ مولوی حاجی امداد اللہ صاحب موصوف سے بھی یہ مضمون کچھ ثابت ہوتا ہے، مولوی حاجی سخاوت علی جونپوری، مولوی کرامت علی جونپوری صاحب مفتاح الجنۃ، مولوی شجاعت علی عظیم آبادی، مولوی فخر الدین صاحب سہارنپوری، مولوی نصیر الدین دہلوی داماد مولانا اسحاق صاحب، مولوی خرم علی بلہوری☆☆ صاحبِ تصانیفِ کثیرہ مانند غایۃ الاوطار شرح درالمختار و تحفۃ الاخیار شرح مشارق الانوار و شفاء العلیل وغیرہا، مولوی سید اولاد حسن قنوجی،☆☆☆ بابا عبدالقدوس کشمیری، مولوی شہاب الدین ساکن بٹالہ☆☆☆☆، میاں فضل سیالکوٹی، امام الدین، حافظ محمد صدیق، صوفی نور محمد، سید عبداللہ ولد سید بہادر علی، مولوی اکرام الدین دہلوی صاحب تفسیر سورۂ فاتحہ، مولوی عبداللہ بنارسی، مولوی شاہ لطف اللہ سلونی، ان کو جناب سید صاحب نے اپنا تاج عنایت کیا تھا، کلکتے کو جاتے وقت بریلی میں اپنے قائم مقام کر کے فرمایا کہ جس کو کچھ پوچھنا ہو سو ان سے پوچھے، مولوی نظام الدین دہلوی،

☆ نانوتہ ایک قصبہ ہے ضلع سہارن پور میں۔

☆☆ بلہور بروزن سرور ایک بڑا قصبہ ہے ضلع کانپور میں وفات آپ کی ۱۲۷۱ھ میں ہے۔

☆☆☆ مولوی سید اولاد حسن قنوجی ابن نواب سید اولاد علی خان انور جنگ مصنف راہ سنت و تفسیر آیۃ ویل للمطففین وغیرہ وفات آپ کی ۱۲۵۳ ہجری میں ہے۔

☆☆☆☆ بٹالہ بہ تقدیم بائے عربی برتائی ہندی نام ایک بستی کا۔

قاضی یوسف مُرکی، مولوی عبدالحلیم، ہر دو ساکن بمبئی، مولوی شیخ جیون، مولوی عبدالجلیل ساکن کول، مولوی حاجی سید قاسم ساکن نصیرآباد متصل جابس، ان کو جناب سید صاحب سے قرابت بھی تھی، میر احمد علی، ☆ ان بزرگ کا انتقال رائے دیلور میں ہوا، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ان خلفاء میں سے حضرت سید صاحب قدس سرہٗ نے اثنائے جہاد میں کہ بیان اوس کا ان شاء اللہ تعالیٰ قریب آوے گا، چند اشخاص کی جو تُرکی اور فارسی جاننے والے تھے، دعوت الیٰ اللہ اور اعانت جہاد کے واسطے ترکستان کی طرف روانہ فرمایا اور چند اشخاص کو ہندوستان کی جانب، مولوی سخاوت علی اور مولوی کرامت علی کو کلکتے کی طرف، مولوی ولایت علی اور مولوی محمد علی کو دکن کی سمت، مولوی خرم علی اور ایک دوسرے بزرگ کو دہلی کی نواح میں، جو ترکستان کی طرف روانہ ہوئے تھے اون میں سے ایک بابا عبدالقدوس بھی ہیں، مولوی شہاب الدین اور میاں فضل کو کہ یہ دونوں پنجاب کے بڑے معزز مشائخوں سے تھے، [۳۱] رنجیت سنگھ [۳۲] کے پاس اپنی طرف سے وکیل [۳۳] مقرر کر کے بھیجا کرتے تھے، اوس کے پاس سے دو سکھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، رنجیت سنگھ نے حضرت سے اقرار کیا تھا کہ میری چند شرطیں قبول فرمایئے تو مسلمان ہوتا ہوں، ایک تو یہ کہ ہم لوگوں کے ختنہ نہ کرنا بعد جو پیدا ہوں گے اون کا اختیار ہے اور ہم لوگوں کو ذلیل نہ جاننا، آپس میں شادی بیان ہونا اور بادشاہت میری رہے اور دو شرطیں تھیں کہ راقم کو یاد نہیں، حضرت نے سب شرطیں بذریعہ تحریر قبول فرمائیں، شادی بیاہ کے لیے فرمایا کہ تم مسلمان ہو گی تو میں اپنی بیٹی جس کو کہوں گے اوس مسلمان کو دوں گا اور بادشاہت سے مجھے کچھ علاقہ نہیں مگر فتویٰ دین کے موافق میرا جاری رہے گا، یہ بھی تم لوگوں کو علم آنے تک جب تم دین کے علم سے واقف ہو گے تم ہی فتویٰ دینا اور میں خود تمہاری رکاب میں چلوں گا۔

حاصل کلام جو مشیت ایزدی میں تھا وہ ہوا اور انہیں خلفا سے دو شخص کو سندھ اور بلوچستان کی طرف روانہ کیا تھا، ترکستان وغیرہ سے نامے فرمان برداری اور اطاعت فی سبیل اللہ کے آئے تھے اور کاغان کا حاکم مسمّٰی اکبر شاہ [۳۴] نے اپنی دختر کو حضرت سید صاحب کی خدمت میں روانہ کر کے نکاح میں دیا، چنانچہ وہ بی بی اب تک ٹونک کے قافلے میں بقید حیات ہیں، [۳۵] والیٔ ٹونک [۳۶] تمام وجہ سے خدمت گزار ہے اور ہندوستان وغیرہ میں بھی آپ کے خلفا سے بہت فیض ہوا، لاکھوں آدمی واصل الیٰ اللہ ہوئے، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے اپنے خاندان کے تمام صغار و کبار کو جناب سید احمد صاحب

☆ میر احمد علی کا وصال ۱۲۶۵ ہجری میں ہے۔

سے بیعت کروائی تھی، ۳۷ وقت روانگی مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً وتعظیماً کے، حضرت مولانائے مُعز بذاتِ خود دہلی کے باہر تک تشریف فرما ہو کر رخصت کیا تھا، یہ سفر ماہ شوال یا ذیقعدہ ۱۲۳۶ سن بارہ سو چھتیس ہجری میں واقع تھا تھا۔ ۳۸

الحاصل مکہ معظّمہ میں قریب چار ماہ کے اور مدینہ منورہ میں زیادہ چالیس دن سے، رہ کر حج اور سعادت زیارت سے مشرف ہوئے، ۳۹ وہاں بھی خلقت خدا کو آپ کی ذات فائض البرکات سے اور آپ کے خلفا سے بہت فیض حاصل ہوا، انتہیٰ۔

مولوی عبدالاحد ابوسعید لکھتے ہیں:

چنانچہ عبداللہ سراج ؒ جو اوس وقت کے مکہ معظّمہ میں شیخ العلما تھے مولانا محمد اسمٰعیل شہید کے روبرو دو زانو بیٹھ کر اپنے شبہات علمی پوچھتے تھے اور خصوص علم مناظرہ مولانائے شہید ہی سے دیکھا ہے، انتہیٰ۔

پھر جناب سید احمد صاحب وہاں سے ہندوستان کو تشریف لائے اور کشف باطن سے معلوم ہوا تھا کہ آپ کو مع اکثر مؤمنین پاک اعتقادِ کے سعادت شہادت حاصل ہونے والی ہے، مولانا اسمٰعیل اور مولانا عبدالحی کو اجازت ہوئی کہ اطرافِ ہندوستان میں وعظ کہو اور بیشتر جہاد اور فضیلت شہادت بیان کرو، ہر چند یہ اس کا منشا نہ جانتے تھے اور پی نہ لے گئے تھے کہ اس ارشاد کا سبب کیا ہے؟ مگر چونکہ مرید با اخلاص تھے سرِ مو تجاوز نہ کیا اور فرمان بجالائے، اون کے وعظ سے لاکھوں آدمی شاہ راہ ہدایت پر آئے اور شوق ماھوالحق دل میں جم گیا اور جہاد کی فضیلت ذہنوں میں بیٹھ گئی اور خود بخود چاہنے لگے کہ اگر جان و مال راہِ الٰہی میں صرف ہو تو عین سعادت ہے، بعد مدت کے ان بزرگوں کو حضرت نے لکھا کہ اب ہمارے پاس چلے آؤ، یہ تو جان نثار تھے، بمجرد حکم کے مشتاقین وعظ کو نیم جان چھوڑ کر خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور آپ اون کو ہمراہ لے کر کوہستان کی طرف چلے گئے اور یہ ہنوز اس منشاء سے واقف نہیں، جب پنجتار☆ میں وارد ہوئے تو قوم افغان باآنکہ وحوش سے کم نہیں، حضرت کے ایسے معتقد ہوئے کہ آپ کے ہاتھ پر بیعتِ امامت کی اور عہد کیا کہ اگر حضرت جہاد کریں تو ہم سرفروشی پر حاضر ہیں، آپ نے سکھوں کی قوم پر جہاد قائم کیا، مردم ہندوستان اس خبر کے سننے سے اطراف و جوانب سے

☆ پنجتار، بتقدیم یائے ہندی و چہارم تائے فوقانی بروزن بختیار ایک بستی ہے ضلع پشاور میں۔

راہی ہوئے اور سوائے قوم افاغنہ کے مردم ہندوستانی چودہ پندرہ ہزار جمع ہوئے اور خطبہ [۴۱] آپ کے نام کا پڑھا گیا، دَوْر دَوْرِ امام ہو گیا، چند منزل تک عُشر جو طریقہ اسلام میں ایک نوع خراج کی ہے، آپ کے پاس آنے لگا، پشاور اور بعض دوسرے مکان سکھ کی عملداری سے نکل کر غازیانِ اسلام کے تصرف میں آ گئے، سکھوں کے باوجود اوس شوکت و شان ظاہری کے آپ کا ایسا رعب دل میں بیٹھ گیا کچھ ملک دینے پر راضی ہوئے، سچ ہے، مصرع

هیبت حق است این از خلق نیست

لیکن حضرت کو ترویج اسلام منظور تھی قبول نہ کیا، کئی سال تک یعنی پانچ سال کامل یہی سلسلہ چلا گیا، چار لڑائیاں بڑی بڑی کہ جس میں غازی بھی اکثر بیس پچیس ہزار سے زیادہ ہوتے تھے، فتح ہوئیں، اور یہ لڑائیاں اس ضابطہ کی تھیں کہ کسی کی جماعت سے نماز قضا نہیں ہوتی تھی اور مولوی عبدالحی علیہ الرحمۃ نے بیماری جسمی سے سفر آخرت اختیار کیا اور یہ واقعہ ہشتم ماہِ شعبان ۱۲۴۳ ہجری میں بروز یکشنبہ بعد طلوعِ آفتاب ضلع صاد موضع خارا میں ہوا [۴۳] اور اخیر کلمہ آپ کی زبان پر ''الحق فی رفیق الاعلیٰ'' تھا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری ہوا تھا، بعد اوس کے جو کہ قوم افاغنہ بندۂ زر اور نہایت طامع ہیں، سکھوں کی اغوا سے آپ سے منحرف ہو گئے اور عین معرکۂ جنگ میں دغا کی اور آپ نے اکثر اہل ہند کو پیشتر ہی رخصت کیا تھا، از بسکہ مشیت الٰہی میں دولتِ شہادت آپ کے نصیب میں تھی، قریب بالاکوٹ کے کہ ایک قطعہ ہے نواح پشاور ☆ میں، حضرت نے مولوی محمد اسمٰعیل اور اکثر مؤمنین صاف اعتقاد کے، ایک ہی دن شہادت پائی۔ [۴۴] اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

شاہ جی صاحب فرماتے ہیں کہ بالاکوٹ سے تین کوس پر حضرت کے اور مولوی محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما کے دونوں مزار کچی مٹی کے بنے ہوئے ہیں، دونوں مزاروں کے درمیان ایک چبوترہ گنج شہیداں کا ہے، یہ مزارین اور چبوترہ شیر سنگھ ولد رنجیت سنگھ کا بنایا ہوا ہے [۴۵] کہ اوسی سے اخیر جنگ ہوئی تھی اور رنجیت سنگھ نے تین ہزار روپے سالانہ کے دیہات وہاں کے مصارف کے واسطے مقرر کر دیئے تھے، انگریزوں نے بھی اب تک جاری رکھا ہے، حاکم وقت کی طرف سے وہ رقم سالانہ مصارف میں صرف ہوتی ہے اور ایک خادم ولایتی حضرت کا وہاں متولی ہے، اوس کو بھی معاش اوسی رقم سے حاکم نے مقرر کر

☆ علاقہ سکندر پور میں پنجتار کے قریب تخمیناً بیس بائیس کوس پر۔

دی ہے، جو معتقد پاک اعتقاد وہاں جاتے ہیں اپنے اپنے مقاصد پاتے ہیں، سلسلہ فیضان باطن کا الی الآن ہے، "وَلَا ☆ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ"، کی یہی شان ہے، بعضوں نے جو مشہور کر رکھا ہے کہ حضرت سید احمد صاحب کی لاش گم ہوگئی یا آپ شہید نہیں ہوئے غائب ہو گئے، [۴۶] یہ سب غلط محض ہے، معلوم نہیں کہ بعض لوگوں نے کس نیت سے یہ غلغلہ اُوٹھایا تھا، یہاں تک کہ بعض نالائق طمع دنیا کے واسطے ولایت میں ایک پہاڑ کے درے میں ایک پتلا بنا رکھ کر خلائق کو فریب دیتے تھے کہ حضرت اندر موجود ہیں، نعوذ باللہ منہا، دونوں مزار پر انوار وہاں موجود ہیں، "يُزُوْرُ وَيُبَارِكُ"، اور یہ واقعہ بست و چہارم ماہ ذیقعدہ ۱۲۴۶ بارہ سو چھیالیس سال میں ہوا ہے، چنانچہ "شہید شد شہید شد" آپ کی شہادت کی تاریخ ہے۔

شاہ جی صاحب معز سلمہٗ کچھ تفصیل اس اجمال کی یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

پیر محمد خان اور فتح محمد خان دونوں بھائی دوست محمد خان کے رنجیت سنگھ نے اون کو گرفتار کر کے لاہور میں مقید کیا تھا، [۴۷] بعد چندے اون دونوں کو اپنی طرف سے پشاور کا حاکم کر کے روانہ کیا اور اون کے جورو بچوں کو اپنی اطمینان کے لیے لاہور میں رکھا تھا، جب پشاور فتح ہوا اور غازیوں کے قبضے میں آیا تو حضرت سید احمد صاحب قدس سرہٗ نے بھی اون دونوں بھائیوں کو اپنی طرف سے حاکم کیا، اگرچہ اوس وقت بعض اہلِ پشاور اور وہاں کے اکابر حضرت کو مانع ہوئے کہ ان کو آپ حاکم نہ کیجیے، کسی اور ہندوستانی کو حاکم فرمائیے کیونکہ ان کے لڑکے بچے لاہور میں رنجیت سنگھ کے قبضے میں ہیں، یہ لوگ آپ سے دغا کریں گے ان کے قول و فعل کا اعتبار نہیں کیونکہ انہوں نے اپنے پادشاہ (یعنی شجاع الملک) سے بے وفائی کی ہے، اور یہ قوم بارک زَی ہے، ان کی بیوفائی مشہور ہے، حضرت نے فرمایا کہ ہم ملک گیری اور حکومت کے واسطے نہیں آئے ہیں، انہوں نے ہم سے بیعتِ جہاد کی ہے اور اون کے لڑکے بچوں کا خدا نگاہبان ہے۔

حاصل کلام اونھیں کو حاکم کیا اور وہی حاکم رہے، پندرہ سولہ ہزار ہندوستانی جو ہمراہ رکاب باسعادت تھے اون سب کو حضرت نے معلوم نہیں کیا مصلحت تھی رخصت کیا، قریب دو ہزار کے اہل ہند سے رہ گئے،

☆ (ترجمہ:) اور نہ گمان کر اون لوگوں کو کہ مارے گئے اللہ کی راہ میں مُردہ بلکہ زندہ ہیں نزدیک اپنے رب کے۔

درآں ولا اکابر علمائے پشاور جیسے مولوی حافظ محمد عظیم صاحب نابینا [۴۸] وغیرہ نے مولوی نظام الدین صاحب دہلوی [۴۹] سے جو حضرت کی طرف سے وہاں کے قاضی اور محتسب تھے، عرض کی کہ حضرت یہاں ایک بُری رسم باقی رہی ہے کہ باکرہ عورتوں کے چالیس چالیس پچاس پچاس برس تک شادی یعنی نکاح نہیں کر دیتے، یہ فقط جہالت ہے، آپ اس بات کا بندوبست ایسا کیجیے کہ کسی طور نکاح جاری ہو جائے، مولوی نظام الدین صاحب نے حضرت سید صاحب کو لکھا اور اجازت چاہی حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ بالفعل اس امر میں ان کو تشدد نہ کرو، اوسی حالت پر رہنے دو، اتنی ہی بات بس ہے جو خدا کی راہ میں سب طرح سے وہ ہماری کمک کرتے ہیں، یہ جواب باصواب اون اکابر کو مولوی صاحب نے سنا دیا، پھر وہ اکابر باعث ہوئے کہ یہ کیا بات ہے، آپ ضرور اس امر کا اعلان کرنا اور قید بھی مقرر ہو کہ اس مدت میں یہ کام کیا جاوے۔

آخر الامر اون لوگوں کے اصرار سے آپ نے جمعہ کو خطبہ پڑھا اور بُرائی نکاح نہ کر دینے کی اور بھلائی نکاح کر دینے کی بیان کی اور یہ بھی حکم دیا کہ چالیس دن کی مدت میں اگر کوئی عورت بالغہ قابل نکاح کے باقی رہے گی تو حاکم کی طرف سے تمہارے ہی اقربا میں نکاح شرعی کر دیا جائے گا، بس اس اعلان کے ہوتے ہی پیر محمد خان اور فتح محمد خان کہ ان دونوں کے بچے لڑکے رنجیت سنگھ کی قید میں تھے اور معلوم نہیں کہ کیا اون کو سکھوں سے مصلحت تھی، سب اپنی برادری کو ہموار کر کے کہا کہ دیکھو ان لوگوں کا اب یہ قصد ہے کہ تمہاری عورتوں کو باندیاں بنا کر ہندوستان کو لے جائیں اور ہندوستانیوں سے نکاح کر دیں، اگر تم کو کچھ غیرت ہے تو اس کا تدارک اور بندوبست کرو، اوانھوں نے کہا کہ اس کا تدارک کیا ہے اور کیسا کرنا ہے، کہا کہ بہت آسان ہے اون کے ہمراہی کے غازیوں کو تم لوگ جو عُشر کی تحصیل کے واسطے اپنی اپنی بستی میں متفرق لے جا کر رکھا ہے اور وہ کوئی ہزار بارہ سو ہوں گے اون سب کو اتفاق کر کے ایک ہی وقت مار ڈالو، وہ غازی جو دو دو یا تین تین ہر ایک بستی میں تھے اونھوں نے کچھ علامت مقرر کر کے سب کو ایک ہی شب کو شہید کیا اور نظام الدین صاحب کو بھی پشاور میں شربتِ شہادت پلایا۔

طرفہ یہ ہے کہ پیر محمد خان اور فتح محمد خان نے حضرت سید صاحب سے بیعت بھی کی تھی، حضرت کی ملاقات کو آ کے بتقریب دعوت پنجتار میں حضرت کو زہر دیا تھا، [۵۰] چند روز آپ اوس کی تکلیف میں مبتلا رہے اگرچہ یہ امر آپ پر ظاہر ہوا تھا، مگر کچھ نہ فرمایا بلکہ اون کو اوسی حکومت کی خدمت پر پشاور کو رخصت

کیا، دوسرے لوگوں نے عرض کی اگر حکم ہو تو ان کو مار ڈالیں کہ یہ بڑے منافق ہیں اور رنجیت سنگھ سے موافق، آپ نے منع فرمایا اور کہا کہ آنحضرت ﷺ کو بھی لوگوں نے زہر دیا تھا، اللہ تعالیٰ مجھ کو میری جد کی یہ بھی ایک سنت سے سرفراز کیا، خود اللہ نگاہبان ہے، جب یہ خبر حضرت کو معلوم ہوئی اور اون کا نفاق ظاہر ہوا تو مولوی فخر الدین [۵۱] صاحب کو جو خلیفہ جلیل القدر تھے پچاس آدمی غازیوں سے جو ہمراہ رکاب باسعادت حاضر تھے، ساتھ دے کر راجورے کو کہ ایک بستی کشمیر اور لاہور کے درمیان کوہستان میں ہے، روانہ فرمایا اور وہ بستی ملک میں راجپوت نومسلموں کی ہے، وہاں کا حاکم اوس وقت راجہ اگر خان تحت میں سکھوں کے تھا، قوم جرال سے کہ ایک قوم ہے راجپوتوں کی اور مہتاب خان اوس کا برادر حقیقی حضرت سید صاحب سے پنجتار کے مقام میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوا تھا اور چند روز رہ کر اپنے ملک کو چلا گیا تھا، واللہ اعلم اور ان دنوں ملک راجوری اور مظفر آباد کشمیر کی تحت میں ہے اور مظفر آباد میں حاکم راجہ مظفر خان [۵۳] قوم کھکھا سے تھا، یہ بھی ایک قوم ہے راجپوتوں کی، اور دوسرے ایک خلیفہ کو بھی پچاس غازی ہمراہ دے کر مظفر آباد کو بھیجا، وہاں کے لوگوں نے اون خلفا کے ہاتھ پر حضرت سید صاحب کے بیعت کی اور کہا کہ ہم سب طرح سے مع اپنی قوم کے جانفشانی کو مستعد ہیں اور اسی مضمون کے عرائض بھی بذریعہ عرائض مولوی فخر الدین صاحب وغیرہ حضرت کی خدمت میں روانہ کیے، مولوی فخر الدین صاحب بڑے عالی مقام اور صاحب کمال تھے کہ حضرت سید صاحب نے مولوی اسمٰعیل اور مولوی عبدالحی وغیرہ تمام علما اور فضلا سے اس بات پر بیعت لی تھی کہ بعد میرے امیر اسلام مولوی فخر الدین ہیں، سب ان کی اطاعت کرنا، سبھوں نے اس عہد پر جان و دل راضی ہوئے تھے۔

الحاصل اون کے عریضہ آنے کے بعد حضرت نے پنجتار سے تخمیناً تین سو غازیوں کو لے کر کہ تمام اہل ہند سے ہی رہے تھے کوچ کیا، ایک مقام درمیان کر کے دوسرے دن بالاکوٹ کو جو پہونچے، پیر محمد خان وغیرہ نے اول ہی سے شیر سنگھ [۵۴] کو لکھ رکھا تھا کہ اون کے ہمراہی سب مارے گئے، تین چار سو باقی رہیں ہیں، تم اس وقت آ جاؤ تو فتح پاؤ گے، حضرت بالاکوٹ کو آتے ہی قبل ظہر آپ آ کر قلعے کے اندر فروکش ہوئے، عصر کے وقت تخمیناً بیس ہزار جمعیت سکھوں کی کہ اوس میں پیر محمد خان اور فتح محمد خان بھی دو تین ہزار مسلمان اپنے رُفقا سے جو غازیوں کے شہید کیے تھے، ہمراہ لے کر شیر سنگھ کے ساتھ تھے، قلعہ مذکور کا محاصرہ کیا، تمام شب محاصرہ رہا، غازیوں نے قلعے کا دروازہ کھلا رکھا کہ مشتاق ایک عمر سے اسی

دن کے تھے کچھ خوف و ہراس اون کے پاس نہ آیا، شب بھر استماع وعظ ونصیحت اور تیاری شوق شہادت میں مصروف رہے، جیسے جیسے رات گھٹتی تھی ویسا ویسا شوق بڑھتا تھا۔

وعدۂ وصل چون شود نزدیک

آتشِ شوق تیز تر گردد

بعد ادائے نماز صبح تکبیر کہتے ہوئے حضرت سید صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب تمام ہمراہیوں کو لے کر باہر نکلے، گولی کی زد پر آتے ہی ایک شلک بندوقوں کی سرکی، پھر بندوقیں پھینک کر تلواریں میان سے نکال کر اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے ہوئے کفار نابکار پر حملہ کیا، یہاں تک کہ اون کی قلب فوج میں داخل ہوئے جو مقابلے پر آتا تھا وہ سیدھا جہنم میں جاتا تھا، بالاکوٹ سے تین کوس تک بھگاتے ہوئے کافروں کو لائے جدھر غازیان دیندار ہمراہ رکاب فرزند پادشاہ ذوالفقار حملہ کرتے تھے، بادل کی طرح اون روسیاہوں کی فوج کے دَل کے دَل پھٹے جاتے تھے، ہزارہا کفار فی النار ہوئے، ایسی پھرتی کی کہ اون کی توپ چلنے نہ دی، حضرت سید صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب کا جسم بندوقوں سے چھلنی ہو گیا تھا، تین کوس پر بالاکوٹ سے دوپہر کے وقت مولوی صاحب مُعز گھوڑے پر سے گرے، بعد تھوڑے عرصے کے حضرت سید صاحب بھی زین سے جدا ہوئے اور شربتِ شہادت پیے۔

کیا خدائے تعالیٰ کا فضل تھا کہ ایک نماز بھی اون کے ذمے پر نہ رہی، بعد شہادت کے سید صاحب اور مولوی صاحب کی لاش کو سکھوں نے چاہا کہ ذلیل کریں مگر جس کو اللہ تعالیٰ عزت دے تو کسی کی طاقت ہے کہ ذلت دے اور جس کو خدا دوست رکھے تو کوئی اوس کا کیا کر سکے، ''اَنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ،،☆ جو مسلمان تھے اس امر کو مانع ہوئے اور تجہیز و تکفین پر اصرار کیا، شیر سنگھ نے کہا کہ بہتر ہے ان کو دفن کرو دو دوشالے منگوا کر حضرت سید صاحب اور مولوی صاحب کی لاش پر اوڑھا دیا، جو مسلمان کہ سکھوں کے لشکر میں تھے اور آپ کو شہید کرنے میں شریک تھے اُنھوں نے نماز پڑھ کر علٰحدہ علٰحدہ دونوں بزرگواروں کو جس جس جائے پر کہ گرے تھے دفن کیا، [۵۵] دوسرے دن تمام مسلمانوں کی لاشیں تلاش کروا کر ایک گنج شہیدان [۵۶] دونوں مزاروں کے درمیان بنایا، جتنے غازی حضرت سید صاحب کے ساتھ تھے سب شہید ہوئے، ایک بھی نہ بچا۔

اس واقعہ کے دس پندرہ روز کے بعد مولوی فخرالدین صاحب وغیرہ راجوری اور مظفر آباد سے

☆ ترجمہ: تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے اون لوگوں کو کہ لڑتے ہیں اوس کی راہ میں صف باندھ کر گویا وہ عمارت سیسا پلائی ہوئی۔

واپس ہوئے، تو شیر سنگھ جو اوس نواح میں تھا سب کو قید کر کے رنجیت سنگھ کے پاس روانہ کیا، راوی بھی اون میں شریک ہیں، اون دنوں رنجیت سنگھ دینانگر اور ہوشیار پور کے میدان میں ہواخوری کے واسطے فروکش تھا، روبرو بلوایا اور بٹھلا کر مولوی فخر الدین صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ کہو کہاں ہیں امیر المؤمنین؟ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں امیر المؤمنین ہوں کیونکہ حضرت سید صاحب نے اس کام کا اپنے بعد مجھ کو سردار کیا تھا، [۵۷] سب لوگوں نے جو سو آدمی تھے گواہی دی کہ ہاں حضرت نے ان ہی کو سردار کیا تھا، پھر رنجیت سنگھ نے کہا کہ تم تو قید ہو، مولوی صاحب نے فرمایا کہ فی الفور رہا ہوتا ہوں، اوس نے کہا کہ میں تو تمہیں اب توپ سے اُوڑا دیتا ہوں، فرمایا کہ یہی تو رہائی ہے اگر اب خدا کی راہ میں جان دی تو سب طرح سے رہائی پائی، جب تک زندہ رہوں گا تجھے مسلمان کرنے کی تردّد میں رہوں گا کیونکہ میرا کام یہی ہے، معاً سنتے ہی کہا کہ ان لوگوں کے واسطے فرش کر دو، نیچے بیٹھے ہیں اور کہا اگر تم نوکری کرو تو تمہیں اگرچہ مصلحت نہیں ہے مگر اپنی فوج کا سردار بناتا ہوں اور سب کو اچھی اچھی بیش قرار ماہوارین کر دیتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ نوکری کر کے تیری مخالفت نہیں ہوسکتی، تب اوس نے قید سے رہا کر کے پچیس پچیس روپے سو شخصوں کو اور دو دو سو روپے مولوی فخر الدین صاحب اور دوسرے خلیفہ کو منگوا کر دیئے اور کہا کہ جہاں تمہارا جی چاہے رہو، میرے ملک میں رہو یا ہندوستان کو چلے جاؤ۔ [۵۸]

الحاصل سب لوگ وہاں سے روانہ ہوئے جس کا جدھر ارادہ ہوا اودھر چلا گیا، مولوی فخر الدین صاحب سہارن پور کا قصد کر کے نکلے، اثنائے راہ میں انتقال ہوا۔

کرامت شاہ جی صاحب موصوف نے کہا کہ ایک طالب علم مستعد اکبر علی خان نامی مفتی شرف الدین رام پوری [۵۹] کے شاگردوں سے کول کے مقام میں حضرت سید صاحب قدس سرہ کے قتل [۶۰] کے ارادے سے قرابین اور پیش قبض لگائے ہوئے آنے کا ارادہ کیا، ابھی وہ آیا نہ تھا کہ آپ نے فرمایا: ایک صاحب میری ملاقات کو قرابین اور پیش قبض لگائے ہوئے آتے ہیں، کوئی اُون سے متعرض نہ ہونا آنے دینا، راوی بھی اوس وقت خدمت بابرکت میں حاضر تھا کہ وہ شخص وارد ہوا اور روبرو بیٹھا آپ نے خیریت و عافیت پوچھی، اوس نے کہا کہ آپ سے میرے کچھ سوال ہیں، ارشاد ہوا کہ کہو بمجرد ارشاد کے اوس کے تمام جسم میں رعشہ پیدا ہوا، آپ نے فرمایا کہ خان صاحب خیر تو ہے اور رعشہ زیادہ ہوا زبان میں لکنت پیدا ہوئی، آخر الامر تھوڑی دیر کے بعد قرابین وغیرہ رکھ دیا اور دست مبارک پر

بیعت کی، تمام حقیقت اور اپنا ارادہ جو قتل کے واسطے کیا تھا بیان کیا، پھر عرض کی کہ اب حضرت کی نعلین برداری پر حاظر ہوں۔

حاصل کلام ہمراہ رکاب ہوا معرکۂ اول میں جو بُدھ سنگھ سکھوں کے سردار سے درمیان پشاور اور پنجتار کے واقع ہوا تھا شہید ہوا، سبحان اللہ! کس ارادے سے آیا تھا اور کیا مرتبہ پایا۔

کرامت جناب مولوی حاجی حسن رضا[٦١] صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں مولوی حاجی سید قاسم نصیر آبادی[٦٢] سے کہ وہ اہلِ قرابت اور خلیفہ ہیں حضرت سید صاحب قدس سرہ کے' کہا اُنھوں نے کہ ایک رسالدار کو حضرت سید صاحب سے نہایت عداوت تھی اور ہمیشہ آپ کے قتل کی فکر وقصد میں رہتا تھا اور یہ امر مشہور ہوا نہ تھا کہ فلاں رسالدار اس ارادے میں ہے چنانچہ فتح پور ہسوہ کے مقام میں کہ راوی بھی یعنی سید قاسم صاحب وہاں حاضر تھے، وہ رسالدار مسلح ہوکر حضرت کے فرودگاہ کا عزم کیا، یہ خبر حضور والا میں پہونچی، راوی کہتا ہے کہ میں حضرت کے حجرے کے دروازے پر مستعد کھڑا رہا کہ وہ شخص آئے گا تو اوس کو مار ڈالوں گا، کبھی حضرت تک جانے نہ دوں گا، اس اثنا میں وہ شخص آیا حضرت نے حجرے سے باہر نکل کر فرمایا کہ کیوں مانع ہوتے ہو؟ آنے دو، میں امتثالاً لامرہ کنارے ہوا، اوس نے پوچھا کہ سید صاحب کہاں ہیں؟ خدام نے کہا کہ حجرے کے اندر تشریف فرما ہیں، اوس نے اوسی جوش وخروش سے حجرے میں گیا، حضرت تنہا رونق افزا تھے، جاتے ہی آپ نے تقدیم کی سلام علیک ہوئی، فرمایا کہ آیئے بہت مدت کے بعد ملاقات میسر ہوئی اور کمال شفقت سے معانقہ کیا، معانقے کے ساتھ ہی وہ شخص بے ہوش ہوکر گر پڑا، دیر تک بیخود رہا، ہوش میں آتے ہی ہتھیار تمام کھول ڈالے اور کپڑے پھینک دیئے، ایک تہ بند باندھ کر دست بستہ ہوکر عرض کیا کہ فدوی کا ارادہ فاسد تھا، نہایت قصور ہوا، اب اپنے ارادے سے توبہ کرتا ہوں اور غلاموں میں داخل ہوتا ہوں، اوسی وقت بیعت سے مشرف ہوا۔

کرامت خدا آگاہ مولوی عارف شاہ[٦٢] صاحب نے جو اس شہر میں مغتنمات سے ہیں، مجھ سے بیان کیا کہ لکھنؤ میں مولوی محمد اشرف[٦٣] صاحب بڑے عالم باعمل فاضل اجل نہایت متقی پرہیز گار یگانۂ روزگار میرے اوستاد تھے، قضائے الٰہی اون کا انتقال ہوا، بعد چندے ایک روز میں مولوی اصغر[٦٤] صاحب کی خدمت میں بیٹھا تھا اور بھی لوگ حاضر تھے، اوس وقت مولوی محمد اشرف صاحب کے کمالات

کا ذکر آیا، ہر ایک نے جو جو وصف اون کا یاد تھا بیان کیا، ایک صاحب نے اون میں سے کہا کہ ہاں ایسے ہی بزرگ تھے مگر اُنھوں نے معلوم نہیں کیا سمجھ کے سید احمد صاحب کے مرید ہوئے کیونکہ وہ تو ایک اَن پڑھ آدمی تھے، مولوی اصغر صاحب نے کہا کہ ہاں مجھے بھی ایسا ہی خیال تھا اور مجھ کو مولوی اشرف صاحب سے تیس سال تک برابر ملاقات رہی، کبھی اون سے جھوٹ نہیں سنی، ایک روز میں نے اون کی مریدی کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ جب جناب سید احمد صاحب یہاں تشریف فرما ہوئے اور ان کی رکاب برداری میں بڑے بڑے فاضل و کامل مولانا محمد اسمٰعیل اور مولونا عبدالحی جیسے لوگ تھے تو مجھے بھی سید صاحب کی ملازمت کا اشتیاق ہوا، جا کر مشرف ہو کر بیعت سے بھی سرفراز ہوا، اوسی دن مجھے دو فائدے ہوئے، ایک تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر اُنھوں نے ایسی بیان کی کہ میں نے باوجود کئی تفسیروں کے مضمون یاد رہنے کے کبھی نہ سنی تھی اور دوسرا اوسی شب کو حضرت رسالت پناہ ﷺ کی رؤیت شریف سے مشرف کیا اور جو جو فیض و برکت مجھ کو حاصل ہوا ہے اوس کا کیا بیان کروں۔

روایت ہے حاجی محمد حسین صاحب سہارنپوری [۶۵] سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے اوستاد مولوی وحید الدین پھلتی [۶۶] سے، یہ بزرگوار شاگرد ہیں مولوی اسمٰعیل شہید کے اور خلیفہ ہیں حضرت سید احمد صاحب کے اور پندرہ سال مولانا شاہ عبدالعزیز اور مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہما کی خدمت میں رہے ہیں، کہا اونھوں نے کہ سید احمد صاحب علیہ الرحمہ اوائل میں وطن سے بارادۂ طالب علمی حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مصباح تک پڑھا تھا، ایک شب بوقت مطالعۂ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک حرف بھی نظر نہیں آتا، فقط صفحہ سیاہ دکھائی دیتا ہے بہت کچھ غور کیا، دیکھا تو کچھ بھی نظر نہیں آیا، نہایت حیران و پریشان ہوئے اور بہت تاسف کیا، آخر یہ جانا کہ شاید کوئی بیماری لاحق ہوئی ہے، صبح کو حضرت کی خدمت میں اپنی کیفیت عرض کی اور کہا کہ مجھے کسی طبیب سے رجوع کیجیے، حضرت نے پوچھا کہ فقط کتاب ہی ایسی نظر آتی ہے یا سب چیزیں اسی طور سے معلوم ہوتی ہے؟ عرض کیا کہ فقط کتاب کا یہ حال ہے، آپ نے فرمایا کہ اب کتاب رکھ دو، اللہ تعالیٰ نے تمھیں دوسرے کام کے واسطے پیدا کیا ہے، پڑھنا ضرور نہیں، خود بخود تمھیں اللہ سب باتیں معلوم کرا دے گا، بس اوس روز سے حضرت نے آپ کو تربیت باطن شروع کی اور بیعت لی خدائے تعالیٰ کے فضل سے آپ کی ذات جامع کمالات ظاہر و باطن ہوئے، کمالِ باطن کا یہ حال تھا کہ لاکھوں آدمی صحبت کے اثر سے واصل الی اللہ ہوئے اور

تحقیق اشغال و مراقبات و توجہات بھی ایسی تھی کہ اوروں کو کم ہو گی۔ [۶۷] تمام کتاب صراط المستقیم [۶۸] کہ آپ ہی کا ملفوظ خاص ہے انہیں ابواب سے مملو ہے، ظاہر کا یہ کمال تھا کہ مولانا اسمٰعیل اور مولانا عبدالحی جیسے فاضل جلیل القدر کہ جن کا ثانی کم ہو گا، اپنے شبہاتِ علمی پوچھتے تھے اور جواب باصواب پاتے تھے، ایک دن آپ نے مولوی وحیدالدین صاحب مسطور سے فرمایا کہ تم مجھ سے کوئی علمی بات نہیں پوچھتے، اس کا کیا سبب ہے؟ اُنھوں نے عرض کی کہ میرے اوستاد مولانا اسمٰعیل حضرت سے جو پوچھتے ہیں اوس کا جواب پاتے ہیں مجھ میں کیا حوصلہ ہے کہ کچھ پوچھوں؟ آپ نے فرمایا: خیر وہ پوچھیں تو پوچھیں تم بھی کچھ پوچھو اونھوں نے کہا کہ غسل کے مقدمہ میں یہ جو دو حدیثیں آئیں ہیں: ''اِنَّمَا الْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ،، اور ''اِذَا جَاوَلَہ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَوَجَبَ الْغُسْلُ،، ان دونوں میں توفیق کیسی ہے؟ کیونکہ ظاہر میں تو ایک دوسرے کے خلاف ہے، آپ نے فرمایا: یہ تو بہت آسان بات ہے، پہلی حدیث خواب سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری بیداری سے، دونوں کا مطلب صحیح ہے، پھر اونھوں نے پوچھا کہ ''اَلرُّکْنُ الْاَسْوَدُ یَمِیْنُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ یُصَافِحُ بِھَا عَبَادَہٗ کَمَا یُصَافِحُ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ،، کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا: یہ تو اور متشابہات کی جیسے بات ہے، جس طرح کہ ید اور وجہ آیا ہے ویسا یہ بھی ہے، دوسری بات اس میں یہ ہے کہ کعبہ عوام کے واسطے ثواب کی جگہ ہے جیسا کہ فرمایا: ''مَثَابَةً لِّلنَّاسِ،، وہاں جانے اور طواف کرنے سے گناہ دور ہوتے ہیں، ثواب حاصل ہوتا ہے اور خواص کو ایک نسبتِ خاص ہے کہ عوام کو نصیب نہیں، اوس کو یوں سمجھنا چاہیے کہ جب مرید مرشد کے روبرو بیٹھتا ہے اور مرشد کے انوار اور برکات اوس میں حسبِ استعداد اوس کے اثر کرتے ہیں تو مرید کا باطن نہایت پرانوار اور شوق و ذوق سے بیقرار ہوتا ہے تو مرید چاہتا ہے کہ مرشد کے تصدق ہو جائے اور قدم چومے مرشد اوس کا شوق و ذوق دیکھ کر ہاتھ بڑھاتا ہے تا وہ دست بوسی کرے اور اوس کو تسکین ملے، اسی طرح ارباب نسبت جب طواف میں مشغول ہوتے ہیں تو اون کا باطن شوق و ذوق سے نہایت بیقرار ہوتا ہے، حجراسود کو بوسہ لیتے ہیں، تو اپنے باطن میں تسکین پاتے ہیں ۔

دفتر صوفی سوادِ حرف نیست
جز دل اسپند ہمچو برف نیست
زاد دانشمند آثارِ قلم
زاد صوفی چیست اسرارِ قدم

آنچہ تو در آئینہ بینی عیان
پیر اندر خشت بیند پیش ازان
در دلِ انگور مَی را دیدہ اند
در فنائے محض شی را دیدہ اند

کرامت روایت ہے اونھیں حاجی بزرگوار سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے اوستاد مولوی وحیدالدین مسطور سے، کہا اونھوں نے کہ حافظ اکرام الدین [۶۹] نے مجھ سے قطبی میر تک طالب علمی کی تھی اور ترجمہ فتح الرحمٰن [۷۰] بڑھا تھا، دہلی کے دریئے ☆ میں عطاری ☆☆ کی دکان لگا کر اوس میں اپنی گذر کرتے تھے، بعد چندے بنارس میں کسی جولاہے نے اون کو بلا کر اپنے لڑکے کی تعلیم کے واسطے نوکر رکھا تھا، جب حضرت سید احمد صاحب کا گذر بنارس میں ہوا اور میں بھی ہمراہ رکاب تھا تو وہاں اکرام الدین سے ملاقات ہوئی، میں نے کہا کہ تم کو بھی ایک مدت سے فقرا کی تلاش ہے، اب چلیے حضرت سید صاحب کی خدمت سے مشرف ہو جایئے اور بیعت بھی کیجیے، اوس نے کہا: خیر چلنے کو کیا ہے؟ چلتا ہوں مگر مرید نہیں ہوتا، امر بہت مشکل ہے، کچھ آسان نہیں، جب تک میری تسکین نہ ہوگی میں کسی کا مرید نہ ہوں گا، میں نے پوچھا کہ تمہاری تسکین کا کون سا امر ہے؟ کہا کہ جب تک آنحضرت ﷺ مجھ سے نہ فرمائیں گے مرید نہ ہوں گا، میں اس بات سے لاجواب ہو کر حضرت کی خدمت میں عرض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ وہ تو بہت اچھی بات کہتے ہیں، آدمی کو ان اُمور میں ایسی ہی تحقیق چاہیے اور ایک پرچے پر درود شریف لکھ کر مجھے دیا اور فرمایا: اون کو لے جا کر دو اور کہو کہ شب کو پڑھ کر سو رہنا، ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت کی رؤیت مبارک حاصل ہوگی، پوچھ لینا یا خود حضرت ﷺ ہی سے مشرف ہونا، میں نے لے جا کر دیا، اوس نے شب کو پڑھ کر سو رہا رُویتِ شریف سے مشرف ہوا اور آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ یا حضرت! یہ سید احمد صاحب آپ کے فرزند ہیں؟ ارشاد ہوا کہ ہاں وہ میرا فرزند ہے، پھر اُوس نے عرض بھی کی کہ اون سے استفادے کے باب میں کیا حکم ہے؟ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اوس سے استفادہ گویا مجھ سے ہے، اس بشارت کی خوشی میں پچھلی رات سے بیدار ہو کر اُوس نے میرے پاس

☆ دریہ ایک بازار ہے شہر دہلی میں۔

☆☆ اس ملک میں جس کو دواسازی کہتے ہیں۔

آکر یہ واقعہ بیان کیا اور حضرت سید صاحب کی ملاقات کا خواہاں ہوا، اوس کو بعد نماز صبح خدمت شریف میں لے گیا اور وہ بیعت سے سرفراز ہوا، ایک مدت تک خدمت عالی میں رہا۔

ایک روز حضرت سید احمد صاحب نے فرمایا کہ بھائی حافظ اکرام الدین ہم نے تمھیں اپنا خلیفہ کیا، تم وعظ کیا کرو، خلقت کو اُمورِ منہیہ سے باز رکھو، اوس نے عرض کی کہ یا حضرت یہ کام فدوی سے نہ ہوگا، مجھ کو اس کام کی کچھ لیاقت نہیں ہے جو کچھ میں نے پڑھا ہے وہ وفقط مولوی وحیدالدین صاحب ہی سے پڑھا ہے، وہ خوب میری استعداد سے واقف ہیں، پھر آپ نے فرمایا: کچھ مضائقہ نہیں، علم نہ ہو تو کیا ہوا، تم بیان کیا کرو، اوس نے پھر انکار کیا کہ حضرت یہ امر بدون علم کے ممکن نہیں، فدوی اس امر کا وعدہ نہیں کرتا، پھر آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ تمھیں علم عطا کرے گا، اوس نے کہا کہ آپ دعا کیجیے، تب آپ دعا کے واسطے مستعد ہوئے اور تمام خُدّام آمین آمین کہتے ہوئے دست بدعا تھے، حضرت خدائے تعالیٰ کے اوصاف بیان کرنے لگے کہ یاالٰہی تُو نے عالم کو بے سبب پیدا کیا اور آسمان کو بے ستون کھڑا کیا، تنور سے پانی جاری کیا اور پتھر سے ناقہ نکالا، عیسیٰ علیہ السلام کو بے باپ کے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور باپ کے ظہور میں لایا اور ہمارے نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم اوّلین وآخرین سرفراز فرمایا، یا الٰہی! اوس نبی اُمّی کی برکت سے اس کو علم ظاہر و باطن عطا فرما، بعد ازاں ارشاد ہوا کہ میں اور تمام بھائی مسلمان تمہارے واسطے دعا کیے ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ اُمید قوی ہے کہ خدائے تعالیٰ انہیں علم سرفراز کرے گا، تم فقط وعظ کیا کرو۔

اوس روز سے حافظ مولوی اکرام الدین وعظ کیا کرتے تھے جو کوئی اون کا وعظ سنتا تھا وہ متحیر ہوتا تھا، دہلی میں کسی نے اون کے وعظ کا تذکرہ کیا، کسی کو باور نہ ہوا، جب بعد مدت کے مولوی اکرام الدین صاحب دہلی کو آئے اور جامع مسجد میں وعظ بیان کیا تو تمام شہر میں شہرہ ہوا، اس شہرہ پر بھی مولوی مفتی صدرالدین خان[1] اور مولوی فضل حق[2] کو یقین نہ آیا، آخر ایک جمعہ کو دونوں صاحب اون کے وعظ میں تشریف لائے اور چند سوال بھی سوچ رکھے تھے، جب اُنھوں نے وعظ شروع کیا تو اقسام اقسام کے علوم اور عجائبات اور نکاتِ قرآنی بیان کرنے لگے اور جو اعتراض وسوال کہ اون کے ذہن میں تھے وہ بھی بیان کر کے اوس کے جوابات بہت طرح سے بیان کیا، اون دونوں فاضلوں نے بعد اتمام وعظ کے دست بوسی کی اور کہا کہ یہ تمہارا فقط وہبی ہے، کسبی نہیں، فقط مولوی اکرام الدین صاحب کے علم ظاہر کا حال تفسیر سورۂ فاتحہ سے جو کئی مرتبہ طبع ہوئی ہے ظاہر ہے۔

کرامت روایت ہے اوسی طریقے سے، کہا اونھوں نے کہ شیخ عمر مفتی مکہ المعروف بہ عبدالرسول[۳] اوستاد عبداللہ سراج اور سید عقیل[۴] اور سید حمزہ[۵] یہ تینوں بڑے صاحبِ کمال اور اولیائے مکہ معظمہ سے تھے، جب حضرت سید احمد صاحب مکہ معظمہ کو گئے تو یہ تمام بزرگوار اون کے نہایت معتقد ہوئے اور جب آپ طواف کرتے تو وہ بھی اوس طواف میں شریک رہتے، کسی نے اون سے پوچھا کہ آپ لوگ اون کے ساتھ طواف کرنے کا کیا سبب ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باطن سے پایا ہے کہ اس بزرگ کا جو طواف ہے وہ مقبول ہے اور جو لوگ اوس طواف میں رہتے ہیں اون کا بھی طواف قبول ہوتا ہے، اس واسطے ہم اون کے ساتھ طواف کرتے ہیں۔

ایضاً جب حضرت سید احمد صاحب حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کو گئے تو حافظ حاجی مولوی معین الدین صاحب پھلتی[۶] خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ جو آپ کے ساتھ، بسبب بیماری کے مکہ معظمہ میں رہ گئے اور جناب سید عمر المعروف بہ عبدالرسول کو اون سے نہایت موافقت تھی، اوسی بیماری سے اون کا وہاں انتقال ہوا، اوسی دن مولوی وحید الدین[۷] صاحب سے جو اون کے فرزند تھے سید عمر موصوف نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرو تمہارے والد کی مغفرت ہوئی، اونھوں نے پوچھا کہ حضرت آپ نے کیونکر معلوم کیا؟ تو جواب دیا کہ میں اون کا تذکرہ ملاءِ اعلیٰ میں سن رہا ہوں اور مدینہ منورہ میں حضرت سید صاحب نے اپنے رُفقا سے کہا کہ آج جناب مولوی معین الدین صاحب کا ذکر ملاءِ اعلیٰ میں ہو رہا ہے، اس عالم سے اُون کا انتقال ہوا، پھر مکہ معظمہ میں لوگوں نے آ کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک ہی دن تھا جو دونوں بزرگوں ل نے فرمایا تھا۔

ایضاً کلکتے میں منشی امین الدین خان[۸] نامی ایک وکیل عدالت پادشاہی کا بڑا صاحب دولت اور عزت تھا، اوس کے اموال واملاک وہاں مشہور ومعروف ہیں، جب حضرت سید صاحب کلکتہ کو رونق افزا ہوئے تو اوس نے تین منزل کشتی میں پیشوائی کو آ کر حضرت سے عرض کی کہ آپ کی رونق افزائی کا تمام شہر میں شہرہ ہے اور ہر کس وناکس جمال باکمال کا والہ وشیدا ہے اور بہتوں کو آرزو ہے کہ حضرت اپنے مکان کو اقدام فیض التیام سے مشرف فرمائیں، اس فدوی کی یہ تمنا ہے کہ میری آرزو برلائیں، حضرت نے اوس کا معروضہ قبول کیا، کلکتہ میں مع قافلہ باسلاح تشریف لے جا کر اوسی کے مکان میں فروکش ہوئے۔

مکان بہت بڑا عالیشان باساز وسامان اوس نے خالی کر دیا اور ہر روز دعوت اوسی کے یہاں سے

تمام قافلے کی ہوتی رہی مگر اوس نے وہاں اُوتار کے جو اپنے مکان کو گیا، سو پھر کبھی خدمتِ عالی میں حاضر نہ ہوا، حتیٰ کہ ایک ماہ کامل گذرا اور یہاں بھی کوئی اوس کا پُرسانِ حال نہ ہوا، مریدی کی ایسی کثرت تھی کہ حضرت کو بھی دم بھر کی فرصت نہ ملتی تھی، اس واسطے حضرت کو بھی اوس کی یاد نہ آئی، ایک روز مولوی وحید الدین کہتے ہیں کہ میں نے خیال کیا منشی جی یہاں کبھی نہیں آتے اس کا کیا سبب ہوگا؟ اس استفسار کے واسطے بعد مغرب اون کے مکان کو جا کر اطلاع کی تو اندر بلا لیا بہت توقیر سے ملاقات ہوئی، دیکھا تو وہ مکان نہایت اسباب ممنوعات سے آراستہ تھا کہ جابجا ظروف چاندی کے اور سامان عیش و سرور کا دھرا ہوا پایا، بعد خیر و عافیت کے میں نے بُرائی اسبابِ ممنوعہ کی اور ناپائیداری دنیا کی بات کی؟ خدائے تعالیٰ کے فضل سے کچھ ایسی تاثیر ہوئی کہ اوسی وقت ہزار ہا روپے کا سامان بادہ خواری کا اُوس نے پھنکوا دیا اور تمام اسباب ظروف وغیرہ کے قسم سے چاندی سونے کا نکلوا حکم دیا کہ یہ سب گلوا کر اس کا چاندی سونا تیار کیا جاوے، منشی جی کو اور ایک اُون کے رفیق کو اور مجھ کو بھی نہایت رقت ہوئی، یہاں تک کہ بے ہوشی طاری ہوئی۔

بعد چندے افاقہ ہوا، تو میں نے اوس سے عدم حضوری کا حال پوچھا؟ اوس نے بہت نادم ہو کر کہنے لگا کہ کیا عرض کروں میں ایک بڑی مصیبت میں گرفتار ہوں، اوس کا بالمشافہ آپ سے عرض کرنا بے ادبی جانتا ہوں، یہ میرا رفیق ہے آپ کو اوس سے معلوم ہوگا، اوس رفیق سے کنارے ہو کر دریافت کیا، تو اوس نے کہا کہ جس روز سے حضرت سید صاحب تشریف لائے ہیں، میں اون کو روز حصولِ ملازمت کے واسطے کہتا ہوں مگر یہ کچھ ایسا بیان کرتے ہیں کہ اوس کا مجھ سے کچھ علاج نہیں ہوتا، وہ کیفیت یہ ہے کہ اس شہر میں ایک بیسوا نہایت حسین و جمیل کہ جس کا نظیر نہیں اور مال و متاع میں ایسی ہے کہ ویسا کوئی امیر نہیں اور چند شخصوں سے اوس کو موافقت ہے ان کے پاس بھی مہینے میں ایک بار آتی ہے، اُوس کی محبت سے یہ شخص بہت مجبور ہے، چاہتا ہے کہ اوس سے نکاح کروں، تو وہ نہیں کہتی ہے، اگر ترک کروں تو جان نہیں رہتی ہے، اس واسطے مجھ سے یہ شخص کہتا ہے کہ جب حضرت سید صاحب کی خدمت میں جاؤں گا تو بیعت ہی کرتے بنے گی، ایسے بزرگ کے ہاتھ پر اقرار کرے، بعد لازم ہے کہ اوس پر قائم رہے، سب چیزیں ترک ہو سکتی ہیں مگر اُوس بدبخت کی مفارقت نہیں ہو سکتی، کیا کروں؟ اپنے کو نہایت مجبور پاتا ہوں، اس لیے حاضر ہونے کو شرماتا ہوں، میں یہ سن کر خاموش رہا، بعد ازاں حضرت کی خدمت میں یہ

تمام سرگزشت عرض کی، ارشاد ہوا کہ اُون سے کہو جب تم خدا کی راہ میں توبہ کرنے کو مستعد ہوتو خدائے تعالیٰ تم کو اپنے عہد پر قائم رکھے گا، کچھ فکر نہ کرو، پھر دوبارہ عرض کی، تو جب بھی اسی طرح فرمایا، تین بار ارشاد ہوا تو دوسرے دن میں منشی جی کے مکان کو گیا اور یہ بشارت بیان کی، اتفاقاً وہ دن اوس بیسوا کی آنے کا تھا، میں بیٹھا ہی تھا کہ وہ آئی، روبرو میرے اور منشی جی کے بیٹھی، منشی جی بہت محجوب ہوئے، اوس نے مجھ سے مخاطب ہو کر خیر و عافیت پوچھی اور کہا کہ کہاں سے رونق افزائی ہوئی؟ میں نے جواب دیا کہ حضرت سید صاحب کے قافلے کا ایک درویش اور اُون کا خادم ہوں، اسی عرصے میں حضرت کو الہام ہوا آپ نے اپنے رُفقا سے فرمایا کہ بہت روز ہوئے منشی جی سے ملاقات نہیں ہوئی، چلو میں اُون کے مکان کو چلتا ہوں، چند خدام سے آپ منشی جی کے مکان کو تشریف لائے۔

حضرت کی رونق افزائی کی خبر سنتے ہی منشی جی نہایت پریشان ہو کر اوس بیسوا کو ایک نعمت خانے میں بٹھلا کر دروازہ بند کیا اور آپ استقبال کو آ کر حضرت کو اندر لے گیا، حضرت کے تمام خدام اور منشی جی وغیرہ روبرو دست بستہ بیٹھے رہے، میں نے عرض کی کہ حضرت عجب اتفاق ہے مریض مع اسباب مرض حضور میں طبیب حاذق کے حاضر ہے، اب فقط طبیب کی التفات چاہیے، حضرت نے یہ سنتے ہی ''اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡن،، کا وعظ شروع کیا اور اس زور و شور سے خدائے تعالیٰ کی احسن الخالقیت بیان کی کہ بیان سے باہر، اوس وقت فقط آپ کے علم لُدنی کا ظہور تھا، ورنہ آپ کا علم ظاہر تو مشہور تھا اور شکر گزاری نعمائے الٰہی کے جیسا کہ اسلام اور اموال اور حُسن و جمال کہ اس ہر ایک کا شکر کس طرح چاہیے اور خدائے تعالیٰ نے شارع کا کیا، حق لازم کیا ہے اور کیسا ادا کیا چاہیے بخوبی بیان فرمایا، اوس بیان کی تاثیر سے تمام مجلس بے ہوش ہوگئی اور وہ بیسوار بھی تڑپتے تڑپتے بے تاب اور اشتیاق جمال باکمال میں ماہیٔ بے آب ہوئی، بعد اتمام وعظ کے باہر آ کر بیعت سے مشرف ہوئی اور منشی جی نے بھی بیعت کی اور اوس بیسوا نے حضرت کو اپنے نکاح کا وکیل کیا، اوسی محفل میں منشی جی سے نکاح ہوا، خدائے تعالیٰ کے فضل سے وہ دونوں بڑے متقی اور پرہیزگار ہوئے۔

کرامت روایت ہے حاجی محمد حسین صاحب سہارن پوری [۷۹] سے، وہ روایت کرتے ہیں میاں ہدایت اللہ [۸۰] ساکن بانس بریلی سے، اول اون کا نام رمضانی تھا اور وہ نہایت بُرے حال میں تھے، یعنی ہاتھ پیر کو مہندی لگی ہوئی چوڑیاں پہنے ہوئے جسم میں سرخ لباس کانون میں زیور دھاڑی مونڈی

ہوئی کنگھی چوٹی کی ہوئی اور تمام اُمورنسوان میں جیسے چرخا کا تنا اور سینا پرونا بہت مہارت تھی اور ہزاروں جوڑ فقرے اور جوابات کڑے کڑے یاد تھے، اسی حال میں اور ایسے ہی اطوار میں عمر بسر ہوتی تھی، جب حضرت سید صاحب کی بریلی میں تشریف فرمائی ہوئی تو اونھوں نے ارادہ کیا کہ حضرت کی خدمت میں جا کر اُمور منہم امور سے توبہ کروں گا، اس واسطے چرخا کانتہ کر کچھ روپے جمع کر کے لباس شرعی بنایا اور کچھ شیرینی وغیرہ لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مولوی عبدالحی صاحب وعظ کر رہے تھے، دُور ہی کھڑے رہے لوگوں نے اون کی وضع دیکھ کر بہت متعجب ہوئے، بعد اتمام وعظ کہیں حضرت کی اون پر نظر پڑی، فرمایا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ یہ زنانہ ہے، نزدیک بلایا اور پوچھا کہ کیا ارادہ ہے؟ اونھوں نے اپنے انداز سے التماس کی واری جاؤں بلالوں میاں کی خدمت میں آئی ہوں حاضر رہوں گی جوگن بنوں گی فرمایا کہ بسم اللہ دیر کیا ہے اوسی محفل میں بیعت کی، حضرت نے وہ لباس و زیور تمام اُتروایا، جو لباس شرعی کہ اونھوں نے لایا تھا، وہ پہنا کر ہدایت اللہ نام رکھا، مدتِ مدید رکاب سعادت میں رہے، ولایت میں بھی ساتھ تھے اور نہایت متقی و پرہیزگار بنے۔

اونھوں نے کہا کہ ولایت میں کسی مقام پر آنبہ کا درخت تھا مگر کبھی اوس میں آنب نہیں آتے تھے، ولایتیوں نے حضرت سے عرض کی کہ حضرت ہندوستان میں تو آنبہ ہوتے ہیں مگر یہاں ایک درخت ہے کبھی اوس میں پھل نہیں آئے اور ہم نے نہیں دیکھا آپ دعا کریں کہ اوس میں پھل آ جائیں اور ہم دیکھ لیں آپ نے تمام حضار کے فرمایا کہ بھائی تم سب لوگ دعا کرو، میں بھی دعا کرتا ہوں، آپ نے دعا کی اللہ جل شانہ کے فضل سے اوس سال موسم پر اوس درخت میں آنبہ لگے۔

کرامت روایت ہے ابوالحسن شاہ احمدی مظہری بنوری [۸۱] سلمہ اللہ تعالیٰ سے کہا اونھوں نے کہ جیسی شوکت و منزلت خدائے تعالیٰ نے اگلے بڑے بڑے بزرگوں کو عنایت کی تھی، ویسی ہی حضرت سید صاحب کو اپنے فضل و کرم سے دی تھی، جن دنوں میں حضرت سید احمد صاحب ٹونک کو تشریف لائے ہیں تو میری خُردسالی تھی، تمام بستی میں اون کی رونق افزائی کا شہرہ ہوا تھا، ایک دن شور ہوا کہ حضرت سید صاحب کی سواری آتی ہے تو میں بھی مکان کے باہر نکل کر تماشا دیکھتا کھڑا تھا کہ رونق افزائی ہوئی' ہزارہا آدمی آپ کے گرد و پیش روان اور دوان تھے، آپ گھوڑے پر سوار چلے جا رہے تھے، وہاں سرِ راہ گولیوں کا ایک محلّہ تھا اور وہ تمام کافر تھے، سب اپنے اپنے گھروں سے نکل کر سواری دیکھ رہے تھے،

جب گذر اون کے قریب ہوا تو کہیں اون پر آپ کی نظر پڑی، بس ایک ہی نظر میں وہ سب ہمراہ رکاب دوان اور اوسی وقت آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، سبحان اللہ! کیا تاثیر تھی ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

روایت ہے مولوی نصر اللہ خان صاحب خورجوی [۸۲] سلمہ اللہ تعالیٰ سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے مرشد شاہ عبد العلیم [۸۳] علیہ الرحمۃ سے، کہا اونھوں نے کہ وقت روانگی جہاد کوئی منزل پر حضرت سید احمد صاحب کا لشکر اوترا ہوا تھا، اوس مقام میں حضرت سید صاحب قدس سرہٗ قضائے حاجت کے واسطے جانب صحرا چلے جاتے تھے، ایک سوار گھوڑے کا چارجامہ بچھا کر سامنے بھالا گاڑے ہوئے بیٹھ کر یہ شعر پڑھ رہا تھا ؎

ای صبا نکہتے از کوئے فلانے بمن آر
زار و بیمار منم راحت جانے بمن آر

حضرت نے پوچھا کہ اس کے معنی بھی جانتے ہو؟ اوس نے عرض کی کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ ہم تمہیں معنی سمجھاتے ہیں، عرض کی کہ مناسب، آپ اوس کے نزدیک بیٹھ کر چھاتی سے لگا کر تھوڑی دیر متوجہ رہے کہ وہ بے ہوش ہوگیا، آپ حاجت کے واسطے چلے گئے، فارغ ہو کر مقام پر تشریف لا کر اوس شخص کا حال دریافت کروایا تو اوسی بیہوشی میں اوس کا انتقال ہوگیا تھا، نظم

ای تازہ بہارِ چمنستانِ سیادت
ای رونقِ رنگِ گل بستانِ شہادت
زیبا تھی تجھے حضرتِ سلطانِ رسل کی
پہونچانے میں احکام رسالت کی نیابت
اپنے پدرِ حیدرِ کرار کا تو نے
اک خلق کو دکھلا ہی دیا زورِ امامت
جو لوگ ترے عہد میں تھے شہرۂ آفاق
کرتے تھے تری خاکِ قدم کحلِ بصارت
حاصل ہوئی صحبت سے ترے ایک جہان کو
بے شائبہ شرک و ریا حق کی اطاعت

جینا دلِ ہیجان کا تاثیرِ نظر سے
کہتے ہیں کہ اِک تیری تھی ادنیٰ یہ کرامت
کیا کیا اونھیں اللہ نے ضیا بخشے تھے رتبے
اک یہ کہ تھی حضرت سے مرے اون کو خلافت

صاحب کمالاتِ باطن وظاہر مولوی شاہ عبدالقادر صوفی [۸۴] علیہ الرحمہ، مؤلف

تــارکِ دنیــا و عُـقبی طـالـبِ ذاتِ خـدا
صوفیِ صافی لقب شایانِ عبد القادر است
من چگویم پیش ازیں توصیف آن والا گہر
فانی ازخود باقی در حق شانِ عبد القادر است

آپ کا مختصر احوال مقالۂ دوم میں ضمناً حضرت کے حالات میں مذکور ہو چکا، اب یہاں مندرج فقط خلافت کی سند ہے کہ اوس سے اون کا حال مستند ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الَّذِىْ لَا نَبِىَّ بَعْدَهٗ وَعَلٰى اٰلِهِ الْهَادِيْنَ اِلٰى طُرُقِ الْمَعْرِفَةِ وَالْيَقِيْنِ وَاَصْحَابِهِ الْمَرْضِيِّيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ وَعَلٰى عُلَمَاءِ شَرِيْعَتِهٖ وَاَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ اَمَّا بعد! فَقَدْ قَدِمَ عَلَيْنَا فِىْ حُدُوْدِ سَنَةَ ثَمَانَ وَعِشْرِيْنَ بَعْدَ الْاَلْفِ وَالْمِائَتَيْنِ مِنَ الْهِجْرَةِ النَّبَوِيَّةِ عَلٰى مُهَاجِرِهَا اَفْضَلَ السَّلَامِ وَاَكْمَلَ التَّحِيَّةِ اَخُوْنَا الصَّالِحِ الْمُسْتَهْتَرِ بِذِكْرِ اللّٰهِ شاہ عبد القادر الحیدر آبادی رقاہ اللّٰہ الیٰ مدارج الکمال والتکمیل ورزقه الجزاء الجمیل والاجر الجزیل وقد لقی قبل ذلك عمدة من ارباب الطریقه القادریة الجیلانیه رحمه اللّٰه علیٰ صاحب الطریقة وعلی اتباعه واخذ منهم بیعةً وتلقنًا وصحبةً واشتغالا باشغال تلك الطریقة ووُجد فی نفسه اثارها بحمد اللّٰه فلما وصل الینا طلب منا تعریف نسبة ☆ اهل البیت علی صاحب البیت وعلیهم السلام

☆ نسبتِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کی نفس شکنی اور بیزاری لذت سے ہے کذا فی قول الجمیل۔

فعرفه تلك النسبة العالية النفيسة القاء قلبيا تارة وتقريرا لسانيا اخرى فعرفها فى الجملة واستانس لها ثم اخذ يتعرف منى نسبة☆ بيرنگے وغيرها من نسب القوم فعرفتها كذلك وسمع منى كثيرا من آداب السلوك والتسليك وبعض المعارف الالهية وعرف مراتب الحقية والتجليات الوجودية والشهودية بقدر الا مكان واستنسخ كتبا كثيرة ورسائل عديدة مما يتعلق بهذين البابين، مثل القول الجميل والطاف القدس واللمعات واللمحات والسطعات والبدور البازغة والانتباه فى سلاسل اولياء اللّٰه وغيرها فاخبرته بالاشتغال بما فى تلك الكتب والرسائل من الاشغال والتوجهات والمراقبات والاذكار واخبرته بما فى كتاب الانتباه من السلاسل والاشغال وبما فى القول الجميل من الاذكار والاعمال نفعه اللّٰه بها نفسه وغيره بواسطته واخبرته بما حصل لى من الاتصال بالطريقة المدارية رحمة اللّٰه علىٰ صاحبها ووصيتى له ان لا ينسانى من الدعاء فى خلواته ولا ينازع احدا ولا يخاصم فى ترجيح طرق بعضها علىٰ بعض وفى تفضيل مشائخ بعضهم علىٰ بعض وان لا يقع طرفا مقابلا فى قضية وكلام الا ماورد به نص جلى من الشارع او وقع عليه اجماع الامة المرحومة المصطفوية فان الامر فيما دون ذلك وسع واللّٰه تعالىٰ اسئل ان يعافينى وآباه عن الزيغ والزلل والخطاء والخطل والبسته قميصًا وقلنسوة البسه اللّٰه لباس التقوى واعزه فى الدنيا والعُقبىٰ واخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ هو العزيز الولى الرحيم ۱۱۹۴ھ۔

یہ اصل سند حضرت مولانا اسحٰق صاحب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے، راقم نے دیکھی ہے اور جو جو

☆ نسبت بیرنگی سے مراد کشف ذاتی ہے اور یہ مقام نہایت بلند عبارت اور اشارت بیان سے کنہ اوس کی قاصر ہے کذافی نفحات اور اسی نسبت کو اصطلاح میں اس قوم کے احدیت ذاتیہ اور ذات ساذج اور عدم اور عین کافوری اور احدیت لاتعین اور وجود بحت اور ذات بحت وغیرہ ناموں سے تعبیر کرتے ہیں کمال یہ ہے کہ اس بیرنگی کو ہر رنگ میں اور اس لاتعین کو ہر تعین میں بلامغائرت واتحاد ملاحظہ کرے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

کتابیں سند میں مذکور ہیں وہ سب اون کے پاس موجود ہیں اور حضرت کے خاندان کے جو جو خلفا یہاں رونق افزا ہوئے ہیں وہ سب ان بزرگ سے ملے ہیں، بڑے زاہد اور تارک الدنیا اور صاحب تاثیر تھے، آخر کو اسی شہر حیدر آباد دکن میں سلخ ماہ ذیحجہ ۱۲۶۹ بارہ سو انہتر ہجری شب دوشنبہ کو انتقال فرمایا، قبر آپ کی حسین ساگر کے تالاب کے کنارے واقع ہے اور آپ کے فرزند بزرگ مسمّٰی شاہ میر علی شاہ صوفی [۸۵] قاضی چھاؤنی حسین ساگر المشہور بہ سکندر آباد آپ کے خلیفہ اور جانشین ہیں، اون کے سوا یہاں اور بھی آپ کے مرید و خادم بہت ہیں۔

شاہ میر علی شان صاحب صوفی نے ۱۲۷۹ بارہ سو اناسی ہجری میں، مولوی حاجی حسن زمان [۸۶] صاحب محی الدولہ [۸۷] کے پیر بھائی کے استفتا کا جواب بھی لکھا ہے، یہ قصہ یوں ہے کہ مولوی صاحب مذکور نے باوجود فیض یاب ہونے اس خاندان عالیشان کے نافہمی سے بعض مقامات تفہیمات الٰہیہ اور حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ پر اعتراض کر کے اوس کا استفتا قرار دیا اور خود ہی مجیب ہو کر بے ادبانہ تقریر [۷۹] کی سو اوس کے جواب کی تُرکی بہ تُرکی کے طور پر صوفی صاحب نے داد دی ہے۔

عبارت جواب مولوی حسن زمان:

ایں اقوال مردود و مطرود ناشی از غایت غوایت اند، پس قایل آن مبتدع از اصحاب اھوائے باطله و ارباب ارائے حاطله مصداق اَضَلَّهُ اللّٰه......و معتقد فضل اوبر جهالت و پُر ضالت باشد۔

اور اس استفتا کی کیفیت کسی نے محی الدولہ کے زمانے میں جناب مستغنی الالقاب مولانا مولوی محمد زمان صاحب [۸۹] دامت برکاتہ کی خدمت میں بیان کی تو جناب مُعز نے اوس کا جواب فوراً زبانی بہت خوب فرمایا، اس مقام پر اوس کا لکھنا مناسب جان کر مرقوم ہوتا ہے، وہ یہ ہے:

مجیب کی تحریر ہے کہ معتقد فضل اوبر جہالت و پر ضلالت باشد اور مولانا فخر الدین صاحب دہلوی [۹۰] جو اون کے پیران کبار سے ہیں وہ تو مولانا بالفضل اولا نا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کے فضل و کمال کے بڑے معتقد و مُقر ہیں، چنانچہ اپنی کتاب فخر حسن [۹۱] میں لکھتے ہیں:

صاحب المقامات العالیہ والکرامات الجلیہ الشیخ ولی اللہ المحدث سلمہ اللہ تعالیٰ۔

مقامات و کرامات کا اقرار تو صاف اعتقاد فضل پر دلالت کرتا ہے اور مولوی فخر الدین صاحب علیہ

الرحمۃ بڑے عالم وصوفی تھے، صوفی کی تحریر اعتقاد کے خلاف نہیں ہوتی، یہ کیا بات ہے کہ پیر تو حضرت کے فضل وکمال کے معتقد ہوں اور مرید کہے کہ "معتقد فضل او بر جہالت و پُر ضلالت باشد"، انتہیٰ۔

یہ عبارت فخر حسن کے معترض نے قول المستحسن [۹۲] جو اوس کی شرح لکھی ہے اور وہ دہلی میں ۱۲۶۷ہجری میں طبع ہوئی ہے، اوس کے اخیر ۹۹ صفحہ میں موجود ہے، یہ بڑے حیرت کی بات ہے کہ اپنے پیر کے لکھے کا بھی لحاظ نہ ہوا اور یہ عجب فہم وفراست ہے کہ اپنی تحریر سے اپنے پیر کیا الزام آتا ہے، غور نہ کیا کیونکہ اہل ھوا اور مبتدع تو فاسق ہیں، فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے: "لَانَّ فِسْقَھُمْ مِنْ حَیْثِ الاعتقاد"، اور فاسق کی تعریف کرنی گناہ ہے، قاضی خان [۹۳] میں مرقوم ہے: "ان سبح علی الفاسق بعمل الفسق کان انما"، اور حدیث شریف میں وارد ہے چنانچہ جامع صغیر [۹۴] میں لکھا ہے: "من وقر صاحب بدعة فقد اَعَان علی ھدم الاسلام"، دوسرے پر جو الزام دھرا تھا وہ خود ہی کو ملزوم کیا، "مَنْ حَفَرَ ھبرًا لِاَخِیْہِ فَقَدْ وَقَعَ فِیْہِ"۔

زبدۂ محدثین وشیخ آفاق مولانا محمد اسحٰق علیہ الرحمۃ

قامع بنیان شرک وطغیان، حاوی موجبات علم وایقان، سالک مسالک ہدایت وارشاد، مجلی آئینہ صافی اعتقاد، رموز فہم سرائر تفسیر قرآنی، دقیقہ یاب معالم تقدیرات ربانی، جامع کمالات صوری ومعنوی، نکتہ سنج کلام الٰہی وحدیث نبوی، مرتقی مدارج درجات عالی، پیشوائے ادانی واعالی، ملک سیرت، فرشتہ صورت، جامع اسرار معرفت وحقیقت، مواظب اوامر شریعت وطریقت، فخر علمائے دین، مسند محدثین، موصوف بصفت تقید واطلاق، مولانا وبالفضل اولانا ابوسلیمان مولانا مولوی شاہ محمد اسحٰق ابن شیخ محمد افضل ابن شیخ احمد [۹۵] ابن شاہ اسمٰعیل ابن شیخ منصور ابن احمد ابن محمود [۹۶] بموجب نسب نامہ حضرت پیر ومرشد مندرجہ مقالہ اوّل رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، آپ نواسے [۹۷] اور خلیفہ راشد ومسند نشین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ کے ہیں، نظم:

قطب	آفاق	حضرت	اسحاق
ہادی	خلق	و مظہر	خلاق
مجمع	خُلق	احمدی	ذاتش
پیش	ازیں	نیست مدحتِ	اخلاق

بود ...... او عریان
از پی قطع راسِ شرک و نفاق
در خموشی ہزار لطف کلام
در تکلم کرشمۂ اشراق
در کمالات ظاہر و باطن
ای ضیا بود ذات پاکش طاق

ولادت آپ کی ہشتم ذی الحج ۱۱۹۷ گیارہ سو ستانوے ہجری میں ہے، جناب مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کافیہ مولانا عبدالحی علیہ الرحمۃ سے پڑھتے تھے کہ اون کو اپنے وطن کے سفر کا اتفاق ہوا تو حضرت میاں صاحب اعنی مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ نے مولانا عبدالقادر صاحب اپنے برادر خُرد کو آپ کے سبق کے واسطے فرمایا، اوس روز سے آپ اون کی خدمت میں ہر روز اخیر عمر تک حاضر رہے اور تمام صحاح ستہ اور کتبِ فقہ اور تمام علومِ معقول و منقول آپ سے حاصل کیا اور حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کی عادت تھی کہ ہر روز بلا ناغہ بعد صبح قریب طلوعِ آفتاب ایک رکوع قرآن شریف کا کوئی ایک تفسیر کے ساتھ مثلاً ایک روز جلالین اور ایک روز بیضاوی اور ایک روز رحمانی اور ایک روز زاہدی [۹۸] اور دوسری تفسیریں اوسی مقام سے سنتے تھے اوس کا قاری سوائے مولانا اسحاق صاحب کے دوسرا نہ ہوتا تھا، یہ طریقہ حضرت کے روز وفات تک جاری رہا اور بعد نمازِ ظہر کے جس وقت حضرت صحن مدرسہ میں چہل قدمی فرماتے، مقاماتِ ہندی [۹۹] کا سبق ہوتا تھا، دوسرے بزرگوار جیسے مولانا عبدالحی اور مولوی رشیدالدین خان صاحب رحمہ اللہ علیہما اور اون کے سوا بڑے بڑے علما فضلا سامع رہتے تھے، انتہیٰ

حاصل کلام آپ نے بیس برس کامل فن حدیث شریف اور یہ علم منیف تفسیر کے حضور میں طلبہ جدید الفکر کو پڑھایا، کوئی کام آپ سے خلاف آنحضرت ﷺ سرزد نہ ہوتا تھا، رات دن حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی پیروی پر دل تھا، فنافی الرسول کا مرتبہ حاصل تھا چونکہ حق جل وعلا نے صورت اور سیرت دونوں عطا کی تھی، آپ کی صورت سے آثارِ صحابت ظاہر ہوتے تھے اور یقین ہوتا تھا کہ حضرت سید الثقلین صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی صحبت کا فیض جنہوں نے پایا ہوگا اون کی یہی صورت سیرت ہوگی، مصرع

زہے امت خاتم المرسلین

بعد وفات حضرت شاہ صاحب موصوف کے آپ کا فرق مبارک دستارِ خلافت سے مزین ہوا اور تمام معتقدین صافی اعتقاد نے آپ کی طرف رجوع کیا، آپ کے کمالات ظاہر و باطن حد بیان سے خارج ہیں، حضرت شاہ صاحب مغفور فرمایا کرتے تھے کہ اگر معصومیت کا اطلاق سوائے پیغمبروں کے دوسروں پر جائز ہوتا تو اس وقت میں اسحاق پر ہوتا، مولانا مولوی سید ہاشم [۱۰۰] صاحب کہتے ہیں یہ بھی بات مشہور ہے جو حضرت شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے تقریر اسمٰعیل نے لی اور تحریر رشید الدین نے اور تقویٰ اسحاق نے۔

سبحان اللہ کیا کمال اور کیا عنایت ربِ ذوالجلال ہے، ناز اور فخر کرنا چاہیے، ایسی خدا جوئی پر کہ سب کچھ چھوڑ کر سفرِ حجاز [۱۰۰] اختیار کیا اور وہاں مع قبائل و عشائر حاضر ہو کر فرض حج ادا کیا اور زیارت شریف سے مشرف ہو کر پھر وطن کو تشریف لا کر مواعظ اور نصائح سے خلق کو راہِ ہدایت دکھلاتے رہے، مولوی بہاء الدین [۱۰۱] صاحب وغیرہ، کہتے ہیں کہ آپ پادشاہ کے مکان کو بھی سال میں ایک بار ماہ محرم کی نویں تاریخ رونق افزا ہوتے تھے، شہادت کا وعظ یعنی چند مضامین سر الشہادتین [۱۰۲] کے بیان کر کے پہر ڈیڑھ پہر دن چڑھے وہاں سے واپس آتے تھے، ایک روز پیشتر بہادر شاہ [۱۰۳] یا کوئی وزیر یا شاہزادہ دعوت کے واسطے حاضر ہوتا تھا اور بروز معینہ سواریاں آتیں، مع حضار و خدام تشریف فرما ہوتے، مجلس عام رہتی جو چاہتا چلا جاتا اور ۱۲۴۵ ہجری میں حسبِ گزارش شاہ زادگان دہلی یعنی میرزا غلام حیدر [۱۰۴] وغیرہ، مایۃ مسائل [۱۰۵] اور ۱۲۵۵ ہجری میں بموجب التماس محمد خان زمان خان [۱۰۶] زمیندار موضع بھیکن پور، [۱۰۷] مسائل اربعین [۱۰۸] تحریر کی، سبحان اللہ کیا کہوں یہ دونوں کتابیں ایسی ہیں کہ جاہل دیکھے تو عالم ہو جائے اور عالم دیکھے تو کمال بڑھ جائے اگر عمل کی توفیق ہو تو خاصانِ خدا سے ہو جائے۔

بعد ایک مدت کے از بسکہ شعائر اسلام میں ضعف اور رسوم کفر و بدعت میں قوت آتی جاتی تھی، نیتِ ہجرت کو مصمم کر کے تمام قبائل کو ہمراہ لے کر راہیٔ مکہ معظّمہ ہوئے اور باوصفے کہ تمام سکنائے شہر اور سلطان وقت بسماجت تمام مانع آئے چونکہ شوق ماھوالحق غالب تھا، آپ ممتنع نہ ہوئے اور مکہ معظّمہ کو جا کر توطن اختیار کیا اور بسبب کثرت کرم کے آپ کا کیسہ ہمیشہ خالی رہتا تھا، خصوصاً اون لوگوں کی مراعات کے سبب جو ہندوستان سے ادائے حج کو وارد مکہ معظّمہ ہوتے تھے، وہاں کے لوگوں نے حضرت

کے وجودِ مطہر کو از جملہ مغتنمات اور آپ کا وہاں ہونا موجب برکت جانا، بارثانی دہلی سے جدا ہوکر اوس دیارِ مقدس میں چھ برس کامل تشریف رکھی، آخر کو اوسی جاہ پچیسویں ماہ رجب شبِ شنبہ قریب طلوع صبح صادق ۱۲۶۲ ہجری میں اس عالم سے انتقال کیا، صاحب خزینۃ الاصفیا [۱۰۹] نے یہ قطعہ آپ کی تاریخ وفات میں لکھا ہے، قطعہ

شیخ اسحاق رہبر آفاق
آنکہ ذاتش بدو جہان طاق است
دل بسالِ وصالِ او سرور
گفت "اسحاق شیخ آفاق است"
۱۲۶۲

حضرت خدیجۃ الکبریٰ اُم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے روضۂ بلند پایہ کے سایہ میں آسودہ ہیں، مکہ معظمہ میں بھی کچھ تدریس کا سلسلہ جاری رہا چنانچہ میر حسن علی عرف شاہ جی صاحب کہتے ہیں، آپ اپنے مکان میں دن کو سبق پڑھایا کرتے تھے اور بعد مغرب کوئی طالب آوے تو تربیت درویشی میں مصروف رہتے اور آپ کے اشراف باطن کا یہ حال تھا کہ سبق میں اکثر اشخاص مختلف المزاج کچھ اپنے دلوں میں سوالات سوچ کر آتے تو سب لوگ اپنے اپنے سوال و جواب کی تقریر حضرت کی زبان مبارک سے تفسیر و حدیث کے سبق پڑھانے میں سن لیتے۔

مولوی سید ہاشم صاحب کہتے ہیں دہلی میں جب آپ راستے سے چلتے تھے تو نہایت فروتنی سے چلتے تھے اور نظر نیچی رہتی تھی، ادھر سے اودھر نہ دیکھتے تھے، گویا نظر برقدم کے مصداق تھے مگر ہیبت حق یہ ہوتی تھی کہ جو کوئی کس و ناکس آپ کو دیکھتا تھا تو دست بوسی کے آگے نہ بڑھتا تھا اور دکاندار سب اپنی اپنی دکانوں سے نیچے آتے اور مصافحہ سے مشرف ہوکر جاتے تھے، انتہیٰ۔

مکہ معظمہ میں بھی آپؒ کے شاگرد موجود ہیں چنانچہ جناب مولوی محمد صاحب [۱۱۰] وغیرہ اور مدینہ منورہ میں جناب مولانا مولوی عبدالغنی صاحب دہلوی مدنی [۱۱۱] سلمہا اللہ تعالیٰ اور ہندوستان میں تو بکثرت ہر یک بلاد و امصار میں مرید و شاگرد بھرے ہوئے ہیں، اون میں سے یہ چند شخص منتخب اور مشہور ہیں:

لوذعی یلمعی جناب مولانا احمد علی صاحب محدث سہارن پوری [۱۱۲] سلمہ اللہ تعالیٰ، منتخب

فضلائے زمان جناب مولوی حافظ قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی [۱۱۳] سلمہ اللہ تعالیٰ، فاضل یگانہ مولوی حافظ شیخ محمد صاحب [۱۱۴] ساکن تھانہ سلمہ اللہ تعالیٰ، گوہر بحار علوم صوری و معنوی جناب مولوی عالم علی صاحب [۱۱۵] ساکن نگینہ مشہور بہ مراد آبادی حال نزیل رام پور سلمہ اللہ تعالیٰ، آپ خلیفہ طریقت بھی ہیں، سلسلہ علوم ظاہر و باطن کا آپ سے جاری ہے۔

نواب مُعلّٰی القاب مولوی حاجی مہاجر متبع سنن سید الاوائل والاواخر، بحر مواج علوم وعرفان، نواب محمد قطب الدین خان دہلوی [۱۱۶] رحمۃ اللہ علیہ والغفران آپ شاگرد رشید اور خلیفہ طریقت اور سجادہ نشین حضرت کے تھے اور انتقال آپ کا مدینہ منورہ میں ماہ رجب ۱۲۸۹ ہجری [۱۱۷] میں ہوا ہے، آپ بڑے صاحب حال وقال تھے، قال تو کتب مصنفہ سے پایا جاتا ہے، چنانچہ یہ چند کتابیں آپ کی مشہور ومطبوع ہیں جامع التفاسیر، مظاہر حق، شرح مشکوٰۃ شریف، ظفر جلیل شرح حصن حصین، جامع الحسنات، فقہ سلطان، تحفۃ الزوجین، تحفۃ الاحبا، سراج القلوب، مانعۃ الزنا، وظیفہ مسنونہ اور سوائے ان کے بھی بہت سے مشہور ہیں اور حال کا یہ حال کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص چندے اون کی خدمت میں رہ کر اوقات و عادات کو قلمبند کرے تو ایک دوسری کیمیائے سعادت ہو جائے اور اب آپ کے مرید وشاگردوں میں سے دہلی میں مشہور ومعروف (یہ ہیں:)۔

مولوی عبدالقادر [۱۱۸] صاحب اور مولوی رحیم بخش صاحب عرف مفتی محمد مسعود [۱۱۹] اور جناب مولوی خواجہ ضیاء الدین احمد [۱۲۰] کہ یہ شاگردِ رشید اور خلیفہ طریقت بھی ہیں، خلقت کی ہدایت میں مصروف ہیں۔

عمدہ اور افضل واعلیٰ مُستفیضون سے حضرت مولانا اسحاق صاحب علیہ الرحمہ کے جناب فضیلت مآب حاوی معقول ومنقول، مقبول خدا و رسول، فاضل اجل عالم باعمل، مروج مراسم سنن حضرت رسالت پناہی، واقف اسرار خاندان شاہ ولی اللّٰہی، لوذعی یلمعی مولانا حافظ حاجی مولوی عبدالقیوم صاحب دہلوی نزیل شہر بھوپال [۱۲۱] سلمہ اللہ ذوالجلال ابن مولانا مولوی عبدالحی ابن شیخ ہبۃ اللہ ابن مولوی شاہ نوراللہ قدس سرہٗ خُسر مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ العلی القوی ہیں۔

ولادت آپ کی ۱۲۳۱ بارہ سو اکتیس ہجری میں ہے، غلام نقی نام تاریخی ہے اور عبدالقیوم کہتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ کا رکھا ہوا نام ہے، آپ نے قرآن مجید خُردسالی میں اپنے والد ماجد کے روبرو حفظ کیا اور اکثر صرفِ نحو منطق وعقائد وغیرہ مولوی نصیرالدین صاحب شافعی مدنی [۱۲۲] رحمہ

اللہ علیہ سے پڑھا ہے اور تفسیر جلالین، ابن ماجہ، نسائی اور علم فرائض مولانا یعقوب [۱۲۳] صاحب علیہ الرحمۃ سے اور اکثر صحاح مولوی سید محبوب علی صاحب دہلوی [۱۲۴] سے اور کچھ ہدایہ مولوی مفتی سید مراد [۱۲۵] صاحب سے اور باقی فقہ اور بخاری شریف اور کچھ بیضاوی اور معالم التنزیل اور مدارک اور دُر منثور اور صحاح ستہ اور قول الجمیل، حزب البحر، حصن حصین، مستدرک، دارقطنی اور دارمی وغیرہ سب کچھ جناب مولانا اسحاق صاحب علیہ الرحمۃ سے پڑھا اور سنا ہے اور اجازتِ عامہ من کل الوجوہ حسبِ قاعدہ محدثین اور بضابطہ مشائخ طریقت اجازت وخرقہ حضرت مولانائے موصوف سے آپ کو حاصل ہے اور آپ کو بیعت ارادت اور اجازت وخلافت حضرت امام المسلمین شیخ اوحد سید احمد صاحب شہید قدس سرہ سے سرفراز ہے اور حضرت سید صاحب نے آپ کو کلاہ بھی پہنایا ہے اور بہت کچھ دعا آپ کے واسطے کی ہے اور ایک بار آپ کے پیچھے مع جماعت کثیر اقتدا بھی کی ہے اور آپ کو روحانیت سے حضرت شاہ عبدالعزیز اور سید احمد صاحب قدس سرہما کے بھی استفاضہ حاصل ہے اور مولانا یعقوب صاحب سے بھی آپ کو چاروں طریقوں میں بیعت اور اذکار و اشغال کی صحت ہے اور آپ حلقے میں اخوند عبدالعظیم خان [۱۲۶] صاحب کے جو عمدہ خلفائے حضرت سید صاحب کے تھے اکثر حاضر رہے ہیں اور حسبِ ارشاد مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پرانوار حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہما اور خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ پر آپ اذکار واشغال ومراقبہ میں مشغول رہے ہیں اور آثار و برکات عجیب پائے ہیں۔

غرض ذات جامع الکمالات آپ کی اس عصر میں مغتنمات سے ہے، خدائے تعالیٰ سلامت رکھے [۱۲۷] اور زہد وتقویٰ وصبر وتحمل سخاوت ومروت حلم ووقار خدائے تعالیٰ نے اپنے فضل سے بہت کچھ آپ کو سرفراز کیا ہے، رات دن تربیت وتعلیم خلائق میں مصروف رہتے ہیں، بندگانِ خدا کو آپ کی ذات بابرکات سے نہایت فیض ہے، اپنے بزرگوں کے یادگار ہیں اور آپ کو مولانا اسحاق صاحب سے نسبت دامادی [۱۲۸] کی بھی ہے، مولانا صاحب کی دختر مرحومہ مغفورہ سے ایک دختر اور دو فرزند یعنی جناب حافظ مولوی محمد یوسف صاحب [۱۲۹] اور جناب مولوی حافظ محمد ابراہیم [۱۳۰] صاحب دونوں عالم فاضل متقی پرہیزگار ذی حلم و وقار اپنے خاندان کے یادگار ہیں، اللہ جل شانہٗ دیرگاہ سلامت باکرامت رکھے، آمین۔

ذی المفاخر والمناصب جناب مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب قدس سرہٗ، مؤلف

قرۃ العین و جگر بند عمر
محبّ اللہ کا نبی کا محبوب
کون اس وصف کا ہے پوچھیں تو
کہوں مولانا محمد یعقوب

صاحب خُلقِ محمدی، تابع شرعِ احمدی، جامع محامد صفاتِ حاوی، حمایداوقات، افضل الکرام، اشرف العظام، خالق کے محبّ، خلائق کے محبوب، جناب مولانا محمد یعقوب علیہ الرحمۃ، آپ کہین برادر حقیقی مولانا محمد اسحاق کے اور خلیفہ طریقت حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ کے ہیں۔

ولادت آپ کی بست و ہشتم ذی حجہ ۱۲۰۰ ہجری میں ہے آپ تین سبق شرح ملا کے حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ سے پڑھے ہیں، فرماتے ہیں کہ عجب طریقہ تھا تعلیم کا، کچھ بیان نہیں کیا جاتا، گویا ابواب علوم مفتوح ہوتے تھے اور اکثر علوم جناب شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمۃ سے حاصل کیا اور تفسیر جلالین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے چہل قدمی کے وقت پڑھا ہے۔

غرض علم و فضل میں یکتائے روزگار، فن تفسیر میں بحر زخار اور حدیث میں دریائے بے کنار، تمام کمالات باطن و ظاہر میں اقران روزگار سے پایہ کم نہیں رکھتے مگر خلق جمیل اور صفات جزیل وصبر وتوکل میں لاثانی، قناعت و استغنا میں بےنظیر، اکثر یہ معمول تھا کہ جب کوئی بطریق پیشکش دہدیہ کے کچھ لاتا تو کبھی قبول نہ فرماتے، آپ نے بھی اپنے برادر بزرگوار کے ہمراہ ہندوستان سے ہجرت ۱۲۵۸ [?] کی اور مکہ معظمہ میں توطن اختیار کیا، جب تک شاہ جہان آباد میں رہے، گوشہ عزلت میں پابدامن رہتے تھے، اور ابنائے روزگار کی طرف کبھی رجوع نہ کیا، مکہ معظمہ میں بھی یہی حال تھا، کچھ وجہ قلیل میں جو کوئی کسب حلال سے بہم پہونچتا تھا، اپنے اوقات گزاری کرتے تھے، کہتے ہیں کہ مکان میں فرصت کے وقت ریشم کھولا کرتے تھے اور شب و روز عبادت خالق اور ہدایت خلائق میں مصروف رہتے، طالبانِ خدا کو منزلِ مقصود کو پہونچاتے۔

ثقات کہتے ہیں استعداد ظاہر کا یہ حال تھا کہ کبھی کوئی آیت کے معانی کرتے تو وہ مضامین عالی بیان فرماتے کہ سامعین ششدر ہو جاتے، پہروں وہی بیان چلا جاتا، قوتِ باطن کا یہ کمال کہ ادھر سبق

حدیث شریف وغیرہ کا بھی ہو رہا ہے اور اودھر توجہ بھی جاری ہے، یہ اس کو مانع وہ اوس کو مزاحم نہیں، امانت داری ایسی کہ یعقوب امین مشہور تھے۔

سکندر شاہ دہلوی [۱۳۲] کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ کے پاس دوسو قُرص مسی امانت لے آیا اور کہا کہ یہ رکھیے، آپ نے فرمایا: الماری میں رکھ دو، اوس نے اپنا نشان کر دیا، آپ نے نام لکھ کر دھر دیا، ایک مدت کے بعد اوس نے آکر طلب کیا، آپ دے دیئے کہا کہ کھول کر بتلایئے؟ فرمایا کہ تم نے بھی کھول کر نہیں بتلایا تھا، جس طرح رکھا تھا اوسی طرح رکھا ہوا ہے، وہ تکرار کرنے لگا اور کھول کر کہا کہ یہ تو قرص ہیں، میں ریال رکھا تھا، آپ نے فرمایا: جو آپ نے رکھا ہے وہی ہے، خیال نہ رہا ہوگا، خوب یاد کیجیے پھر اوس نے اوسی طرح تکرار کرنے لگا، آپ نے ویسا ہی آہستگی اور نرمی سے تین بار اوس کو سمجھایا، جب دیکھا کہ وہ نہیں مانتا ہے تو مکان میں جا کر دوسو ریال لاکر دیا اور فرمایا کہ یہ بھی لے جاؤ خیر مجھ کو سہو ہوا ہوگا مگر کسی وجہ سے چین بہ جبیں نہ ہوئے۔

اگر چند شخص کوئی مسئلہ مختلف فیہ میں اپنے اپنے دلائل پیش کر کے نزاع برپا کرتے تو آپ اس حُسن تقریر سے ہر ایک کو سمجھاتے کہ سب وجہ اختلاف سمجھ جاتے، جھگڑا اوٹھ جاتا، صلح قرار پاتی، مکہ معظمہ میں ہزارہا مخلوق خدا آپؒ سے فیض یاب ہوئے، ایک ساعت کی آپ کی صحبت برسوں کی عبادت سے بہتر تھی، آخر اوسی اشرف البلاد میں اٹھائیسویں ذی الحج ۱۲۸۲ بارہ سو بیاسی ہجری جمعہ کے دن انتقال فرمایا، عمر آپ کی برابر بیاسی سال کی تھی، حافظ سورتی [۱۳۳] صاحب مہتمم مساجد شہر بھوپال نے آپ کی تاریخ اس آیۂ کریمہ سے نکالی ہے: ''اَلَا ان اولیاء اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ''۔

سکندر شاہ صاحب مسطور کہتے ہیں کہ میں حضرت کی تجہیز و تکفین میں حاضر تھا، یہاں تک کہ اپنے ہاتھوں سے میں اور امیر بیگ [۱۳۴] صاحب اور عبدالرحیم نگینہ ساز اور نعمت خان [۱۳۵] حضرت کے خادم خاص نے قبر میں اوتارا ہے، جمعہ کے دن بھی نماز صبح آپ نے تیمّم سے ادا کی اور اشراق و چاشت بھی پڑھی، دوپہر ڈھلے جب حرم محترم میں اذان ہوئی، اوسی وقت روح پرفتوح جناب ملاءِ اعلیٰ پرواز کی، عصر کی نماز کے بعد جنت الماویٰ میں حسب وصیت آپ کے بی بی کی قبر میں قریب مزار پُرانوار مولانا اسحاق صاحب قدس سرہٗ کے دفن کیا۔

جنازے کی نماز کی ایسی کثرت ہوئی کہ تمام حرم کی دکانیں بند ہوگئیں، کھڑے رہنے کو بدشواری

جائے ملتی تھی، حرم شریف سے جنت المعاویٰ تک اتنی خلقت تھی کہ قدم اوٹھانا مشکل تھا، جنازے کو ہاتھ نہیں پہونچ سکتا تھا، ہزار ہا عرب بوسے دے رہے تھے، اخیر وقت آپ نے جس قدر امانتیں کہ تھیں سب لکھوا دیں اور فرمایا کہ تیس ریال نقرئی میرے تکیے کے تلے ہیں، اوس میں تجہیز و تکفین ہوئے، کچھ دھوم دھام اور تکلف ضرور نہیں، اوسی طرح عمل ہوا، اب حرم محترم میں مرزا امیر بیگ صاحب آپ کے داماد اور آپ کی دختر اور مولوی خلیل الرحمٰن صاحب آپ کے نواسے حاضر ہیں۔

اور مولوی محمد عبدالرحمٰن [۱۳۶] بن حافظ محتشم بن مولوی محمد معظم المعروف مولوی محمدی بن مولوی مقرب اللہ بن شاہ اہل اللہ بن شاہ عبدالرحیم بن شیخ وجیہ الدین شہید نواسے مولانا محمد اسحٰق کے، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین مکہ معظمہ میں آپ کے خلیفہ اور جانشین ہیں، خدائے تعالیٰ سلامت و باکرامت رکھے، آمین۔

جناب فضائل و کمالات مآب، مورد انوار حضرت احد، مولانا و مرشدنا مولوی سراج احمد صاحب خورجوی ☆ سلمہ اللہ الصمد۔

مؤلف

فقیر ابن فقیر است صاحبِ توقیر
سراجِ راہِ ہُدیٰ مقتدائے متعالی
عزیزِ عبد عزیز ابنِ شہ ولی اللہ
سمی ختم رُسُل مدظلہ العالی

آپ فرزند ہیں جناب شاہ محمد فارغ [۱۳۷] صاحب علیہ الرحمۃ کے، جن کا مزار خورجے میں، اونھیں کے باغ میں واقع ہے اور شاہ محمد فارغ صاحب خلیفہ ہیں جناب مرزا رستم بیگ [۱۳۸] صاحب علیہ الرحمہ کے، جو بانس بریلی میں مدفون ہیں اور مرزا صاحب مُعز خلیفہ ہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے، قدس اللہ سرہٗ، جناب شاہ فارغ صاحب بڑے صاحبِ کمال اور اکثر اوقات استغراق میں رہتے تھے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی ملازمت سے بھی مشرف تھے اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ آپ کو برادر صاحب لکھا کرتے تھے، مولانا سراج احمد صاحب مدظلہ نے تکمیل کمالات ظاہر و باطن اپنے والد ماجد اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہما کی خدمت عالی میں کی ہے اور حضرت شاہ

☆ خورجہ ایک قصبہ ہے، دہلی سے پینتیس کوس پر جانب مشرق۔

صاحب کی ملازمت کثیر البرکت میں مدت تک رہ کر منصبِ خلافت سے سرفراز و سربلند ہیں؛ تمام علوم میں بحر زخار، خصوص طبابت اور تفسیر و حدیث اور حقائق و سلوک میں دریائے بے کنار ہیں، سخاوت و شجاعت وصبر وتوکل اور قناعت و مروت و وقار و تحمل میں بے نظیر، ظاہر میں سپاہی اور باطن میں فقیر ہیں، لباس بہت عمدہ پہنتے ہیں اور اکثر غذا آپ کی دودھ ہوتا ہے۔

تردید مذہب تشیع میں نہایت کمال ہے، ایک وقت اہل تشیع نے آپ کو دودھ میں زہر پلا دیا تھا، فوراً زہر کا اثر پا کر معالجہ کی طرف متوجہ ہوئے، شافی حقیقی کے فضل سے اثر اوس کا دفع ہوا، مگر اوس وقت سے جسم مبارک میں رعشہ ہو گیا ہے، بحالت فقر وتوکل مہمان و مسافر کو نہایت عزیز رکھتے ہیں، مُصنّفات خاندان عالی شان عزیزیہ کی اس عصر میں جس قدر آپ کے پاس ہیں، اُوتنی کسی جا نہ ہوں گی، تعبیر رُویا میں بھی آپ کا کوئی نظیر نہیں، علم و عمل آپ سے نازاں، قال و حال آپ پر قربان ہے، ایسے مُبیّن نکات واسرار وحقائق قرآن ہیں گویا حضرت پیر و مرشد☆ کی زبان ہیں، جامعیت جمیع کمالات صوری و معنوی حضرت پیر و مرشد کی آپ کی ذات بابرکات میں جلوہ گر ہے، بعض دقائق سلوک اسرار علیہ کے جو بکمال سرفرازی اس ہیچ میرز کو بذریعہ تحریر ارشاد کیے ہیں حوالہ قلم ہوتے ہیں:

بعد ذکر اسم مبارک اللّٰه اللّٰه و تصور نور از هر شفاف انور تر از نور شمس بضمیمه مجتبی که از طبیعت ذاکر خیزد مراقبهٔ این طائفه صافیه این است که تصحیح خیال بسوئے لفظِ ذات بیچون و هیچگون کرده آید و مختار شیخ شیخ فقیر که حضرت شاه ولی اللّٰه اند، اینست که غایت سیر و سلوک سالکان صرف تصحیح و تجرید خیال نیست بلکه آں وصول است بجز وے از حظیرة القدس وسطح ملکوت الٰهی و تصحیح و تجرید خیال در هھیچ حال حاصل نمی شود جز بکم خوردن وکم خفتن وکم صحبت داشتن بامردمان، مصرع

قیاس کن ز گلستانِ او بهارش را

بفضلہٖ تعالیٰ قصبۂ خورجہ میں بقید حیات تربیت و تعلیم طالبانِ خدا میں دن رات مصروف ہیں،

☆ یعنی مولانا شاہ عبدالعزیز۔

خلقتِ خدا آپ کے دیدار کو مغتنمات سے جانتی ہے، ''اَبْقَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی رُؤُسِ الْمُسْتَرْشِدِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ، آمین۔

خدا آگاہ جناب خلیفہ اسد اللہ علیہ الرحمۃ بڑے تارک اور پلّے درجے کے زاہد تھے، اپنے حال کو چشمِ خلائق سے بہت پوشیدہ رکھتے تھے، اکثر لوگ آپ کے کمالات سے واقف نہ تھے۔[۱۳۹]

مولوی نصر اللہ خان صاحب[۱۴۰] جو آپ کے شاگرد ہیں اور اجازتِ طریقت بھی حاصل کی ہے، کہتے ہیں کہ آپ کے نام کے ساتھ خلیفہ کا لفظ اس واسطے مشہور تھا کہ آپ لڑکوں کو پڑھایا کرتے تھے اور کہتے ہیں کہ آپ کو تین روز سکرات رہی، تین دن تک شغل نفی و اثبات زبان سے جاری تھا، آخر اوسی حال میں ۱۲۷۴ بارہ سو چوہتر ہجری میں قصبہ خورجہ میں اس عالم سے نقل فرمایا، مزار آپ کا مخدوم کمال الدین خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی قدس اللہ سرہما کے مقبرے میں واقع ہے۔

حافظ حاجی مولوی معین الدین صاحب پھلتی[۱۴۱] علیہ الرحمۃ۔

نہایت متقی اور یکتائے روزگار تھے، انتقال آپ کا مکہ معظمہ میں ہوا ہے۔

جناب سید قاسم علی صاحب مال پوری[۱۴۲] علیہ الرحمۃ۔

آپ بڑے صاحب حال وقال اور ذی کمال تھے، ان بزرگوں کا حال مفصل راقم کے گوش زد نہ ہوا مگر اس سے زیادہ کیا کمال ہوتا کہ حضرت کے خلیفۂ طریقت ہیں۔

اسی پر اکتفا کیا اور بھی ان بزرگوں کے سوا حضرت پیر و مرشد کے خلفا ہیں مگر خدائے تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت سید احمد صاحب قدس سرہٗ کی ایسی گرم بازاری ہوسکی کہ کسی کی دُکان نہ چمکی۔

جاننا چاہیے کہ بعض اشخاص چند قسم کے ہیں:

قسم اوّل: حضرت امام ربانی اور شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت مولانا شاہ عبد العزیز اور سید احمد صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب اور اون کے بعض پیر بھائیوں کے منکر ہیں۔

قسم دوم: سوائے امام ربانی صاحب کے اوروں سے ناخوش ہیں۔

قسم سوم: حضراتِ ثلاثہ اخیرہ سے ناراض ہیں۔

قسم چہارم: سوائے حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب مابقی سے متنفر۔

قسم پنجم: مولوی اسمٰعیل صاحب وغیرہ سے بدظن ہیں۔

اس قسم کے لوگ بہت ہیں اور اقسامِ مذکورہ کے منکر و معتقد اپنے اپنے دلائل بھی رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے راد بھی ہیں، ہر ایک گروہ کے کتب بسیط وطویل زمانے میں موجود ہیں، اس طور کا جھگڑا سابق سے چلا آتا ہے اور چلا جائے گا، [۱۴۳] ایسے اشخاص بہت نادر ہوں گے کہ جن کی خوبی اور خرابی پر اتفاق ہو، راقم نے اس طریقے سے گذر کے فقط حضرات مذکورہ کے کمالات پر مقالہ تمام کیا کیونکہ جب معائب ومطاعن کی تلاش ہوتی ہے تو کمالات نظر نہیں آتے، مصرع

نہ بیند ہنر دیدۂ عیب جو

گر خدا خواہد کہ پوشد عیب کس
کم زند در عیبِ اہلِ دل نفس
در خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکان برد

☆☆☆☆☆

خاتمہ

احوال میں حضرت پیر و مرشد، امام اوحد، سید السادات، والا درجات، رفیع المنزلت، منبع المرتبت، شیخ الاسلام، عالی مقام، کشاف مشکلات علوم عقلیہ، حلال معضلات، فنون نقلیہ، آفتابِ آسمان شریعت وطریقت، گوہر دریائے معرفت وحقیقت، سلطان المشائخ، مرشد الانام، منبع الکشف، مہبط الالہام، بقیۃ السلف، امام الخلف، خلیفہ الٰہی، وارث رسالت پناہی، اسوۃ المحققین، قطب الواصلین، معظم ومکرم مقبولِ حضرت رسولِ اکرم الموصل الی اللہ، مولائی، مرشدی حافظ حاجی سید عبد اللطیف المعروف سید شاہ محی الدین صاحب القادری النقوی الویلوری المدنی قدس اللہ اسرارہ وعاد علینا فیوضاتہ وبرکاتہ ابن سید شاہ ابوالحسن قادری ثانی ابن سید عبداللطیف المعروف بحی الدین ذوقی ابن رکن الدین سید شاہ ابوالحسن قربی ابن سید عبداللطیف قادری ابن میران سید ولی اللہ ابن سید عبداللطیف عرف بابو جی ابن سید محمد ابن سید عبدالحق ابن سید قطب الدینؒ ابن سید عبدالفتاح گجراتی شارح مثنوی مولانا روم ابن قاضی سید اسمٰعیل خلیفہ شاہ عالم گجراتی ابن سید برہان الدین ابن سید حسین ابن سید نور اللہ منصور ابن سید عبدالفتاح ابن سید جلال متقی ابن سید حامد ابن سید حمزۂ اصغر خلیفہ حضرت غوث اعظم موصوف بہ قطب اکبر ابن سید اسد اللہ ابن سید حسین ابن سید محمد ......ابن سید ابوالقاسم ابن سید حیدر کرار ابن امام محمد نقی عسکری ابن امام محمد تقی ابن امام علی موسی رضا ابن امام موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر ابن امام زین العابدینؒ ابن ابوعبداللہ امام حسین ابن امام الائمہ ابوالاولیاء امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین[1] کے۔

آپ کا سلسلۂ مادری بتیس واسطے سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو پہونچتا ہے اور اسی سلسلے میں بیسواں واسطہ حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ تک منتہی ہوتا ہے۔

جواہر السلوک اور مثنوی مطلع النور[2] میں آپ کے سلاسل اور حالات مفصل مذکور ہیں، اس ہیچمیرز نے اس کتاب لاجواب کو آپ کے احوال خیر مآل پر اس واسطے ختم کیا کہ آپ عمدہ اور اعلیٰ ترین

مستفیضون سے خاندان عالیہ عزیزیہ کے ہیں اور جس طرح آپ کا خاتمہ ہوا ہے خدائے عزوجل حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل سے میرا بھی خاتمہ ویسا ہی کرے، جو کچھ احوال ان کتابوں وغیرہ سے مستنبط ہوا خاتمہ میں لکھا۔

آپ مانند حضرت غوث الثقلین کے صحیح النسب طرفین سے ہیں، میانہ قد، سبزہ رنگ، وسیع الجبہ، نحیف الجثہ، ولادت آپ کی ۱۲۰۷ بارہ سو سات ہجری[۳] میں شہر ویلور ہنگام طلوع صبح صادق، روز شنبہ یوم البدر، ماہ جمادی الاخریٰ میں ہے، نوزدہ سالگی میں کتب عقائد اور فقہ آداب و اخلاق انشا و قصائد و صرف و نحو منطق و کلام اور نظریات و عملیات طبابت اور ہندسہ و ہیئت حساب و مساحت اور علم فرائض اصول اور حقائق و سلوک کہ علم موروثی ہے، اپنے والد اور دوسرے اوستادوں سے پڑھی ہیں، بعد ازاں ۱۲۲۷ بارہ سو ستائیس اور اٹھائیس ہجری میں حفظِ قرآن مجید سے فارغ ہو کر مدت تک مطالعہ میں تفاسیر و احادیث اور سِیَر اور احوال پیشینان اور حالات و ملفوظات بزرگان اور تواریخ گذشتگان اور کتب رویّہ کہ درمیان فرق اہل اسلام اور فرقِ اہل کتاب کے واقع ہیں بسر کی۔

اس اثنا میں تحفہ اثنا عشریہ جو چھپ کر مشہور ہوئی تھی،[۴] بہ دست ہوئی، دوبارہ اوس کا مطالعہ کرتے ہی نہایت شوق و ولولہ اس بات کا پیدا ہوا کہ دہلی کو اوس کے مصنف عالی مرتبت، معالی منزلت، سند العلما والاولیا، مولوی معنوی، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر تکمیل کمالات کیجیے، اسباب سفر آمادہ کیا تو آپ کی والدۂ ماجدہ نے اس ارادے سے مطلع ہو کر فرمایا کہ اول یہاں خوب علوم سے فراغت پالو، بعد ازاں حضرت مولانا مولوی معنوی کی خدمت میں جاؤ، تا سلیقہ اون سے استفاضہ کا پیدا ہووے۔

حسب ارشاد والدۂ ماجدہ ۱۲۳۴ بارہ سو چونتیس ہجری میں مدراس کو تشریف لا کر تیمناً تبرکاً دو سبق جناب مولانا مولوی عبدالعلی بحر العلوم المعروف بہ ملک العلما[۵] اور فاضل عالی جاہ مولوی باقر آگاہ[۶] رحمۃ اللہ علیہما سے پڑھ کر بعد ازاں فاضل مُتبحر مولانا علاء الدین[۷] جو ملک العلما[۸] کے داماد اور شہر اوستاد تھے اون کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام علوم نقلی و عقلی سے پانچویں شعبان ۱۲۴۲ بارہ سو بیالیس ہجری میں فراغت حاصل کی، اس عرصے میں اودھر حضرت شاہ صاحب کا اور ادھر آپ کے والد بزرگوار کا انتقال ہوا،[۹] آپ مسند نشینِ خلافتِ پدر والا قدر ہوئے، اتفاق سفر کا نہ ہوا، ہر جمعے کو مردوں میں اور سہ شنبہ کو عورتوں میں وعظ

فرماتے اور کتبِ دینی طالبانِ خدا کو پڑھاتے اور ہمیشہ مطالعہ اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے۔ احیاء التوحید [۱۰] اور احیاء السنہ [۱۱] اور تنبیہ الجاہلین [۱۲] اور صراط المؤمنین [۱۳] اور اصل العلوم، [۱۴] یہ کتابیں اوسی زمانے کی تصنیف ہیں۔

دوسری شعبان ۱۲۶۰ ہجری میں سفرِ حجاز اختیار کر کے حج اور زیارت سے مشرف ہوئے، [۱۵] بفحوائے ''کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا،، کے ظہور ہر کام کا اوس کے وقت پر موقوف ہے، وہ جوشِ حصول ملازمت بابرکت حضرت شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ والغفران کا اور ارادہ استفاضہ اوس خاندان عالیشان کا روزِ ازل سے قسمت میں لکھا تھا مکہ معظمہ میں ایک سال سے زیادہ خدمت و صحبت جناب مُعلّٰی القاب، قطب آفاق، حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق علیہ الرحمۃ کی جو نواسہ اور وارث کمالات ظاہر و باطن حضرت شاہ صاحب معز کے تھے، حاصل کر کے اس سند سے سرفراز ہوئے:

نقلِ سند حضرت مولانا اسحٰق صاحب قدس سرہٗ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم○ الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰة والسلام علٰی سیّد المرسلین وعَلٰی آلہٖ واصحبہ اجمعین اَمَّا بَعْدُ فیقول العبد الضعیف الحقیر خادم عُلماء آلافاق محمد اسحٰق ان الشیخ الجلیل صاحب الفضل المبین الشیخ محی الدین سلمہ اللّٰہ تعالٰی الٰی الیوم الدین طلب منّی اجازة بعض کتب الحدیث فاجزت لہ اجازة الکتب الصحاح الستة البخاری والمسلم وسنن ابی داؤد والجامع الترمذی وسنن النسائی وابن ماجة القزوینی وایضًا اجزت لہ مشکوٰة المصابیح والحصن الحصین للجزری وحصل لی الاجازة والقراء ة لھذا الکتب من الشیخ الذی فاق بین اقرانہ بالتمییز اعلٰی الشیخ عبد العزیز رحمہ اللّٰہ تعالٰی وحصل لہ الاجازة عن والدہ الشیخ ولی اللّٰہ المحدث الدھلوی العارف باللّٰہ وحصل لہ الاجازة عن الشیخ ابی طاھر المدنی وھو حصل الاجازة عن والدہ الشیخ ابراھیم المدنی وباقی سند مذکور فی محلہ☆

☆ یعنی انتباہ کے نصف اخیر اور عجالہ نافعہ میں مذکور ہوا۔۱۲

حرر فی المکة المعظمة فی الشهر الجمادی الاولیٰ و۱۲۶۲الهجریة علیٰ صاحبها الف الف صلوٰة وتحیة، محمد اسحق۱۲۵۸

الغرض آپ کی ذات بابرکات مجمع البحار کمالات صوری و معنوی آبائی واجدادی اور خاندانِ عزیزیہ کی ہوئی، نویں ذی الحج ۱۲۵۲ ہجری میں وطن مالوفہ کو اقدام فیض التیام سے مشرف کیا اور ۱۲۷۳ میں تصنیف سے جواہر الحقائق [۱۶] کے اور ۱۲۷۷ میں ترتیب سے فصل الخطاب فی الفرق بین الخطاء والصواب [۱۷] اور ۱۲۸۱ ہجری میں تالیف سے جواہر السلوک [۱۸] کے فراغت پائی اور ایک رسالہ مسمّٰی بہ غایۃ التحقیق [۱۹] نہایت عجیب وغریب آپ ہی کی تصنیفات سے ہے، اوس میں مسئلہٴ وحدۃ الوجود کو دلائل عقلی و نقلی سے ثابت کیا ہے اور ایک عالم کو ورطۂ تذبذب سے نجات دی ہے اور یہ غایۃ التحقیق دو پہر میں لکھا گیا ہے کہ نقل جس کی اتنے عرصے میں اچھی طرح سے دشوار ہے، آپ کے کمالات ظاہر و باطن پر مُصنّفات دال ہیں، میں کچھ بیان کروں کیا مجال۔

ہر فن میں آپ کی ذات ستودہ صفات کامل، ہر مسئلہ ظاہر و باطن میں درجۂ تحقیق و تکمیل کا حاصل، خصوص علم حقائق وسلوک میں آپ اس عصر کے مجدد ہیں، تصنیفات [۲۰] تمام مفید خاص و عام اور نزدیک و دور مشہور افراط و تفریط سے دور، متعصب کو رنج اور منصف کو سرور اور آپ نہایت مطیع سنت و قامع بدعت تھے، ایک عالم نے آپ سے ہدایت پائی اور واصل الی اللہ ہوا، مرید [۲۱] آپ کے تخمیناً چھ لاکھ سے زیادہ ہیں، علم و عمل اور تواضع وانکسار تحمل و وقار توکل و قناعت سخاوت و فراست میں علم الوقت اور وحید العصر، اُمرا اور اغنیاء سے بالکل بے پروا اور فقرا اور غربا کے ملجاء و ماویٰ تھے، تمام عمر صبر و توکل میں بسر کی، کسی کے پاس سے جاگیر اور تنخواہ نہ لی، جو کوئی امیر و فقیر آپ کی خدمت میں آتا تو اوس کے حسبِ حوصلہ ضیافت کرتے بلکہ جب تک وہ رہے اوس کو دو وقت طعام پہونچاتے اگر کوئی قبول نہ کرتا تو تین دن ضرور بالضرور اوس کی دعوت کرتے، اول تمام مہمانوں کو ماحضر پہونچاتے، بعد ازاں کچھ مقدار قلیل آپ تناول فرماتے، سید کریم اللہ المعروف بہ خواجہ پیر صاحب آپ کے حقیقی ہمشیرہ زادے کہتے ہیں کہ قبولِ تحف وہدایا کا تین طرح پر دستور تھا۔

اوّل: یہ کہ اگر کوئی نذر و تحفہ گذرانتا تو ہرگز قبول نہ فرماتے بہزار تردد واپس کرتے۔

دوم: اگر کوئی شخص کچھ سلوک کرتا تو اوس سے سوایا یا دیوڑھا یا مضاعف آپ سلوک کرتے، ....یا بطور ہدایا۔

سوم: کسی نے کچھ دیا تو بخوشی تمام قبول فرماتے اور تصرف میں لاتے، یہ فقط قوتِ ایمان واخلاص اور فراستِ صحیحہ اور نور باطن تھا، موافق حدیثِ نبوی ﷺ کے ''اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ''۔

لوگ راہِ دور ودراز سے خدمتِ شریف میں آتے اور اپنے اپنے مقاصد پاتے، سوااس کے ہر ایک ملک سے استفتے آتے، آپ فوراً جوابات دستِ خاص سے تحریر فرماتے، چنانچہ عرب سے بھی فتویٰ آیا تھا، فتاویٰ کا ایک دفتر [۲۲] ضخیم ہے اور مکتوبات [۲۳] بھی ایک مُجلّد عظیم، ہر ایک مکتوب مشعر مطالبِ عجیبہ اور مُحتوی مضامین غریبہ ہے، حُضّار مجلس نقلین مکاتیب کی لے جاتے اور دور دور تک پہونچاتے۔

ایک مکتوب بجواب عریضۂ اس احقر کے جو بکمال سرفرازی دستِ مبارک سے سرفراز ہوا تھا، بطور نمونہ اوس مُجلّد کے لکھا جاتا ہے:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم بمطالعہ عزیز جان سعادت نشان محمد عبدالرحیم ضیا سلمه اللّٰهِ تعالیٰ، پس از سلام مسنون مشهود خاطر سعادت ذخائر باد التفات نامه مورخه چهارم جمادی الاخریٰ ۱۲۸۸ هجری مع رساله شیون بیچون رسید و بخاطر فرحتها رسانید، الحمد للّٰه علیٰ ذلك وجود شریف دریں ایّام غربت اسلام غنیمت وقت است، اللّٰه یبقاکم وسائل نیز استعداد قوی دارند و در نظر فقیر غنیمت وقت مے آیند اگر بفضل الٰهی کامیاب صحبتِ صاحبدلے گردند و در عالم قدس طران نمائند عجیب نمود بالجمله مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرهٗ مے فرمایند ؎

مقدس نوری از قید چه وچون
سر از جلباب چون اُو رو بیرون
چو آن بیچون درین چون کرده آرام
پئے روپوش کرده یوسفش نام

صوفیه صافیه شش مراتبِ ظهور وجود را تنزّلاتِ ستّه و مظاهرِ شش گبانه خوانند مراد به تنزّلِ شی آنکه باوجودِ حفظِ حقیقت واحکام و لوازم وی از پایه بپایۂ دیگر فروشود و در پایۂ پائین زیادت پذیرد بے آنکه نقصانی و تبدّلی در پایۂ سابق واقع گردد و نزول وے در مرتبۂ دیگر بصورتِ آخر مانعِ احکام اصلِ حقیقتِ وی بود همچو تعین آب در امواج و حُبَبَ و تقیدموم در پیاده هاو فرزین و ظهور شخص در مرا یاد متکثره مختلفة الالوان والاشکال وبروز حروف مفرده ومرکبه از نفس واحدۂ ساذجۂ غیر مرکبه ظهور و بروز و تجلّی و تمیز و تعین وتقیّد همه راجع بمعنی تنزّل اند و مظهر شی صورت وی است از صُوَرِ محتملۂ وی وصورتِ شی عبارت از امری است که آن شی بوی معقول و محسوس شود و صُوَریا اصلیّه اند همچو حیّ وعَلِیم وبَدیع وباعث وسائرِ اسمائے الٰهیه که مصداقِ آنها حق جلّ مجدهٗ بود یا عارضیّه که مصداقِ آنها غیرِ حق بود و صُورِ عارضیّه یا قدیمه اند و آنرا صُورِ علمیّه واعیان ثانیه گویند یا حادثه و آن را صُورِ رُوحانیّه وصُورِ جسمانیّه خوانند واین همه مظاهر بر مُظهر تعالٰی و تقدس که آن را وجود منبسط ووجودِ عام گویند ، قائم اند چنانچه صُور مرئیّه بربساطِ آئینه و صُورِ تن بر بساطِ جان قائم اند کما قال الله تعالٰی اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ قال القیصری فی مقدمة شرح النصوص عالم الملك مظهر عالم الملکوت وهو العالم المثالی المطلق وهو مظهر عالم الجبروت ای عالم المجردات وهو مظهر عالم الاعیان الثابتة وهو مظهر الاسماء الالٰهیة والحفرة الواحدیة وهی مظهر الحضرة الاحدیة بزرگے راستے

ظـل ارواح انـد اشبـاح همـه
ظـل اعیـان انـد ارواح همـه
بـاز اعیـان ظل اسمـائے حق انـد
گـرچـه اسما ظلِ ذاتِ مطلق انـد

صاحب لمعات می فرماید ماه آئینهٔ آفتاب است همچنانکه از ذات خورشید در ماه هیچ نیست واز ذاتِ ماه و در آفتاب اثرے نه کذلك ولیس فی ذاته من سواه شیء ولا فی سواه من ذاته شیء انتهٰی و شیخ پیر و فقیه علی مهائمی صاحب تفسیر رحمانی در امحاض النصیحه مے طراز ولا شك انّ وجود کل شیءٍ لم یکن من ذاته بل کان من اشراق نور الحق ولا شك ان بینه وبین المحل نسبة منشاها صفة فی الذات هی مع الذات اسم من اسماء الله تعالٰی فسماء ه تعالٰی هی الظاهرة فی الاشیاء وهی اسرار الربوبیة لاکن ما تظهر فیه تلك الاسماء لا یصیر ربًا بل مربوبًا ویتوهم القاصر انه صار ربًّا کما یتوهم الصبی عند روية صورة الشمس فی مراة ان فی المراة الشمس ، انتهٰی ومولانا جلال الدین رومی قدس سرهٗ میفرماید ؎

هـر در و دیـوار گـویـد روشـنـم
پـرتـوِ غیـری نـدارم کیـن منـم
پـس بـگـویـد آفتـاب ای نـارشید
چـونکـه من غـائب شوم آیـد پـدید

بزرگے راست ؎

عـارف زحق پر است ولی او نمیشود
آئینـه رُونمـا ست ولیٰ رُو نمی شود

قایلے راست ؎

دل را اگر تو صاف کنی ......
بیشك جمالِ دوست نماید معاینه
او در دل من است و دلِ من بدستِ او
چون آئینه بدست من و من در آئینه

وامام ربانی در مکتوب هشتادونهم جلد سوئم میفرماید:
آنچه این فقیر از اطلاقاتِ ایشان معنی همه اوست می فهمد آن است که این همه جزئیاتِ متفرق حادث ظهور یك ذات اند تعالی و تقدس در رنگ آنکه صورتِ زید مثلاً در مرایاءِ متعدده نمود پیداکرده است ظهور یکذات زید است اینجا کدام جُزئیت و اتحاد است و کدام حلول و تلوّن ذاتِ زید باوجود این همه صور برصرافت حالتِ اصلی خود است واین صور نه هیچ افزوده است نه هیچ کاسته آنجا که ذات زید است این صور را آنجا نامی و نشانی نیست تاباوی نسبتے از نسبت جُزئیت و اتحاد و حلول و سریان کنند سرِّ اَلآنَ کَمَا کَانَ را اینجا بایدجست چه در مرتبهٔ که اوست تعالی چنانچه عالم را پیش از ظهور آنجا گنجایش نه بود بعد از ظهور هم آنجا گنجایش نباشد فلا جرم یکون الآن کما کان، انتهی۔ حاصل آنکه درمیانِ وجوداتِ خاصّه جهتی است جامعه وهی الوجود العام همین جهت جامعهٔ وجود عام در کثرت عالم مبدأ توحیدِ وجود و احاطهِ و سریان وقرب و معیت است چنانچه جهت جامعه جان منبسط در کثرتِ بدن مبدأ توحید زید واحاطه و سریان و قرب و معیت است پس وحدتِ وجود امرِ وجدانی است قال القیصری فی المقدمة الثانیة المفهوم من الوجود لیس الاشئ واحد والمکابر منازع بوجدانه انتهی واین وجود عام تعالی وتقدس جوهر قیوم و جنس اعلی است ووجوداتِ

خاصه بجمیع اجزائه دریں عین واحدِ وجود اعراض مجتمع اند مولانا جامے در شرح فص یوسفی میفرماید فَمَنْ تَخَيَّلَ اَنَّ لِلْعَالَمِ وَجُوْدًا مُسْتَقِلًّا ...... للوجود الحق فلا شك انّ ذلك وهم و خیال لا حقیقة له وغیر مطابق لما فی نفس الامر، انتهٰی ونسبت این جنس اعلیٰ باوجوداتِ خاصّه از نسبتِ اربعۂ مشهوره☆ نسبت عموم و خصوص مطلق است بخلاف شهودیه وایجادیه وعلمائے کلام که نزد ایشان درمیانِ وجودات خاصه جهتی جامعه نیست بلکه همه حقائق مختلفه اندوهمه آثار فائض از فاعلِ حقیقی که مقتضائے ذاتِ اوست واو غیر این وجوداتِ خاصّه بجمیع وجوه پس درمیان وجودِ عام ووجود عالم نسبتِ تباین بود دل سخنها دارد ولیکن پیری هشتاد ویك سال وهجوم اشغال وعزم قریب خانه خدائے ذوالجلال از ترجمانِ آنها مقصر میدارد، بنابر رویتِ سرورِ عالمﷺ طلب عملی رفته بود، سعادت آثار او در اواخر فائدۂ هشتم جواهر السلوك بیان چهار قرب بقلم آمده است قرب سوم و چهارم خاصه سرورِ انبیا است علیهم الصلوٰة والسلام هر که باین قربین اخیرین مشرف شود مشرف برویتِ حقیقی آن سرورِ عالم است علیه السلام اگر شخصے در ایام عروجی ماه بطهارتِ جائے و جامه و بدن پس از نمازِ عشا باکسے سخن نکند و بحضور قلب سه بار درود بهر صیغۂ که باشد بخواند و باسم الله هزار بار سورۂ اخلاص بخواند پس ازاں سه بار درود خواند و بعجز وزاری تمام رویتِ شریف از حضرتِ باری خواهد و بدونِ کلام بر پهلوئے راست بخواهد واین عمل مکرر نماید امید است که در یك هفته برویتِ شریف مجازی مشرف شود، انه هو

☆ ای تساوی وتباین وعموم خصوص من وجہ وعموم خصوص مطلق۔

القریب المجیب وعلی کل شیء قدیر رزقنا اللّٰہ سبحانہ وایاکم الاعراضُ عما سواہ والاقبالُ الی جنابہ بحرمت سیّد المرسلین علیہ وعلٰی آلہ وعلیہم من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا والسلام
۱۲ جمادی الآخری سہ شنبہ ۱۲۸۸ھجری محی الدین عفا اللّٰہ عنہ۔

اور ۱۲۵۵ ہجری میں ستّر شخص شیطان الانس ازراہِ حسد کے گواہ ٹھہر کر حکام انگریزی کے پاس جہاد[۲۴] کی نالش کی، اگرچہ یہ امر اعلائے کلمۃ اللہ سے اور ضروریاتِ دین متین و اعظم سنن حضرت سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہے اور ہر مسلمان کو اس کام کی کوشش ضروری ہے مگر موقع اور اسباب بھی شرط ہے، حکامِ وقت نے ان اشرار کے کہنے پر آپ کی قید کا ارادہ کیا، اس خبر سے خلقتِ خدا میں ایک حشر برپا ہوا، ہنوز حاکمِ عصر کے یہاں سے طلب نہیں ہوئی تھی کہ آپ نے خواب میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ''یَا وَلَدِیْ لَا بَاسَ لَکَ،، آپ کو اس خواب سے اطمینانِ کلّی ہوا۔

حاصل کلام حاکم نے طلب کر کے قید کیا، پچاس روز آپ مقید رہے، قید خانہ میں آپ کی خرقِ عادت اور اخلاق دیکھ کر سب لوگ اور حاکم بہت معتقد ہوئے، نہایت عزت وتوقیر اور آرام سے رکھا، انگریز نے بہت معذرت کی اور کہا کہ ان اشخاص کی نالش سے یہ امر واقع ہوا اور میں نے تمام کیفیت حکام بالا کے پاس لکھی ہے، آپ خاطر جمع رکھنا ارشاد ہوا کہ میں راضی برضا ہوں، کسی طرح کا گلہ شکوہ نہیں اور کسی نے کچھ کیا نہیں ؎

گر گزندت رسد زِ خلق مرنج
کہ نہ راحت رسد ز خلق نرنج
از خدادان خلافِ دشمن و دوست
کہ دلِ ہر دو وتصرف اوست
گرچہ تیر از کمان ہمی گذرد
از کمان دار بیند اہلِ خرد

حاکم بالا کے پاس سے بزودی دریافت یہ پیام آیا کہ وہ ستّر شخص سب کے سب جھوٹے ہوئے

اور مفتری ٹھہرے، اون کے دلائل و براہین کو دریافت کرنے والوں نے ردّ کیا، چنانچہ ایک شخص سے پوچھا کہ تیرے یہاں ان پر نالش کی کیا دلیل ہے؟ اوس نے کہا کہ میں نے بچشم خود دیکھا ہے اور بگوش خود سنا ہے کہ شیخ نے قرآن مجید لے کر آیات جہاد پڑھ کر وعظ کیا، حاکم نے اوس سے پوچھا تو مسلمان ہے اور قرآن شریف کا مُقر ہے؟ اوس نے کہا کہ ہاں پھر پوچھا کہ تجھ کو قرآن پڑھنا آتا ہے اور کبھی تو پڑھتا بھی ہے؟ اوس نے کہا کہ پڑھتا ہوں، حاکم نے پوچھا کہ تیرے پڑھنے میں وہ آیاتِ جہاد آئیں تو پڑھتا ہے یا چھوڑ دیتا ہے؟ کہا کہ پڑھتا ہوں، جب حاکم نے کہا کہ بس تجھ میں اور اون میں یہی فرق ہے کہ تو جاہل ہے اور وہ عالم ہیں، وہ جب پڑھتے ہیں تو اون آیات کے معانی اور مضامین بھی بیان کرتے ہیں، تجھ کو وہ حوصلہ نہیں، اس بیان سے سرکار کو کیا ضرر ہے؟ اون کے پاس لشکر اور مال و اسباب اور حکومت کہاں ہے، جو حاکم سے لڑیں اور جہاد کریں؟ فی الحقیقت تو ہی بڑا مُفتری اور حاکم کا دشمن ہے، دوسرے نے تین شعر جہاد کے مضمون کے پڑھ کر کہا کہ میں نے یہ اشعار اون کے وعظ میں سنے ہیں، حاکم نے کہا کہ یہ اشعار تجھ کو کتنی بار سن کر یاد ہوئے؟ اوس نے کہا دو تین بار سننے سے یاد ہو گئے، حاکم نے اوسی وقت کوئی کتاب اشعار کی منگوا کر تین شعر اوس کو تین بار سنا کر کہا کہ اچھا اب تو ان شعار کو مجھے سنا دے، اوس سے وہ اشعار نہ سنائے گئے، حاکم نے کہا کہ تو بھی جھوٹا ہے، اسی طرح سب گواہوں کو ردّ کیا۔

دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

اور حضرت کی رہائی ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ جب حضرت سے سوال ہوا کہ آپ نے جہاد کا وعظ کہا تھا؟ تو حضرت نے فرمایا کہ ہمارے قرآن میں کفار سے جہاد کا حکم ہے اور وہ ہماری ایمان کی بات ہے، تم لوگ تو اپنے کو کتابی کہتے ہو، آیا تم کو اپنے کفر کا اقرار ہے؟ سب انگریزوں نے سن کر سکوت کیا، پھر گواہوں سے ہر ایک کو بلا کر دلائل طلب کیے، سب کے دلائل دریافت میں ردّ ہوئے، ’’اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُهْلِكُ،، جب حضرت کی رہائی ہوئی تو حاکم نے کہا کہ ان مُفتریوں کو سزا ہوگی، آپ ان پر نالش کیجیے اور جو دعویٰ ہو وہ لکھ دیجیے، آپ نے فرمایا جو کچھ میرا دعویٰ اون پر ہے، وہ سب میں نے للہ معاف کیا، کسی طرح کا کسی پر دعویٰ نہیں یہ سن کر حاکم متحیر ہوا اور وہ مُفتری سب پشیمان اور تھوڑی مدت میں انواع اقسام کی تکالیف میں مبتلا اور پریشان ہوئے، تمام مخلوق حضرت کی معتقد تھی کیا مسلمان

اور کیا ہنود، خصوصاً نصرانی نہایت معتقد تھے اور ازحد آپ کی تعظیم وتکریم کرتے، آپ مدام دعوتِ الیٰ اللہ میں مشغوف اور اعلائے کلمۃ اللہ میں مصروف رہتے، آپ کے جدِ اعلیٰ سید ابوالحسن قربی [۲۵] تخلص کو یکصد ونودو یک سلسلوں اور چھبیس خانوادوں کی خلافت آبائی اور خلفائی اور نعمتِ باطنی جو پہونچی تھی وہ سب آپ کو عطا ہوئی تھی۔

ذات والا آپ کی مجمع البحور اور مطلع النور خدائے تعالیٰ کے فضل سے ہوئی، تربیت باطن میں بھی طریقہ آپ کا افراط وتفریط سے مُبرا اور زہد وتجرد اس درجہ کا تھا، تعلیم اشغال واذکار میں صحابہ اور تابعین کا رنگ، تلقین مراقبات وغیرہ میں صوفیہ متقدمین کا ڈھنگ، دوسروں کے یہاں کے سال ہائے سال کی محنت کی بات وہاں ایک بات تھی، کثرت در وحدت اور وحدت در کثرت، طالبانِ خدا کے واسطے سوغات تھی، رنگ دوئی کثرت بفیضِ صحبت آئینۂ دل سے یوں دور ہوتا تھا، جیسے آفتاب سے ظلمت، کیسا ہی مراقبہ ہو مدرکہ میں ادنا توجہ سے اس طرح جمتا تھا گویا حرف منبت، وہ کون تھا جو اسرارِ غیب سے آگاہ نہ ہوا وہ کون تھا؟ جو واصل الیٰ اللہ نہ ہوا، آپ کا قال بعینہ حال تھا اور دعوت الیٰ اللہ کا شوق بدرجہ کمال تھا، تمام کفار کو دعوتِ اسلام برملا کی، دور ودراز والوں کو بذریعہ تحریر ادا [۲۶] کی چنانچہ اواخر عمر میں زبان عربی اور فارسی اور ہندی اور انگریزی وغیرہ میں کفار جزائر ملیوار اور نصرانی اور ہنود کے واسطے دعوت نامے اسلام کے چھپوائے اور سو قطعہ لندن کو بھجوائے اور تمام راجاؤں میں منتشر کیے، اون میں سے دعوت نامہ اہل کتاب کا جو زبانِ عربی ہے، لکھا جاتا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الحمد لله الذی خلق الانسان من نطفة فجعله سميعًا بصيرًا

تمام حمد ثابت ہے واسطے اللہ کے ایسا اللہ کہ پیدا کیا انسان کو نطفہ سے پس کیا اوس کو شنوا بینا اور دیا

واعطاه قلبًا منيرًا ثمر ؟؟؟؟ فی العاجلة نعيمًا وملكًا كبيرًا فربی بدنه وقلبه ولتربية يدنه

اوس کو دل روشن پھر بخشا جس کے لیے کہ جابادنیا میں مال اور ملک بڑا پھر تربیت کیا بدن کو اور دل کو اوس کے اور واسطے تربیت بدن اوس کے

صب الماء صبا وشق الارض شقا وانبت فيها حبا وعنبا وقضبا وزيتونا ونخلا وحدائق

برسایا پانی اوپر سے اور چیرا پانی کو پھاڑ کر اور اوگایا اوس میں اناج اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور باغیں گھن کے اور میوہ اور چارہ

غلبا وفاكهة وابا متاعا له ولانعامه ولتربية قلبه ارسل رسلا هداة الی خالقه وربه ايها

واسطے فائدہ اوس کے اور چارپایوں اوس کے اور واسطے تربیت دل اوس کے بھیجا راستہ بتلانے والے رسولوں کو طرف خالق اوس کے اور رب

العيسويون كان عيسیٰ رسول الله وعبده كما كان موسیٰ ومحمد رسول الله وعبده

اوس کے ای عیسوی لوگو تھے عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ کے اور بندے اوس کے جیسے کہ تھے موسیٰ اور محمد علیہما السلام رسول اللہ کے اور بندے

ایدهم اللّٰه بالایات والمعجزات لیتمیز الصادق عن الکاذب فی دعوی الرسالات ایها
اوس کے تائید کی اللہ نے اون کی ساتھ نشانیوں کے اور معجزات کے تا الگ ہووے سچا جھوٹے سے دعوے میں رسالتوں کے
العیسویون جاء عیسٰی بایات من ربّہٖ یُصوّر من الطین کھیئۃِ الطَّیر فَینفُخب فِیہِ فَیکُونُ
اوعیسوی لوگو! آئے عیسیٰ علیہ السلام اپنے رب کی طرف سے بناتے تھے مٹی سے مانند صورت پرند کے پس پھونکتے تھے اوس میں پس ہوتا تھا
طَیرًا بِاذنِ اللّٰہِ وَیُبرِئُ الاَکمَہَ وَالاَبرَصَ وَیُحیِی المَوتٰی بِاِذنِ اللّٰہِ کَمَا جَآءَ مُوسٰی یَفلُقُ
وہ پرندہ حکم سے اللہ کے اور اچھا کرتے تھے اندھے مادرزاد کو اور کوڑھی کو اور زندہ کرتے تھے مردے کو اللہ کے حکم سے جس طرح آئے
البَحرَ وَجَآءَ مُحَمَّدٌ یَشُقُّ القَمَرَ فَقَد جَآءُوا بِالمُعجِزَاتِ وَالنَّبَاءِ العَظِیمِ وَقَالُوا اِنَّ اللّٰہَ
موسیٰ علیہ السلام کہ پھاڑتے تھے دریا کو اور آئے محمد ﷺ کہ شق کیا چاند کو پس تحقیق آئے یہ سب ساتھ معجزوں کے اور کتاب عظیم کے اور
رَبِّی وَرَبُّکُم فَاعبُدُوہُ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّستَقِیمٌ اَیُّھَا العِیسَوِیُّونَ کَانَ عِیسٰی مَخلُوقًا مِن غَیرِ
کہے تحقیق کہ اللہ رب میرا ہے اور رب تمہارا یہ کہ عبادت کرو اوس کی یہ راہ استوار ہے، اے عیسوی لوگو! عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے
الاَبِ کَمَا کَانَ اٰدَمُ مِن غَیرِ الاَبِ وَالاُمِّ فَکَیفَ یَکُونُ خالقًا وربًّا اَیُّھَا العِیسَوِیُّونَ کَانَ
پیدا ہوئے تھے جیسا کہ آدم علیہ السلام بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے تھے تو کیسا ہوں گے عیسیٰ علیہ السلام خالق اور رب، اے عیسوی لوگو!
عیسٰی عبدًا مَغلُوبًا مِنَ الیَھُودِ وَاِنَّ اللّٰہَ غَالِبٌ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ فالعبدُ المغلوبُ کیف
تھے عیسیٰ علیہ السلام بندے مغلوب یہود سے اور رب ؟؟؟ مسئلہ وحدہ غالب ہے اوپر ہر چیز کے پس عبد مغلوب کیونکر
یکون اِلٰھًا ومَعبُودًا اَیُّھَا العِیسَوِیُّونَ یُوخَذُ العبدُ بذنبہٖ لا بذنب غَیرِہٖ وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ
ہوگا الہ اور معبود اے عیسوی لوگو! پکڑا جاتا ہے بندہ بسبب اپنے گناہ کینہ بسبب گناہ غیر اپنے کے اور نہیں بوجھ اوٹھاتا ہے کوئی بوجھ
وِّزرَ اُخرٰی فکیفَ اَخَذَ اللّٰہُ عیسٰی بذنب اُمَّتِہٖ والقاہ فی جھنم واخذ بعقوبتہ اَیُّھَا العِیسَوِیُّونَ
اوٹھانے والا بوجھ دوسرے کا پس کیونکر پکڑا اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بدلے میں گناہ امت اون کے اور ڈالا اون کو دوزخ میں اور گرفتار کیا
اَخذَ البَرِئُ بذنب غیرِہٖ ظُلمٌ فَاحِشٌ وَاللّٰہُ عَادِلٌ فکیف یَکُونُ ظَالِمًا سُبحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا
عذاب میں اپنے، اے عیسوی لوگو! گرفتار کرنا بے گناہ کا بسبب گناہ غیر اوس کے ظلم ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ عادل ہے پس کیونکر ہوگا ظالم پاک
یَقُولُونَ اَیُّھَا العِیسَوِیُّونَ بَشَّرَ یَحیٰی بِاَنَّ النَّبِیَّ الکَبِیرَ یَاتِی مِن بَعدِی کَمَا فِی البَابِ الثَّالِثِ
ہے اللہ تعالیٰ اور بلند اوس چیز سے کہ کفار کہتے ہیں، اے عیسوی لوگو! بشارت دی یحییٰ علیہ السلام نے ساتھ اس بات کے کہ تحقیق نبی بزرگ
من متی و کانَ عیسٰی نبیًا مبعوثًا اِلٰی بَنِی اِسرَآئِیلَ حَاضِرًا بَینَ یَدَی یَحیٰی فکیفَ یکونُ
آوے گا بعد میرے جیسا کہ تیسرے باب میں ہے متی کی انجیل کے اور تھے عیسیٰ علیہ السلام نبی بھیجے گئے طرف بنی اسرائیل کے روبرو
نبیًّا مُبَشَّرًا اَیُّھَا العِیسَوِیُّونَ مَا ادَّعٰی اَحَدٌ مِنَ الاَنبِیَآءِ الَّذِینَ سَبَقُوا علی علی نبینا مُحَمَّدٍ
یحییٰ علیہ السلام کے پس کیونکر ہوں گے عیسیٰ علیہ السلام نبی بشارت دیے گئے یحییٰ علیہ السلام کے اے عیسوی لوگو! کسی نے دعویٰ نہیں کیا پیغمبروں سے جو
بانقطاع النبوۃ فکیف خلا الزمانُ اِلٰی ھٰذَا الاَمَدِ البَعِیدِ عَنِ النَّبِیِّ نَاصِحًا اَمِینًا اَیُّھَا
محمد ﷺ سے ساتھ منقطع ہوئے نبوت کے پس کیونکر خالی رہا زمانہ مدت دراز تک نبی ناصح امین سے، اے عیسوی

الْعِیْسَوِیُّوْنَ اِدَّعٰی نبیُّنا بِاَنَّہٗ نبیٌّ مبعوثٌ اِلَی النَّاسِ کَآفَّۃً وَبِاَنَّہٗ خاتم الانبیاء ولم یات نبیٌّ
لوگو! دعویٰ کیا ہمارے نبی نے ساتھ اس بات کے تحقیق کہ وہ نبی ہیں بھیجے گئے طرف تمامی آدمیوں کے اور تحقیق وہ خاتم الانبیاء ہیں اور نہیں آیا

بعدہ کما ادعاہ فکیف لم یکن نبیا مُبَشِّرًا خاتمًا اَیُّھَا الْعِیْسَوِیُّوْنَ اَنّ الانکار من عُمّال
کوئی نبی بعد اون کے جیسا کہ دعویٰ کیا اُنھوں نے پس کیونکر نہ ہوں گے نبی مبشر خاتم، اے عیسوی لوگو! تحقیق انکار عاملوں سے بادشاہ کے

الْمَلِکِ بغیٌ کذٰلکَ الانکارُ من نبیّ اللّٰہِ عیسٰی کُفرٌ کذٰلک الانکار من نبیّ اللّٰہ محمّدٍ
بغاوت ہے اسی طرح انکار پیغمبروں سے اللہ کے کفر ہے اور تحقیق انکار عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ سے کفر ہے ایسا ہی انکار نبی اللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

کفر عصمنا اللّٰہ تعالٰی عَمَّا یُنکرون اَیُّھَا الْعِیْسَوِیُّوْنَ انّ البغی موجب للافات کذٰلک الکفر
کفر ہی محفوظ رکھے ہمیں اللہ تعالیٰ .... جو انکار کرتے ہیں، اے عیسوی لوگو! تحقیق بغاوت سبب ہے واسطے آفتوں کے اسی طرح کفر

مورثٌ للعقوباتِ وانّ فِیْ اِطَاعۃ الْمَلِکِ وَعاملِہٖ اَمْنٌ وراحۃٌ ولَیس فِیْ عَیْشِ الْمُطِیْعِ ولَا
سبب ہے واسطے عذابوں کے اور تحقیق الطاعۃ میں بادشاہ کے اور اوس کے عاملوں کے امن ہے اور راحت ہے اور نہیں ہے عیش میں فرمان برداروں کے

فِیْ سُکُونہٖ ثُقْبَۃٌ کذٰلکَ فِی الْاِیْمَان باللّٰہِ ونبیّہٖ امانٌ وجَنّۃٌ ولیسَ فِیْ دولۃِ المَلِکِ ولَا فِیْ
اور سکون میں اون کے رخنہ اسی طرح ایمان لانے میں ساتھ اللہ کے اور اوس کے نبی کے امن ہے اور جنت اور نہیں دولت میں بادشاہ کے اور نہ

ملکہ ثُلمۃٌ اَیُّھَا الْعِیْسَوِیُّوْنَ الدولۃُ الْفَانِیَۃُ سمٌّ قاتِلٌ والمُلک ایضًا ظِلٌّ زائِلٌ! یزول بحارثٍ
ملک میں اور سکے رخنہ۔ اے عیسوی لوگو! دولت فائنہ زہر قاتل ہے اور ملک بھی سایہ ڈوبنے والا ہے زائل ہوتا ہے کوئی حادثے

اَوْ وارثٍ فالموتُ حقٌّ والبرزخُ حقٌّ والبعثُ حقٌّ والحسابُ حقٌّ وعِلْمُ اللّٰہِ بالسِّرِّ
یا وارث سے پس موت حق ہے اور برزخ حق ہے اور مرکر اُٹھنا حق ہے اور حساب حق ہے اور اللہ کا جاننا پوشیدہ

وَالْعَلَانِیَۃِ حقٌّ وَالْجَنّۃُ وَالنّارُ حقٌّ خِفْ مِنَ اللّٰہِ تعالٰی فاِنّہٗ خَلَقَکَ وَرَبَّاکَ وَاَعْطَاکَ مُلْکًا
اور ظاہر حق ہے اور جنت اور دوزخ حق ہے ڈر اللہ تعالیٰ سے پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے تجھے اور دیا تجھے ملک اور اوس کے ہاتھ ہے حیات

وبیدہ الحیوۃُ والموتُ والبعثُ والحسابُ وَالعفوُ والعقابُ انّہٗ ھُو الغفورُ الرحیمُ وانّ
اور موت اور مرے بعد اوٹھانا اور حساب اور بخشنا اور عقاب تحقیق وہی ہے بخشنے والا مہربان اور تحقیق گرفت

بطشَہٗ شدیدٌ وعذابَہٗ الیمٌ اَیُّھَا الْعِیْسَوِیُّوْنَ لا تجعل مع اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخرَ فَتُلْقٰی فِیْ جھنّم
اوس کی سخت ہے اور عذاب اوس کا دردناک ہے، اے عیسوی لوگو! نہ ٹھہرا اللہ کے ساتھ معبود دوسرا پس ڈالا جائے گا دوزخ میں ملامت

مَلُوْمًا مَدْحُوْرًا اَیُّھَا الْعِیْسَوِیُّوْنَ اِنّ اھلَ الْکِتَابِ لِمَ یَعْبُدُوْنَ الْمخلُوْقَ وَیَذَرُوْنَ الْخَالِقَ
کیا ہوا اور راندا ہوا۔ اے عیسوی لوگو! تحقیق اہل کتاب کیوں پوجتے ہیں مخلوق کو اور کیوں چھوڑتے ہیں خالق کو اور وہ

وَھُمْ یَعْقِلُوْنَ وَلِمَ یَلْبِسُوْنَ الحقَّ بالباطِلِ وَیَکْتُمُوْنَ الحقَّ وھُمْ یعلَمُوْنَ اَیُّھَا الْعِیْسَوِیُّوْنَ
عقل رکھتے ہیں اور کس واسطے چھپاتے ہیں حق کو ساتھ باطل کے اور چھپاتے ہیں وہ حق کو حالانکہ وہ جانتے ہیں، اے عیسوی لوگو!

اِنّیْ لَآ اَقُوْلُ لِاَھْلِ الْکتاب اِلَّآ اَنْ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبینکُم اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ
تحقیق میں نہیں کہتا ہوں اہل کتاب کو مگر یہ بات کہ آؤ طرف ایک بات کے ایسی بات کہ برابر ہے تم میں اور اُن میں عبادت کریں ہم مگر اللہ کی

وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاشْهَدُوا بِاَنَّا
اور شریک نہ کریں ہم ساتھ اوس کے کوئی چیز اور نہ ٹھہراوے بعض ہم میں کا بعض کو معبود سوا اللہ کے جاؤ تم تو گواہ رہو ساتھ اس

مُوَحِّدُوْنَ اَيُّهَا الْعِيْسَوِيُّوْنَ اِنِّي اَدْعُوْنَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَوْحِيْدِهٖ اَعْلِمْ تَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ
بات کے کہ ہم موحد ہیں، اے عیسوی لوگو! تحقیق میں بلاتا ہوں تجھ کو طرف اللہ تعالیٰ کے اور توحید اوس کے اسلام لا سلامت رہے گا دے گا

مَرَّتَيْنِ اَجْرُكَ وَالْجَرُّ التَّابِعِيْنَ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُكَ وَاِثْمُ الْمُطِيْعِيْنَ اَيُّهَا الْعِيْسَوِيُّوْنَ اِنِّي
تجھ کو اللہ بدلا تیرا دو بار، تیرا بدلا اور تیری پیروی کرنے والوں کا پس اگر پھرا تو پس تجھ پر ہے گناہ تیرا اور تیرے اطاعت گزاروں کا، اے عیسوی لوگو!

لَسْتُ بِنَبِيٍّ وَّلَا رَسُوْلٍ وَّلٰكِنِّي لِجَدِّيْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَارِثٌ وَّلِاٰخِرَتِيْ حَارِثٌ اَيُّهَا
تحقیق میں نہیں ہوں نبی اور نہ رسول اور مگر میں اپنے جد محمد رسول اللہ ﷺ کا وارث ہوں اور واسطے اپنے آخرت کے کاشتکار ہوں، اے

الْعِيْسَوِيُّوْنَ اِنِّي لَكَ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ
عیسوی لوگو! تحقیق میں واسطے تیرے نصیحت کرنے والا ہوں امین نہیں ارادہ کرتا ہوں میں مگر نیکی کا جس قدر کہ طاقت رکھتا ہوں میں اور نہیں

تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ اَيُّهَا الْعِيْسَوِيُّوْنَ ما اسئلك عليه من اجر ان اجرى الا على رب
ہے توفیق میری مگر ساتھ اللہ کے اوس پر بھروسا کیا میں نے اور طرف اوسی کے رجوع ؟؟؟؟؟ اے عیسوی لوگو! نہیں چاہتا ہوں میں

العالمین۔

تجھ سے اس پر کچھ بدلا نہیں ہے بدلا میرا مگر رب العالمین پر۔

من محی الدین وارث محمد سیّد المرسلین

بعد ازاں سنہ یک ہزار و دو صد و ہشتاد و دو ہجری روز شنبہ سوم شوال کو ارادہ حج مکرر کا کر کے وطن سے روانہ ہو کر گلبرگہ [۲۷] میں تشریف لائے، وہاں حضرت سید محمد گیسودراز [۲۸] قدس سرہ کی زیارت سے فارغ ہو کر اپنے خلیفہ راستین جناب مولانا مولوی سید شہاب الدین عرف حسن پادشاہ [۲۹] سلمہ اللہ تعالیٰ کو چند دعوت نامی اور ایک مکتوب علحدہ بنام نواب مختار الملک بہادر [۳۰] کہ اوس میں اُمورِ ہدایت جو اون کو مفید ہوں مندرج تھے، یعنی اصلاح قوانین مجاریہ نواب صاحب کے موافق ضابطہ شریعت غرا کے اور تخویف نافرمانی شریعت کے اور فرمانبرداری میں اُمید ثواب آخر کی، دے کر حیدرآباد دکن کو روانہ فرما کے آپ بمبئی کو تشریف فرما ہوئے جناب مولوی صاحب مُعز نے راقم کے مکان کو اپنے اقدام فیض التیام سے رونق بخشی، بوساطت جناب مستغنی الالقاب حضرت استادی مولوی حاجی محمد زمان [۳۱] صاحب کے ''اَللّٰهُمَّ مَتِّعِ الْمُسْلِمِيْنَ بِطُوْلِ حَيَاتِهٖ وَضَاعِفْ ثَوَابَ جَمِيْلِ حَسَنَاتِهٖ''، معیت جناب مولوی مسیح الزمان [۳۲] صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ برادر استادی موصوف حضرت صاحب کی ملاقات

نواب صاحب سے ہوئی، نواب صاحب بہت اکرام سے پیش آئے اور مکتوب ہدایت اسلوب کو پڑھا، حضرت پیرومرشد کی ہدایت اور خیرخواہی پر نہایت تحسین و آفرین کی اور حضرت پیرومرشد کا ذکر خیر پوچھتے رہے، بعد چندے حضرت مُعز کو رخصت کیا، اونھوں نے اوس کام سے فارغ ہوکر دعوتِ نامے یہاں کے بعض نصرانیوں کو پہونچا کر بمبئی کو روانہ ہوئے، چندروز جو یہاں تشریف فرماتے تھے تو بعض خدا طلبوں نے غنیمت وقت سمجھ کر اون سے استفاضہ کیا۔

الحاصل حضرت پیرومرشد نے بعد پہونچنے مولوی صاحب مُعز کے ہفتم ماہ ذیقعدہ کو جہاز بادی پر سوار ہوکر اگرچہ ہوا مخالف اور امید پہونچنے کی بعید موسم حج کا قریب اور اہل جہاز کو پریشانی اور طرح طرح کی حیرانی تھی مگر ذات بابرکات حضرت کی ناخدائے کشتی طوفانی تھی ۔

چہ باک از موج بحران را کہ باشد نوح کشتیبان

بفضل الٰہی چہارم ذی الحج کو ساحلِ جدّہ پر پہونچے، کرامت جو اثنائے راہ جہاد میں ظاہر ہوئی وہ ان شاء اللہ تعالیٰ کرامتوں میں مذکور ہوگی، وہاں سے ششم ماہِ مذکور کو کعبۂ مقصود میں داخل ہوکر مناسک حج سے فراغ پایا، پس بسبب تعب سفر اور کبرسن اور نحافت جسمی اور قلت غذا کہ ایک آملہ پر اکتفا فرماتے تھے، مزاج مبارک پر ضعف طاری ہوا، خدام ہمراہی سے ایک جماعت نے عرض کی کہ جناب عالی توجِ فرض اور زیارتِ مدینہ طیبہ سے پیش ازیں مشرف ہوئے ہیں، خود یہ حج حضرت پر نفل تھا اور سفر مدینہ طیبہ کا نہایت (دشوار ہے) مناسب یوں ہے کہ صاحب زادے بلند اقبال کو مع دیگر اشخاص کہ شرف زیارات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محروم ہیں' رخصت فرما کر خود بدولت سایۂ حرم محترم الٰہی میں توقف فرمائیں، حضرت نے جواب میں التفات نہ کی' یہاں تک کہ اصرار خدام کا از حد ہوا، سوائے حضرت کے تیاری مدینہ منورہ کی زیارت کی ہو چکی، کوچ کی شب کو حضرت پیرومرشد نے رویائے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشرف ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''تَعَالَ عِنْدِیْ یَا وَلَدِیْ،، اس ارشاد بشارت بنیاد سے محظوظ ہوکر بیدار ہوئے اور اپنی روانگی کا حکم دیا، ازسرنو تیاری ہوئی، مدینہ منورہ کی راہ لی، مضرتِ راہ کسی طرح کے لاحق حال خجستہ مآل نہ ہوئی، ایک منزل مدینہ طیبہ باقی رہا کہ اوس منزل کو بیرماشی کہتے ہیں، وہاں دو تین بار اتفاق اجابت و اطلاق کا ہوا، اوس کے دوسرے دن کہ ششم محرم الحرام کی تھی، زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشرف ہوئے، اور غذا مطلقاً موقوف ہوئی، یہاں تک کہ ایک قطرہ پانی

کا نہیں اُترتا تھا اور ہوش وحواس میں بالکل فرق نہ آیا تھا، مگر ضعف آناً فاناً زیادہ ہوتا تھا، پھر اپنے فرزند ارجمند سید محمد رکن الدین [۳۳] کو کہ اُونیس سال کا سن تھا خرقہ خلافت آبائی اور خلفائی سے سرفراز کیا، صاحب زادۂ ارجمند نہایت متقی اور پرہیزگار ہیں، اوقاتِ عزیز کو تحصیل علوم دینیہ اور کمال اسرارِ باطنیہ میں صرف کرتے ہیں، خدا تعالیٰ اون کو اجداد کی کمالات سے سرفراز کرے اور خدام کے سر پر سایہ گستر رکھے اور اون کی وصیت میں مشغول ہوئے۔

منجملہ وصایائے حضرت پیر ومرشد بفرزند ارجمند فرمایا، اب تک کہ بیاسی سال کی عمر ہوئی میں نے کبھی اپنی فکر نہ کی کہ صبح کو کیا کروں اور شام کو کیا کھاؤں؟ رزاقِ مطلق نے بے دغدغہ رزق موعودہ خوان فضل وکرم سے پہونچایا، چاہیے کہ اسی طرح رہیں اور قرض کسی کا میرے ذمے پر اور میرا قرضہ کسی پر نہیں ہے، اگر کسی کو کچھ دیا ہو تو بہ نیت معافی دیا ہوں، کسی سے چاہیے کہ مبلغ کا تقاضا نہ کریں اور تمام کتب کہ تخمیناً چہار ہزار جلد سے زیادہ ہیں، میں نے وقف کی چاہیے کہ تم امین رہ کر اہل کو دینا اور عدہ پر لینا اور مجھ کو پائین قبہ جدامجد حضرت امام حسن اور اہل بیت کرام علیٰ جدھم وعلیھم الصلوٰۃ والسلام کے دفن کرنا اور جادۂ شریعت پر قائم رہنا، بیکسوں کی اعانت اور مسکینوں پر شفقت کرنا، بھوکے کو کھلانا، اہل حاجت کی حاجت برلانا اور مہمان ومسافر کو عزیز رکھنا، اور جناب حاجی مولوی سید شہاب الدین صاحب حسن پادشاہ [۳۴] کی جانب ملتفت ہو کر فرمایا کہ معراج دو قسم پر ہے، روحانی اور جسمانی روحانی مراد ہے حاصل ہونے سے چہار قرب کے، یعنی قرب نوافل اور قرب فرائض اور قرب قاب قوسین اور قرب ''اَوْ اَدْنیٰ،، جسمانی وہ ہے کہ سالک کے جسم کی خاک مدینہ طیبہ کی خاک میں آمیختہ ہووے، ''اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا بِفَضْلِكَ وَكَرَمِكَ وَنَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم،،

القصہ یازدہم ماہ محرم روز ...... کہ آواز نہایت پست ہوئی اور لب مبارک ملنے لگے، جناب مولوی شہاب الدین صاحب کان لبِ مبارک کے نزدیک لے گئے تو صاف یہ صدا سنی کہ ''لَقَدْ نَظَرَ اللّٰهُ اِلَــىَّ،، اور حضرت کے داماد فرماتے ہیں کہ اوس وقت میں سرِ بالین کھڑا تھا، ناگاہ حضرت کا سر بائیں طرف جھکا، میں نے سمجھا کہ شدتِ ضعف سے جھکا ہے، فوراً بیٹھ گیا، دیکھا کہ لب ہلتے ہیں، نزدیک سے سنا تو کلمۂ لا الٰہ الا اللہ زبان سے جاری تھا، اوسی حالت میں عصر کی وقت روح پرفتوح پرواز ہوئی، ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ' ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَرْضَاهُ عَنَّا

وَمِنْ بَرَکَاتِهٖ یَرْزُقُنَا،، آمین۔

دوسرے دن کہ جمعہ تھا اور بقضائے الٰہی آپ کے ہمشیرہ زادے سید شاہ محمد قادری [۳۵] بھی اوسی دن وبا کی شکایت سے انتقال کیا تھا، دونوں جنازے مسجد نبوی میں متصل منبر شریف کے روضۂ جنت میں رکھ کر بعد نماز جمعہ تمام زوّار نے کہ ستر ہزار سے کم نہ ہوں گے، جنازے کی نماز پڑھی اور بموجب وصیت کے جنۃ البقیع میں پائیں قبہ مقدس اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین دونوں بزرگوار ایک ہی مزار میں دفن ہوئے۔

تاریخ وفات

آن پیر مُحیِ ملت و دین کز و جود او ... علم و عمل جو عنبر و بو جز وهم شده
شوق ادائے حج مکرر چو جوش زد ... پایانِ عمر عازمِ طوفِ حرم شده
...... ساختش زبون ... فارغ ز عزمِ خود ید ثباتِ قدم شده
زین پس پے زیارتِ جدِّ بزرگوار ... دربندِ انتظارِ زوالِ الم شده
بانگِ تعال یا ولدے خورد تابه گوش ... سرتابه پا بخواب زبانِ نعم شده
آخر بذوقِ مائدۂ نعمتِ وصال ... داخل بروضۂ شهِ گردون خیم شده
از بعد استفاضه که تا هفته مِی نمود ... مامور بر اقامتِ عینِ ارم شده
هم ظاهرًا از قبۂ فرزندِ فاطمه ... قُربِ جوار یافته و محترم شده
از روئے این اشاره ضیا سالِ آن نوشت ... مقبولِ بارگاهِ شفیعِ الامم شده

۱۲۸۹

ازعقیدت نشان حضرتِ والاشان حاجی محمد قاسم کرتان [۳۶]

چون ز دنیا مُحیِ دین عبد اللطیف ... شیخ وقت و عابد و شاغل برفت
گفت تاریخ وفاتش هاتفم ... صاحبِ دین عارفِ کامل برفت

۱۲۸۹

ازحکیم سید مظفر حسین [۳۷] صاحب عہدہ دار اہل انشائے محکمہ صدرالمہام مالگزاری سرکار عالی

چو ررفت آن شیخ کامل پیر پیران ... بملكِ جاودان زین ملكِ فانی

بگفتا ہاتفم سالِ وفاتش　　گرامی قدر محی الدین ثانی
۱۲۸۹

از مؤرخ یکتا حاجی سید محمد علی صاحب المتخلص بہ نوا[۳۸]

شہِ محی الدین شیخ باصفا　　رفت زین جا جانبِ دارالبقا

گفت سالِ رحلتش محزون نوا　　شد امام المومنین واسرتا
۱۲۸۹

از طبع زاد شاعر اکمل اعنے مولوی نجم الدین المتخلص بہ افضل[۳۹]

شیخ دورانِ زدارِ فانی شد　　در بقیعِ مدینہ سوئے جہاں

گفت تاریخش افضلِ مہجور　　رفت ہیہات دین زجہان
۱۲۸

صرف اوقات شب و روز نماز پنجگانہ جماعت سے ادا کرتے، بعد نماز صبح کے اشراق تک مسجد میں وردِ اسمائے حسنیٰ اور تہلیل و تسبیح و درود شریف وادعیہ ماثورہ میں مشغول رہتے، بعد نماز اشراق مسجد کے باہر درس علوم دینی خصوص حقائق وسلوک میں متوجہ رہتے، بعد تدریس جوابات خطوط واستفتا دستِ خاص سے تحریر فرماتے، پھر دوپہر کو کچھ ماحضر تناول کر کے قیلولہ کرتے، پھر بیدار ہو کر بعد ادائے نماز ظہر حجرے میں تشریف لے جاتے، دروازہ بند رہتا، عصر تک کسی کا گذر نہ ہوتا، وہاں قرآن شریف دیکھ کر بتدبُرِ معانی تلاوت کرتے عصر کی نماز پڑھ کر بالاخانے پر جلوہ افروز ہوتے، گرد وپیش بندگانِ خدا جمع آتے، پند ونصائح اور ارشاد میں مغرب تک دربار عام فرماتے، بعد ادائے نمازِ مغرب مسجد میں تشریف رکھتے اور لوگ بھی حاضر رہتے، تب کوئی آیت قرآن مجید کی پڑھ کر عشاء تک حضار کو پند ونصیحت فرماتے، بعد ادائے نماز عشاء سب کو رخصت کر کے مہمان ومسافروں کے خبر گیراں ہوتے، جب مہمان وغیرہ طعام سے فارغ ہو جاتے تو محل سرا میں جا کر چند لقمے تناول فرما کر مسجد کی جانب تشریف لا کر نصف شب تک تصنیف میں مشغول رہتے، بعد ازاں آرام فرماتے۔

اسمائے خلفائے[۴۰] حضرتِ مقبولِ رسولِ مختار مشہور ہر بلا دوامصار حضرت سید شاہ علی محمد صاحب قادری عرف بڑے صاحب علیہ الرحمہ برادر حضرت مُعز قدس سرہٗ، جناب مُعلّٰی القاب رکن الملۃ والدین حاجی سید شاہ محمد صاحب قادری سلمہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ وسجادہ نشین حضرت مُعز قدس سرہٗ، مولوی حاجی سید شاہ محمد صاحب قادری سلمہ اللہ تعالیٰ داماد وہمشیرہ زادہ حضرت مُعز قدس سرہٗ، حاجی سید

فضل اللہ صاحب قادری سلمہ اللہ تعالیٰ ہمشیرہ زادہ حضرت مُعز قدس سرہٗ، حاجی مولوی سید شاہ محمد صاحب قادری ہمشیرہ زادے حضرت مُعز کے جو مدینہ منورہ میں آپ کے ساتھ مدفون ہیں قدس اللہ سرہما سید شہ میر صاحب قادری سلمہ اللہ تعالیٰ نبیسہٗ ہمشیرۂ حضرت مُعز قدس سرہ، عالم عامل فاضل کامل حافظ قرآن جامع علوم شریعت وحقیقت شیخ محمد استنبولی ثم المکی، شیخ کامل عالم عامل جامع شریعت وحقیقت مولانا محمد خان بدخشانی ثم المدنی، عالم عامل فاضل کامل یکتائے زمان پیشوائے جہان متبع سننِ حضرت سیّد المرسلین مولوی محی الدین صاحب فقیہ قادری سلمہ اللہ تعالیٰ آپ کو استاد محی الدین صاحب اور دُبلے محی الدین صاحب بھی کہتے ہیں، حضرت کے خلفا میں وحید العصر بلکہ اس ملک میں فرید الدہر ہیں، مولوی شاہ عبدالحی صاحب قادری واعظ صاحب تصانیف کثیرہ سلمہ اللہ تعالیٰ میر محی الدین صاحب قادری ولد شاہ من اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ از مشائخ...... مولانا مرشدنا مولائی مولوی حاجی سید شہاب الدین صاحب قادری میسوری عرف حسن پادشاہ ابقاہ اللہ تعالیٰ الیٰ یوم الدین علیٰ رؤس المستر شدین، خطیب شاہ محمد یعقوب صاحب قادری علیہ الرحمہ، سید عبدالقادر صاحب قادری عرف قادو میاں علیہ الرحمۃ، عالم وصوفی سید جلال الدین محمد بن سید عبدالمجید یمنی، حافظ غلام محی الدین قادری ولد حافظ عبدالقادر صاحب انوری سلمہ اللہ تعالیٰ، سید ابوالحسن صاحب قادری بیجاپوری کپلاوی سلمہ اللہ تعالیٰ، شاہ ولی محمد صاحب قادری اپوویلوری سلمہ اللہ تعالیٰ، فرزند میر بخشی اورنگ آبادی، محمد عبدالعزیز صاحب قادری سلمہ اللہ تعالیٰ، حاجی عبداللہ صاحب عرف سید شاہ عالم صاحب ساکن تاڑ پتری سلمہ اللہ تعالیٰ، مولوی حاجی عبدالوہاب صاحب قادری سلمہ اللہ تعالیٰ، مولوی سید احمد صاحب قادری برادر زادہ سید اکبر صاحب ساکن سواد، مولوی عبدالقادر صاحب بلیا گھاٹی سلمہ اللہ تعالیٰ، سید اکبر صاحب ساکن سواد، مولوی علی احمد صاحب ساکن سواد، حافظ سید مصطفےٰ صاحب قادری ہمشیرہ زادہ شاہ ولی اللہ صاحب نتھر نگری سلمہ اللہ تعالیٰ، مولوی لعل محمد صاحب قادری سلمہ اللہ تعالیٰ داماد مولوی اسد اللہ بیگ صاحب مغفور اپوویلوری، مولوی سید عبداللہ صاحب چشتی قادری دہلوی بھوپالی، فاضل جلیل جرنیل حامیٔ دین مصطفوی واقفِ اسرار نبوی مولوی حافظ حاجی محمد حنیف صاحب قادری سلمہ اللہ تعالیٰ، عالم عامل فاضل کامل موصوف بہ زہد وتقی شیخ محمد بن ابی بکر ترپانگوری، مولوی عبداللہ صاحب مشاق سلمہ اللہ تعالیٰ ساکن فجستہ البنیاد حیدرآباد، مولوی حافظ سید عبداللہ صاحب قادری عظیم آبادی' حاجی سید کریم اللہ صاحب قادری نیلوری سلمہ اللہ تعالیٰ نزیل فرخندہ بنیاد حیدرآباد، مولوی سید محمد صاحب ناگ پٹی سلمہ اللہ تعالیٰ، مولوی عبدالرحمٰن صاحب فقیہ مدراسی

سلمہ اللہ تعالیٰ، مولوی مفتی سید علی بخش صاحب قادری بیض سلمہ اللہ تعالیٰ، حاجی عبدالعزیز صاحب قادری ساکن وانمباڑی سلمہ اللہ تعالیٰ، احمد بن مبارک سحری جیرانی من قبیلہ بنی سعد غلام حسین صاحب قادر متولی مسجد چندا صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، سید شاہ ابراہیم صاحب، قادری محمود رقم سلمہ اللہ تعالیٰ، مولوی محمد یوسف صاحب اتاپٹی سلمہ اللہ تعالیٰ، مولوی محمد میران صاحب ساکن ننکاسی سلمہ اللہ تعالیٰ، سید مرتضیٰ صاحب قادری مدراسی سلمہ اللہ تعالیٰ، مولوی محمد ابوبکر صاحب بنگلوری ساکن نواح ترناولی سلمہ اللہ تعالیٰ، مولوی محمد علی صاحب قادری ترکوری سلمہ اللہ تعالیٰ، نواب حاجی محمد داوٗد خان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، نبیرۂ نواب الف خان مغفور والی کرنول مرزا محمد علی صاحب قادری سلمہ اللہ تعالیٰ، حاجی شاہ محمد صاحب قادری عرف یوسف صاحب ساکن وانمباڑی شاہنوری ☆ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

کرامات آپ کی اگرچہ بہت مشہور و معلوم ہیں منجملہ اون کے یہاں چند مرقوم ہیں۔

کرامت مطلع النور ؒ میں لکھا ہے کہ جب آپ مقید ہوئے تو حسب معمول اوس قید خانے کے شب کو ایک حجرے میں آپ کو بند کر کے دروازے پر قفل لگا دیا، اندر چراغ بھی نہ تھا مگر ایک دریچہ اوس حجرے کا کھلا تھا، نگہبان محبس کا کہتا ہے کہ میں اپنی عادت کے موافق بعد نصف شب قندیل لے کر حجرے کا قفل دیکھا تو اندر چراغ کی روشنی نظر آئی...... نہایت حیران و پریشان ہو کر اپنے جمعدار کو اطلاع کی، جمعدار قفل کھول کر دیکھا تو حضرت رُو بقبلہ سربسجود ہیں اور وہ جو روشنی تھی مفقود اس کیفیت کے دیکھنے سے قید خانے کے تمام لوگ نہایت معتقد ہوئے۔

کرامت ایک قندھاری زُمرۂ سادات سے ایک شب حضرت کے مکان میں بھوکا رہ گیا اور کسی کو خبر نہ کیا اوس رات کو اپنی خادمہ کے خواب میں تشریف لے جا کر غصے سے فرمایا کہ مسافر مکان میں بھوکا رہ گیا اوس کی خبر نہ لی، اوس نے عرض کی کہ حضرت وہ کون ہے؟ فرمایا کہ فلاں سید قندھاری، خادمہ نے کہی کہ کھانا تو حاضر ہے مگر سالن نہیں، فرمایا کہ چٹنی ہی سہی، وہ خادمہ جلد خواب سے بیدار ہو کر کھانا سالن پکا کر علی الصباح خوان اوس مہمان کے حضور میں لائی، وہ شخص خلاف وقت خوان دیکھ کر حیران ہوا اور پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے؟ میں نے تو کسی سے اپنا حال ظاہر نہیں کیا، اوس نے وہ صورتِ واقعہ

☆ بیجاپور کیلا ابو ویلور ناڑپڑی، گھاٹ نتھر نگر نکور ناک پٹن کاس مرار بنگلور ترناول ترکور فرنواٹ یہ سب شہروں اور قصبوں نواح دکن کے نام ہیں۔

بیان کی، سب کو سننے سے نہایت حیرت ہوئی۔

ایضاً جب بقصد حج مکرر وطن سے نکل کر کڑپے☆ میں داخل ہو کر ایک جائے پر تشریف فرما ہوئے تو وضیع وشریف وہاں کے ملاقات کے واسطے حاضر ہوئے، اون میں سے ایک شخص ضعیف تھا، آپ نے اوس کو نزدیک بٹھلایا نام پوچھا، اوس نے بتلایا پھر عمر پوچھی، اوس نے عرض کی کہ بیاسی برس کی عمر ہے، آپ نے فرمایا کہ میری بھی عمر اتنی ہی ہے، یہ فرما کر چندے مراقب رہے، پھر...... فرمایا کہ طائر روح قفسِ تن سے پرواز کیا چاہتا ہے، اوس پیر مرد نے کچھ نہ سمجھا مکرر فرمایا جب لوگ سب برخاست کیے تو وہ مرد ضعیف بھی رخصت ہوا دوسرے دن اس جہان گذران سے نقل کیا تب لوگوں نے سمجھا کہ حضرت کا وہ ارشاد اس واقعہ پر اشارہ تھا۔

ایضاً سید حیدر نامی ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ میں جب ویلور میں آ کر ایک مکان میں اُترا تو اوس مکان میں چند لوگ روح کے باب میں بحث کرتے تھے، کوئی مخلوق کہتا تھا، کوئی غیر مخلوق، میں اسکی تحقیق کے واسطے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اوس وقت حضرت مسجد میں معتکف تھے، وہیں مشرف ہو کر روبرو بیٹھا، حضرت نے فرمایا کچھ پوچھنا ہو تو پوچھو؟ میں نے توقف کیا خود بدولت نے کہا کہ روح کے باب میں کچھ پوچھتے ہو؟ اوس وقت میں بہت لرزاں عرض کیا کہ روح مخلوق ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ روح مخلوق اور حادث ہے، پھر اوس کے بہت سے دقائق و نکات بیان کیے۔

ایضاً ایک آپ کا مرید عابد و زاہد حاجی پرہیزگار اپنا حال بیان کرتا ہے کہ ایک بار سفر کا اتفاق ہوا اور میں جوان تھا، اہل وعیال سے دور ہو گیا، غلبۂ نفس سے زنا کی خواہش پیدا ہوئی، اوس شب کو حضرت خواب میں تشریف لا کر غصے سے فرماتے ہیں، افسوس کیا تو فعل بدا اختیار کرتا ہے، یہ سنتے ہی میں لرزاں ہوا اور زبان بند ہو گئی، پھر فرمایا کہ آج سے تیری شہوت سلب ہو گئی، جب میں خواب سے بیدار ہوا تو کچھ آثار رجولیت کے اپنے میں نہیں پایا، اسی حالت میں تین برس گزرے کسی سے یہ کیفیت نہیں کہہ سکتا تھا، (بعد اس کے یہ خیال آیا) کہ اس کا کچھ علاج کروں، حضرت کے بہنوئی ایک بڑے عالم و پرہیزگار جناب حاجی محی الدین صاحب کہ طبابت میں بھی اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے، اُون سے یہ حال بیان کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ یہ کچھ بیماری نہیں کہ اس کا علاج کیا جاوے یہ تیرے پیر کا تصرف ہے، اُون سے

☆ کڑپا نام شہریست در نواح دکن۔

عرض کر جب میں نے یہ سب سرگزشت اپنی ایک کاغذ میں لکھ کر حضرت کے حجرے میں رکھ دیا جب نماز کے واسطے مسجد میں تشریف فرما ہوئے تو مجھ کو دیکھ کر فرمایا کہ وہ کاغذ تو نے رکھا ہے؟ میں کچھ حجاب سے عرض نہ کر سکا دو تین بار اسی طرح پوچھا کچھ مجھ سے جواب نہ ہو سکا، اوسی شب کو خواب میں تشریف فرما ہو کر فرمایا کہ دیکھ آئندہ بہت ہوشیار رہنا، خدائے تعالیٰ سے ہر حال میں خوف رکھنا، جا تیری اصلی رجولیت خدائے تعالیٰ نے اپنے فضل سے تجھے عطا کی، جب میں خواب سے بیدار ہوا تو اپنے میں آثار رجولیت کے پایا۔

کیا کرامت ہے یہ تعالیٰ اللہ
کیا تصرف ہے یہ بفضلِ آلہ
بلکہ ایسی کرامت معقول
کم ہی پیشینیان سے بھی منقول

ایضاً چند مسافر آپ کی رُباط میں دو تین روز رہ کر عشاء کے وقت حاضر ہو کر رخصت لیے وہ لوگ کہتے ہیں کہ نصف شب کو حضرت نے آ کرِ ہمیں جگا کر فرمایا کہ جلد جاؤ اور آپ تشریف لے گئے، ہم لوگ بسبب غلبۂ خواب کے پھر سو رہے، بعد چند ساعت کے پھر رونق افزا ہو کر جگایا اور فرمایا کہ جلد جاؤ ہم سب تیار ہو کر وہاں سے چلے، دوسرے دن دو پہر کو ایک جنگل میں نالہ ملا (جس میں پانی) جاری تھا مَلّا حُون نے ہمیں ٹوکرے پر سوار کر کے پار اُوتارا، ہم سب لوگ اوتر کے حوائج سے فارغ ہو کر کھانا کھانے کو بیٹھے تھے کہ دوسرے چند شخص آئے، ملّا حون نے اون کو بھی ٹوکرے میں بٹھا کر پار اوتارنے لگے، یک بیک ایسی طغیانی ہوئی کہ وہ سب لوگ غرق ہو کر مر گئے، جب ہم نے جانا کہ حضرت نے جو دوبار اوٹھایا وہ الہام الٰہی تھا، اگر ہم دیر کرتے تو اسی طرح ڈوب کر مر جاتے یا کنارے پر رہ کر حیران ہوتے۔

ایضاً قادر محی الدین صاحب مدراسی ایک حضرت کے مُریدوں سے بڑے پرہیزگار، کہتے ہیں کہ حضرت کے وہاں ایک روز فاقہ تھا، باہر سات شخص اور زنانے میں نو یا دس مہمان آئے تھے، عادتِ شریف یوں تھی کہ قریب دوپہر کے مکان میں تشریف لے جاتے، کھانا سب کو تقسیم ہوتا، اوس روز کسی جا سے دودھ آیا تھا، روبرو لا کے رکھا، حضرت نے سب کو تھوڑا تھوڑا تقسیم فرمایا چنانچہ باہر کے لوگوں کے

واسطے سات کٹوروں میں تھوڑا تھوڑا دودھ آیا، حضرت بھی ذرا سا دودھ پی کے باہر تشریف لائے، ظہر کے وقت وضو کے ارادے میں تھے کہ پلٹن کے تیس سپاہی آئے اور حضرت سے مصافحہ کیے، آپ نے پوچھا کہ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ اونھوں نے عرض کیا کہ فلاں بستی سے اور فرمایا کہاں جاؤ گے؟ تو کہا: بنگلور کو اور کہاں اوترے ہو تو عرض کیا کہ حضرت کی سرا مین۔ پھر ارشاد ہوا کہ تم کتنی شخص ہو، عرض کیا کہ بیس مسلمان ہیں اور تین ہندو کہ وہ اسباب کے پاس حاضر ہیں، اون کو فرمایا کہ؟؟؟ شب کو میرے پاس دال خشکہ تناول کرنا یہ سن کر حضار حیران ہوئے کہ دن کو تو سوائے دودھ کے کچھ میسر نہ ہوا شب کو ان کی دعوت کیسی ہوگی اتنے میں ان لوگوں میں سے ایک شخص نے سات روپے نذر کیے اون کو ارشاد ہوا کہ عصر کے وقت تشریف لایئے، بات چیت ہوگی، وہ لوگ روانہ ہوئے بعدہٗ وہ روپے عبدالرحمٰن خان کو عنایت ہوئے، اُونھوں نے کھانے کی تیاری کی شب کو سب لوگ گھر کے اور باہر کے مہمان کھانا کھائے، ایضاً حافظ حاجی سید محمد علی صاحبؒ عرف سید و میاں متخلص بہ نوا ابن نواب ملتمس خان مرحوم کہتے ہیں کہ میں حضرت کی خدمت عالی میں حاضر تھا، بین العشاء والمغرب ایک درویش تشریف لا کر کہنے لگے کہ اے مولوی صاحبؒ! میں ایک بات پوچھتا ہوں اوس کا جواب دو گے؟ آپ نے فرمایا: خدا چاہے تو جواب دوں گا، کیا بات ہے فرمایئے! اوس درویش نے کہا: اگر میں ان ماجرا کو جرا پر بیٹھوں گا تو خدائے تعالیٰ جو رزق مُطلق ہے مجھ کو رزق دے گا یا نہیں، ساجرا کو جرا ویلور میں دو پہاڑ ہیں، حضرت کے دولت سرا کے روبرو حضرت نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ تمہیں نہ دے گا۔ اوس درویش نے کہا: کیوں اس کا کیا سبب ہے؟ ارشاد ہوا کہ جب تک تمہارا دل نہ بیٹھے نہ دے گا، اوس نے کہا: واقعی سچ فرمایا یہ کہہ کر روانہ ہوئے، حضرت نے فرمایا: یہ بڑے صاحبِ کمال تھے فقط میرے امتحان کو پوچھا تھا، تو لوگوں نے اون کی تلاش کی تو نہ پایا ایضاً سید کریم اللہ المعروف بہ خواجہ پیر صاحب کہتے ہیں کہ جب صاحبزادے رکن الدین سید شاہ محمد کی عمر پانچ چھ برس کی تھی تو حضرت نہایت محبت پدری سے اون کو پیار کرتے اور فرماتے کہ جب میرا فرزند جوان اور بالغ ہوگا تو اس کو بیت اللہ شریف لے جاؤں گا، حج کرواؤں گا، مدینہ شریف کو لے جا کر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف کر کے خلافت دوں گا، حضار مجلس سنتے رہتے، جب روبرو سے اُوٹھ جاتے تو جو لوگ کہ معتقد تھے وہ تو ساکت رہتے، دوسرے لوگ کہتے کہ یہ کیا خیال ہے، قریب ستر سال کے تو عمر ہو چکی ہے ابھی دس پندرہ برس جینے کی اُمید تو کیا بلکہ یقین کرتے ہیں، یہ

سخن اون لوگوں کا معتقدوں اور عزیزوں کو شاق ہوتا تھا، آخر الامر خدائے تعالیٰ کے فضل سے جیس افرماتے تھے ویسا ہی ہوا۔

ایضاً حضرت مولوی سید شہاب الدین صاحب عرف حسن پادشاہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت بمبئی سے جہازِ بادی پر سوار ہوکر روانہ ہوئے تو انسداد ہوا سے قریب جدّے کے جہاز ٹھہر گیا، یہاں تک کہ ذی الحج کا چاند دریا میں نظر آیا، حُجّاج کو نہایت بیقراری اور حیرانی ہوئی بلکہ شرفِ حج سے مایوسی اور از حد حال تباہ ہوا ؎

حسرت پہ اوس مسافرِ بیکس کے روئیے
جو رہ گیا ہو آنکے منزل کے سامنے

سب لوگ زار زار چلّانے اور دعائیں کرنے لگے مگر حضرت پیر و مرشد منظور رب العٰلمین .... مستقل اپنی جائے پر بیٹھے رہے، سب لوگ متعجب ہوکر گرد و پیش آکر عرض کرنے لگے کہ یا حضرت! یہ وقت ایسی پریشانی کا ہے، آپ چپ بیٹھے ہیں کچھ دعا کیجیے کہ ہم لوگ نجات پائیں اور منزل مقصود کو جائیں، آپ نے کہا کہ اچھا آپ سبِ صاحب دعا کریں میں بھی آمین کہتا ہوں، لوگوں نے کہا کہ نہیں! حضرت آپ کچھ دعا کیجئے، اور بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ ؎

تعلیم خدائے بخدا نتوان کرد

اوس کو جو منظور ہو وہ کرتا ہے بجرد اس کہنے کے ایسی بادِ موافق چلی کہ بسرعتِ تمام جہازِ تا گام ساحلِ جدّہ پر جا پہونچا، سب لوگ خیر و عافیت سے کعبۂ مقصود سے مشرف ہوئے۔

تاریخ وصال از نتائج طبع انور سید محمد عبداللہ حسین صاحب المتخلص بہ افسر[۴۲] فرزند میر فیاض الدین مرحوم نبیسۂ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب قندھاری قدس سرہٗ

شیخ کامل جنابِ محی الدین	مرشد مرشدی و اُستادی
از تصانیفِ باکراماتش	در جہان ست فیض ارشادی
بعد حج حَرَم شدہ بیمار	در ریاضت کہ بود بس عادی
کشت ارشاد احمدی در خواب	کہ بیا جانِ من زاولادے

.... مدینہ طیب	حسب رویائے خود بصد شادی
داخلِ جنت البقیع شدہ	کرد قالب تہی ز آبادی
سال رحلت رقم نمود افسر	وصلِ حق یافت مرشدِ ہادی ۱۲۸۹

(خودنوشت احوالِ مؤلف)

برکتاً ذکر سلاسلِ مشائخ طریقت رضوان اللہ علیہم اجمعین، سعادت نسبت بیعت وارتباطِ صحبت واجازت وغیرہ حاصل ہے، اس ہیچمیرز خاکپائے بندگانِ[۴۳] خدا محمد عبدالرحیم ضیا عفا اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ کو حضرت والا مرتبت عمدۃ المتکلمین، زبدۃ المحققین، قدوۃ الواصلین، اسوۃ الکاملین، فرزند خاتم المرسلین، جناب ہدایت مآب مولانا مولوی سید شہاب الدین صاحب قادری عرف حسن پادشاہ مدظلہ العالی سے، اون کو حضرت پیرومرشد سید السادات والا درجات عبداللطیف المعروف بہ سید شاہ محی الدین قادری نقوی ویلوری مدنی سے، اون کو سید السادات سید شاہ ابوالحسن قادری سے، اون کو سید السادات سید شاہ مرتضیٰ قادری سے، اون کو سید السادات سید شاہ ابوالحسن قادری قُربی سے، اون کو شیخ المشائخ شیخ محمد فخرالدین المہکری سے، اون کو شیخ المشائخ شیخ عبدالحق محمد مخدوم ساوی سے، اون کو شیخ المشائخ شیخ ناصرالدین سے، اون کو شیخ المشائخ شیخ دریا محمد سے، اون کو شیخ المشائخ شیخ راجے محمد سے، اون کو شیخ المشائخ شیخ ...... سے، اون کو سید السادات سید احمد سے، اون کو سید السادات سید ابونصر محی الدین سے، اون کو سید السادات سید ابوصالح نصر سے، اون کو سید السادات سید عبدالرزاق سے، اون کو سید السادات قطب ربانی محبوب سبحانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی سے، اون کو شیخ المشائخ شیخ ابوسعید مبارک مخرمی سے، اون کو شیخ المشائخ شیخ ابوالحسن علی الھکاری سے، اون کو شیخ المشائخ شیخ ابوالفرح یوسف طرطوسی سے، اون کو شیخ المشائخ شیخ ابوالفضل عبدالواحد یمنی سے، اون کو شیخ المشائخ شیخ عبدالعزیز سہیل یمنی سے، اون کو شیخ المشائخ شیخ شبلی سے، اون کو شیخ المشائخ شیخ جنید بغدادی سے، اون کو شیخ المشائخ شیخ سری سقطی سے، اون کو شیخ المشائخ شیخ معروف کرخی سے، اون کو امام الہمام امام علی موسیٰ رضا سے، اون کو امام الہمام امام موسیٰ کاظم سے، اون کو امام الہمام امام جعفر صادق سے، اون کو امام الہمام امام محمد باقر سے، اون کو امام الہمام امام زین العابدین سے، اون کو امام الہمام امام حسین سے، اون کو جناب امیر المؤمنین

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین سے، اون کو خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے، اور حاصل ہے اجازت انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ کی جناب فضیلت مآب مولانا حاجی مولوی حسن رضا صاحب[۴۴] سلمہ اللہ تعالیٰ سے، اون کو جناب مُعلّی القاب خدا آ گاہ مولانا مولوی مخصوص اللہ ابن مولانا شاہ رفیع الدین ابن مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے، اور جناب مولانا مولوی مخصوص اللہ صاحب شاگرد و مرید خاص ہیں، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے، قدس اللہ اسرارہم اور بفضلہٖ تعالیٰ حاصل ہے طریقۂ علیّہ عزیزیہ با جمیع طُرق وضوابط مندرجۂ انتباہ اور قول الجمیل اس احقر البریہ کو حسب اجازتِ باطن حضرت پیر و مرشد شیخ شریعت پیر طریقت مقبول بارگاہِ اَحد جناب مولانا سراج احمد صاحب[۴۵] سلمہ اللہ الصمد سے، اون کو حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے، قدس اللہ سرہٗ وافاض الینا برکاتہ وفتوحہ

نظم

کعبۂ کعبہ پرستان قبلۂ اہلِ یقین	اُسوۂ اربابِ عرفان قدوۂ اصحابِ دین
ہادیِ خلقِ خدا مُسند الیہِ روزگار	فیض بخشِ جن و انسان رہنمائے راستین
زیبِ اورنگِ طریقت زینتِ دیہیمِ شرع	مسند آرائے حقیقت پادشاہِ اَورعین
مخزنِ اسرارِ عالم مظہرِ فیضِ اَتم	مہبطِ سُکّانِ گردون مرجعِ اہلِ زمین
پیشوائے واصلان مُشکل کُشائے کاملان	رونقِ دینِ محمد شانِ رب العالمین
نورِ قلبِ باصفا تسکینِ جانِ مضطرب	زورِ مغزِ پختہ کاری کحلِ چشمِ دُور بین
شاہِ اقلیمِ توکل محوِ تسلیم و رضا	تارکِ لذّاتِ دُنیا نعمتِ عُقبیٰ گزین
دفترِ رازِ پیمبر نسخۂ سرِّ آلہ	ماتنِ علمِ معارف شارحِ متنِ متین
گوہرِ بحرِ حقائق جوہرِ تیغِ سلوک	خازنِ کنزِ دقائق فاتحِ حصنِ حصین
ناظمِ دیوانِ کثرت ساکنِ وحدت سرا	طائرِ فردوس اعلیٰ سائرِ عرش برین
اعنی حضرت مولوی عبدالعزیز دہلوی	پیر پیرانِ ضیا مستوجبِ رحمت قرین

تاریخات ختم کتاب از افکار گہر بار صاحب طبع مستقیم ...... جناب محمد عبدالکریم صاحب المتخلص بہ والا[۴۶] ناظم دریافت مقدمات ریلوے سرکار آصفی

مولوی عبد الرحیم آنکه ضیا مشهور گشت — عارفِ یکتائی دوران کاشفِ سر وجود

چون مقالاتِ طریقت زدر قم از صدقِ دل — رازِ مخفی حقیقت برهمه عالم کشود

مرحبا صد مرحبا ترتیب شد نادر کتاب — در صفاتِ مقبلانِ حضرتِ رب الودود

گشت از والا رقم تاریخ صوری معنوی — برهزار و دو صد و تسعین وواحد هم نمود

۱۲۹۱

ایضاً

اوستادِ نامور اعنی ضیا نے ان دنوں
یہ کتاب لاجواب اچھی لکھی باصد تمیز
طبع والا نے کہی تاریخ اوس کی اس طرح
"ہے بجا یہ مخزن مدح شہِ عبد العزیز"
۹۱ ۱۲

☆☆☆☆☆

ضمیمہ

در بیان حالات حضرت مولانا محمد زمان شہید علیہ رحمۃ اللہ المجید

قطعہ

اوراقِ این جریدۂ احوال دوست را خواہم ضیا کہ رشک وہ گلستان کنم

یعنی برنگ بلبلِ شیدا بصد خروش تحریر حالِ خانِ محمد زمان کنم

اگرچہ یہ سانحہ بعد تمام ہونے اس کتاب کے واقع ہوا مگر چونکہ جناب فضیلت مآب فاضل لاثانی، عالم ربانی، حامی شریعت، جامع طریقت وحقیقت، خادم فقرا و طالبین، خیر خواہ سرکار سیّد العلمین، غنیمت اسلام، مرجع خواص وعوام، امیر اقتدار، فقیر کردار، اسوۃ العلماء، عمدۃ العرفا، المکنّٰی بابی رجا، مولانا بالفضل اولانا، اُستادی مولائی المعروف بہ محمد زمان علیہ الرحمۃ والغفران تلمیذ رشید اور خلیفہ☆ ارشد، خاندان علیہ عزیزیہ کے ہیں اور فیض ظاہر و باطن اسی دودمان والاشان سے رکھتے ہیں اس واسطے اس ہیچمیرز نے آپ کے احوال کو ضمیمہ کتاب کا قرار دیا۔

ولادت باسعادت آپ کی شہر شاہجہان پور میں پہر دن چڑھے بروز چہار شنبہ سوم ماہ ذیقعدہ ۱۲۴۲ بارہ سو بیالیس ہجری میں ہے[1] حلیہ میانہ قامت، گندم رنگ، بلند پیشانی، کشادہ ابرو، چیچک، رُوخندان دہن، وسیع اللحیہ، نحیف الجثہ، صورت عالمانہ، سیرت درویشانہ، شفیق انام، متخلق باخلاق نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔

ایام خردسالی میں تمام کتب مشہورہ اور غیر مشہورہ فارسی اور کچھ صرف ونحو عربی وطن میں پڑھ کر بعمر بست سالہ ۱۲۶۲ ہجری میں بشوق حصول علم وطن مالوفہ سے کانپور کو جناب مُعلّٰی القاب افضل الفضلا، اکمال الکملا، خدا آگاہ معرفت پناہ مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب صدیقی بدایونی کانپوری[2] علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں حاصر ہوئے، جناب موصوف شاگرد اور مستفیض خاص ہیں حضرت بلند رتبت

☆ یعنی صاحب خلافت عامہ حسب ضابطۂ محدثین کہ طریقۂ اخذ بیعت وتلقین اشغال اوس کا ایک شعبہ ہے۔

پیرومرشد مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی اور مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی قدس اللہ سرہما کے، چونکہ ذکاوت و ذہانت خلقی دولت تھی، تین سال وہاں رہ کر علوم نقلی و عقلی آداب و اخلاق حاصل کر کے فرخ آباد اور بریلی و رام پور و گوالیار و بھوپال وغیرہ ہوتے ہوئے ماہ صفر ۱۲۶۵ ہجری میں وارد بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن صانہا اللہ عن الشر والفتن ہو کر توطن اختیار کیا، بہ ایامِ ورود جناب میر اشرف علی شاہ صاحب نقشبندی مجددی[۲ب] کے مکان میں فروکش ہو کر تکمیل علوم مذکورہ میں بخدمت لوذعی یلعمی مولوی محمد کرامت علی صاحب دہلوی[۳] اور مولوی میر احمد صاحب ولایتی[۴] رحمۃ اللہ علیہما اور تدریس طلبہ میں مشغول رہے، چند سال وہاں عسرت و بیکاری میں گذرے مگر خدمت افتا اختیار نہ کی، اوسی زمانے میں بہ سعی بلیغ غلام محی الدین صاحب جمعدار اور احمد یار خان محی الدولہ[۵] مرحوم اور مولوی حکیم سید ابراہیم[۶] صاحب مغفور نواب ناصر الدولہ غفران منزل[۷] والیٔ دکن سے ملاقات کر کے بمواجب شصت روپیہ ملازم ہوئے، نواب والا نے بہزار دریافت و تحقیقاتِ علم و فضیلت اور ارادت و نیت واسطے تعلیم صاحبزادۂ والا شان نواب افضل الدولہ مغفرت مکان[۸] کے مقرر فرمایا، اون کی تعلیم میں مصروف رہے اور طلبۂ شہر کی بھی تدریس بکثرت رہی، بعد ازاں ۱۲۷۳ ہجری میں وزیر عالی تدبیر نواب مختار الملک بہادر[۹] نے بمشاہرۂ یکصد وسی روپیہ خدمتِ مدرسی اول مدرسۂ دار العلوم آپ کے نامزدگی درانولا آپ شرف الدین خان[۱۰] مرحوم کے مکان میں اقامت افگن تھے، باوقات مقررہ مدرسہ میں تدریس فرما کر اور اوقات میں مکان پر درس دیا کرتے تھے، تمام علوم یعنی فقہ، حدیث اور تفسیر و اصول و منطق و معانی وغیرہ پڑھایا کرتے تھے اور حقائق و معارف میں مولانا روم قدس سرہٗ کی مثنوی بھی ہوتی تھی، چند مدت خان مرحوم کی مسجد میں اپنے بزرگان نامدار کی طرز پر بروز جمعہ قرآن شریف کا وعظ بھی باسرار و نکات فرماتے تھے، باوجود اس علم و کمال کے فروتنی اور خاکساری بھی بکمال تھی کہ کبھی برسرِ منبر واعظ نہ کی، مصرع ؎

تھد شاخ پُر میوہ سر بر زمین

اکثر علما، فقرا اور اُمرا، غربا آپ کے شاگرد ہیں، جب آپ نے ۱۲۷۷ ہجری میں ترکِ خدمت مدرسی فرمائی تو نواب افضل الدولہ مغفور نے کہ اوس عصر میں صدر آرائے سلطنت تھے، دو سو ساٹھ روپے وجہ معاش مقرر کیے، آپ جب سے خانہ نشین ہو کر خدمتِ طلبہ و غربا میں سرگرم رہے، من بعد شب دہم ماہ شعبان ۱۲۸۲ بارہ سو بیاسی ہجری کو بارادۂ حج بیت اللہ روانہ ہو کر بعد حصول شرف زیارتِ نبوی علیہ

الصلوٰۃ والسلام اور فراغ حج اسلام عازم زیارات متبرکۂ عراق وشام یعنی سویس ومصر واسکندریہ و بیت المقدس وخلیل الرحمٰن ودمشق وحلب وسویرہ وموصل وسرمن رائے و بغداد شریف وکربلائے مُعلّٰی ونجف اشرف بصرہ ہوئے، ان تمام مقام میں معائنۂ صنائع قدرت ذوالجلال والاکرام اور عتبۂ بوسی انبیا علیہم السلام واصحاب کرام، واہلبیت عظام، وائمہ واولیائے ذوی الاحترام کر کے غرۂ شعبان ۱۲۸۳ ہجری میں پھر داخل بلدہ حیدرآباد ہوئے۔

مفصل حالات اس سیر وسفر کے خود بدولت کتاب عالم نما[۱۱] میں لکھے ہیں، یہاں بیان اوس کا مقصود سے زائد ہے، اوس ملک میں بھی آپ کی ذاتِ جامع الکمالات کو مغتنمات سے جان کر طلبہ نے کچھ ہندسہ اور منطق پڑھ لیا، پھر یہاں محلّہ شکر گنج میں تعمیر مدرسہ ومسجد شروع کر کے سلسلۂ درس وتدریس وخدمت فقرا وطلبہ کا جاری کیا، معاش کے ان دنوں تین حصے فرماتے تھے، ایک حصہ اخراجات مایحتاج ذات ومتعلقات کا، دوسرا حصہ مصارف متعلمین کا، تیسرا حصہ تقسیم ذوی القربیٰ والیتٰمی والمساکین کا۔

آپ بے تعصب حنفی مذہب اور قادری مشرب افراط سے دور، تفریط سے نفور تھے، ہر امر میں لحاظ پیروی احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام نہایت رکھا کرتے تھے اور محفلِ میلادِ سرورِ انام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بصد سرور و احتشام کیا کرتے تھے، دعوت وغیرہ میں اکثر غربا اور مستحقوں کے ہاتھ دُھلاتے، اُمرا اور اغنیا کو یاد نہ فرماتے، مزاج وہاج میں دین کی حرارت اور اپنے بزرگواروں کی نہایت حمایت تھی، جو ناواقف کہ اون پر اعتراضات کیے ہیں، اون کے اکثر جوابات دیے ہیں اور جو نالائق مُضّلِ خلائق

بدنام کنندۂ نکو نامی چند

کہ اپنے کو اون بزرگوں کی طرف منسوب کر کے فتنہ برپائے عالم ہوئے ہیں، اون کی بھی آپ ہدایت میں رہے ہیں، چھ مصنفات آپ کے صفحۂ روزگار پر یادگار رہیں خیر المواعظ،[۱۲] سفینۃ البلاغۃ، خلاصۂ ماتم الملوی وسر الشہادتین، عربی میں، بستان الجن اور عالم نما فارسی میں، ہدیۂ مہدویہ[۱۳] ہندی میں، منجملہ ان کے بستان الجن اور ہدیۂ مہدویہ مطبوع ہیں، تصنیفات کم ہونے کے دو سبب ہیں، ایک تو تدریس بہت رہی، دوسرا اکثر فرماتے تھے کہ کون سا فن باقی ہے جس میں کسی کی کوئی کتاب نہ ہو؟ حتیٰ کہ ہندی میں بھی بزرگواروں کے کتب موجود ہیں، مجھ حقیر کی کیا ضرورت ہے؟ یہ کتابیں جو تحریر ہوئیں ہیں، بہزار اصرار واستبداد لکھیں ہیں، آپ کی معلومات وتحقیقات مصنفات سے ظاہر ہے بڑے بڑے

اہل کمال آپ کی فضیلت کے قائل تھے، چنانچہ مولوی محمد مؤید الدین خان [۱۴] صاحب مرحوم راقم سے ایک روز کہنے لگے کہ حال کے تحصیل والوں میں ان کے جیسے ہند میں بھی کم ہوں گے اور جب ہدیۂ مہدویہ ہدیتاً حضرت رفیع المنزلت مولانا و مرشدنا سید شاہ محی الدین صاحب ویلوری مدنی [۱۵] قدس سرہ کی خدمت میں پہونچی تو آپ کے القاب میں غنیمت الاسلام تحریر فرمایا، حضرت پیرومرشد کا لکھنا واقعی تھا، اس شہر میں آپ کے مستفیض صاحب استعداد اور صاحبِ تصانیف بہت ہیں، سلسلہ تدریس و تعلیم کا بھی جاری ہے، مگر بعض سے بسبب انجام خدمات مفوضہ سرکاری کے فی الحال جاری نہیں۔

صرف اوقات اس طرح پر کہ صبح سے اشراق تک اوراد ماثورہ اور تلاوت قرآن شریف باترجمہ [۱۶] مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی قدس سرہٗ نہایت غور و تامل سے کہ ایک رکوع گھڑی ڈیڑھ گھڑی کے وقفہ میں ہوتا تھا، بعدازاں تدریس احادیث وغیرہ من بعد بفراغ حوائج ضروری اور قیلولۂ مسنونہ اور ادائے صلوۃِ ظہر تصنیف و تالیف و ملاقات خلائق میں مصروف رہتے، عصر سے عشاء تک مسجد میں بہ تلاوت قرآن مجید مشغوف، اگر کوئی ارباب حاجت سے آوے تو اوس کے جانب ملتفت ہوتے، ورنہ مذاق کلامِ الٰہی میں محو رہتے، اربابِ حاجت سے بکشادہ پیشانی پیش آتے، بجان و دل سعی فرماتے، گویا اس حدیث کے مصداق تھے: ''مَنْ فَرَّجَ عَنْ اَخِیْهِ کُرْبَةً مِنْ کُرَبِ الدُّنْیَا فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ کُرْبَةً مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ،، منجملہ وسائط درستی نسبت باطنی تلاوت قرآنی کو اختیار کیا تھا کہ یہ خاص سلوک طریقہ علیہ عزیزیہ کا ہے، بیانِ اوس کا معائنہ مقالۂ پنجم سے واضح ہوا ہوگا اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے، ترمذی میں مذکور ہے: ''وَمَا تَقَرَّبَ الْعِبَادُ اِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِمِثْلِ مَا خَرَجَ مِنْهُ قَالَ اَبُو النَّضْرِ یَعْنِی الْقُرْاٰنَ،، اور تکمیل الایمان [۱۷] میں مرقوم ہے۔

از امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ منقول است کہ رب العزت را در جواب دیدم وپرسیدم کہ یا رب افضل عبادت واقرب طرق بجنابِ تو چیست فرمود تلاوت قرآن، انتہی۔

سوا اس کے اپنے خاندان کے بعض اُمور کی اجازت مکہ معظّمہ میں جناب مولانا یعقوب صاحب علیہ الرحمۃ سے بھی حاصل کی تھی اَوراد و اعمال میں اکثر قولِ جمیل [۱۸] کی پابندی تھی اور حلِ دقائق محققین میں پیر و قطب المحققین غوث المدققین حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کے تھے، مگر تربیت و

تعلیم میں مائل طرف ضابطۂ متکلمین کے۔

بیعت وغیرہ میں طریقۂ قدما کے پابند یعنی اثر صحبت کو غلبہ دیتے تھے، ایک وقت بین المغرب والعشا راقم سے فرمایا کہ اصل بیعت وہی ہے جو صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کے وقت میں تھے، یعنی کسی باخدا کی صحبت میں اخلاق و آداب سیکھنا اور اوس پر عمل کرنا دوسرے کو سکھانا، حضرت حسن بصری نے جناب سیّد الاولیاء علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صحبت سے یہ بات سیکھی اور سکھلائی، باقی دوسرے عادات و رسوم بعد جاری ہوئے ہیں۔

یہ ارشاد مطابق ہے حضرت اُسورۃ العرفاء والفقراء مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کی تحقیق کے چنانچہ فرماتے ہیں:

> پس صوفیہ ارتباطِ ایشان درزمنِ اول بصحبت وتَعلُّم وتادب بآداب تهذُّبِ نفس بوده است نه بخرقه وبیعت۔

مفصل یہ بیان مقالۂ پنجم میں گزر چکا اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو حضرت پیر دستگیر روشن ضمیر قطبِ ربّانی غوثِ صمدانی سیّدنا سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی ذات کی طرف نسبتِ غلامی ہے، جو اپنے کو اوس ذاتِ مقدس کی طرف منسوب کرتا ہے وہ مقبول ہوتا ہے، اس دعوے کی دلیل حضرت پیر دستگیر کا ارشاد اخبار الاخیار[۱۹] میں مسطور ہے:

> نقل است از مشائخ که ازآں حضرت پرسید نداگر شخصے خود را بتو باز بست ونامزد کرد منتسب شد بتولکن بیعت نکرد بتو واز دستِ تو خرقه نپو شید وی در اصحابِ تو معدود باشد و در فضائل ایشان شریك بود یانه فرمود هر که انتساب کرد بمن وخود را باز بست بنام من قبول کند او را حق سبحانه وتعالیٰ ورحمت کند بروی وتوبه بخشد او را اگرچه برطریق مکروه باشد ووی از جمله اصحاب و مریدانِ من است۔

غرض آپ جامع کمالات ظاہر و باطن تھے ظاہر کے کمالات تو باہر ہیں ہر کوئی جانتا ہے باطن کے حالات وہی پہچانتا ہے جو اوس راہ سے ماہر ہو، دوسرے کو معلوم کرنا بہت مشکل ہے، بلکہ بعض ولی بھی

اپنی نسبت کونہیں جانتے کیونکہ اولیاء اللہ چند قسم کے ہوتے ہیں۔

ایک وہ یہ ہے کہ خود وہ شخص جو نسبت کہ اپنے کو حاصل ہے خدا کے فضل سے اوس کو پہچانتا ہے اور اپنے کو اللہ کا ولی جانتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اور خلقت کے نزدیک بھی وہ ولی ہے۔

دوسرا وہ ہے کہ خدا کے پاس اور مخلوق کے یہاں وہ ولی ہے مگر خود نہیں جانتا۔

تیسرا وہ ہے کہ خدا کے یہاں اور اپنے پاس ولی ہے لاکن مخلوق کے نزدیک نہیں۔

اخذِ بیعت وغیرہ میں آپ جُرأت نہ فرماتے تھے ایک بار حاجی محمد صالح صاحب نے عرض کی کہ خدائے تعالیٰ نے تو حضرت کو جمیع نعمائے ظاہر و باطن سے سرفراز کیا ہے، پھر کیا سبب ہے کہ ان دنوں وعظ نہیں فرماتے اور بیعت بھی نہیں لیتے، ارشاد ہوا کہ یہ دونوں امر فرض کفایہ ہیں اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے شہر میں دونوں طریقے جاری ہیں، میری کچھ ضرورت نہیں، پھر آپ نے ۱۲۸۴ ہجری میں خالصاً لوجہ اللہ نہایت ہمت و شجاعت سے بمصداق حدیث: ''مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ،، کے کتاب ہدیہ مہدویہ ردّ مذہبِ باطلہ مہدویہ میں تحریر فرما کر بفراغ جہاد لسانی خدا کی راہ میں غازی ہوئے اور وہ کتاب خدا کے فضل سے مشہور ہوئی، تحریر کا سبب مفصلاً اوس میں درج ہے اور جب ۱۲۸۸ بارہ سو اٹھیاسی ہجری میں رسم تسمیہ حضور پر نور نظام الملک آصف جاہ نواب میر محبوب علی خان بہادر[۲۰] والی دکن اطال اللہ عمرہ وخلّد ملکہٗ ودولتہٗ بصد دھوم دھام ادا ہوئی تو بخواہش نواب عزت مآب مختار الملک بہادر[۲۱] اور بلحاظِ اُوستادِ نواب مغفرت مکان، آپ واسطے تدریس حضور پُر نور کے بتقرر ایک ہزار اخراجات ماہانہ مقرر ہو کر مرجع صغار و کبار اور محسودِ اکثر اہلِ دیار ہوئے، مؤلف ؎

دین بھی ہو تو ایسا ہو اور دنیا ہو تو ہو ایسی
فضلِ خدا کہتے ہیں اس کو دین دیا اور دُنیا بھی

جب معاش کی زیادتی ہوتی چلی تو آپ بفحوائے ''اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ،، خیرات وحسنات زیادہ کرتے چلے، ایک مکان بڑا عالیشان، مدرسۂ محبوبیہ کے واسطے تعمیر کیا، نواب مدار المہام حضور نے بھی چھ روپے روز بنام اخراجات طلبہ جداگانہ مقرر کیے، اس تمام معاش سے تخمیناً ثمن آپ کی ذات کے اخراجات تھے، ماقبی للہ صرف ہوتے تھے، ایک سو طلبہ دو وقت مدرسۂ محبوبیہ میں روٹی کھاتے ہیں،[۲۲] پیشتر چند روز ماہ رمضان سنہ شہادت کے آپ نے خواب دیکھا کہ ایک مکان ہے اور اوسی مکان کے

متعلق ایک اور مکان ہے اوس میں سے ایک شخص نکل کر کہنے لگا کہ اس مکان میں حضرت فاطمہ زہرا اور اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تشریف فرما ہیں مگر اون کے پاس کپڑے نہیں ہیں، آپ نے فوراً سنتے ہی چند تھان آغابانی وغیرہ کے منگوا کر گذرانے، وہی شخص اندر سے ایک پارچہ سرخ ہاتھوں پر رکھے ہوئے لے آیا اور کہنے لگا کہ حضرت بی بی رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ تمہاری نذر تو قبول ہوئی مگر ہم لوگ وہ کپڑے نہیں پہنتے، یہ کپڑا پہنتے ہیں اوس شخص کی گفتگو سے ایسا معلوم ہوا کہ وہ پارچہ سرخ حضرت بی بی نے مرحمت فرمایا ہے، آپ اوس کو لے کر سر پر رکھا اور آنکھوں کو لگایا، چہرے اور سینے پر ملا، اس امید ہے کہ خدائے تعالیٰ اوس کی برکت سے آتش دوزخ سے بچائے، اتنے میں آنکھ کھل گئی، صبح کو یہ خواب والدہ ماجدہ اور برادر عزیز کے روبرو بیان کیا، ☆ دونوں صاحبوں نے آپ کی شہادت کا گمان کیا مگر خود بدولت کو یقین ہوا' عادت ایسی تھی کہ بعد نمازِ عشا مع چند احباب دیوانخانے میں خاصہ تناول فرمایا کرتے تھے، بعد اوس کے مدرسہ کے لنگر سے حصہ منگوا کر اندر مکان میں کھانا شروع کیا، یہاں تک کہ بیماری ☆☆ میں بھی وہی غذا تھی، حتی الامکان دنیا و مافیہا سے کنارہ کشی اختیار کی۔

حاصل کلام شبِ ہفتم ماہ ذی الحج ۱۲۹۲ بارہ سو نو دو دو ہجری کو حسب عادتِ شریف بعد ادائے نماز مغرب شروع ''قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ،، کی تلاوت میں محو تھے، قوم مہدویہ کو کہ بسبب بیخ کنی اور برہمزنی مذہب کے نہایت عداوت تھی، اون کا ایک پیرزادہ شقی ازلی بدکار ناہنجار نے قابو پا کر عین مسجد و تلاوت و نماز میں کیونکہ ترمذی شریف میں حدیث آئی ہے: ''مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ فَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ،، پسِ پُشت سے آ کر ایک کٹار مارا ضرب ایسی شدت سے تھی کہ کٹار سینۂ بے کینہ سے نکل آیا، آپ نے مُڑ کر اوس کی صورت دیکھی اور اللہ اکبر کہہ کے سر قرآن مجید پر رکھا، پھر اوس قاتلِ خونخوار نے ایک کٹار شہ رگ پر مارا، اتنے میں شور وغل ہوا، اوس کو زندہ گرفتار کر لیا، مگر آپ اوسی طرح رو بصد راحت و تسکین راہی، خُلد بریں ہوئے ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ،،۔

سبحان اللہ! کیا غور کا محل ہے کہ اگر کسی کو کانٹا چبھتا ہے تو بے اختیار ہو جاتا ہے مگر آپ کی حال پر کیا خدائے تعالیٰ کا فضل تھا کہ باوجود ایسی ضرب جان ستان کے جس ہیئت پر کہ بیٹھے ہوئے تھے وہی

☆ اس کے سوا اور طرح کی کیفیت جو خواب کی مشہور ہے وہ سب غلط ہے۔

☆☆ قبل از شہادت مدت تک بخار سے بیمار رہے۔

نشست رہی، فقط سر قرآن شریف پر رکھا رہا اور روح پرواز ہوئی، کوئی طرح تڑپ اور بیقراری نہ ہوئی، گویا یہ حدیثیں آپ کے مصداق حال ہوئیں جو ترمذی شریف میں آئی ہے: ''مَا یَجِدُ الشَّھِیْدُ مِنْ مَّسِ الْقَتْلِ اِلَّا کَمَا یَجِدُ اَحَدُکُمْ مِنْ مَّسِّ الْقُرْصَةِ،، اور ابوداؤد میں مذکور ہے کہ ''اَلشَّھِیْدُ فِی الْجَنَّةِ،، تمام شہر میں شوروغوغا اور ایک ہنگامہ برپا رہا، صبح کو کہ چہار شنبہ کا روز تھا سوا پہر دن چڑھے مکہ مسجد میں بامامت حاجی سید نورالدین شاہ صاحب قمیصی قادری جو مشاہیر مشائخ سے اس شہر کے ہیں، نمازِ جنازہ پڑھ کے میت کو مدرسہ میں لے آئے، ہزارہا آدمی امیر فقیر صغیر کبیر نماز میں حاضر تھے، ازدحام ایسا تھا کہ راستہ بدشواری ملتا تھا، راقم بھی نماز میں شریک اور ہمراہِ جنازہ سعادت اندوز تھا، ظہر تک جنازہ دھرا رہا، مکبرات و مرات نماز پڑھی گئی، آخر کو صحن میں اوسی مدرسہ کے غلام یٰسین خان کے مکان کے رُوبرو جو لباس کہ جسم میں تھا اُوسی سے حافظ عبدالصمد خان اور عبدالرحیم شاہ داماد نورالدین شاہ صاحب موصوف اور مولوی میر عبدالعلی دہلوی نے قبر میں اوتر کے دفن کیا، حسب ضابطۂ فقہی غسل وکفن کی ضرورت نہ ہوئی، عمامہ دوشالہ شایہ انگرکھہ پائجامہ جو جوتھا، وہ سب رہا۔

عمر آپ کی پچاس سال یکماہ تین یوم کی تھی [۲۳] جناب مولوی محمد مسیح الزمان خان صاحب [۲۴] آپ کے خُرد برادر والا قدر جانشین ہیں، خدائے تعالیٰ سلامت رکھے، نظم۔

مخدوم زمان خادمِ سُلطانِ رسالت
دکھلایا عجب تو نے نیا رنگِ شہادت
واللہ بھلا دوسرے سے کاہے کو ہو گی
جس طور کہ تیرے سے ہوئی دین کی حمایت
نازاں تھے تری ذات سے اے حامیِ اسلام
علم و عمل و حلم و حیا اور سخاوت
کس خوبی سے دی جان ہے اللہ کے گھر میں
دل محوِ رضا لب پہ تھی قرآن کی تلاوت
آغشتہ بخون چہرہ حضوری میں نبی کے
لے جا کے عجب پائی وہاں تو نے وجاہت

اپنے ہی مکان میں تجھے خالق نے بُلا کر
مخلوق پہ ظاہر کیا یک یہ بھی مکانت
ہفتم شبِ ذی الحج کو اول ہی عشا کے
لائے ملک الموت نے جنت کی بشارت
دن شنبہَ چارم کا تھا اور ظہر کا تھا وقت
صد حیف ہوا زیر زمین گنجِ کرامت
یاد آ گئی اس صدمہَ جان کاہ سے تیرے
عثمانِ غنی اور شہِ مردان کی شہادت
اللہ تری قبر کو انوار سے بھر دے
اور اوس پہ زیادہ ہو بہت عشرت و راحت
اللہ تصدق سے ترے ہم کو بھی دیوے
علم و عمل و جرأتِ دین اور شہادت
خُدّام میں تیرے ہی ضیا احقر و کمتر
کیجیے بہ خدا حشر کے دن اوس کی شفاعت

آپ کی ذات بابرکات اس شہر میں تو کیا بلکہ اس نواح میں فرض کفایہ تھی کیونکہ اگر آپ مہدویوں کا جواب نہ دیتے تو سب علما اور فقرا گناہ گار ہو جاتے باوجود اس امر کے سب اپنی اپنی وضعداری میں گرفتار رہے، سچ کہا ہے کسی تجربہ کار نے، رباعی:

در درگہِ حق گفت و شنیدی دگر است
شبلی و جُنید و بایزیدی دگر است
کاری نہ کشاید زنمازِ من و تو
درگاہ قبول را کلیدی دگر است

زندگی میں بھی آپ خلقت کے عزیز و محبوب تھے مگر بعد شہادت کے ایسی قبولیت خاطر من جانب اللہ ہوئی کہ لاکھوں دل آپ کی طرف کھچنے لگے، موافق اس حدیث شریف کے جو مشکوٰۃ میں آئی ہے:

''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِیْلُ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ قَالَ فَیُحِبُّہٗ جِبْرَئِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَآءِ فَیَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْہُ اَھْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ''۔

فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحقیق اللہ جب دوست رکھتا ہے کسی بندے کو یعنی ارادہ کرتا ہے اپنی اظہار محبت کا واسطے کسی بندے کے اپنے بندوں میں سے تو پکارتا ہے جبرئیلؑ کو اور فرماتا ہے کہ تحقیق میں دوست رکھتا ہوں فلانے کو پس دوست رکھ تو اوس کو، فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پس دوست رکھتا ہے اوس کو جبرئیلؑ پھر پکارتا ہے، جبرئیل آسمان میں بموجب حکم الٰہی کے پس کہتا ہے تحقیق اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے فلانے کو پس دوست رکھو تم اوس کو پس دوست رکھتے ہیں، اوس کو اہل آسمان پھر رکھے جاتی ہے، اوس کے لیے قبولیت یعنی محبت زمین میں کہ زمین والے یعنی جن وانس اوس سے محبت رکھتے ہیں۔

تاریخات شہادت بھی نزدیک و دور والوں نے بہت لکھی ہیں یہ بھی ایک آپ کی بزرگی کی حُجت ہے کیونکہ کثرتِ اسما دلیل ہے، شرفِ مُسمّٰی پر چوہتر مادے راقم کی نظر سے گزرے، منجملہ اوس کے چند تاریخیں زیب قلم ہوتی ہیں:

از مولوی سید محمد عبداللہ صاحب مدراسی [۲۵] للہ درّ المورخ

طِبْتَ حَیًّا طِبْتَ مَیْتًا ☆

۱۲۹۲

از صاحب طبع اعلیٰ محمد عبدالکریم صاحب والا [۲۶] فرزندار جمند مولوی محمد مہدی صاحب مرحوم

شد شہید از مہدوی خانِ زمان	کرد حاصل قربتِ ربِّ مجید
گشت از والا رقم سالِ وفات	"عالمِ یکتا و کامل شد شہید" ۱۲۹۲

ایضاً

چو از مہدوی کُشتہ شد فاضلے	برا و بباد رحمِ خدا جاودان
رقم کرد والا سن رحلتش	بشد قتل بردین محمد زمان ۱۲۹۲

☆ یہ اقتباس ہے حدیث شریف سے جو بزاز نے اپنی مسند میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے میت پر حاضر ہو کر چادر مبارک اُٹھا کر کہا: بابی ان تطبتَ حیًّا وطبت میتًا یعنی تصدق ہوئے باپ میرا آپ نے اچھی زندگی کی اور خوب انتقال فرمایا۔

از مکرمی سید مظفر حسین[۲۷] صاحب عہدہ دار ارباب انشاء محکمہ صدر المہام مالگزاری سرکار آصفی

چون محمد نرمان وحید العصر | داد جان در رضائے ربِّ فلق
گفت تاریخ رحلتش ہاتف | شد شہید اعلم ہدایتِ حق ۱۲۹۲

از نتائج طبع حاجی محمد قاسم صاحب کرتان[۲۸]

در تلاوت چون بہ مسجد شد شہید | آن محمد حامیِ شرعِ نبیؐ
ہر دو وصفش دید ہاتف گفت سال | مطرحِ انوارِ عُثمان و علی ۱۲۹۲

از یادگار مردہ دوست محمد صاحب

چون محمد زمان شہید شدہ | گشت بہتر مماتِ او زحیات
ہاتفِ غیب این چنین فرمود | "داخلِ خُلدِ پاک" سالِ وفات ۱۲۹۲

از طبع وہاج حکیم محمد مظفر الدین صاحب المتخلص بہ مزاج[۲۹]

چونکہ محمد زمان فاضلِ تقوی نشان | گشت بہ مسجد شہید وقت تلاوت صدآہ
مشہد و قرآن مزاج دید سنش زد رقم | بہرِ شہادت بود مسجد و مصحف گواہ ۱۲۹۲

از افکار گہربار محمد قمر الدین صاحب نادر تخلص[۳۰]

ہنیہات یافتہ چو محمد زمان وفات | این چشمِ خون فشانِ من از غم سفید شد
خورشید خاورے شدہ تاریخ در نظر | عالم بچشمِ اہلِ جہان ناپدید شد
آن مغفرت مآب بہ فردوس جا گزید | نزدیک ترز خالق وازما بعید شد
این واقعہ بہ ہفتم ذی الحج وقوع یافت | گوئی مُحرّ میست کہ ماقبل عید شد
ہاتف بہ صد ہزار الم داد این ندا | صد حیف رہنمائے مناسك شہید شد ۱۲۹۲

از کلام سخن پرور سید محمد عبداللہ حسین صاحب المتخلص بہ افسر[۳۱] پسر میر فیاض الدین مرحوم نبیسۂ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب قندہاری قدس سرہٗ

مولوي باعمل هادي راهِ خدا — خانِ محمد زمان حامي شرعِ مجيد
تازه كتابِ هُدا زيبِ رقم كرده بود — تاهمه گردند ازاں مهدويان مُستفيد
ليك يكے زان گروه ازرهِ بُغض و حسد — درپي خون ريختن شام به مسجد رسيد
خائف و پنهاں شده حربۂ خونخوار زد — يكسر و دور از همه وقت تلاوت چو ديد

افسرِ افسرده دل سالِ شهادت نوشت
"آه محمد زمان دررهِ دين شد شهيد"
۱۲۹۲

ایضاً

بهرِ خدا چو گشت محمد زمان شهيد — گويا كه آفتابِ هدايت نهان شده
افسر سنِ شهادتِ آن مقتدا نوشت — در راهِ دين شهيد محمد زمان شده☆
۱۲۹۲

از کمترینِ خاکِ پا عبدالرحیم ضیا عفا اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ بفضلہٖ وکرمہ

مُعينِ دينِ نبى فاضلِ يگانۂ عصر — بانجمِ عُلما ذاتِ عاليش چون ماه
به هفتمين شبِ ذيحجه كرد ور مسجد — تلاوتِ نهمين پارۂ كلام اللّٰه
يكے ز مذهبِ مهديه از شقاوتِ خويش — بيامد از عقبِ او كٹار زد ناگاه
برفت سوئے جبان درهمان زمان براو — هزار رحمتِ يزدان نثار شام ويگاه
نوشت سال ضيا كمترين خُدّامش — شهيد گشت محمد زمان آله گاه
۱۲۹۲

تاریخ آغاز طبع کتاب از صاحب طبع مجلّٰی محمد مظفر الدین صاحب مُعلّٰی[۳۲]

ز تصنيفِ ضيا صاحب مُعلّٰى — رقم شد چون كتابِ رشكِ خورشيد
سنِ آغاز مطبوعش بگفتم — ضيائے جلوۂ حق طبع گرديد
۱۲۹۲

☆ یہ بہت عمدہ تاریخ ہے جو اوصاف کہ تاریخ کو لازم ہیں سب اس مصرعہ میں موجود ہیں۔

تاریخ انجام طبع از سخنور سخن پرور رنگین کلام وصفی تخلص محمد سرفراز[۴۳] علی صاحب نام

نکتہ پرور مولوی عبد الرحیم — شاعرِ بے مثل ہیں بے اشتباہ
ہے تخلص خلق میں اون کا ضیا — ہر طرف روشن ہے شکلِ مہر و ماہ
نثر کا اُون کے فقط شُہرہ نہیں — نظم بھی دلکش وہ لکھتے ہیں کہ واہ
صاف باطن کیوں نہ میں سمجھوں اونھیں — یاد حق میں رہتے ہیں شام و پگاہ
ان دنوں تصنیف کی یہ وہ کتاب — ہوتے ہیں پڑھنے سے جس کے رد گناہ
وصفیِ یکتائے بہرِ سالِ طبع — مصرع دلچسپ وہ لکھا کہ واہ
جس سے ہے پیدا سن و وصفِ کتاب — مظہرِ حال حیبانِ آلہ
۱۲۹۲

ایضاً از عمدۃ المؤرخین وعالی قدر سید احمد حسین صاحب[۴۴] عہدہ دار مرافعہ صدر

چون مشفق و مکروم ذی عزّ و احترام — یعنی ضیا تخلص و عبد الرحیم نام
در مدحِ شاہِ عبد عزیز و محیِ دین — تالیف این رسالہ نمودہ بفیضِ عام
در مصرعی برآمدہ تاریخ دو بھم — "منظورۂ محمد" و "منظورۂ انام"
۱۲۹۲

ایضاً

در ذکر فضائلِ شیوخِ امجد — شد طبع رسالہ از ضیایِ ارشد
تاریخ چنین نوشتہ کلکِ احمد — احوالِ شریف اتقیائے اسعد
۱۲۹۲

از طبعزاد بلبلِ گلشنِ فکرِ رسا جناب حاجی سیّد محمد علی صاحب نوا[۴۵]

این نسخۂ فضائلِ پر فیض اھلِ فضل — تصنیف چون نمود ضیا صاحبِ یقین
تاریخِ او ز روی بشارت نوا بگفت — "ذکرِ جلیلِ عبد عزیز و محیِ دین"
۱۲۹۲

بمنّہ وکرمہ بصارت اربابِ شریعت، بصیرت اصحابِ حقیقت، کتاب مقالات طریقت، مع ضمیمہ احوال سعید شہیداعنے مولانا محمد زمان علیہ الرحمۃ والغفران، در مطبع متین کرتان، واقع بلدہ حیدرآباد دکن

حرسہا اللہ تعالیٰ عن الفساد والفتن بتاریخ بست وسوم ماہ صفر المظفر ۱۲۹۳ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم، مطبوع گردید۔

تمت

خاتمۃ الطبع

الحمد لحضرت الجلالہ   والنعت لخاتم الرسالہ

امابعد! مطبوع طبایع عالی طبعان اور موضوح ضمائر روشن ضمیران ہو کہ ان دنوں ایک رسالہ مفیدۂ جلیلہ مسمی بہ مقالات طریقت المعروف بہ فضائل عزیزیہ، فضائل و کرامات میں جناب ہدایت مآب، ۱۲ ۹۱ خلاصۂ علمائے شریعت و طریقت، نقاوۂ عرفائے اُمت، حضرت خاتم نبوت، علامۂ یگانہ، مجدد زمانہ، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کہ بے شک ؎

ذاتِ او بود مجمع البحرین   رضی اللہ عنہ فی الدارین

اور کمالات میں قدوۃ العارفین، اُسوۃ الکاملین، جناب مولانا و امامنا ومرشدنا حافظ حاجی سید عبداللطیف المشہور بہ سید شاہ محی الدین قادری ویلوری مدنی کہ بلا ریب ؎

بود او شہ محی دین بنام   ماحی کفر و حامی اسلام

اور جس میں ضمناً حالات بابرکات دیگر مقبولان ازل و برگزیدگان بارگاہ عزوجل سیما مختصر کیفیت گوہر کان زہد وتقویٰ، دُرِ دریائے مجد وعلا، عالم باعمل، فاضل اجل، یکتائے دوران ؎

زہے اکابر عالم رہینِ اکرامش   خہے اعاظم ایام غرق انعامش

اعنی حضرت مولانا ابورجا محمد زمان کی ولادت سے شہادت تک، من تصنیف حقائق آگاہ دقائق اکتناہ، واقفِ رموزِ اولیائے کرام، واصف حضرات اصفیائے عظام، منظور نظر اصحاب زہد وتقویٰ، ضیائے دیدۂ ارباب صدق وصفا ؎

او ز اقرانِ خویشتن ممتاز   درِ انوارِ حق بروش باز

یعنی محمد عبدالرحیم صاحب المتخلص بہ ضیا سلمہ اللہ تعالیٰ متوطن بلدۂ فرخندہ بنیاد حیدرآباد، دکن حرسہا اللہ عن الشر والفساد والفتن مندرج ہے، اس بندۂ ہیچمدان محقر ومہان عجز مراسم حاجی کرتان محمد قاسم کے پاس بلاواسطہ پہونچا اور اوس کو ایک بار ابتدا سے انتہا تک بغور تمام مطالعے میں لایا تو واقعی اس

رسالۂ بے نظیر کو مجموعۂ فوائد کثیر پایا، کہ ہر مقالہ اس کا گلشنِ راز و نیاز اور ہر ایک کے مضامین کا جداگانہ انداز ہی ہے

باغ دل را تازگی از حُسنِ تحریرش بود
شمع جان را بس ضیا از نُورِ تقریرش بود

لہٰذا بتصورِ منافع مالا مال اور بہ تخیل فوائد طالبان احوال اہل فضل و کمال اور بنظر حقوق احسان مولانائے شہید علیہ الرحمۃ والغفران کے جو باعث ایجاد اس مطبع متین کرتان کے وہی شیخ زمان تھے یعنی پیشگاہ سے وزیر نیکو تدبیر مرجع برنا و پیر، قطعہ

محیط مرکز دولت و آسمانِ جلال
مہِ سپہرِ وزارت وکوکبِ اقبال
ستودہ خصلت و کافی کف و مؤید یَد
خجستہ طالع و فرخ رخ و همایوں فال

سراپا دانش و فرہنگ جناب نواب مختار الملک بہادر سالار جنگ دام اقبالہ کے بکوشش بلیغ بنائے مطبع کے باب میں حکم رسان تھے، عہد فیض مہد میں اخترِ بُرجِ والا گہری، نیّرِ سپہر سروری، آرائش گلبن حکومت و دولت پیرائش گلشن شوکت وصولت، ذی حشمت و معالی منقبت و فرخندہ فال، مصرع

جوان بخت وجوان دولت جوان سال
درش مقصدِ اهل امید باد
نوالش بر خلق جاوید باد

ظل اللہ رئیس الاسلام مفخر حکام زمن نظام الملک آصف جاہ نواب میر محبوب علی خان بہادر شاہ دکن دام دولتہٗ وملکہٗ کے اس رسالۂ مفید انام کو بنائے مطبع کے بعد پہلے پہل محلہ افضل گنج من محلات بلدۂ حیدرآباد دکن میں بصحت تمام طبع کروایا، چنانچہ ماہ صفر ۱۲۹۳ ہجری کی تیسویں تاریخ کو بخوبی وزیبائی حُسن انجام پا کر مطبوع طبائع خاص و عام ہوا، بعض سخن سنجاں شیریں کلام اور مؤرخان خجستہ فرجام نے جو تواریخ اختتام زیب ترقیم فرمائی ہیں اون کو بھی اس مقام پر زینتِ خاتمہ کیا۔

قطعۂ تاریخ طبع از طبعزادِ ولانژادِ صاحب فکر رسا مورخ یکتا جناب حاجی حافظ سید محمد علی صاحب متخلص بہ نوا

جب طبع ہوئے بوضع مطبوع تصنیفِ ضیا کتابِ نیکو
تاریخ لکھی نوا نے اوس کی کیا خوب چھپی کتابِ اُردو ۱۲۹۳

قطعات تواریخ از افکار صایب سید احمد حسین صاحب، قطعۂ تاریخ آغاز طبع

طبع تالیف کی بنا ڈالی جب ضیا نے برای فیضِ عام
لکھی تاریخ اوس کی احمد نے ہووے آغاز طبع نیک انجام ۱۲۹۲

ایضاً قطعات تواریخ خاتمۃ الطبع

ضیایِ مردمکِ اہلِ دیدیہ نسخہ ہے کانِ فیض دُرِ معرفت سے سنجیدہ
لکھا ضیا تو کہا سال اس کا احمد نے ضیایِ دیدۂ مردم ہے یہہ پسندیدہ ۱۲۹۳

ایضاً

یہ مقالاتِ طریقت بے شک ہے ضیا بخش دلِ اہلِ رجوع
طبعِ احمد نے سنِ طبع کہا نسخہ دلکش و کلام مطبوع ۱۲۹۳

ایضاً

کتابِ طریقت ہوئی جبکہ مطبوع بخطِ مُزیّن و سنجیدہ چھاپہ
کہی خوب احمد نے تاریخ اس کی کتابِ طریقت پسندیدہ چھاپہ ۱۲۹۳

اطلاع از جناب مالک مطبع متین کرتان

یہ کتاب مقالاتِ طریقت معروف بہ فضائلِ عزیزیہ حسبِ اجازت جناب مصنف اعنی محمد عبدالرحیم صاحب ضیا سلمہ اللہ تعالیٰ کہ حقِ تصنیف اس مطبع کو عنایت کیا ہے، بصرف مبلغ کثیر طبع ہوئی، کوئی اور اہل

مطبع وغیرہ بدون اجازت کے قصد چھاپنے یا چھپوانے کا نہ فرمائیں، جس قدر کتابیں مطلوب ہوں مطبع سے منگوائیں، فقط۔

العبــــــــــــــــــــــد

کرتان محمد محی الدین مالک مطبع متین کرتان

تمت

☆☆☆☆☆

تعلیقات وتوضیحات

تالیف
محمد اقبال مجددی

تعلیقات وتوضیحات

۱۔ حاجی نواب مبارک علی خان......

میرٹھ کے کنبوہ خاندان سے تھے' ۱۸۰۳ء کو ولادت ہوئی' لقب مصلح الدین تھا' تحصیلدار سے آنریری مجسٹریٹ ہوئے' شاہ عبدالعزیز سے بیعت تھے' کمالاتِ عزیزی کے علاوہ رسالۂ مبارک (حالات کنبوہاں)' انشائے مبارک اور تحفۃ المسلمین (ردّ اہل تشیع) بھی ان کی مطبوعہ تالیفات ہیں' ۳۰/شوال ۱۲۹۳ھ/ ۹ نومبر ۱۸۶۷ء کو انتقال ہوا۔

(محمد ایوب قادری: اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ ۳۰۷۔۳۰۹)

سید ظہیر الدین احمد ولّٰہی نے لکھا ہے:

نواب مبارک علی خان ولد نواب فرحت اندیش خان نبیرۂ نواب خیر اندیش خان مرحوم رئیس میرٹھ.........وہ آپ (شاہ عبدالعزیز) کے مریدین با اخلاص سے ہیں۔

(کمالاتِ عزیزی ص۳)

۲۔ کمالاتِ عزیزی:

یہ کتاب نواب مبارک علی خان مذکور کی تالیف ہے جو اُنہوں نے ۲۰ جمادی الاوّل ۱۲۸۹ھ/ ۲۷ جولائی ۱۸۷۲ء کو مکمل کی، اس کے مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۴۸ھ کے کل ۲۴ صفحات ہیں، اس کے بعد اس میں ارشاداتِ عزیزی ہے جس میں شاہ عبدالعزیز کے ارشادات و اقوال جمع کیے گئے ہیں، اس کے بعد اس میں ایک عنوان مجرباتِ عزیزی ہے' جو شاہ ولی اللہ کی کتاب قول الجمیل سے ماخوذ ہیں، اس میں وہ مجرب دعائیں ہیں جو یہ حضرات پڑھتے رہتے تھے، اس طرح اس مجموعہ کے کل ۴۰ صفحات ہیں، اس کے آخر میں حصہ دوم کے طور پر ضمیمۂ جدیدہ ہے جس کا نام عملیات مجربہ خاندانِ عزیزیہ ہے، جس میں حضرات شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ، شاہ اھل اللہ، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدلقادر محدث دہلوی کی مجرب دعائیں اور بعض ان کے

آزمودہ تعویذات ہیں، یہ ضمیمہ مولوی ظہیرالدین سید احمد ولی اللٰہی نبیرۂ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کا جمع و ترتیب دیا ہوا ہے جو اُسی مطبع سے اُسی سال طبع ہوا تھا۔ کمالاتِ عزیزی کی پاکستان میں جدید طباعتیں بھی ہو چکی ہیں۔

۳۔ مولانا حافظ حاجی محمد عبدالقیوم دہلوی سلمہ اللہ العزیز القوی داماد شاگرد مولانا محمد اسحٰق ان کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو کتاب حاضر مقالۂ ششم و مقدمۂ کتاب حاضر

مقالۂ اوّل

۱۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث کے نسب کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:
ولی اللہ محدث: الامداد فی مآثر الاجداد، مشمولہ انفاس العارفین
الامداد میں درج شجرۂ نسب میں چند آخری نام درج ہونے سے رہ گئے ہیں۔

۲۔ شمس الدین یمنی کو بادشاہِ ہندوستان نے افتا کی خدمت کے واسطے ولایت سے......بلوایا......
یہاں مؤلف نے نہ تو شیخ شمس الدین یمنی کا سال ولادت و وفات لکھا ہے اور نہ ہی ورودِ ہند کا سنہ بتایا ہے کہ اندازہ ہو سکے کہ موصوف کو کس بادشاہ نے طلب کر کے مفتی کا منصب سونپا تھا، ہاں خود شاہ ولی اللہ محدث نے بھی اس کی کوئی وضاحت نہیں فرمائی، البتہ انہیں مفتی، عالم اور عابد لکھا ہے اور بتایا کہ ہمارے خاندان کے یہی پہلے فرد فرید ہیں جو قصبہ رہتک میں جا کر آباد ہوئے تھے (انفاس العارفین: ۱۵۲)، ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند کمال الدین مفتی لائق ترین آدمی تھے جو والد کے جانشین ہوئے، پھر انہی کے بیٹے قطب الدین کو یہ منصب ملا، ان کے بعد ان کے خلف الرشید عبدالملک نے بھی اسی طرح زندگی گزاری۔

۳۔ شیخ وجیہ الدین شہید متوطن قصبہ رہتک دہلی میں بادشاہ کے ملازم تھے۔
شیخ وجیہہ الدین دہلی میں کس بادشاہ کے ملازم تھے؟ وضاحت نہیں کی گئی، سنین کے اعتبار سے۔ اس وقت شاہ جہان (۱۰۳۷۔۱۰۶۸ھ/ ۱۶۲۸۔۱۶۵۸ء) کی حکومت تھی، آپ اورنگ زیب عالمگیری (۱۰۶۸۔۱۱۱۸ھ/ ۱۶۵۸۔۱۷۰۷ء) کے زمانہ میں فوج کی ملازمت سے ایک مہم سر کرنے کے بعد دکن سے واپس آ رہے تھے کہ قافلہ پر راہزنوں نے حملہ کر دیا جس میں شیخ شہید ہو گئے۔ (ایضاً ۱۵۶۔۱۶۱)

قصبہ روہتک شاہ ولی اللہ محدث کے زمانہ میں ہانسی اور دہلی کے مابین تیس کوس دہلی سے قبلہ کی طرف تھا، انگریزوں کی عمل داری کے دوران اسے ضلع کا درجہ دیا گیا:

1. Gazetteer, Rohtak Districk. Lahore, 1932.

۲۔ صدیقی، منظور الحق: مآثر الاجداد، لاہور ۱۹۶۴ء

۴۔ اُسی جا (دہلی) دختر سے حضرت شیخ رفیع الدین صاحب کے جو اولاد سے حضرت شاہ عبدالعزیز شکر بار قدس سرہ کے تھے، جن کا نسب حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو پہنچتا ہے، نکاح کیا۔
حضرت شیخ رفیع الدین محمد بن شیخ قطب العالم بن شیخ شاہ عبدالعزیز چشتی دہلوی (شکر بار) بن شیخ حسن بن شیخ طاہر ملتانی جونپوری، (زاد المعاد/۴/۱۳۴) اپنے عہد کے اکابر علماء وصوفیہ میں سے تھے، اپنی آبائی مسند مشیخت چھوڑ کر حضرت خواجہ باقی باللہ (ف ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے حضور حاضر ہوئے اور بیعت وخلافت سے سرفراز کیے گئے (ایضاً ۲۲۳۔۳۲۷) ان کا وصال دہلی میں ۱۰۲۹ھ/۱۶۱۹ء کو ہوا (طبقات شاہ جہانی ۹/۴۴)

۵۔ شاہ عبدالرحیم صاحب پادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں پیدا ہوئے۔
شاہ عبدالرحیم کی ولادت ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء کو ہوئی، یہاں مؤلف مقالاتِ طریقت کو سہو ہوا ہے۔ ولادت کا یہ سنہ مسلمہ ہے، البتہ یہ زمانہ اورنگ زیب کا نہیں کیوں کہ وہ تو ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء کو تخت نشین ہوا تھا، شاہ صاحب کی ولادت شاہ جہان کے عہد میں ہوئی۔

۶۔ دو بھائی آپ (شاہ عبدالرحیم) کے اور بھی تھے، ایک عبدالحکیم کہ لاولد انتقال کیا۔ دوسرے فخر عالم تھے جن کی وفات ۱۱۲۸ھ/۱۷۱۴ء کو ہوئی۔

۷۔ شاہ ابوالرضا محمد کہ اکمل عرفا سے تھے بعد تین چار پشت کے منقطع النسل ہوئے۔
شاہ ابوالرضا محمد کا وصال ۷ محرم ۱۱۰۱ھ/ ۱۶۹۸ء کو ہوا (انفاس العارفین ص ۱۵۷) شاہ ولی اللہ محدث نے شاہ ابوالرضا محمد کے بہت سے معارف ومسودات کی تلخیص انفاس العارفین میں دے دی ہے، شاہ ابوالرضا محمد کے دو فرزند تھے، فخر عالم اور رضا حسین دہلوی (مکاتیب شاہ ولی اللہ، تعلیقات مرتب ص ۴۳۲)

۸۔ موضع دوراہہ، متصل بھوپال، ہم اس کے موجودہ محل وقوع سے ناواقف ہیں۔

۹۔ میرزاہد ہروی..........

میرمحمد زاہد ہروی بن قاضی محمد اسلم ہروی کابلی، تحقیق وتدقیق میں اپنے معاصرین میں ممتاز تھے، شاہ جہان نے انہیں کابل کی وقائع نگاری کے منصب پر فائز کیا، اورنگ زیب کے زمانہ میں شاہی فوج میں محتسب مقرر ہوئے، پھر کابل کی صدارت پر فائز کیے گئے، جہاں آپ درس وتدریس کا شغل بھی فرماتے تھے، آپ کی تصانیف میں سے شرح مواقف، حاشیہ تہذیب علامہ دوانی، حاشیہ رسالہ تصور وتصدیق، حاشیہ شرح الھیاکل مشہور ہیں، ۱۱۰۱ھ/۱۶۹۰ء میں انتقال ہوا، ملاحظہ ہو:

1. Athar Ali: Apparatus of Empire, P.281 (S.6011)

۳۔ رحمٰن علی: تذکرہ علمائے ہند ۴۲۹

۱۰۔ حضرت رفیع الدین صاحب نے اپنی وفات کے وقت جو کلاہ کہ بزرگوں سے پہنچی تھی، اپنی دختر صغیرہ کو مرحمت فرما کے بی بی کو وصیت کی کہ بعد اس کے نکاح کے یہ کلاہ دینا اور کہنا کہ اپنے فرزند کو دیوے..........

حضرت شیخ رفیع الدین محمد کا وصال ۱۰۲۹ھ/۱۶۲۰ء کو ہوا (رک کتاب حاضر مقالہ اوّل حاشیہ نمبر ۴) اپنے بزرگوں کی کلاہ جو آپ نے اپنے والد شیخ قطب العالم کی وفات کے بعد نہ تو سجادہ نشینی قبول کی اور نہ ہی ''دستار و پیراہن، والد بزرگ لیا بلکہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی روحانیت میں اپنی موروثی سجادگی ترک کر کے حضرت خواجہ سے منسلک ہو گئے (زاد المعاد ۳/۲۲۶) لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ موروثی دستار (کلاہ) خاندان میں محفوظ رہا ہوگا اور آپ کے برادر اصغر شیخ علاء الدین جو بنگالہ چلے گئے تھے اسے محفوظ رکھا ہوگا اور شیخ رفیع الدین کے وصال کے وقت نکال کر اپنی دختر کے متعلق یہ وصیت فرمائی ہوگی یا وہ سجادگی حضرت خواجہ کا عطیہ ہوگا۔

شیخ رفیع الدین محمد کے دو فرزند شیخ لطف اللہ اور شیخ عبدالحی تھے، صرف ایک ہی دختر تھیں جن کا نکاح شیخ وجیہہ الدین محمد سے ہوا، جن کے بطن سے تین فرزند تولد ہوئے، شیخ ابوالرضا محمد، شیخ عبدالرحیم اور شیخ عبدالحکیم (ایضاً ۴/۱۳۴) یہ متبرک ومبارک خاندانی کلاہ (دستار) حضرت شاہ عبدالرحیم کو ملی۔

۵۔ قول الجمیل حضرت شاہ ولی اللہ کی تصنیف ہے

۱۱۔ حضرت اخی سراج عثمان آئینہ ہندوستان اودھی

حضرت اخی سراج، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے خلفاء میں سے تھے، ۷۵۸ھ/۱۳۵۷ء کو شیخ اخی سراج کا وصال ہوا (خزینۃ الاصفیاء ۱/۳۵۸)، جب سلطان محمد بن تغلق نے دہلی کے علماء و مشائخ کو دہلی سے دور دراز مقامات پر جانے کا حکم دیا تو شیخ اخی سراج اپنے علاقائی قصبہ پنڈوہ (گور، لکھنوتی) چلے گئے، بنگال میں سلسلۂ چشتیہ کے یہی موسس تھے۔ (تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند ۱/۳۰۸۔۳۱۱)

۱۲۔ سید عظمت اللہ اکبرآبادی، معاصر ماخذ مفتاح العارفین میں ہے:

سید عظمت اللہ بن عبداللطیف بن بدرالدین بن سید جلال قادری متوکل اکبرآبادی از سادات حسینی ترمذی اند مولد و مسکن و مدفن ایشان اکبرآباد است.......... و در سلسلۂ قادریہ وچشتیہ و سہروردیہ و شطاریہ مرید می گرفتند، عمر ایشان ہفتاد و دو سال بود در سنہ ہزار وہشتاد و چہارم ربیع الاول وفات کردند و در شہر اکبرآباد در محلہ می بودند مدفون اند (ورق ۲۵۶۔الف)

شاہ ولی اللہ محدث نے خود وضاحت کی ہے کہ میرے والد گرامی کو ان کے والد نے سید عظمت اللہ سے ملاقات کے لیے بھیجا، موصوف اس وقت شدید علیل اور معذور ہو چکے تھے، انہوں نے شاہ عبدالرحیم سے فرمایا کہ ہمارے جداعلیٰ نے کچھ امانتیں ہمارے سپرد کر کے کہا تھا کہ ایک روز ایک درویش آ کر اس قسم کے سوالات کرے تو اُسے دے دینا، میرے دادا اور والد نے آپ کو بہت تلاش کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی، اب آپ آ گئے ہیں تو میں وہ امانتیں آپ کے حوالہ کر کے یہ عمامہ بھی سر پر باندھ رہا ہوں، پھر خوش دلی سے رخصت کیا۔ (انفاس ص ۲۷۔۲۸)

۱۳۔ انفاس العارفین حضرت شاہ ولی اللہ محدث کی تالیف ہے جس میں آپ نے اپنے اجداد کے احوال لکھے ہیں۔ فارسی متن کئی بار طبع ہو چکا ہے۔

۱۴۔ دختر شیخ محمد پھلتی ...... سے نکاح کیا۔

شاہ عبدالرحیم کا پہلا عقد سونی پت میں ہوا تھا، دوسرا نکاح ۵۲ سال کی عمر میں پھلت کے شیخ محمد

صدیقی کی دختر فخر النساء سے ہوا، جن کے بطن سے دو فرزند شاہ ولی اللہ محدث اور شاہ اہل اللہ متولد ہوئے، شاہ اہل اللہ کی ولادت پھلت میں ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۸ء کو ہوئی، پہلے اپنے والد سے اور پھر شاہ ولی اللہ کی خدمت میں تحصیل کی، طب کا شوق تھا، مطب بھی کرتے تھے، شاہ ولی اللہ محدث نے حج پر جاتے ہوئے انہیں اپنے والد کا قائم مقام بنایا، انفاس رحیمیہ، ہدایۃ الفقہ، تفسیر مختصر قرآن مجید، چہار باب (فقہ وعقائد) اور تکملہ ہندیہ (طب)، موجز القانون، فارسی نظم میں قصیدہ در بیان معجزات اور رسالہ عقائد بھی انہیں کی تصنیف ہیں، پھلت میں ہی ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء کو انتقال ہوا (مجموعۂ مکاتیب شاہ عبدالعزیز، شاہ ابوسعید حسنی وغیرہ مرتبہ نسیم احمد فریدی ص۷۲) نیز ملاحظہ ہو:

ا۔ مکاتیب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مرتبہ نسیم احمد فریدی، رام پور ۲۰۰۴ء (تعلیقات ص۵۴۲)

۲۔ القول الجلی (اُردو ترجمہ) ص۵۴۱۔۵۴۲، و بہ بعد

۳۔ نزہۃ الخواطر ۶/ ۴۱۔۴۲

۴۔ برکاتی، محمود احمد: شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب ۱۱۲۔۱۲۶

۱۵۔ چہار باب تالیف شاہ اہل اللہ پھلتی' یہ فارسی نثر میں عقائد اسلامیہ پر ایک رسالہ ہے' جو کلکتہ سے ۱۸۳۷ء کو طبع ہوا تھا (کتابشناسی آثار فارسی ۱/۴۴۲)

۱۶۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ نے آپ کے والد ماجد کو خواب میں بشارت دی کہ تجھ کو فرزند ہوگا، اوس کا نام میرا نام رکھنا، اس واسطے آپ کا نام قطب الدین بھی رکھا......

معاصر ماخذ القول الجلی میں ہے:

> حضرت شاہ عبدالرحیم خود حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے، وہاں فاتحہ کے دوران حضرت خواجہ کی روح مبارک نے ظاہر ہو کر فرمایا کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا، اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا، آپ کو تعجب ہوا کیوں کہ آپ کی زوجہ سن ایاس کو پہنچ چکی تھیں، آپ کو متعجب پایا تو حضرت خواجہ نے

فرمایا کہ نہیں! وہ واقعی تمہارے صلب سے پیدا ہوگا، چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے نکاح ثانی کیا تو جو فرزند متولد ہوئے ان کا نام ولی اللہ رکھا، جب بعد میں آپ کو حضرت خواجہ کی بشارت یاد آئی تو آپ کا نام قطب الدین احمد رکھا گیا (ص ۹-۱۰، اُردو ترجمہ) انفاس العارفین ص ۱۱۰۔

۱۷۔ ولادت آپ (شاہ ولی اللہ) کی ۱۱۱۵ ہجری میں ہے کیوں کہ نام تاریخی ''عظیم الدین،، ہے۔ خود شاہ ولی اللہ نے اپنے مبارک احوال میں اپنی ولادت بروز بدھ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ بوقت طلوعِ آفتاب لکھی ہے (انفاس العارفین) اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ بعض احباب نے میری پیدائش کا مادہ ''عظیم الدین،، لکھا ہے، ولادت کا یہی سنہ القول الجلی (ص ۱۱) میں بھی ہے، لیکن کتاب حاضر مقالاتِ طریقت کے مؤلف نے تاریخی نام ''عظیم الدین،، کے عدد جمع کر کے اس سے سالِ ولادت ۱۱۱۵ھ اخذ کر لیا ہے، اس مادہ سے ۱۱۱۵ھ ہی برآمد ہوتا ہے، یعنی: ع=۷۰+ظ=۹۰۰+ی=۱۰+م=۴۰+الف=۱+ل=۳۰+د=۴+ی=۱۰+ن=۵۰=۱۱۱۵ھ۔

۱۸۔ آپ (شاہ ولی اللہ) نے تمام علوم......... مولانا حاجی محمد افضل سیالکوٹی سے حاصل کیا............ شاہ صاحب خود فرماتے ہیں:

اجاز لی المشکوٰۃ المصابیح والصحیح البخاری وغیرہ من الصحاح السۃ الثقۃ الثبت حاجی محمد افضل عن الشیخ عبد الاحد عن ابیہ الشیخ محمد سعید عن جدہ الشیخ الطریقۃ الشیخ احمد السرھندی بسندہ الطویل...... (قول الجمیل ۱۲۶)

یعنی یہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی سند جید سے واصل ہوتی ہے،

حضرت حاجی محمد افضل سیالکوٹی ثم دہلوی (ف ۱۱۴۶ھ/۱۷۳۳ء) تبحر علماء میں سے تھے، دس سال تک خواجہ محمد نقشبند ثانی بن خواجہ محمد معصوم سرہندی کی خدمت میں رہے، پھر بارہ سال تک شیخ عبدالاحد وحدت (ف ۱۱۲۶ھ/۱۷۱۴ء) بن حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی کی صحبت سے مشرف ہو کر خلافت یاب ہوئے، حضرت وحدت سے حدیث کی سند بھی لی، آپ حج کے لیے بھی گئے تھے، وہاں مشہور محدث شیخ سالم بن عبداللہ بن سالم بن محمد بدری بصری (ف ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء) کی

خدمت میں سند حدیث لی تھی، شاہ ولی اللہ ان کے والد شیخ عبداللہ بن سالم بصری کے شاگرد تھے (انفاس العارفین ۱۱۷) حرمین الشریفین سے مراجعت کے بعد حاجی سیالکوٹی نے دہلی میں مدرسہ نواب غازی الدین خان میں بحثییت مدرس کام کا آغاز کیا (نزہۃ الخواطر ۶/۲۸۱)، حضرت مرزا مظہر جانِ جانان شہید (۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) نے بھی حاجی سیالکوٹی سے روحانی فیض پایا تھا (مقاماتِ مظہری ۲۳۱-۲۳۲ طبع سوم)، شاہ غلام علی دہلوی نے بھی شاہ ولی اللہ کے حاجی سیالکوٹی سے سند حدیث حاصل کرنے کا ذکر کیا ہے (ایضاً ۲۳۱)، ملاحظہ ہو:

۱۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء ۱/۶۶۴

۲۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۶/۲۸۱-۲۸۰

۳۔ کتانی، عبدالحی فاسی: فہرس الفہارس ۱/۳۳۵

۴۔ ولی اللہ محدث: قول الجمیل ۱۲۶

۵۔ غلام علی دہلوی: مقاماتِ مظہری ۲۳۱-۲۳۲

۱۹۔ پدر والا قدر نے اپنی اخیر عمر میں ان کو اجازتِ تلقین و بیعت .... سرفراز فرمائی اور فرمایا: "یَدَہٗ کیدی"۔

شاہ صاحب نے اپنے خودنوشت حالات میں اپنے والد گرامی سے ان کی آخری عمر میں خلافت یاب ہونے کا ذکر کیا ہے، الجزء اللطیف مشمولہ انفاس العارفین۔

۲۰۔ ان (شاہ عبدالرحیم) کی رحلت کے وقت آپ (شاہ ولی اللہ) کی عمر سولہ برس چھ مہینے کی تھی۔

شاہ عبدالرحیم کا وصال ۱۲ صفر ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۹ء کو ہوا اور شاہ ولی اللہ کی ولادت ۴ شوال ۱۱۱۴ھ کو ہوئی، اس اعتبار سے والد کے وصال کے وقت ان کی عمر مبارک ۵ ماہ اور پندرہ سال ہوتی ہے، لیکن مؤلف مقالاتِ طریقت نے شاہ صاحب کی ولادت چونکہ ۱۱۱۵ھ دی ہے' ان کے حساب سے تو والد بزرگوار کے وصال کے دوران آپ کی عمر سولہ سال ہی بنتی ہے، خود شاہ عبدالعزیز محدث نے اپنے والد کی تاریخ ولادت ۴ شوال ۱۱۱۴ھ بتائی ہے (ملفوظات شاہ عبدالعزیز ص ۸۸، اُردو ترجمہ)۔

۲۱۔ یہ تمام (معلومات) انفاس العارفین اور قول الجلی فی ذکر آثار الولی میں مفصل مذکور ہیں، اوّل الذکر خود شاہ ولی اللہ کی تصنیف ہے اور قول الجلی شاہ محمد عاشق پھلتی کی تالیف ہے، جو حضرت شاہ

ولی اللہ کے احوال و مناقب پر مشتمل ہے، یہ معاصر کتاب حضرت شاہ صاحب کے حین حیات ہی زیرِ تالیف تھی، خود شاہ صاحب نے انفاس میں اس کا حوالہ (ص ۱۹۴) دیا ہے۔

۲۲۔ من بعد جب حج اور زیارتِ مدینہ طیبہ.......... سے مشرف ہوئے۔
معاصر ماخذ قول الجلی میں ہے کہ جب آپ کی عمر بیس سال کی تھی کہ سفرِ حجاز کا عزم کر لیا، لیکن اعزہ اور خود والدہ محترمہ بھی اس کی اجازت نہیں دے رہی ہیں تو اُنہوں نے اپنے اس ارادہ کو چھپا لیا، لیکن اس کے لیے توجۂ کامل سے دعا کرتے رہے (ص ۳۶) آخر یہ مبارک ساعت ۱۱۴۳ھ/ ۱۷۳۱ء کے اواخر میں ملی اور ۱۱۴۴ھ/ ۱۷۳۲ء میں مجاورت مکہ مکرمہ اور زیارت مدینہ منورہ کا شرف حاصل ہوا، اس سال حج کیا اور ۱۱۴۵ھ/ ۱۷۳۳ء کو بروز جمعہ ۱۴ رجب واپس ہندوستان آ گئے (الجزء اللطیف ۴۰۶) روانگی کے دوران اپنے برادر خورد شاہ اہل اللہ کو والد کا جانشین متعین کیا تھا (قول الجلی ۵۴۲)

۲۳۔ تجدید اجازت علوم ظاہر و باطن.......... حضرت شیخ، ابو طاہر مدنی قدس سرہ سے کی۔
شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم بن حسن بن شہاب الدین کردی کورانی شہرزوری مدنی (۱۰۸۱۔۱۱۴۵ھ/ ۱۶۷۰۔۱۷۳۳ء) آپ مسند المدینۃ المنورہ اور وہاں کے مفتی تھے، اَن گنت اصحابِ علم و روحانیت نے ان سے استفادہ کیا، ان کی سند بڑی جید تھی (کتانی، فہرس الفہارس ۱/ ۴۹۴۔۴۹۶ و بہ بعد)
خود شاہ ولی اللہ نے اپنے رسالہ الانسان العین فی مشائخ الحرمین میں شیخ کے احوال اور ان کی خدمت میں علمی و روحانی استفادہ کا تفصیلی حال لکھا ہے۔ (مشمولہ انفاس العارفین)

۲۴۔ یہ آپ کی مصنفات دال اور مظہر کمال ہیں..........
حضرت شاہ ولی اللہ کی تصانیف کی تفصیل کے لیے دیکھئے: مقدمہ کتاب حاضر۔

۲۵۔ چنانچہ انتباہ میں فرماتے ہیں: وچوں ایں فقیر بزیارت مدینہ منورہ رسید..........
اگرچہ نام نبوت نگویند و.......... الخ
یہ اقتباس شاہ صاحب کی کتاب الانبیاء فی سلاسل اولیاء اللہ سے لیا گیا ہے (ص ۷۔۹ سید احمد ولی اللّٰہی ایڈیشن)

۲۶۔ اس واسطے آپ (شاہ ولی اللہ) حکیم اُمت محمدیہ لکھے جاتے ہیں۔
شاہ صاحب کے احوال پر لکھے جانے والے تمام تذکروں میں آپ کو ''حکیم الامت،، ہی لکھا گیا ہے۔

۲۷۔ قادر محی الدین مدراسی، حافظ عبدالحکیم مدراسی (رک خاتمہ کتاب حاضر)

۲۸۔ مولوی سید ہاشم دہلوی
سید ہاشم ابن احسن بن افضل دہلوی، معروف حکیم تھے، انہوں نے اپنی جوانی میں شرح الاسباب والعلامات پر ۱۱۸۴ھ/۱۷۷۰ء کو حاشیہ لکھا تھا، جس کا قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری، بانکی پور، پٹنہ، بہار میں محفوظ ہے (محبوب الالباب، نزہۃ الخواطر ۷/۵۳۱) فہرست مخطوطات فارسی خدا بخش لائبریری ۴/۱۱۰۔۱۱۱ (انگریزی)

۲۹۔ حکیم آغا جان
حکیم آغا خان متخلص بہ عیش (ف حدود ۱۸۵۷) ملاحظہ ہو:
(۱) مطیر، بلجیت سنگھ: حکیم آغا خان: عیش اور ہریانہ کے مشاہیر، ہریانہ ۱۹۸۱ء
(۲) ظل الرحمٰن، حکیم: دلی اور طب یونانی ص ۱۴۶۔۱۵۱

۳۰۔ مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی (رک تعلیقات مقالۂ ہذا

۳۱۔ فیض نہر، اس کا بانی سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی تھا، اس نے ۶۹۱ھ/۱۲۹۱ء کو یہ نہر خضر آباد میں دریا سے نکالی اور تیس کوس تک پرگنہ سفیدوں تک لایا، کئی بار بند ہوئی، بادشاہوں نے دوبارہ جاری کروائی، آخری مرتبہ انگریزوں نے دہلی پر قبضہ کرنے کے بعد ۱۲۳۶ھ/۱۸۳۰ء کو جاری کیا (آثار الصنادید ا/۲۹۰، سیر المنازل ۹، ۱۰، ۳۵، ۴۳، ۴۴، ۴۷)

۳۲۔ سولھویں ماہ رمضان ۱۲۷۳ھ روز دوشنبہ.......... دس گھنٹے کو ہتھیار چلا، بس وہی غدر کی ابتدا تھی، جدید کتب تاریخ کی روشنی میں یہ بالکل صحیح تاریخ ہے، اس روز ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کا دن تھا (رضوی، خورشید مصطفیٰ: جنگ آزادیٔ ہند ۱۸۵۷ء ص ۲۴۱)

۳۳۔ حضرت شاہ ولی اللہ.......... یہ بھی فرماتے تھے کہ میرا پوتا مکہ معظمہ کے علماء سے مباحثہ کرے گا، اس کے مصداق مولوی اسماعیل شہید ہوئے..........

یعنی شاہ صاحب یہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا پوتا علمائے مکہ مکرمہ سے مباحثہ کرے گا، یعنی اشارہ ہے شاہ اسماعیل دہلوی بن شاہ عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ محدث کی طرف (رک مقدمہ کتاب حاضر)

۳۴۔ شیخ العلماء عبداللہ سراج نے آپ کی شاگردی کی۔

شیخ عبداللہ سراج بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالشکور سراج حنفی فتنی صدیقی (۱۲۰۰-۱۲۶۴ھ/ ۱۷۸۶-۱۸۴۸ء) اپنے عہد کے اکابر علماء میں سے تھے جن کے اجداد کا تعلق پٹنہ (ہندوستان) سے تھا، حرم مکہ میں قرأت کا فریضہ انجام دیتے تھے، جدہ کے ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء تک قاضی بھی رہے، پھر مکہ مکرمہ کے رئیس العلماء بھی قرار پائے (معجم المعاجم والمشیخات ۲/۲۵۴-۲۵۵)

شاہ اسماعیل اور شیخ عبداللہ سراج کے مابین کیا مباحث ہوئے ان کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا ہے، لیکن قیاس ہے کہ شیخ عبداللہ سراج حنفی تھے اور شاہ اسماعیل دہلوی حنفیت اور تقلید کے شدید مخالف تھے، ان سے انہی موضوعات پر بحثیں ہوئی ہوں گی (رک مقدمہ کتاب حاضر)

۳۵۔ مرزا جان جاناں صاحب مظہر...... کہ کُملِ وقت اور حین رحلت شاہ ولی اللہ...... حاضر تھے۔

اس کی تفصیل معاصر ماخذ قول الجلی میں اس طرح ہے:

جب محرم الحرام ۱۱۷۶ھ کی آخری تاریخ ہوئی اور عمر شریف کا باسٹھواں سال شروع ہوا، سنیچر کے روز صبح کے وقت حضرت مرزا جانِ جاناں .... مع اپنے احباب کے عیادت کو آئے، ان کی آمد پر تخلیہ کرایا گیا...... یہ غلام (مؤلف) بھی حاضر تھا، حلقہ مراقبہ ہوا اور تقریباً آدھا گھنٹہ صحبت گرم رہی، جب مجلسِ مراقبہ ختم ہوئی اور مرزا صاحب نے رُخصت چاہی اُس وقت مزاج شریف متغیر ہوا اور آناً فاناً آثار وصال ظاہر ہوئے اور اُسی روز وقت ظہر طائر روح پاک عالم قدس کی طرف طیران فرمایا.......... (ص ۳۴۳)

۳۶-۳۷۔ مولوی محمد صفی برادر زادے مولوی نور اللہ صاحب خسر شاہ عبدالعزیز صاحب کے تھے۔

مولوی محمد صفی کے احوال ان کے خاندانی تذکروں میں نہیں ملتے، موصوف مولوی نور اللہ بڈھانوی کے برادر زادے تھے، شیخ نور اللہ صدیقی بڈھانوی (وفات حدود ۱۱۸۷ھ/ ۱۷۷۳ء) شاہ ولی اللہ محدث کے حین حیات ہی علمی شہرت حاصل کر چکے تھے ۱۱۴۳ھ/ ۱۷۳۰ء کو جب شاہ صاحب حج کے لیے گئے تو مولوی نور اللہ بڈھانوی آپ کے ہمراہ تھے اور شاہ صاحب کے مجاز خلیفہ تھے، شاہ

عبدالعزیز محدث نے فقہ کی کتابیں انہی کی خدمت میں پڑھی تھیں، ان کی دختر نیک اختر خانم حبیبہ کا شاہ عبدالعزیز سے نکاح ہوا تھا۔ (مکاتیب حضرت شاہ ولی اللہ محدث مرتبہ نسیم احمد فریدی، تعلیقات ۴۹۳، ۵۶۷۔۵۶۸)

شاہ صاحب کے تجسد کا واقعہ قول الجلی (۳۴۸۔۳۵۰) میں بھی مذکور ہے۔

۳۸۔ وفات آپ (شاہ ولی اللہ) کی ۱۱۷۴ ہجری میں واقع ہوئی۔

یہاں سال وفات ۱۱۷۴ھ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ورنہ شاہ صاحب کا وصال ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ کو ہوا جو مسلمہ ہے، سال وفات میں اختلاف اور تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو: راشد، نورالحسن: شاہ ولی اللہ محدث کی تاریخ وفات، مقالہ مشمولہ برہان، دہلی جولائی ۱۹۸۳ء۔

۳۹۔ حضرت شاہ......صاحب نے اول اپنے ماموں کی دختر سے نکاح کیا تھا، ان سے مولوی محمد صاحب پیدا ہوئے۔

شاہ ولی اللہ کے ماموں کا نام شیخ عبیداللہ پھلتی تھا، ان کی بیٹی امۃ الرحیم سے آپ کا پہلا نکاح ہوا، اس زوجۂ محترمہ کے بطن سے دو بیٹیاں صالحہ اور امۃ اللہ کی ولادت ہوئی' صرف ایک فرزند شیخ محمد محدث (۱۱۴۶۔۱۲۰۸ھ/۱۷۳۳۔۱۷۹۳ء) پیدا ہوئے، جو لاولد رہے، شاہ صاحب کا یہ پہلا نکاح ۱۱۲۸ھ/۱۷۱۶ء کو ہوا، اس وقت آپ کی عمر صرف چودہ سال کی تھی (الجزء اللطیف، انفاس ۱۹۴)

۴۰۔ مولوی نصراللہ خورجوی (رک مقالہ ششم کتاب حاضر، تعلیقات ۱۴۰)

۴۱۔ بعد انتقال والدہ ماجدہ مولوی محمد صاحب کے شاہ صاحب موصوف نے دختر نیک اختر سید ثناء اللہ صاحب ساکن قصبہ سونی پت مسماۃ بی بی ارادہ......سے شادی کی۔

اس زوجہ محترمہ کے بطن سے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تولد ہوئیں۔

۴۲۔ یہاں مؤلف نے شاہ صاحب کی صرف ایک صاحبزادی بی بی امۃ العزیز کا ذکر کیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت کی دو صاحبزادیاں تھیں، دوسری بیٹی کا نام فرخ بی بی تھا جو شاہ محمد فائق بن شاہ محمد عاشق کے عقد میں تھیں۔ (مکاتیب شاہ ولی اللہ محدث، تعلیقات ۴۴۳ شجرہ)

۴۳۔ مولوی حاجی حافظ احمد علی بن مرزا جان،

مولانا مملوک العلی اور مولانا فخر الحسن دہلوی سے تحصیل کی، رام پور کے علاوہ ریاست باندا اور ملتان میں بھی سرکار انگریزی کے ہاں ملازمت کی، نوکری ترک کر کے حج کے لیے گئے، وہاں کے علماء سے سندیں لیں، حیدر آباد دکن میں بھی قیام کیا (۱۲۷۸ھ) دیگر مقامات پر بھی قیام رہا حدود ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء کو انتقال کیا، کئی کتابیں بھی تصنیف کی تھیں (تذکرہ کاملان رام پور ۲۲۔۲۳)

۴۴۔ شاہ محمد عاشق پھلتی (رک مقدمہ کتاب حاضر)

۴۵۔ سبیل الرشاد اور قول الجلی دونوں کتب طبع ہو چکی ہیں (رک مقدمہ کتاب)

۴۶۔ شاہ رفیع کے چھ فرزند تھے.........

آپ کی تین ازواج محترمات تھیں جن کے بطن سے چھ فرزند اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں، ان فرزندان گرامی میں سے مولوی محمد مصطفیٰ متخلص بہ تحیر، مولوی مخصوص اللہ اور مولوی محمد موسیٰ کی تعلیمی و علمی کاوشیں قابل قدر ہیں، مولانا مخصوص اللہ اور مولانا محمد موسیٰ نے مدرسہ رحیمیہ میں درس و تدریس کے کام کو جاری رکھا، مولانا مخصوص اللہ (ف ۱۲۷۱ھ/ ۱۸۵۵ء) نے شاہ اسماعیل دہلوی کی پیدا کردہ اختلافی فکری فضا کو ہموار کرنے کے لیے کتاب تقویت الایمان کے جواب میں کتاب معید الایمان لکھی (فضل رسول بدایونی: سیف الجبار ۴۸) پھر جامع مسجد دہلی کے تاریخی مناظرہ کے پرجوش فریق کی حیثیت سے بھی کردار ادا کیا (ایضاً ۵۴، برکاتی، محمود احمد: شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب (۱۸۰۔۱۸۱) (رک مقدمہ کتاب حاضر)

۴۷۔ مولوی محمد حسن اولاد شاہ ولی اللہ صاحب کی آپ ہی سے باقی ہے چنانچہ مولوی محمد حسن صاحب کے فرزند مولوی احمد حسن اور چند صاحبزادیاں بقید حیات ہیں۔

مولوی محمد حسن، شاہ رفیع الدین کی زوجہ سوم مسماۃ کلّو کے بطن سے تھے، جن کی زوجہ امۃ الرحمٰن (دختر مسماۃ زوجہ عبداللہ دختر فضل اللہ ساکن پھلت) سے تقیہ اور نقیہ پیدا ہوئیں، نقیہ کے بیٹے عبدالرحمٰن و عبدالوہاب ۱۸۷۶ء تک بقید حیات تھے (راشد، نور الحسن کاندھلوی: خانوادۂ ولی اللٰہی، برہان جنوری ۱۹۸۲ء ص ۳۱)

۴۸۔ مولوی احمد حسن بن مولوی محمد حسن مذکور کی چند لڑکیاں بھی تھیں، احمد حسن کی ایک بیٹی مولوی علاء الدین پھلتی سے بیاہی گیں، ان کی بیٹی مولوی احمد علی بن مولانا محمد علی منگیری (بانی ندوۃ

العلماء) کے عقد میں تھیں (برکاتی ۱۶۲)

۴۹۔ شاہ رفیع الدین محدث کی عربی، فارسی اور اُردو تینوں زبانوں میں تصانیف موجود ہیں، آپ کے بعض رسائل پہلے سید احمد ولی اللّٰہی نے اپنے مطبع احمدی دہلی سے شائع کیے، پھر مولانا عبدالحمید سواتی نے مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ، پاکستان سے شائع کر دیئے، ان کے علاوہ بھی بعض نادر عربی رسائل مولانا سواتی نے مرتب کر کے شائع کیے تھے، جن میں آپ کی ایک ضخیم کتاب دمغ الباطل بھی شامل ہے۔ (برکاتی ۱۵۸۔۱۶۱)

۵۰۔ رسالہ معراج

شاہ رفیع الدین کا یہ رسالہ عربی نظم میں ہے، قصیدہ معراجیہ اس کا نام ہے۔

رسالہ فی تحقیق الالوان اس مجموعہ عربیہ میں شامل ہے جو مولانا سواتی نے شائع کیا تھا۔

۵۱۔ ترجمہ تحت لفظی قرآن کا بعض کہتے ہیں کہ آپ نے شروع کیا تھا مگر ناتمام رہا، دوسروں نے تمام کر کے آپ کے نام سے شہرت دی......

شاہ رفیع الدین دہلوی نے قرآن مجید کا اُردو میں ترجمہ کیا تھا، آپ کا یہ ترجمہ آپ کے برادر خُرد شاہ عبدالقادر کے ترجمہ (۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء) کے بعد ہوا، جو آپ نے اپنے ایک شاگرد سید نجف علی عرف فوجدار خان کی درخواست پر کیا، یہ ترجمہ شاہ رفیع الدین کے وصال (۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء) کے بعد مطبع اسلام پریس، کلکتہ میں ۱۲۵۴ھ/۱۸۳۸ء کو طبع ہوا (دو جلدیں) جس کے حاشیہ پر شاہ عبدالقادر کے مختصر تفسیری فوائد بھی شائع کیے گئے تھے۔

یہ ترجمہ ناتمام رہا اور دوسرے نے تمام کر کے آپ کے نام سے شہرت دی، واقعی اس ترجمہ کے محرک مذکور نے اسے بعد میں مرتب کیا اور پھر اس ترجمہ کے تفسیری فوائد اُنہوں نے تفسیر رفیعی کے نام سے الگ بھی شائع کیے، (قادری، محمد ایوب، اُردو نثر کے ارتقا میں علماء کا حصہ ۵۹۔۷۲)

۵۲۔ ۱۲۰۵ھ میں آپ نے موضح القرآن ترجمہ کلام شریف کا لکھا وہی اس کی تاریخ بھی ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادر بن حضرت شاہ ولی اللہ محدث کا یہ اُردو ترجمہ خوب مقبول ہوا، یہاں مؤلف مقالاتِ طریقت کو سہو ہوا ہے، اس ترجمہ کا نام موضح القرآن غلط طور پر زبان زدعوام ہے، اس کا صحیح نام "موضح قرآن" ہے جس کے عدد جمع کرنے سے اس کا سال ترجمہ ۱۲۰۵ھ برآمد ہوتا

ہے۔
یہ ترجمہ پہلی بار ۱۲۵۴ھ/ ۱۸۳۸ء کو مطبع احمدی ھُگلی (بنگال، کلکتہ) سے شائع ہوا تھا، پھر مولوی سید شاہ جہان داماد میاں نذیر حسین دہلوی نے ۱۳۰۷ھ کو اس میں اضافات کر کے شائع کیا، چنانچہ مولوی سید ظہیر الدین احمد ولی اللٰہی نے اس میں الحاق وتحریف کا پردہ چاک کیا، (برکاتی ۱۶۵) اس ترجمہ کی بہت سی خوبیاں ہیں، انہوں نے اس پر مختصر تفسیر حواشی بھی لکھے تھے، حضرت مترجم نے اس میں بہت سے ہندی الفاظ استعمال کیے ہیں، لسانی تجزیہ کے لیے ملاحظہ ہو:

۱۔ محمد ایوب قادری: اُردو نثر کے ارتقا میں علماء کا حصہ ۴۷۔۵۹

۲۔ اخلاق حسین قاسمی: محاسن موضح قرآن، دہلی

شاہ رفیع الدین کے ایک رسالہ اُردو میں تقریر الصلوٰۃ کا ذکر مولانا عبدالحی حسنی نے کیا ہے (برکاتی ۱۶۵)

شاہ عبدالقادر کی ولادت ۱۱۶۷ھ/ ۱۷۵۳ء کو ہوئی، آپ شاہ ولی اللہ محدث کے تیسرے فرزند گرامی تھے، تقریباً تیس سال تک مسجد اکبر آبادی (دہلی) میں گوشہ نشینی میں گزارے، اپنے برادر بزرگ شاہ عبدالعزیز محدث اور شاہ محمد عاشق پھلتی سے تحصیل سے کی۔

۵۳۔ مسجد اکبر آبادی دہلی کے مشہور بازار فیض آباد میں ہے، یہ مسجد اعزاز النساء بیگم عرف اکبر آبادی بیگم زوجۂ شاہ جہاں بادشاہ نے ۱۰۶۰ھ/ ۱۶۵۰ء کو بنوائی تھی، اس کے گرد طلبہ کے لئے حجرے بنے ہوئے تھے (آثار الصنادید ۱/ ۳۴۹)

۵۴۔ اپنی دختر..........

یعنی حضرت شاہ عبدالقادر کی نرینہ اولاد نہیں تھی صرف ایک صاحبزادی بی بی زینت تھیں جن کا نکاح آپ نے اپنے برادر زادے شاہ محمد مصطفیٰ تحیر بن شاہ رفیع الدین سے کیا تھا۔ (مکاتیب شاہ ولی اللہ، تعلیقات مرتب ۵۰۸)

۵۵۔ آپ کو بیعت طریقت جناب شاہ عبدالعدل دہلوی سے تھی۔

شاہ عبدالعدل زبیری نقشبندی (۱۱۲۰۔۱۲۰۴ھ/ ۱۷۰۸۔۱۷۹۰ء) حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی (ف ۱۱۵۱ھ/ ۱۷۳۹ء) کے خلیفہ تھے، خواجہ محمد ناصر عندلیب سے بھی فیض حاصل کیا تھا، شاہ

عبدالقادر دہلوی نے خواجہ میر درد سے بھی فیض پایا تھا، (ایضاً ۵۰۳)

۵۶۔ مولوی سید ہاشم دہلوی (رک تعلیقات مقالہ اول حاشیہ نمبر ۲۸)

۵۷۔ حکیم آغا جان (ایضاً حاشیہ نمبر ۲۹)

۵۸۔ مولوی حاجی غازی الدین محمد حسین نیوتنی (۱۲۳۱۔۱۳۲۲ھ/ ۱۸۱۵۔۱۹۰۴ء)

مولانا محمد حسن بن اسد اللہ بن تبارک اللہ بن مبارک اللہ بن ثناء اللہ بن معظم بن ابی الخیر بن قاضی ضیاء الدین عثمانی نیوتنی، اپنے عہد کے مشہور فضلاء میں سے تھے' اپنے مستقر میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسۃ السطانیہ، لکھنؤ میں جا کر تکمیل کی، پھر ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاں ملازمت اختیار کر لی اور ترقی کر کے محکمہ عدلیہ، فرخ آباد کی صدارت پر فائز ہوئے، عرصہ تک اس عہدہ پر کام کیا، اس کے بعد آپ حج کے لیے گئے۔ واپس آ کر حیدر آباد (دکن) میں قیام کیا، تو وہاں کے بھی محکمہ قضا اور عدل میں خدمات انجام دیں، ان مصروفیات کے باوجود درس و تدریس میں لگے رہتے تھے، شدید ریاضتیں بھی کرتے تھے۔ (نزہۃ الخواطر ۸/ ۴۱۷۔۴۱۸)

۵۹۔ مولوی مفتی صدرالدین خان دہلوی (۱۲۰۹۔۱۲۶۸ھ/ ۱۷۹۴۔۱۸۵۱ء)

دینی علوم کی تحصیل حضرت شاہ عبد العزیز محدث کی خدمت میں کی، پھر شاہ عبدالقادر اور شاہ محمد اسحاق دہلوی سے بھی استفادہ کیا، علومِ عقلیہ مولانا فضل امام خیر آبادی کی خدمت میں پڑھے، ہندوستان کی برطانوی حکومت کی طرف سے دہلی کے صدر الصدور اور مفتی تھے، مدرسہ دارالبقا کے طلبہ کے وظائف وغیرہ آپ ہی ادا فرماتے تھے، ۱۸۵۷ء کے فتویٰ جہاد پر دستخط کرنے کے سلسلہ میں معتوب و معزول بھی ہوئے، جائیداد ضبط ہوئی، پھر نصف حصہ مل گیا، شاعری کا بھی خوب ذوق تھا' آزردہ تخلص کرتے تھے، اردو شعرا کا ایک تذکرہ بھی لکھا تھا جو شائع ہو چکا ہے، ملاحظہ ہو:

۱۔ رحمٰن علی: تذکرہ علمائے ہند ۲۴۷۔۲۴۸

۲۔ سر سید احمد خان: آثار الصنادید

۳۔ خانی، عبدالقادر خان: علم و عمل ۱/ ۲۷۴۔۲۷۵

۴۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۷/ ۲۲۰۔۲۲۱

۵۔ آزردہ، صدرالدین، مفتی: تذکرۂ آزردہ مرتبہ مختار الدین احمد، کراچی

۶۔ پرواز، عبدالرحمٰن اصلاحی: مفتی صدرالدین آزردہ، دہلی ۱۹۷۷ء
ہمیں تعجب ہے کہ مؤلف مقالاتِ طریقت نے مفتی آزردہ کا حال شاہ عبدالعزیز کے تلامذہ کے باب میں نہیں کیا۔

۶۰۔ مولوی حاجی حافظ احمد علی (رک تعلیقات کتاب حاضر مقالہ اوّل حاشیہ نمبر ۴۳)

۶۱۔ عبدالقادر ساکن شاہ جہان آباد مرید شاہ عبدالقادر دہلوی
غیر معروف ہیں، ان کے احوال تذکروں میں نہیں ملتے۔

۶۲۔ مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی کی ولادت ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۳ء کو ہوئی اور وصال ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء کو ہوا (تذکرہ علمائے ہند ۳۱۵۔۳۱۶) وفات کی تاریخ ۱۹رجب تھی (مکاتیب شاہ ولی اللہ، تعلیقات ۵۰۹)

۶۳۔ آپ (شاہ عبدالقادر) کی ایک دختر تھی، اس کو مولوی مصطفیٰ بن شاہ رفیع الدین سے شادی کر دی تھی۔
شاہ عبدالقادر کی اس صاحبزادی کا نام زینب تھا، جن کا عقد مولوی مصطفیٰ متخلص بہ تحرؔ بن شاہ رفیع الدین سے ہوا، ان کا ذکر سابقہ تعلیقات میں بھی کیا جا چکا ہے۔

۶۴۔ اس کو ایک لڑکی ہوئی تھی وہ مولوی محمد اسماعیل شہید کے نکاح میں دی......
مولوی محمد مصطفیٰ تحرؔ کی اس دختر کا نام اُم کلثوم تھا، جن کا نکاح مشہور عالم شاہ اسماعیل دہلوی سے ہوا تھا۔

۶۵۔ اس سے ایک فرزند مولوی محمد عمر پیدا ہوئے اور لاولد ہوئے مگر بڑے صاحبِ تصرف اور ذی کمال تھے۔
مولوی شاہ محمد عمر بن شاہ اسماعیل دہلوی ایک گوشہ نشین ہستی تھے، سلاطین و امراء کی محبت بہت ہی ناپسند تھی، ۲ جمادی الثانی ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۲ء کو انتقال ہوا، ان کا روحانی تصرف بڑا قوی تھا، ان کے ایک معاصر بزرگ اخوند عبدالعزیز دہلوی (ف ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء) کی روایت ہے کہ مولوی محمد عمر صاحب ہر روز بلاناغہ دہلی کے قدم شریف کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے اور وہاں دیر تک مراقب رہتے تھے، ایک بار انہوں نے حافظ عبداللہ مرید شاہ عبدالغنی مجددی (ف ۱۲۹۶ھ/

۱۸۷۸ء) سے کہا کہ تم اپنے شیخ سے دریافت کرنا کہ دہلی میں فیض آسمانی سب سے پہلے کس مقام پر نازل ہوتا ہے؟ لیکن وہ ادب سے سوال نہ کر سکا، پھر شاہ محمد عمر نے خود ہی حافظ صاحب سے کہا کہ حضرت شیخ سے ہمارا اسلام عرض کرنے کے بعد کہنا کہ محمد عمر کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ دہلی میں سب سے پہلے قدم شریف پر فیض نازل ہوتا ہے، پھر باقی مقدس مقامات کو ان کا نصیب ملتا ہے، ہمارے اس کشف کی تم تصدیق کرو، تو اس نے جا کر شاہ عبدالغنی مجددی سے یہ بات کہہ دی جس پر شاہ مجددی نے ان کے اس کشف کی تصدیق کی۔ (محمد عمر ملقب بہ سراج الحق: الاستشفاع والتوسل بآثار الصالحین ص ۶۷۔۶۸)

۶۶۔ حافظ حاجی قاری محمد کریم بخش دہلوی

ان کے احوال معروف تذکروں میں نہیں مل سکے۔

۶۷۔ مؤمن خان دہلوی

حکیم مؤمن خان مؤمن دہلوی (ف ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۲ء) اُردو کے مشہور شاعر تھے، خانوادۂ شاہ ولی اللہ سے عقیدت رکھتے تھے، ان کے مطبوعہ دیوان میں اس خاندان کے بزرگوں کی وفات کے قطعات شامل ہیں۔

۶۸۔ مولوی شاہ عبدالغنی دہلوی (۱۱۷۱ھ۔۱۶ رجب ۱۲۰۳ھ/ ۱۷۵۷۔۱۷۸۹ء)

آپ شاہ ولی اللہ محدث کے چوتھے اور آخری فرزند تھے، شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین سے تحصیل کے بعد مدرسۂ رحیمیہ میں درس و تدریس کا آغاز کیا، ان کا نکاح خانم فاطمہ بنت شیخ علاء الدین پھلتی سے ہوا، ان کے ایک فرزند شاہ محمد اسماعیل دہلوی اور دو صاحبزادیاں رقیہ اور بی بی کلثوم تھیں، جن کی اولاد ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء تک بقید حیات تھی (مکاتیب شاہ ولی اللہ، تعلیقات مرتب ۵۱۱۔۵۱۲)

۶۹۔ شاہ عبدالعزیز محدث کی ولادت ۲۵ رمضان ۱۱۵۹ھ میں ہے اور نام تاریخی آپ کا غلام حلیم ہے، آپ کے ملفوظات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

فبشرناہ بہ غلام حلیم (ملفوظات عزیزی ۹۷) جس کے عدد ۱۱۵۹ھ ہوتے ہیں۔

۷۰۔ آپ کی عمر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے انتقال کے وقت سولہا برس چھ مہینے کی تھی...........

شاہ ولی اللہ کا وصال ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ کو ہوا (رک مقالہ اوّل حاشیہ نمبر ۳۸)

گویا ۱۱۷۶-۱۱۵۹=۱۷، ۲۹ محرم-۲۵ رمضان=۷ ماہ

اس طرح حضرت شاہ صاحب کے وصال کے وقت شاہ عبدالعزیز کی عمر مبارک سترہ سال سات ماہ تھی۔

۷۱۔ فاتحہ سوم شاہ ولی اللہ صاحب کا خان دوران کے محل کلاں میں ہوا............

یہاں محل کلاں خان دوران امیرالامراء خواجہ عاصم کی حویلی مراد ہے، محمد شاہ کے عہد میں یہ امیرالامراء اور میربخشی تھا، نادرشاہ کے حملہ میں ۱۷۳۹ء کو لڑتا ہوا کام آیا، زمانہ وزارت ۱۷۱۹-۱۷۳۹ء ہے، خان دوران کی یہ حویلی کشمیر کٹرا اور ٹیکسال کی عمارت کے قریب تھی (سیر المنازل ۳۲، ۱۷۷) ملاحظہ ہو:

Zahiruddin Malik: A Mughal Statesman of Eighteenth Century, Bombay, 1973

شاہ عبدالعزیز محدث کے زمانہ میں خان دوران کی یہ حویلی کلاں محل کہلاتی تھی، جس میں جا کر آپ کچھ عرصہ کے لیے ٹھہرے بھی تھے۔ (ملفوظات شاہ عبدالعزیز ص ۱۱۲)

۷۲۔ بابا فضل اللہ کشمیری...... کہ من جملہ ارشد تلامذہ شاہ ولی اللہ صاحب تھے۔ ان کے حالات نہیں مل سکے۔

۷۳۔ شاہ نوراللہ بڈھانوی صدیقی پھلتی،

آپ نے شیخ بدرالحق، شیخ عبیداللہ پھلتی اور شاہ ولی اللہ محدث سے تحصیل کی اور شاہ صاحب سے ہی بیعت ہوئے، حدود ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء کو انتقال ہوا، شاہ عبدالعزیز نے حدیث وفقہ انہی کی خدمت میں رہ کر پڑھی، موصوف شاہ عبدالعزیز کے خسر بھی تھے،

مولانا عبدالحی بڈھانوی کے یہی جد اعلیٰ تھے (مکاتیب شاہ ولی اللہ، تعلیقات ۵۶۷-۵۶۸)

۷۴۔ خط شکست ونسخ خوب لکھتے تھے۔

یعنی شاہ عبدالعزیز نے خطاطی کا فن بھی سیکھا تھا اور ان دونوں خطوط کی طرزِ کتابت سے آپ بخوبی واقف تھے، کتاب حاضر کے آخر میں ہم نے شاہ صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک اجازت نامہ

حدیث برائے خواجہ غلام محی الدین قصوری کا عکس شامل کیا ہے، جس سے آپ کے حسن خط کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۷۵۔ کمالات عزیزی (رک تعلیقاتِ حاضر نمبر ۲)

۷۶۔ کمالاتِ عزیزی ص ۸ طبع سید احمد واللّٰہی ص ۸

۷۷۔ مولوی نصیر الدین عرف غلام مولیٰ سلمہ اللہ تعالیٰ

کے بارے میں مؤلف نے وضاحت نہیں کی کہ وہ کون ہیں، ان کے نام کے ساتھ دعائیہ جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کتاب کی تالیف (۱۲۹۲ھ) تک بقید تھے، ہمارا قیاس ہے کہ یہ سید نصیر الدین بن سید نجم الدین سوتی پتی ہوں گے، امۃ اللہ بنت شاہ رفیع الدین انہی نجم الدین سے منسوب تھیں، سید نصیر الدین مجاہد شاہ محمد اسحاق دہلوی کے داماد تھے اور لاولد رہے (عبدالحی حسنی: دہلی اور اس کے اطراف ص ۶۰)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف کتاب بزبان پشتو اور اس کا جواب (رک کمالات عزیزی ص ۸)

۷۸۔ تین موضع آپ کی جاگیر تھی اون کی سند شاہ عالم اور دولت راؤ سیندیہ نے گزرانی تھی۔

شاہ عالم ثانی (۱۷۵۹ـ۱۸۰۶ء) بن عالمگیر ثانی اور مرہٹہ سردار دولت راو سندھیا (Daulat Rao Sindhia) ۱۷۸۰ء سے ۱۸۲۷ء تک علاقائی حکمران رہا۔

۷۹۔ حسن پور اور مراد آباد پرگنہ سکندر آباد سے چاروں بھائیوں میں مشترک (آمدنی آتی تھی)

حسن پور، مراد آباد ڈسٹرکٹ میں ایک قصبہ ہے، جس کی آمدنی شاہ ولی اللہ کے چاروں فرزندوں کو ملتی تھی۔

مراد آباد، برطانوی دورِ اقتدار میں بریلی ڈویژن میں ایک ضلع تھا جو یونائیٹڈ پرونس میں ہے (امپریئل گزیٹیر آف انڈیا ۱۷/ ۴۲۱ـ۴۲۹ و بہ بعد)

اسی طرح پرگنہ سکندر آباد، ڈسٹرکٹ بلند شہر یونائیٹڈ پرونس میں ایک آباد قصبہ ہے (ایضاً ۲۲/ ۳۶۱ـ۳۶۲) یہ برطانوی عملداری کے محل وقوع ہیں۔

گویا ان تینوں دیہات کی آمدنی حضرت محدث کے چاروں فرزندوں کو آپس میں برابر ملتی رہتی

تھی، جو مدد معاش کے طور پر عالم ثانی اور مرہٹہ راجہ دولت راؤ سندھیا نے ان حضرات کو دی تھی۔

۸۰۔ محل جنہ

یہ پُھلت (آبائی علاقہ شاہ ولی اللہ) مظفر نگر کے مضافات میں ایک قصبہ ہے، بڈھانہ کے قریب، (حاشیہ مقالاتِ طریقت ص۲۶)

اس قصبہ کی آمدنی بلاشرکت غیرے حضرت شاہ عبدالعزیز کو ملتی رہتی تھی، جسے آپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے دونوں نواسوں مولانا شاہ محمد اسحاق اور مولانا محمد یعقوب کو عطا کر دی تھی، جس کی آمدنی مقالات طریقت کی تالیف (۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء) تک برابر وصول ہوتی رہتی تھی۔

۸۱۔ مولوی نصر اللہ خان صاحب (رک کتاب حاضر مقالۂ ششم حاشیہ نمبر ۱۴۰)

۸۲۔ اس کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث کو دہلی میں بادشاہ عالمگیر ثانی (۱۱۶۷۔۱۱۷۳ھ/ ۱۷۵۴۔۱۷۶۰ء) نے مدد معاش کے طور پر ۵۱ بیگھا زمین دی تھی، جو حویلی پالم (مضافات دہلی) میں تھی، دہلی کے ریذیڈنٹ سیٹن (Archd Seton) کو شاہ عبدالعزیز محدث کے وکیل نے اس زمین کے واگزار کرنے کے لیے جو درخواست دی تھی، اس کے جواب میں ریذیڈنٹ نے لکھا تھا: مجھے آپ کا پروانہ جو شاہ عبدالعزیز کی ٹیکس سے مستثنیٰ یعنی ۵۱ بیگھا پکا زمین واقع موضع نورباغ ملک شاہ ولی اللہ والد شاہ عبدالعزیز بمہر عمدۃ الملک آصف جاہ نظام الملک بہادر مطابق ششم جلوس شاہ عالمگیر ثانی (۱۱۷۹ھ/ ۱۷۶۵ء) یہ زمین دراصل صاحبہ محل (ملکہ محمد شاہ بادشاہ) کی ملکیت تھی، صاحبہ محل شاید شیعہ تھی اور اس کے شاہ عبدالعزیز کے ساتھ اس بنیاد پر کچھ اختلافات بھی ہوئے تھے، جس کے باعث شاہ صاحب کی ملکیت بحال نہ ہوئی تو آپ نے پرگنہ حویلی پالم کے تحصیلدار ماکھو خان کے پاس اپنی اسناد ملکیت بھیجیں تو اس نے معائنہ کے بعد یہ زمین آپ کے نام بحال کر دی، اس کے بعد بھی اس پر کئی مرتبہ اختلافات پیدا ہوتے رہے، اس کی فصل خریف کی آمدنی کل ۲۸ روپے تھی، تفصیل کے لیے دیکھئے:

Punjab Archives, Lahore, Index to vol.I the Punjab Secretariat, Delhi Residency and Agency (1806.57, case No.3, Lahore,1911

Rizvi, S.A.A: Shah Abdul Aziz pp.84-90

اسی آمدنی سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث، شاہ عبدالعزیز محدث اور اس خانوادہ کے دیگر حضرات مدرسہ رحیمیہ کا انتظام کرتے اور طلبہ کی ضروریات پوری کرتے رہتے تھے۔

۸۳۔ بداؤن (Budaun) بعد میں بدایون کے نام سے مشہور ہوا، جو یونائیٹڈ پرونس میں ایک ڈسٹرکٹ اور پھر صوبہ بنا۔

۸۴۔ شاہ عبدالعزیز نے ہی اپنے تینوں بھائیوں کو پڑھایا اور ان کی تعلیم مکمل کروائی تھی۔

۸۵۔ میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز...... بعد غلبہ آشوب چشم کے بھی پڑھائے ہوں......

شاہ عبدالعزیز اپنی جوانی میں ہی تقریباً ۲۵ سال کی عمر میں کئی امراض میں مبتلا ہو گئے تھے، بینائی سے بھی محرومی اس زمانہ میں ہوئی تھی، جس کے راوی شاہ محمد اسحٰق کے شاگرد اور مشہور قاری حضرت عبدالرحمٰن انصاری پانی پتی ہیں، مولانا عبدالحی حسنی نے بھی یہی روایت بیان کی ہے (نزہۃ الخواطر ۷/۲۷۰) مولانا عبدالحی سے یہاں مراد مولانا عبدالحی بڈھانوی ہیں (رک کتاب حاضر مقالہ ششم تعلیقہ نمبر ۴۳)

۸۶۔ جناب غلام علی شاہ صاحب مجددی بھی شاگرد ہیں۔

یعنی معروف شیخ طریقت حضرت شاہ غلام علی دہلوی (ف ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) بھی حضرت شاہ عبدالعزیز کے شاگرد تھے، (رافت، رؤف احمد: درالمعارف ص ۷۵۔۷۶)

۸۷۔ مولوی عبدالغنی مجددی سلمہ اللہ تعالیٰ نے جو ایک رسالہ غلام علی شاہ صاحب نے جناب مرزا مظہر جانِ جاناں اور ان کے خلفاء کے حالات میں لکھا ہے، سو اوس کا تکملہ کیا ہے،

یعنی مولانا شاہ عبدالغنی مجددی (ف ۱۲۹۶ھ) بن شاہ ابوسعید مجددی نے شاہ غلام علی دہلوی کے رسالہ دراحوال حضرت مظہر جس سے مراد مقامات مظہری ہے جو پہلے مطبع احمدی دہلی سے ۱۲۶۹ھ کو طبع ہوئی، پھر مطبع مجتبائی دہلی سے اس کا فارسی متن شائع ہوا، اس کا ایک تحقیقی اُردو ترجمہ ہمارے مفصل مقدمہ اور حواشی کے ساتھ چار بار طبع ہو چکا ہے۔

۸۸۔ مقامات مظہری (رسالہ دراحوال و مقامات حضرت...... مظہر) طبع مذکور ص ۱۴۱۔۱۴۲

۸۹۔ ایضاً ص ۱۴۲

۹۰۔ ایضاً ۱۵۹

۹۱۔ آپ (شاہ عبدالعزیز) کے برادروں کے ساتھ مولوی مفتی الٰہی بخش صاحب ساکن کاندھلہ......

یعنی شاہ عبدالعزیز محدث اپنے بھائیوں کے ساتھ مفتی الٰہی بخش کاندھلوی (۱۱۶۲ھ۔۱۲۴۵ھ/ ۱۷۴۸ء۔۱۸۲۹ء) بھی شریک سبق ہوتے تھے، شاہ صاحب نے انہیں جو سندیں عنایت کی تھیں وہ اُنہوں نے اپنی بیاض میں نقل کر لی تھیں جو ان کے آبائی کتابخانہ کاندھلہ میں محفوظ ہے، مفتی الٰہی بخش ایک بڑے عالم، مشہور کتاب نصاب الاحتساب کے مؤلف ضیاء الدین عمر بن محمد بن عوض سنامی کی اولاد میں سے تھے، ۱۰۵ کتابوں کے مؤلف اور فارسی میں شعر بھی کہتے تھے، نشاط تخلص تھا، مثنویٔ مولانا روم کا ساتواں دفتر بھی لکھا تھا جو مشہور اور مطبوعہ ہے، ملاحظہ ہو:

راشد، نورالحسن کاندھلوی: مختصر تذکرہ...... مفتی الٰہی بخش نشاط کاندھلوی، کاندھلہ ۲۰۰۱ء

۹۲۔ اور مولوی قمرالدین صاحب تخلص منت وغیرہ سامع تھے۔

یعنی حضرت شاہ عبدالعزیز جب اپنے تین بھائیوں کو پڑھاتے تھے جو اصحاب شریک درس ہوتے تھے ان میں مولوی منت بھی شامل تھے۔

قمرالدین منت فارسی کے ایک شاعر تھے، ان کا دیوان ڈاکٹر شعیب احمد نے پی ایچ ڈی کے لیے مرتب کیا جو پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ۲۰۱۰ء کو شائع ہوا۔

قمرالدین منت، شاہ عبدالعزیز کے شاگرد تھے، شاہ صاحب نے رسالہ عجالۂ نافعہ (اصولِ حدیث) انہی کی درخواست پر تالیف کیا تھا، شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث کی دختر امۃ اللہ کا نکاح سید نجم الدین سونی پتی سے ہوا تھا، جن کے بطن سے دو فرزند سید حافظ ناصرالدین اور سید نصیرالدین اور ایک بیٹی شاکرہ متولد ہوئی، یہی شاکرہ قمرالدین منت کی زوجہ تھیں، منت کا انتقال ۱۲۰۸ھ/۱۷۹۳ء کو ہوا۔

۹۳۔ مرزا عمر علی شاہ قادری چشتی

ان کے احوال مروجہ تذکروں میں نہیں ملتے۔

۹۴۔ ایضاً

۹۵۔ مولوی محمد اسحاق بن مولوی یار محمد کے حالات بھی ہمیں دستیاب نہیں ہو سکے اور قرآن مجید کے اس

نسخے کا اب وجود نہیں ہے۔

۹۶۔ سید احمد صاحب (رائے بریلوی)، مولانا عبدالحی صاحب (بڈھانوی)، مولانا شاہ عبدالقادر (دہلوی) کے حالات کتاب حاضر کے مقالہ ششم میں ملاحظہ کریں۔

۹۷۔ غلام علی شاہ صاحب یعنی حضرت شاہ غلام علی دہلوی رک تعلیقہ نمبر ۸۶۔۸۷

۹۸۔ سید اللہ دیا برہانپوری، ان کے احوال سے ہم واقف نہیں ہیں۔

۹۹۔ مولانا یعقوب صاحب دہلوی شاگرد شاہ عبدالعزیز

ان کے حالات سے ہم ناواقف ہیں، ممکن ہے کہ مولوی محمد یعقوب بن مولانا کریم اللہ دہلوی ہوں کیوں کہ ان کے والد مسلمہ طور پر شاہ عبدالعزیز کے شاگرد تھے، مولوی محمد یعقوب آغازِ جوانی میں شاہ صاحب سے وابستہ ہوئے ہوں گے۔

۱۰۰۔ شیخ غلام جیلانی باغ پتی

مولانا غلام جیلانی بن شیخ محمد واضح بن شیخ محمد صابر بن شاہ آیت اللہ بن شاہ علم اللہ رائے بریلوی اپنے عہد کے علماء میں سے تھے، ان کے جدِ اعلیٰ شاہ علم اللہ رائے بریلوی (ف ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۴ء) ایک بزرگ صوفی اور شیخ آدم بنوڑی (۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء) کے خلیفہ تھے، ملاحظہ ہو:

۱۔ محمد حسنی ندوی: تذکرہ سید شاہ علم اللہ حسنی، کراچی ص ۱۷۱۔۱۷۲

۲۔ مکاتیب شاہ ولی اللہ محدث (تعلیقات ۵۶۵۔۵۶۶)

۱۰۱۔ حافظ قطب الدین پھلتی (شاگرد شاہ عبدالعزیز محدث) بن سید محمد واضح حسنی رائے بریلوی، حافظ قطب الدین، شیخ شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ بھی تھے اور کئی کتابوں کے مؤلف بھی (مکاتیب شاہ ولی اللہ، تعلیقات مرتب ۵۶۷۔۵۶۸)

۱۰۲۔ خوبی تصنیفات کی تمام زمانے پر ظاہر و باہر ہے......

شاہ عبدالعزیز کی تصانیف کی تفصیل ہم نے کتاب حاضر کے مقدمہ میں دے دی ہے۔

۱۰۳۔ حاجی محمد حسین صاحب سہارنپوری......مولوی نوراللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب کی ایک فارسی تفسیر تمام قرآن مجید کی اکبرآباد کے قاضی کے یہاں موجود ہے مگر وہ چھپی نہیں۔

مؤلف کی یہ معاصر روایت ہے، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ علوم اسلامیہ کے ایک محقق محمد عضدالدین خان صاحب نے فتاویٰ عزیزی اور دیگر معاصر شہادتوں کی بنیاد پر یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے واقعی قرآن مجید کی مکمل تفسیر لکھی تھی۔

(معارف، اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۶۷ء ص ۲۱۷-۲۳۲)

یہ تفسیر شاہ صاحب نے ۴۹ برس کی عمر میں ۱۲۰۸ھ/۱۷۹۳ء کو لکھی، اس وقت تک آپ کو بہت سے امراض لاحق ہو چکے تھے، اس تفسیر کے کچھ اجزاء طبع ہوئے یعنی سورۂ فاتحہ، سورۂ بقرہ (آیات ۱۸۴) کے بعد آخری دو پاروں کی تفسیر بھی متعدد مرتبہ چھپ چکی ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث کے ایک معاصر و شاگرد شاہ احمد سعید مجددی (ف ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء) کو بھی کوشش کے باوجود یہ تفسیر مکمل صورت میں ہم دست نہیں ہو سکی تھی (تحفۂ زواریہ ۴۰/۶۱، ۴۴/۶۳، ۴۷/۶۵) رک مقدمۂ کتاب حاضر۔

مولوی محمد حسین سہارنپوری کے احوال ہمیں دستیاب نہیں ہو سکے۔

۱۰۴۔ شیخ مصدق الدین

شیخ مصدق الدین عبداللہ، شاہ فخر الدین دہلوی کے مرید تھے (مقامات مظہری ص ۵۶۴)

۱۰۵۔ مولوی کرم اللہ بن شیخ مصدق الدین

شاہ غلام علی دہلوی کے اجازت یافتہ تھے، اکثر اہل دہلی بلاواسطہ یا باواسطہ فن قرأت اور وجوہاتِ سبعہ میں ان کے شاگرد ہیں، دو مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی، دوسرے سفر حج میں وفات پائی، حدائق الحنفیہ اور تذکرہ علمائے ہند میں ان کا سالِ وفات ۱۲۵۸ھ درج ہے لیکن مؤلف نزہۃ الخواطر ۷/۳۹۴) نے بحوالہ حدیقہ احمدیہ ۱۲۵۲ھ دیا ہے (مقامات مظہری ۵۶۴، ۵۹۲-۵۹۳)

۱۰۶۔ مرزا عمر علی قادری چشتی، رک تعلیقہ نمبر ۹۳

ہمیں ان کے حالات معروف تذکروں میں نہیں مل سکے، مولوی یار محمد مذکور کے شاگرد تھے۔

۱۰۷۔ مولوی حیدر علی

مولانا حیدر علی فیض آبادی بن محمد حسن بن محمد ذاکر بن عبدالقادر دہلوی فیض آبادی، فیض آباد میں

ہی تحصیل کی، پھر دہلی آ کر مولانا رشید الدین خان دہلوی، شاہ رفیع الدین اور پھر شاہ عبدالعزیز سے بھی کچھ پڑھا، لکھنؤ، بھوپال اور حیدرآباد (دکن) میں رہے، زندگی بھر تصنیف و تالیف میں مصروف رہے، بہت سی کتابوں کے مؤلف تھے، والیہ بھوپال ملکہ سکندر بیگم کے ایما پر تفسیر عزیزی کا تکملہ لکھا، ۱۲۹۹ھ کو انتقال کیا، ملاحظہ ہو:

(۱) تذکرہ علمائے ہند ۱۷۵

(۲) نزہۃ الخواطر ۷/۱۵۴۔۱۵۵

ان کی تالیفات میں منتہی الکلام ایک ضخیم کتاب ہے (ایضاً ۷/۱۵۵)

۱۰۸۔ تحفہ اثناءِ عشریہ مطبوعہ 1215ھ/۱۸۰۰ء یعنی تحفہ کا یہ ایڈیشن حضرت مولف کے حین حیات طبع ہوا تھا، اس کی طباعت کلکتہ سے مذکورہ سنہ میں ہوئی، یہ تین سو کی تعداد میں چھپا تھا (معارف ستمبر ۱۹۶۵ء ص ۱۹۵) رک مقدمۂ کتاب حاضر

۱۰۸/۲۔ سکندر بیگم والیہ بھوپال

سکندر بیگم بنت نواب گوہر بیگم قدسیہ بیگم بنت نواب نظر محمد خان،

سکندر بیگم کی ولادت بھوپال میں ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء کو ہوئی، ان کا عقد جہانگیر محمد خان (ف ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء) کے ساتھ ہوا، سکندر بیگم نے ۱۵ محرم ۱۲۶۳ھ/۳ جنوری ۱۸۴۷ء کو بھوپال کی مسند اقتدار سنبھالی اور ۱۲ رجب ۱۲۸۵ھ/۳۰ اکتوبر ۱۸۶۸ء کو فوت ہوئیں (تذکرۂ ماہ وصال ۱۹۷)

۱۰۹۔ حضرت کے فتوے اور مکتوبات بھی ہزار ہا ہیں۔

شاہ صاحب کے فتوؤں کا ایک مجموعہ دو جلدوں میں فتاویٰ عزیزی کے نام سے مطبع مجتبائی، میرٹھ اور مطبع احمدی دہلی سے شائع ہوا تھا، یہ فارسی نثر میں ہے۔

شاہ صاحب کے فارسی مکتوبات کا ایک مجموعہ چند سال پہلے رضا لائبریری، رام پور سے مرتب شکل میں طبع ہوا ہے۔

۱۱۰۔ حافظ صدرالدین (از حیدرآباد، دکن) مکتوب الیہ شاہ عبدالعزیز محدث، احوال معلوم نہیں ہو سکے۔

۱۱۱۔ نقل مکتوب شاہ عبدالعزیز در مسئلہ وحدت الوجود والشہود............

مؤلف نے یہ مکتوب مکمل نقل کر لیا ہے، مولانا انوار اللہ خان فضیلت جنگ نے اس رسالہ کا فارسی متن مع اُردو ترجمہ از مشتاق احمد انبیٹھوی، محمود پریس، حیدر آباد، دکن سے شائع کروایا تھا۔

۱۱۲۔ شیخ احمد سرہندی......

مراد ہیں امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ف ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء)۔

۱۱۳۔ حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی (ف ۷۳۶ھ/۱۳۳۶ء)

وحدت الشہود کے نظریہ کو جو صوفیہ کے مابین زیر بحث تھا، تحریری اور علمی صورت میں منضبط کیا، آپ کی کئی کتابیں ایران سے مرتب ہو کر طبع ہو چکی ہیں جن میں سے ۹ کتب ہمارے ذخیرہ (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور) شمارہ ۱۰۴۳ تا ۱۰۵۱ میں موجود ہیں۔

۱۱۴۔ کمالاتِ عزیزی مؤلفہ نواب مبارک علی خان کے ص ۲۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی میں مختصر سا بیان آپ کے آخری واعظ اور وصال کی کیفیت و وصیت بھی درج ہے۔

۱۱۵۔ (حضرت شاہ صاحب نے واعظ کے بعد) قریب لاکھ روپے کے نقد اور دوسرا اسباب پیش قیمت جو تھا......

حضرت شاہ صاحب کی جاگیر اور املاک کے ذریعہ خاصی آمدنی آتی تھی (رک تعلیقات حاضر ۷۹۔۸۲)

۱۱۶۔ مولانا اسحاق سے مراد مولانا شاہ محمد اسحاق بن شیخ محمد افضل داماد شاہ عبدالعزیز اور ان کے برادر اصغر ہیں۔

۱۱۷۔ مولانا محمد یعقوب (ف ۲۸ ذی قعدہ ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۷ء) ان دونوں بھائیوں نے ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء کو دہلی سے مکہ مکرمہ ہجرت کی اور وہیں جنت المعلیٰ میں مدفون ہیں (رک مقدمہ کتاب حاضر)

۱۱۸۔ حضرت شاہ صاحب کی اپنے کفن اور جنازہ کے متعلق اس وصیت کی تصدیق کمالاتِ عزیزی ص ۲۳ سے بھی ہوتی ہے۔

۱۱۹۔ (تاریخ وسال وصال) شاہ عبدالعزیز ۷ شوال یک شنبہ ۱۲۳۹ھ

تمام تذکرہ نویسوں نے آپ کا یہی سال و تاریخ وصال درج کی ہے۔

۱۲۰۔ دروازہ ترکمان دہلی

شہر شاہ جہان آباد کے اندر یہ دروازہ ہے جو شمس العارفین شاہ ترکمان (ف ۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء) کے مزار کے پاس ہے اور انہی کے نام کی مناسبت سے ترکمان دروازہ کہلاتا ہے (آثار الصنادید ۱/ ۳۱۸، واقعاتِ دارالحکومت ۲/ ۱۵۶)

۱۲۱۔ مقبرہ نصیرالدین لکھنوی شافعی

دہلی کے مقابر کی تفصیلات پر اس وقت تمام تر کتب ہمارے پیش نظر ہیں، ان میں اس نام کے کسی مقبرہ کا تذکرہ نہیں ملتا، مؤلف کو یہاں سہو ہوا ہے، خود مولانا نصیرالدین شافعی نے نمازِ جنازہ پڑھائی تھی۔

۱۲۲۔ مزارِ پُرانوار آپ (شاہ عبدالعزیز) کا...... مہدیوں کے قریب خوش نرور کے چھتے میں واقع ہے۔

اس مقام کا نام پہلے کوشک انور تھا، یہاں حضرت غوث اعظم سے عقیدت کے اظہار کے طور پر مہندی کی رسم کی جاتی تھی، پھر کوشک وغیرہ نام کا حصہ نہ رہا، یہاں ایک بڑی مسجد ہے، اس کے صحن میں کئی مزارات ہیں، جن میں حضرت شاہ عبدالرحیم، حضرت شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر وغیرہ اور اس خانوادہ کے دیگر اصحاب کی قبور بھی ہیں (واقعات دارالحکومت ۲/ ۵۸۰۔۵۸۲) اس وقت اروِن ہسپتال اور مولانا آزاد میڈیکل کالج سے اس قبرستان میں داخل ہوتے ہیں، (الواح الصنادید ۸۷ وبہ بعد) راقم ۱۹۸۹ء کے سفر دہلی کے دوران ان مزارات کی زیارت کے لیے گیا تھا۔

۱۲۳۔ (قطعاتِ تاریخ) وفات شاہ عبدالعزیز محدث......

پہلے قطعہ کے شاعر کا نام معلوم نہیں ہے۔

۱۲۴۔ (قطعہ) از جناب شاہ رؤف احمد مجددی

شاہ رؤف احمد متخلص بہ رافت مجددی

حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد میں سے تھے، حضرت شاہ غلام علی دہلوی (ف ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) سے خلافت تھی، ملاحظہ ہو:

(۱) شاہ غلام علی دہلوی: مقاماتِ مظہری، ضمیمہ نوشتہ شاہ عبدالغنی مجددی

(۲) محمد معصوم رام پوری: ذکر السعیدین

۱۲۵۔ (قطعہ) از قاضی ارتضا علی خان گوپاموی مدراسی (ف ۷ شعبان ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۲ء) قاضی ارتضا علی بن مصطفیٰ خان، قاضی القضاۃ، عالم تبحر تھے، طریقت سے بھی قریبی تعلق تھا، کئی کتابوں کے مؤلف تھے، فارسی میں شعر بھی کہتے تھے، خوشنود تخلص تھا، حج سے واپس آتے ہوئے بندرگاہ حدیدہ کے قریب وصال ہوا (حدیقۃ المرام ۱۸۔۱۹)

محمد صلاح الدین عمری: قاضی ارتضا علی خان خوشنود، ایک جائزہ، مقالہ مشمولہ برہان، دہلی جولائی ۱۹۸۳ء

۱۲۶۔ مومن خان دہلوی

(رک تعلیقات حاضر مقالہ اول، تعلیقہ نمبر ۶۷)

۱۲۷۔ یہ آخری مدحیہ نظم خود مؤلف عبدالرحیم ضیا کی ہے، آخری شعر میں اپنا تخلص ضیاء بھی لکھا ہے۔ (رک مقدمہ کتاب حاضر)

مقالہ دوم

در اُمور متعلق بعلوم ظاہر و باطن

۱۔ صاحب منتہی الکلام.........مولانا مولوی حیدر علی (ف ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء)
(رک کتاب حاضر، تعلیقات مقالہ اوّل، تعلیقہ نمبر ۱۰۷)

۲۔ ولایت.........

پاکستان و ہند کے علماء و صوفیہ کے نزدیک ولایت سے وسطی ایشیاء کے وہ علاقے مراد تھے جو علم و معرفت کے مراکز تھے، پھر افغانستان کے علمی مراکز کو بھی ولایت کہا جانے لگا۔

۳۔ امام محمد غزالی (۴۵۱۔۵۰۵ھ/۱۰۵۹۔۱۱۱۲ء)

۴۔ معارج القدس

ردفلاسفہ میں امام غزالی کی اس نام کی کسی کتاب کی تفصیل نہیں مل سکی، البتہ امام صاحب کی اس موضوع پر دو کتب تہافتہ الفلاسفہ اور مقاصد الفلاسفہ مشہور و مطبوع ہیں۔

۵۔ مولوی سید ہاشم علی دہلوی (رک تعلیقاتِ حاضر مقالہ اول تعلیقہ نمبر ۲۸)

۶۔ میر محمد جان

ان کے احوال متعارف تذکروں میں نہیں مل سکے، البتہ اس نام کے ایک بزرگ شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ تھے یعنی شیخ جان محمد جو مکہ مکرمہ چلے گئے تھے اور وہاں کے شیخ الحرم تھے (مقاماتِ مظہری ۵۶۹۔۵۷۰)

۷۔ مولوی حمایت اللہ دہلوی، ان کے حالات نہیں مل سکے۔

۸۔ حسامی،

یہ کتاب مولانا حسام الدین محمد بن محمد آخیستکی کی تصنیف ہے، درس نظامی کے نصاب کی اُمہات کتب میں سے ہے، مولانا نظام الدین کیرانوی کی شرح کے ساتھ مطبع مجتبائی، دہلی سے ۱۳۲۴ھ طبع ہو چکی ہے۔

۹۔ تلویح
علم فقہ کی مشہور کتاب ہے، جس کے مؤلف شیخ ابی سعد یحییٰ بن علی الحلوانی شافعی (ف ۵۲۰ھ/ ۱۱۲۶ء) ہیں (کشف الظنون ۱/۴۸۲)

۱۰۔ مولوی مملوک علی
مولانا مملوک العلی (۱۲۰۴۔۱۳۰۲ھ/ ۱۷۹۰۔۱۸۸۴ء)
اپنے عہد کے اکابر علماء میں سے تھے، ملاحظہ ہو:
راشد، نور الحسن کاندھلوی: استاذ الکل مولانا مملوک العلی نانوتوی، کاندھلہ، مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، ۱۴۳۰ھ

۱۱۔ حکیم آغا جان (رک تعلیقات مقالہ اوّل، تعلیقہ نمبر ۲۹)

۱۲۔ حکیم غلام حیدر خان بن نامدار، ولادت دہلی میں ہوئی، شاہ عبد العزیز کے علاوہ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر کی خدمت میں تحصیل کی، علم طب حکیم شریف دہلوی سے حاصل کیا، درس و تدریس بھی شغل تھا (فوائد جامعہ شرح عجالۂ نافعہ ص ۴۱)

۱۳۔ مولوی محبوب علی صاحب
یہاں مولوی محبوب علی جعفری (ف ۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۴ء) مراد ہیں۔
مولوی صاحب مجاہدین بریلی کی فکر کے علم بردار تھے، اس لیے ان کا شاہ صاحب سے بزرگوں کی ارواح سے فیض یاب ہونے پر اختلاف کرنا ایک فطری امر تھا۔

۱۴۔ مولوی برکت اللہ: ان کے احوال سے ہم ناواقف ہیں۔

۱۵۔ فصل الخطاب: یہ علم کلام کا ایک رسالہ ہے، جو شاہ محی الدین قادری ویلوری کی تالیف ہے (رک خاتمہ تعلیقہ نمبر ۱۷)

۱۶۔ شرح مشکوٰۃ از جناب شیخ عبد الحق دہلوی (ف ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء)
یہ اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ ہے جسے حضرت شارح نے ۱۰۱۹ھ/ ۱۶۱۰ء کو لکھنا شروع کیا اور ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء کو مکمل کر لیا، یہ فارسی نثر میں ہے، متعدد مرتبہ طبع ہو چکی ہے۔

۱۷۔ روایت ہے غلام محی الدین خان مرحوم متین تخلص سے، متین کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔

۱۸۔ بحرالعلوم مولوی عبدالعلی ملک العلماء:

مولانا بحرالعلوم (ف ۱۰ رجب ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) اپنے عہد کے اکابر علماء و مدرسین میں سے تھے، ملاحظہ ہو:

(۱) تذکرہ علمائے ہند ۳۰۴۔۳۰۶

(۲) نزہۃ الخواطر ۷/۲۸۲۔۲۸۶

(۳) ملفوظات شاہ عبدالعزیز ص ۱۱۱ (اُردو ترجمہ)

۱۹۔ پیر جی علی حسین چشتی صابری قدوسی: رک مقالہ چہارم تعلیقہ نمبر ۲۲

۲۰۔ مولوی سید شاہ محمد قادری نوراللٰہی: ان کے احوال سے بھی تذکرے خالی ہیں۔

۲۱۔ مولوی محمد کرامت علی دہلوی موسوی (ف ۱۲۷۷ھ/ ۱۸۶۰ء): مولانا کرامۃ العلی بن حیات علی اسرائیلی شافعی دہلوی کی ولادت دہلی میں ہوئی، شاہ رفیع الدین دہلوی، مولانا فضل امام خیرآبادی، شاہ اسماعیل دہلوی اور شاہ محمد اسحٰق دہلوی سے سند فراغت حاصل کی، حیدرآباد (دکن) جاکر بیس سال تک وہاں کے محکمہ عدل و قضا کی مسند کو رونق بخشی، انہوں نے عربی میں سیرۃ الاحمدیہ کے نام سے ایک ضخیم کتاب تصنیف کی تھی (نزہۃ الخواطر/ ۷/ ۳۹۵۔۳۹۶، آثار الصنادید/۲/۱۱۴۔۱۱۵)

۲۲۔ مولوی رشیدالدین خان صاحب (رک مقدمۂ کتاب حاضر تحت تلامذہ)

۲۲ب۔ مولوی حاجی حمایت اللہ دہلوی............(رک تعلیقہ نمبر ۷)

۲۳۔ ماما نے آکر عرض کی کہ حضرت صاحبزادے کا انتقال ہوا............

یعنی حضرت شاہ صاحب کے گھر سے خادمہ نے مدرسہ میں آکر اطلاع دی کہ حضرت آپ کے صاحبزادہ کا انتقال ہوگیا ہے، حضرت کے دو صاحبزادوں کا آپ کے حین حیات ہی کم سنی میں انتقال ہوگیا تھا، ان میں سے ایک بارہ سال کے ہوکر فوت ہوئے تھے، جن کا نام قطب الدین تھا (مکاتیب شاہ ولی اللہ، تعلیقات ۴۸۳)

۲۴۔ (روایت ہے) دہلی کے رزیڈنٹ نے کلکتے کے لاٹ کو لکھا کہ ایک شخص فی زمانا بے نظیر ہند میں آفتاب کے مانند اوس کی ذات ہے، آپ آنا قابل ملاقات ہے............

دہلی پر ۱۸۰۳ء کو انگریزوں کا قبضہ ہو چکا تھا اور دہلی میں انگریز رزیڈنٹ مقرر کیے جاتے تھے، اس وقت دہلی کا رزیڈنٹ آرچ سیٹن (Archd Seton) تھا، اُسی نے شاہ صاحب کی دہلی کی املاک واگزار کروائی تھی (تعلیقات حاضر مقالہ اول، تعلیقہ نمبر ۸۲) اس زمانہ میں ۱۸۰۷ء کو سر جی بارلو (Sir G.Barloo) کے بعد ایلیٹ ارل آف منٹو (G. Elliot, Earl of Minto) عارضی گورنر تھا، اس کا دفتر کلکتہ میں ہی تھا (Chronology of Modern India. p290) جو ۱۸۱۳ء تک اپنے عہدہ پر کام کرتا رہا، گویا اس کے دہلی آ کر شاہ صاحب کی خدمت میں آنے کا یہی زمانہ (۱۸۰۷ـ۱۸۱۳ء) تھا۔

۲۵۔ حافظ حاجی قاری محمد کریم بخش دہلوی: ہمیں ان کے احوال تذکروں میں نہیں مل سکے۔

۲۶۔ مولوی صاحب متوطن دہلی، دوسرے مولوی دھومن متوطن رام پور منہاراں، یہ دونوں کچھ پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن حضرت شاہ صاحب کی صحبت کی برکت سے بڑے فاضل ہو گئے تھے، نواب مبارک علی خان نے ان دونوں کو دیکھا تھا۔ (کمالات عزیزی ص ۲۲)

۲۷۔ مولانا مولوی عبدالرحمٰن صاحب نواسے حضرت مولانا اسحٰق صاحب:
شاہ محمد اسحاق کی دختر دوم امۃ الغفور کا عقد حافظ محمد محتشم پھلتی سے ہوا جن کے بطن سے ایک فرزند شیخ عبدالرحمٰن تولد ہوئے، جو مکہ میں رہتے تھے، امۃ الغفور نے بھی وہیں وفات پائی (مکاتیب شاہ ولی اللہ، تعلیقات ۴۴۳)

۲۸۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب نواسے مولانا یعقوب صاحب:
مولانا محمد یعقوب دہلوی کا ایک عقد ظھون بی بی بنت عبداللہ عرف کلّو سے ہوا، ان کے بطن سے ایک دختر فاطمہ پیدا ہوئیں، جن کا نکاح مرزا امیر بیگ بن مرزا مراد سے ہوا تھا (ایضاً ص ۴۴۳)

۲۹۔ مولوی کرامت علی موسوی دہلوی.......... (رک تعلیقہ نمبر ۲۱)

۳۰۔ مولوی نصراللہ خان خورجوی (رک تعلیقات مقالہ ششم تعلیقہ نمبر ۱۴۰)

۳۱۔ خلیفہ اسد اللہ، شاہ عبدالعزیز سے بے حد ارادت رکھتے تھے (مقالات طریقت ۵۴) احوال دستیاب نہیں ہو سکے۔

۳۲۔ قادر محی الدین مدراسی (رک کتاب حاضر خاتمہ تعلیقات..........)

۳۳۔ قاضی ارتضا علی خان گوپاموی (رک مقالہ اول تعلیقہ نمبر ۱۲۵)

۳۴۔ جواہر الحقائق میں مرقوم ہے:

یہ تصوف کی ایک کتاب ہے جو مؤلف مقالات طریقت کے شیخ سید عبد اللطیف معروف بہ شاہ محی الدین قادری نقوی ویلوری مدنی (ف ۱۲۸۹ھ/۲-۱۸۷۲ء) کی تالیف ہے' حالات کے لیے ملاحظہ ہو، کتاب حاضر کا خاتمہ، جواہر الحقائق مطبع مظہر العجائب، مدراس سے ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۸ء کو طبع ہوئی تھی، فارسی نثر میں ہے (کتابشناسی آثار فارسی چاپ شدہ در شبہ قارہ ۱/ ۴۲۱، ۶۱۱)

۳۵۔ یہ اقتباس جواہر الحقائق مذکورہ بالا کتاب کے مطبوعہ ایڈیشن کے صفحہ ۴۸ سے منقول ہے۔

۳۶۔ مفتی ولی محمد............

مفتی ولی محمد کے نام کے سلسلہ میں مؤلف کو سہو ہوا ہے، ان کا اصل نام ملا محمد ولی فرنگی محلی تھا، ان کے والد ملا غلام محمد مصطفیٰ اور ان کے دوسرے بھائی ملا حسن بھی فرنگی محل کے مدرسہ کے اکابر مدرسین میں تھے، ملا عبد العلی بحر العلوم کی لکھنو سے ہجرت (۱۲۰۵ھ/ ۱۷۹۰ء) کے بعد فرنگی محل میں ملا حسن ہی سب سے بڑے مدرس تھے، ملا محمد ولی انہی کے چھوٹے بھائی تھے، ان کی شرح سلم مشہور ہے، ان کے صاحبزادے مفتی ظہور اللہ وہاں کے مشہور ترین مدرس تھے۔ (بانی درس نظامی مولفہ محمد رضا انصاری ۱۳۵-۱۳۶)

۳۷۔ ملک العلماء............

مؤلف نے ملا عبد العلی بحر العلوم کے لیے اس سے پہلے بھی یہی لقب ملک العلماء ہی لکھا ہے (تعلیقہ نمبر ۱۸)

۳۸۔ قطبی: علم منطق میں علامہ قطب الدین رازی (ف ۷۶۶ھ/ ۱۳۶۵ء) کی تصنیف ہے' جو پاکستان و ہند کے مدارس میں بطور درس پڑھائی جاتی تھی، کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہے، علامہ عبد الحق خیر آبادی کے حواشی والا ایڈیشن مطبع نظامی، کانپور سے ۱۲۷۷ھ کو طبع ہوا۔

۳۹۔ مولوی محمد عنایت علی............

مولانا عنایت علی بن مولانا کرامت علی اسرائیلی دہلوی ثم حیدرآبادی کی ولادت دہلی میں ۱۲۴۲ھ/ ۱۹۲۶ء کو ہوئی، کم سنی میں اپنے والد کے ہمراہ حیدرآباد (دکن) چلے گئے، والد سے تحصیل

کی، پھر حکومت آصفیہ کے ہاں ملازمت اختیار کر لی اور عرصہ تک یہ خدمت انجام دی، رسالہ تراویح، رسالہ رؤیت الہلال، رسالہ فی العقائد، رسالہ فی سماع الموتیٰ وغیرہ ان کی تصانیف سے ہیں، ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۰۹ء کو انتقال ہوا (نزہۃ الخواطر ۸/ ۳۳۷) نیز ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۲۱

۴۰۔ حاجی محمد حسین سہارنپوری (راویٔ مؤلف): یہ غالباً نصیر آباد کے تھے یا سہارنپور سے، وہاں چلے گئے ہوں گے، ابتدائی تعلیم کے بعد لکھنؤ گئے اور علامہ عبدالحی فرنگی محلی (ف ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء) سے تحصیل کی، طب کی تعلیم حکیم مظفر حسین لکھنوی سے حاصل کی، پھر بھوپال چلے گئے وہاں نواب صدیق حسن خان کی بیٹی سے نکاح کیا اور وہیں رہ پڑے، ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء میں انتقال کیا (نزہۃ الخواطر ۸/ ۴۲۲)

۴۱۔ مولوی وحیدالدین پھلتی:
مولانا وحیدالدین بن معین الدین پھلتی دہلوی، شاہ اسماعیل دہلوی کی خدمت میں رہ کر تحصیل کی، پھر شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر کی صحبت میں ۱۳ سال تک رہے، سید احمد رائے بریلوی سے بیعت ہوئے، ان کے ساتھ حج کر کے واپس آئے (ایضاً ۸/ ۵۲۲)

۴۲۔۴۳۔ مولانا اسماعیل، سید احمد رائے بریلوی (رک مقدمہ کتاب حاضر)

۴۴۔ نواب نصراللہ خان والی رام پور (۱۱۶۱۔۱۲۲۵ھ/ ۱۷۴۸۔۱۸۱۰ء):
نواب نصراللہ متخلص بہ سلطان بن نواب عبیداللہ خان عاصی بن نواب علی محمد خان، نصراللہ خان سلطان رام پور کے باقاعدہ نواب (والی) نہیں تھے بلکہ نواب احمد علی خان کے نائب مقرر ہوئے تو سلطان ان کی کم سنی کے باعث نائب ریاست مقرر ہوئے تھے، پندرہ برس ریاست کے اُمور انجام دیئے، فارسی اور اُردو میں شعر کہتے تھے، نمونہ کلام کے لیے ملاحظہ ہو: رام پور کا دبستانِ شاعری ۲۰۱۔۲۱۰

۴۵۔ ہمت خان، قوال: نوابانِ رام پور کا درباری قوال تھا۔

۴۶۔ (راوی) شاہ میر علی شاہ صوفی قاضی چھاؤنی حسین ساگر: ان کے احوال نہیں مل سکے۔

۴۷۔ مولوی شاہ عبدالقادر صوفی خلیفۂ حضرت شاہ عبدالعزیز: ان کے حالات کے لئے کتاب حاضر کا خاتمہ ملاحظہ کریں۔

۴۸۔ ملک العلماء مولوی عبدالعلی: یہاں بحرالعلوم ملا عبدالعلی مراد ہیں (رک تعلیقات، شمارہ ۱۴۰)
۴۹۔ حکیم باقر علی خان
ان کے حالات زندگی سے ہم واقف نہیں ہیں۔
۵۰۔ حضرت شاہ صاحب نے توجہ کی یہ چار اقسام اپنے ملفوظات میں بھی بیان کی ہیں، جہاں حضرت خواجہ کا نان بائی سے خوش ہوکر چوتھی توجہ دینا اور اس کا عالم سکر میں فوت ہونے کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے (ملفوظات شاہ عبدالعزیز ۵۳۔۵۴ اُردو ترجمہ)
۵۱۔ ملا خلیل، شاگرد شاہ عبدالعزیز: ان کے احوال دستیاب نہیں ہو سکے۔
۵۲۔ نصیر جنگ بہادر، دکن کے نواب تھے اور علماء و صلحاء سے بڑی عقیدت تھی۔
۵۳۔ مولوی شجاعت حسین غازی پوری، ان کے حالات نہیں مل سکے۔
۵۴۔ مولوی سخاوت علی جونپوری
مولانا سخاوت علی بن رعایت...... عمری جونپوری (۱۲۲۵۔۱۲۶۴ھ/ ۱۸۱۰۔۱۸۴۸ء) شیخ قدرت علی ردولوی، شیخ احمد اللہ انامی، شیخ احمد علی چریا کوٹی، شاہ اسماعیل دہلوی، وغیرہ سے تحصیل کی، اپنے علاقہ کی جامع کبیر میں خدمت درس انجام دیتے رہے، پھر باندا گئے وہاں بھی درس و تدریس میں مصروف رہ کر واپس آئے، حج کی سعادت بھی نصیب ہوئی، دوبارہ وہاں گئے مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے، علم کلام کے کئی رسائل ان کی تالیف سے ہیں۔ (نزہۃ الخواطر ۷/ ۱۹۲۔۱۹۳)
۵۵۔ کمالاتِ عزیزی، مطبوعہ مطبع مجتبائی، حکایت نمبر ۴۵ ص ۱۵۔۱۶
۵۶۔ ایضاً حکایت نمبر ۴۴ ص ۱۵
۵۷۔ نواب سعادت یار خان اعظم رؤسائے دہلی..........
یہ واقعہ مؤلف نے نواب مبارک علی خان کی کتاب کمالاتِ عزیزی سے نقل کیا ہے (ص ۱۶۔۱۷)
۵۸۔ یہ قصہ بھی کمالاتِ عزیزی (حکایت ۱۷۔۱۸، نمبر ۴۷) میں ہے
۵۹۔ استادی مولوی میر شمس الدین فیض: میر شمس الدین بن امیر الدین خان بن مولوی رحمت اللہ دہلوی، ایلچپور (برار) تحصیل علم کے بعد شاعری کی طرف راغب ہوئے، حافظ تاج الدین مشتاق دہلوی (شاگرد میر درد) سے تلمذ کا سلسلہ شروع ہوا، پھر دکن آ کر خوب نامور ہوئے، فن

تاریخ گوئی کا بھی خوب ملکہ تھا، کئی کتابیں تالیف کیں، آپ کا دیوان مطبوعہ ہے، (محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن ۲/۹۱۳۔۹۱۹) مؤلف مقالات طریقت نے انہیں اپنا استاد لکھا ہے' فیض کی وفات ۱۳/ رجب ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء کو ہوئی (تلامذۂ غالب ص ۱۸۲)

۶۰۔ یہ حکایت بھی مؤلف نے کمالاتِ عزیزی (حکایت نمبر ۳۹، ص ۱۳۔۱۴) سے نقل کی ہے۔

۶۱۔ قضائے مُبرم اور معلق کی حقیقت............

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ قضا کی دو اقسام ہیں، قضاءِ معلق و قضاءِ مبرم، قضاءِ معلق میں تغیر و تبدل کا احتمال ہوسکتا ہے، قضاءِ مبرم میں اس کا امکان نہیں ہوتا، لیکن حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانی غوث اعظم نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ اگر میں چاہوں تو قضاءِ مبرم میں تصرف کرسکتا ہوں،...... (مکتوبات ۱/ ۲۱۷)

رب کریم نے یہ سعادت حضرت مجدد الف ثانی کو بھی عطا فرمائی تھی، چنانچہ ملا شیخ محمد طاہر لاہوری (ف ۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۰ء) کی پیشانی پر جب عالم کشف میں شقی لکھا ہوا دیکھا تو دعا فرمائی، جو قبول ہوئی (زبدۃ المقامات ۳۴۱۔۳۴۲)

۶۲۔ قول جناب فیض..........

یہاں فیض سے مراد مؤلف کے استاد میر شمس الدین فیض ہیں (رک تعلیقہ نمبر ۵۹)

۶۳۔ حضرت خواجہ عزیزاں علی رامتینی:

سلسلۂ نقشبندیہ کے اکابر مشائخ میں سے تھے، انہیں شیخ خواجہ محمود انجیر فغنوی (ف ۷۱۵ھ/ ۱۳۱۶ء) سے خلافت حاصل تھی، آپ کا مولد قصبہ رامتین تھا جو بخارا سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر ہے، خواجہ عزیزان کا وصال ۲۸ ذی قعدہ ۷۱۵ھ/ ۱۳۱۶ء کو ہوا (قدسیہ، مقدمۂ مرتب ۳۷، رشحات عین الحیات ۱/ ۶۴۔۷۳)

۶۴۔ مؤلف کے زمانہ (۱۲۹۱ھ) میں کتابوں میں اشعار وغیرہ حافظہ کی بنیاد پر لکھے جاتے تھے، اس لیے مصرعوں کا آگے پیچھے ہو جانے کا امکان رہتا تھا' یہ رباعی رشحات میں اس طرح منقول ہے۔

با ہر کس نشستی و نُشد جمع دلت
و ز برومند رحمت آب و گلت

از صحبت وی اگر تبرا نکنی
ہرگز نکند روح عزیزاں بحلت

(رشحات ا/ ۶۷_۶۸)

۶۵۔ عبد العلی بحر العلوم کی شرح مثنویٔ مولانا روم کئی بار طبع ہو چکی ہے۔

۶۶۔ چنگیز خان تتاری (تاتاری) حکومت ۶۰۳_۶۲۴ھ/ ۱۲۰۶_۱۲۲۷ء

۶۷۔ شیخ نجم الدین کبریٰ (ف ۶۱۸ھ/ ۱۲۲۰ء) خزینۃ الاصفیاء ۲/ ۲۵۸

۶۸۔ شیخ سعد الدین حموی (ف ۶۵۰ھ/ ۱۳۵۲ء) ایضاً ۲/ ۲۷۱

۶۹۔ شیخ رضی الدین علی لالا (ف ۶۴۲ھ/ ۱۲۴۴ھ) ایضاً ۲/ ۲۶۷_۲۶۸

۷۰۔ کمالات عزیزی (حکایت ۳۸، ص ۱۲_۱۳)

۷۱۔ شاہ جہان آباد:

دہلی شہر میں شاہ جہان بادشاہ نے ایک شہر آباد کیا جو اس کے نام سے شاہ جہان آباد کہلایا، اس نے اس کی آبادکاری کا حکم ۲۵ ذی الحج ۱۰۴۸ھ/ ۱۶۳۸ء کو دیا، یہاں کی جامع مسجد شاہ جہان نے ۱۰۶۰ھ/ ۱۶۵۰ء کو بنائی۔ (آثار الصنادیدا/ ۲۹۹)

۷۲۔ قصبہ مارہڑہ ضلع اٹھہ ....

اس کا صحیح تلفظ مارہرہ ہے، جو ضلع ایٹہ میں ہے۔

۷۳۔......میاں اچھے صاحب............(۱۱۶۰_۱۲۳۵ھ/ ۱۷۴۷_۱۸۱۹ء)

سید آل احمد مارہروی بن حمزہ بن آل محمد بن برکۃ اللہ حسینی بلگرامی ثم مارہروی کا اپنے زمانہ کے علماء وصوفیہ میں شمار تھا، بہت سے مشائخ ان کے حلقہ بگوش تھے، ملاحظہ ہو:

(۱) محمد عبد الکریم قادری: عمدۃ الصحائف ۲۴۷_۲۵۲

(۲) غلام شبر قادری: تذکرۂ نوری (احوال شیخ ابو الحسین نوری مارہروی) مرتبہ محمد ایوب قادری

(۳) عبد الحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۷/ ۱_۲

۷۴۔ یہ حکایت بھی کمالاتِ عزیزی (شمارہ ۳۶، ص ۱۱_۱۲) سے منقول ہے۔

۷۵۔ حضرت خواجہ عثمان ہرونی (ف ۶۱۷ھ/ ۱۲۲۰ء)

۷۶۔اخبارالاخیار:
یہ کتاب علماء و صوفیہ کا ایک مستند ترین تذکرہ ہے جو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ف۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) کی تالیف ہے، متعدد مرتبہ طبع ہو چکی ہے۔

۷۷۔جناب خواجہ معین الدین چشتی:
آپ برصغیر پاکستان و ہند میں سلسلۂ چشتیہ کے مؤسس تھے، ۶۳۳ھ/ ۱۲۳۵ء کو وصال ہوا۔

۷۸۔اوستادی مولوی شمس الدین فیض (رک تعلیقہ نمبر ۵۹)

۷۹۔ مولوی خدا بخش متوطن میرٹھ.........شاگرد شاہ عبدالعزیز (مقالاتِ طریقت)

یہ حکایت بھی کمالات عزیزی (شمارہ ۳۲،ص ۱۰) سے ماخوذ ہے۔

۸۰۔ یہ واقعہ بھی کمالاتِ عزیزی (حکایت نمبر ۲۷ص ۹) سے نقل کیا گیا ہے۔

۸۱۔۸۲۔ یہ دونوں واقعات کمالاتِ عزیزی (حکایت نمبر ۲۸۔۲۹ص ۹) سے ماخوذ ہیں۔

۸۳۔مولوی مفتی الٰہی بخش..........متوطن کاندھلہ مقیم سہارنپور (رک تعلیقہ نمبر ۹۱۔مقالہ اوّل)

۸۴۔مثنویٔ مولوی رومی کا ساتواں دفترِ تصنیف مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کئی بار طبع ہو چکی ہے۔

۸۵۔کرنیل اسکنر (۱۷۷۸۔۱۸۴۱) Skinner, James: شاہ عبدالعزیز کا عقیدت مند تھا، اُسے آپ کی دعا سے ہی اولاد نصیب ہوئی تھی، (کمالات عزیزی ص ۱۰) اس نے ۱۷۹۶ء کو انگریز آفیسر کے تحت مرہٹوں کے خلاف فوجی ملازمت اختیار کی تھی، اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی بہت سی مہمات میں شرکت کی، اُسے بہت سی مراعات دی گئیں، اس نے دہلی میں ۱۸۱۱ء کو ایک حویلی بنوائی تھی (سیر المنازل ص ۴۲) جس میں بعد کو نواب احمد بخش خان آف لوہارو نے آ کر رہائش اختیار کر لی (Chenoy, S.M: Shahjahanabad, p.86) اس نے دہلی میں ۱۸۲۶ء کو ایک گرجا تعمیر کروایا تھا (آثار الصنادیدا/۳۶۶) وہ اپنے اس گرجا میں ہی دفن ہوا تھا۔

(Buckland, C.E: Dictionary of Indian Biography, p.392)

۸۶۔ یہ حکایت بھی کمالات عزیزی (شمارہ ۳۰ص ۹۔۱۰) سے ماخوذ ہے۔

۸۷۔سکندر شاہ دہلوی: ان کے احوال دستیاب نہیں ہو سکے۔

۸۸۔شاہ غلام حسین شہید: ان کے حالات سے بھی ہم واقف نہیں ہیں۔

۸۹۔ ابوالحسن شاہ احمدی مظہری بنوری:

شیخ ابوالحسن بن نورالحسن حسینی نصیرآبادی، اپنے مستقر نصیرآباد (دس میل کے فاصلہ پر رائے بریلی میں ہے) میں ابتدائی تحصیل کے بعد لکھنؤ جا کر شیخ تراب علی لکھنوی کی خدمت میں تکمیل کی، وہیں شیخ مراد اللہ تھانیسری (ف۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء) خلیفۂ مولوی نعیم اللہ بہڑائچی (ف۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء) خلیفہ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید (۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) سے سلوک کی تکمیل کی (نزہۃ الخواطر ۷/۱۲) متن میں ان کے نام کے ساتھ نسبت مظہری سے مراد اسی سلسلہ سے انسلاک ہے، یہاں غالباً مؤلف مقالاتِ طریقت کو سہو ہوا ہے ان کی علاقائی نسبت بنوری نہیں، نصیرآبادی ہونی چاہیے۔

۹۰۔ سید حمیدالدین صاحب:

شیخ سید حمیدالدین بن عبدالسبحان بن عثمان حسنی نصیرآبادی ثم ٹونکی (ف۲۱ صفر ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۱ء) موصوف فن انشاء وشاعری میں کامل مہارت رکھتے تھے، بزرگ اساتذہ سے تحصیل کے بعد سید احمد رائے بریلوی جوان کے ماموں تھے کی صحبت اختیار کی، افغانستان بھی گئے تھے (نزہۃ الخواطر ۷/ ۱۴۷۔۱۴۸) آپ مولانا سید محمد علی (مؤلف مخزنِ احمدی) کے چھوٹے بھائی تھے، فارسی میں آپ کے عمدہ قصائد بھی تھے، حمیدی تخلص کرتے تھے، نواب وزیرالدولہ بہادر کے عہد میں ٹونک آئے، آپ کے اعزہ بھی ساتھ تھے، نواب نے انہیں اپنا میر منشی بنایا (تذکرہ علمائے ٹونک مؤلفہ حکیم محمد عمران خان ص۷۴۔۷۵)

۹۱۔۹۲۔ نفحات: یہاں نفحات سے مولانا عبدالرحمٰن جامی (ف۸۹۸ھ/۱۴۹۲ء) کی مشہور کتاب نفحات الانس مراد ہے جو صوفیہ کا ایک اہم تذکرہ ہے، کئی بار چھپ چکا ہے۔

۹۳۔ میر حسین علی عرف شاہ جی:

ان کے احوال معروف تذکروں میں نہیں مل سکے، مقالہ ششم میں بھی کئی روایات کے راوی یہی ہیں، رک مقالہ چہارم تعلیقہ نمبر۲۲

۹۴۔ مولوی محمد زمان: ان کے حالات کتابِ حاضر کے خاتمہ میں ملاحظہ کریں۔

۹۵۔ بستان الجن: اس کتاب کی اشاعت کے متعلق ہمیں کوئی معلومات نہیں ہیں۔

۹۶۔ ابوالحسن شاہ احمدی مظہری بنوری (رک تعلیقاتِ حاضر تعلیقہ نمبر ۸۹)

۹۷۔ حضرت سید قاسم علی حسینی مال پوری' ان کے حالات آئندہ تعلیقات میں ملاحظہ کریں۔

۹۸۔ واصل علی' ان کے احوال سے ہم ناواقف ہیں۔

۹۹۔ مظاہر حق:

(ترجمہ مرقاۃ و اشعۃ اللمعات) یہ دونوں مشکوٰۃ المصابیح کی شرحیں ہیں، مرقاۃ (عربی) ملا علی قاری (ف ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) کی ہے اور اشعۃ اللمعات شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ف ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) کی فارسی شرح ہے، مولانا نواب قطب الدین خان دہلوی (ف ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء) نے ان دونوں شروح کا ملخص اُردو ترجمہ مظاہر حق سے نام اُردو میں کیا تھا جو پہلی مرتبہ مطبع محمدی، دہلی سے ۱۲۵۶ھ/ ۱۸۴۰ء کو طبع ہوا، پھر ناشرین نے بار بار چھاپا۔

۱۰۰۔ حضرت شیخ علی متقی (۸۸۵۔۹۷۵ھ/ ۱۴۸۰۔۱۵۶۷ء): معروف ترین محدث تھے، ہندوستان سے مکہ مکرمہ جا کر بس گئے جہاں عالمِ اسلام نے ان سے فیض پایا۔

۱۰۱۔ شیخ محمد بن مراۃ' ان کے حالات کتبِ تراجم میں نہیں مل سکے۔

۱۰۲۔ مولوی عزیز احمد دہلوی' شیخ محمد حفیظ مرید شاہ عبدالعزیز کے ارادت مند تھے۔

۱۰۳۔ شیخ محمد حفیظ دہلوی:

شاہ عبدالعزیز محدث کے صحبت یافتہ تھے، حالات معلوم نہیں ہو سکے ہیں۔

۱۰۴۔ مرزا قربان علی بیگ سالک (راوی):

مرزا قربان علی بیگ سالک بن نواب عالم بیگ خان بن عاشور بیگ خان غالب جنگ، عالم بیگ خان حیدر آباد (دکن) میں ملازمت کرتے تھے، سالک یہیں پیدا ہوئے (حدود ۱۲۴۰ھ/ ۱۷۲۵ء) دہلی آ گئے، ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں الور جا کر روپوش ہو گئے، ۱۸۵۸ء کو واپس دہلی آئے، اس سے پہلے ہی حکیم مؤمن خان مؤمن سے تلمذ اختیار کیا، پھر مرزا اسد اللہ خان غالب کے حلقہ میں داخل ہوئے، ریاست الور میں ملازمت مل گئی، ان کے چھوٹے بھائی شمشاد علی رضوان بھی الور میں ڈپٹی کلکٹر ہو گئے، ریاست پر انگریزوں کے قبضہ کے بعد یہ دونوں بھائی پھر دہلی آ گئے اور حدود ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۳ء کو حیدر آباد پہنچے، جہاں وہ سر رشتہ دار تعلیم مقرر ہوئے، نواب عماد الملک سید

حسین بلگرامی نے حیدرآباد سے رسالہ مخزن الفوائد جاری کیا تو سالک مدتوں اس کے شریک مرتب رہے، سالک کا حیدرآباد میں ہی ۱۲۹۶ھ/۱۸۸۰ء کو انتقال ہوگیا، اُردو میں دو دیوان تھے، ہنجارِ سالک اور مے خانۂ سالک، آخر میں اپنا کلیات خود جمع کیا تھا جو پہلے دہلی سے طبع ہوا، پھر مجلس ترقی ادب، لاہور سے کلب علی خان فائق کے مفصل مقدمہ اور حواشی کے ساتھ ۱۹۶۶ء کو شائع ہوا۔ (تلامذۂ غالب ۲۳۷۔۲۴۸)

۱۰۵۔ حکیم محمد حسن خان (دہلوی):

معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مؤلف کو سہوا ہوا ہے، اس نام کے دو حکماء دہلی میں تھے، اوّل حکیم حسن بخش خان، دوم حکیم غلام حسن (آثار الصنادید ۲/۵۳۔۵۴) ممکن ہے، ان میں سے کوئی بزرگ ہوں اور مؤلف کو غلط فہمی ہوگئی ہو۔

۱۰۶۔ آخون نامی ایک بڑے فاضل دہلی میں تھے............

یہاں مراد ہیں اخون شیر محمد خان، وہ افغانستان سے تحصیل علم کے لیے دہلی آئے تھے اور شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ محدث کی خدمت میں رہ کر تکمیل کی، حکیم غلام حسن خان مذکور کے مکان پر رہتے تھے، حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی خدمت میں سلوک طے کیا اور خلافت یاب ہوئے، ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء کو انتقال ہوا (آثار الصنادید ۱۱۵۔۱۱۶، مقاماتِ مظہری ۵۶۹) چونکہ اخون صاحب حکیم غلام حسن خان کے گھر میں رہتے تھے، اس لیے ہماری یہ قیاس آرائی درست ہے کہ مؤلف کے راوی حکیم محمد حسن خان نہیں بلکہ حکیم غلام حسن خان ہیں۔

مقالۂ سوم

۱۔ مظاہر حق (رک مقالہ دوم تعلیقہ نمبر ۹۹)

۲۔ جواہر الحقائق (رک مقالہ دوم تعلیقہ نمبر ۳۴)

۳۔ مدارج النبوۃ:

مدارج النبوۃ و درجات الفتوۃ مؤلفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ف ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) سیرتِ طیبہ پر مشہور کتاب ہے، اس کا فارسی متن متعدد مرتبہ طبع ہو چکا ہے، اُردو ترجمہ بھی عام ملتا ہے۔

۴۔ نواب میر محبوب علی خان بہادر معروف بہ دولہ پادشاہ اقربائے والیٔ دکن۔

۵۔ مولوی حمایت اللہ دہلوی: ان کے احوال سے ہم واقف نہیں ہیں۔

۶۔ یہاں مؤلف نے محض عقیدت اور محبت سے قرآن مجید کو نور لکھ دیا ہے، حالانکہ نور تو مخلوق ہے اور قرآن شریف غیر مخلوق۔

۷۔ حافظ حاجی قاری محمد کریم بخش دہلویؒ مؤلف کے راویوں میں سے تھے۔

۸۔ مولوی عبداللہ رام پوری:

اس نام کی تین شخصیات کے مختصر احوال تذکرہ کاملان رام میں درج ہیں لیکن ہم یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ ان میں سے کون سے بزرگ یہاں مراد ہیں (ص ۳۳۶۔۳۳۷)

۹۔ امام المعبرین ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (محمد بن سیرین)

امام، شیخ الاسلام، ابوبکر انصاری، انسی بصری، مولیٰ انس بن مالک، خادمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ...... سے بہت سی روایات و احادیث مروی ہیں، آپ کو خوابوں کی تعبیر بیان کرنے پر بڑا ملکہ حاصل تھا، انہیں اس باب میں تائید الٰہی بھی حاصل تھی (سیر اعلام النبلاء ۴/ ۶۰۶۔۶۲۲)

۱۰۔ فوائد الفواد:

یہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء (ف ۷۲۵ھ/ ۱۳۲۵ء) کے ملفوظات کا مستند مجموعہ ہے جسے آپ کے خلیفہ خواجہ حسن علاء سجزی نے جمع کیا، اس کے متعدد ایڈیشن ہیں، اُردو اور انگریزی تراجم بھی دستیاب ہیں۔

۱۱۔ قادر محی الدین مدراسی (رک خاتمہ کتاب حاضر)

۱۲۔ مولوی محمد عثمان' ان کے حالات نہیں مل سکے۔

۱۳۔ مولوی مؤید الدین خان ابن مولوی رشید الدین خان' ان کے مفصل احوال سے ہم ناواقف ہیں۔

۱۴۔ شاہ میر علی شاہ صوفی' مؤلف کے راویوں میں سے تھے۔

۱۵۔ حکیم باقر علی خان دہلوی (رک مقالہ دوم تعلیقہ نمبر ۴۹)

۱۶۔ چندو لعل ۱۷۶۳۔۱۸۴۵ء/ ۱۱۷۷۔۱۲۶۱ء...... دکن کے امراء میں سے تھا' (ریاض مختاریہ)

۱۷۔ کمالات عزیزی (رک حکایت نمبر ۱۹، ص ۷۔۸)

۱۸۔ ایضاً حکایت نمبر ۲۰، ص ۷۔۸

۱۹۔ مولوی محمد عنایت علی بن مولوی کرامت علی (رک تعلیقاتِ حاضر' مقالہ دوم تعلیقہ نمبر ۲۹)

۲۰۔۲۱۔ مولوی حاجی حسن رضا اور حسن علی ان دونوں بھائیوں کے احوال سے ہم ناواقف ہیں۔

۲۲۔ مولوی سید ہاشم دہلوی (رک مقالہ اول تعلیقہ نمبر ۲۸)

۲۳۔ حکیم آغا جان (رک مقالہ اول، تعلیقہ نمبر ۲۹)

۲۴۔ مولوی محمد مؤید الدین خان (رک تعلیقہ نمبر ۱۳ مقالہ سوم)

۲۵۔ حاجی محمد حسین سہارنپوری' ان کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے (رک مقالہ ششم تعلیقہ نمبر ۶۵' مقالہ دوم تعلیقہ نمبر ۴۰)

۲۶۔ سید ابراہیم شیعہ مذہب زمیندار قصبہ بڈولی ضلع مظفر نگر' ان کے حالات سے ہم ناواقف ہیں۔

۲۷۔ مولوی حافظ محمد ابراہیم' مؤلف کے راویوں میں سے تھے۔

مقالہ چہارم

۱۔ حاجی مولوی حمایت اللہ دہلوی (رک مقالہ دوم تعلیقہ نمبر ۷)

۲۔ کمالات عزیزی (حکایت نمبر ۵۲ ص ۲۰)

۴۔ حضرت خواجہ حافظ شیراز کا یہ شعر

بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید

کہ سالک بی خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

یہ شعر حافظ شیرازی کا نہیں ہے۔

۵۔ سید شاہ محی الدین قادری ویلوری (رک خاتمہ کتاب حاضر)

۶۔ کتاب فصل الخطاب.........(رک ایضاً خاتمہ' تعلیقہ نمبر ۱۷)

۷۔ حافظ حاجی قاری محمد کریم بخش دہلویؒ..........(رک مقالہ سوم' تعلیقہ نمبر ۷)

۸۔ مولوی محمد کرامت علی موسوی دہلوی (رک مقالہ دوم تعلیقہ نمبر ۲۱)

۹۔ مقامات دستگیری مؤلفہ عبدالرحیم ضیا (رک مقدمہ کتاب حاضر احوالِ مؤلف)

۱۰۔ قادر محی الدین مدراسی (رک خاتمہ کتاب حاضر)

۱۱۔ مولوی حاجی قاضی ارتضا علی خان گوپاموی مدراسی (رک مقالہ اول تعلیقہ نمبر ۱۲۵)

۱۲۔ میر عبداللہ غلام علی شاہ صاحب نقشبندی مجددی:

ولادت ۱۱۵۶ھ/۱۷۴۳ء اور وصال ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء کو ہوا، حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید (۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) کے خلیفہ و جانشین تھے، ملاحظہ ہو: ضمیمہ مقامات مظہری نوشتہ شاہ عبدالغنی مجددی، شب قدر کی یہی روایت کمالاتِ عزیزی میں بھی مذکور ہے (حکایت نمبر ۵۳، ص ۲۰) حضرت شاہ غلام علی کی مجالسِ شریفہ میں شب قدر کا کئی بار خصوصیت سے ذکر بھی کیا جاتا ہے تھا (ملفوظات شریفہ شاہ غلام علی دہلوی جامع خواجہ غلام محی الدین قصوری ص ۸۵)

۱۳۔ تفسیر حسینی جس کا اصل نام مواہب علیہ ہے،

اس کے مؤلف کمال الدین حسین واعظ کاشفی سبزواری ہیں، ۸۹۷ھ/۱۴۹۲ء کو اس کی تالیف کا آغاز کیا اور ۹۰۲ھ/۱۴۹۶ء تک مکمل کر لی، امیر علی شیر نوائی کے امر پر یہ تفسیر لکھی، بہت مقبول ہے، اس کی بہت سی طباعتیں متداول ہیں۔

۱۴۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی (ف ۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء)

۱۵۔ مظاہر حق: مرقاۃ اور اشعۃ اللمعات کا اُردو ترجمہ ہے جس کے ترجمہ نواب قطب الدین خان دہلوی (۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) ہیں، کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ رک مقالہ دوم' تعلیقہ نمبر ۹۹

۱۶۔ عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں حافظ ابن حجر نے اس نام کے کئی بزرگ صحابہ کا ذکر کیا ہے لیکن وہ یہ روایت کہ حضرت عکاشہ کو مہر نبوت مقدسہ کو بوسہ دینے کی سعادت نصیب ہوئی تھی، کا ذکر نہیں کر سکے۔ (۴/۲۵۶۔۲۵۷)

۱۷۔ یہی روایت کمالات عزیزی (شمارہ ۵۴ ص ۲۰) میں بھی درج ہے۔

۱۸۔ شاہ میر علی شاہ صوفی قاضی چھاؤنی سکندر آباد (رک مقالہ سوم تعلیقہ نمبر ۱۴)

۱۹۔ مولوی محمود عالم شاگرد مولوی اسماعیل..........

۲۰۔ مولوی عنایت علی صاحب دہلوی (ان کے حالات نہیں مل سکے)

۲۱۔ مولوی محمد کرامت علی موسوی دہلوی (تعلیقاتِ سابقہ)

۲۲۔ سید حسن علی عرف شاہ جی..........مرید سید احمد (رائے بریلوی)

مدتوں شاہ عبدالعزیز کی صحبت میں رہے' جہاد بالاکوٹ میں مجاہدین کے ساتھ تھے اور سید صاحب کی شہادت کے وقت موجود تھے' سید صاحب سے بیعت بھی تھے' (سیرت سید احمد شہید ۲/۳۳۵، ۳۷۳، ۴۶۴) مقالات طریقت میں ہے کہ وہ حیدر آباد (دکن) میں رہتے ہیں۔

۲۳۔ حاجی محمد زکریا خان' حیدر آباد (دکن) کے صلحاء میں سے تھے' سید حسن علی مذکور انہی کے ساتھ رہتے تھے۔

۲۴۔ مولانا حیدر علی رام پوری (۱۲۴۷۔۱۳۲۹ھ ۱۸۳۱۔۱۹۱۱ء): مدرسہ عالیہ رام پور اور دیگر اساتذہ سے تحصیل کی طب میں بھی مہارت تھی، نواب کلب علی خان' صاحبزادہ کلب حسن خان بہادر اور صاحبزادہ صفدر علی خان بہادر کے ہاں ملازم رہے، شاعر بھی تھے، حیدر تخلص کرتے تھے، امیر

مینائی سے تلمذ تھا (تذکرہ کاملان رام پور ۱۲۰۔۱۲۱)

۲۵۔ مولوی سید ہاشم علی صاحب دہلوی (رک)

۲۶۔ میر امام علی، دہلی میں رہتے تھے اور شاہ عبدالعزیز سے ملتے رہتے تھے۔

۲۷۔ کلوخان، شاہ عبدالعزیز کے جوار میں دہلی میں رہتا تھا۔

۲۸۔ یہ روایات کمالات عزیزی (حکایت نمبر ۱۱ص ۶) میں درج ہے۔

۲۹۔ یہ روایت بھی کمالات عزیزی سے (حکایت نمبر ۱۲ص ۶) سے ماخوذ ہے، اس کتاب کے مؤلف نواب مبارک علی خان اس موقع پر خود موجود تھے، یہاں راقم سے مراد یہی ہیں، مقالات طریقت کے مؤلف نہیں ہیں۔

۳۰۔ یہ حکایت بھی کمالات عزیزی (شمارہ ۲۳ص ۸) سے منقول ہے۔

۳۱۔ یہ روایت کمالات عزیزی (شمارہ ۴۳ص ۱۵) میں بھی ہے۔

۳۲۔ مسٹر مٹکف (تعلیقات سابقہ)

۳۳۔ یہ روایت بھی کمالات عزیزی (شمارہ ۲ص ۴) سے منقول ہے۔

۳۴۔ سٹین صاحب ریذیڈنٹ دہلی (رک تعلیقات مقالہ اول تعلیقہ نمبر ۸۲)

۳۵۔ یہ روایت بظاہر کمالات عزیزی (شمارہ ۲ص ۴) سے ماخوذ ہے، لیکن مؤلف مقالاتِ طریقت نے اس میں اضافہ کیا ہے یا ان سے سہو ہوا ہے، انہوں نے سٹین کی بجائے مٹکاف کا نام لکھا ہے۔

۳۶۔ مولوی قاضی ارتضا علی خان (رک مقالہ اول تعلیقہ نمبر ۱۲۵)

۳۷۔ مولوی مؤید الدین خان صاحب بن نواب قطب الدین خان

۳۸۔ مولوی کرامت علی صاحب (رک مقالہ دوم تعلیقہ نمبر ۱۲)

۳۹۔ یہ روایت کمالات عزیزی (شمارہ ۵۵ص ۲۰۔۲۱) سے ماخوذ ہے۔

۴۰۔ حاجی محمد حسین صاحب سہارنپوری، ان کے حالات مروجہ تذکروں میں نہیں مل سکے۔

۴۱۔ مولوی عبدالرزاق سہارنپوری شاگرد مولوی فضل حق خیر آبادی

مولانا عبدالرزاق بن ہدایت النبی عرف غلام نبی سہارنپوری، شاہ عبدالغنی مجددی کے بھی شاگرد تھے، انہوں نے شاہ صاحب کے فارسی رسالہ تحفۂ تیموریہ کا اُردو ترجمہ کیا تھا، جو دہلی میں ۱۲۶۹ھ کو طبع

ہوا تھا۔

۴۲۔ مولوی فضل حق بن مولوی فضل امام خیر آبادی:

علامہ فضل حق (۱۲۱۲۔۱۲۷۸ھ/ ۱۷۹۷۔۱۸۶۱ء) اکابر علماء میں سے تھے، صدہا علماء نے ان سے کتب معقول کا درس لیا، ملاحظہ ہو:

ا۔ تذکرہ علمائے ہند ۳۸۲۔۳۸۴

۲۔ نزہۃ الخواطر ۷/

۳۔ علامہ فضل حق خیر آبادی اور سنہ ستاون از محمود احمد برکاتی

۴۳۔ میر افتخار علی شاہ وطن تخلص، ہمیں ان کے حالات نہیں ملے۔

۴۴۔ محمد حسن عرف حافظ بانکے چشتی صابری قدوسی (ف ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء)

۴۵۔ یہ روایت بھی کمالات عزیزی (شمارہ ۵۶ ص ۲۱) سے ماخوذ ہے لیکن وہاں راوی کا نام ہی درج نہیں ہے جبکہ ہمارے مؤلف نے راوی کا نام خواجہ محمد حسن صابری لکھا ہے۔

۴۶۔ پیرجی علی حسین چشتی صابری قدوسی (رک مقالہ دوم تعلیقہ نمبر ۹۳' مقالہ چہارم تعلیقہ نمبر ۲۲)

۴۷۔ یہ روایت کمالات عزیزی (شمارہ ۵۷ ص ۲۱) سے منقول ہے، لیکن وہاں راوی کا نام درج نہیں ہے، ہمارے مؤلف نے راوی کا مذکورہ نام بھی دیا ہے۔

۴۸۔ مولوی حافظ محمد ابراہیم ہمشیرہ زادہ حافظ منصب علی' ان کے احوال سے ہم واقف نہیں ہیں۔

۴۹۔ حافظ منصب علی شاگرد مولوی نور الحسن کاندھلوی' حافظ صاحب کے حالات سے تذکرے خالی ہیں۔

۵۰۔ مولوی نور الحسن کاندھلوی، مولانا ابوالحسن کاندھلوی (۱۲۰۰۔۱۲۶۹ھ/ ۱۷۸۵۔۱۸۵۲ء) بن مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی (ف ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء) کے اکلوتے فرزند تھے، ممتاز عالم تھے، شاہ محمد اسحٰق دہلوی، مفتی صدر الدین آزردہ اور مولانا فضل حق خیر آبادی سے تلمذ تھا (مختصر تذکرہ...... مفتی الٰہی بخش نشاط کاندھلوی مؤلفہ نور الحسن راشد کاندھلوی ص ۸۵۔۸۶) مولوی نور الحسن کا سالِ وفات ۱۱ محرم ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء ہے (نزہۃ الخواطر ۷/ ۵۱۱)

۵۱۔ مفتی الٰہی بخش کاندھلوی (رک مقالہ چہارم' تعلیقہ نمبر ۵۰)

۵۲۔ یہ طویل روایت بھی کمالاتِ عزیزی (شمارہ ۵۸ ص ۲۱۔۲۲) سے ماخوذ ہے، لیکن ہمارے مؤلف

نے اس کے آغاز میں معتبر راوی مذکور مولانا نورالحسن کاندھلوی کا نام لکھا ہے جبکہ کمالات میں راوی کا نام ہی نہیں لکھا گیا۔

۵۳۔فیض عام:
یہ ایک کتاب کا نام ہے، یہاں ہمارے مؤلف نے اس کے مؤلف کا نام نہیں لکھا ہے، لیکن یہ رسالہ طبع شدہ ہے، جس میں مؤلف کا نام نعیم الدین بردوانی درج ہے جو مطبع مصطفائی، کانپور سے ۱۲۶۶ھ کو طبع ہوا تھا جو سوال و جواب کے صورت میں ہے اور فارسی نثر میں ہے (فہرست مطبوعات ذخیرۂ محمد اقبال مجددی، شمارہ ۶۸۹۱، ۶۷۱۱)

۵۴۔مولوی میر اشرف علی:
میر اشرف علی حیدرآبادی دکنی، شاہ سعد اللہ حیدرآبادی خلیفہ شاہ غلام علی دہلوی، دکن کے اکابر مشائخ نقشبندیہ میں سے تھے (مقامات مظہری ۵۸۹)

۵۵۔شاہ سعد اللہ حیدرآبادی (ف ۲۸ جمادی الاوّل ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء): شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ تھے (احوال العارفین در حالات شاہ سعد اللہ مؤلفہ محمد قطب الدین) مطبوعہ حیدرآباد، دکن ۱۳۱۷ھ

۵۶۔ مولوی رشید الدین خان (رک مقدمۂ کتاب تحت تلامذہ)

۵۷۔مولوی دلدار علی لکھنوی: مشہور شیعی مجتہد تھے، نصیرآباد سے تعلق تھا، ۱۲۳۵ھ/۱۸۱۹ء کو انتقال ہوا، انہوں نے شاہ عبد العزیز کی کتاب تحفہ اثناءِ عشریہ کے ردّ میں کئی رسائل لکھے اور کثیر التصانیف تھے، ملاحظہ ہو:

نزہۃ الخواطر ۷/۱۶۶۔۱۶۸

فضائل صحابہ و اہل بیت، مقدمہ محمد ایوب قادری ص ۸۲ و ماقبل

مقالہ پنجم

۱۔ حضرت شیخ ابوسعید بن ابوالخیر قدس سرہ (۳۵۷۔۴۴۰ھ/ ۹۶۷۔۱۰۴۸ء)

۲۔ رباعی

یہ دونوں رباعیات شاہ ابوسعید ابوالخیر کی نہیں ہیں۔

۳۔ کتب خاندان.........ان کی تفصیل کتاب کے مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔

۴۔ فیض عام، رسالہ مؤلف نعیم الدین بردوانی (رک تعلیقاتِ حاضر مقالہ چہارم تعلیقہ نمبر ۵۳)

۵۔ شاہ ولی اللہ محدث نے ان تمام سلاسل کی تفصیلات اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء میں دی ہیں۔

۶۔ ایضاً

۷۔ بنور بروزن تنور

ایک قصبہ ہے، مؤلف کو یہاں سہو ہوا ہے، بنور کا یہ تلفظ درست نہیں ہے، یہ خالص پنجابی لفظ ہے، مقامی تلفظ بنوڑ ہے ''ڑ'' کے ساتھ، وہاں کے مشہور ترین بزرگ حضرت شیخ آدم نبوڑی مدینہ منورہ ہجرت کر گئے، عربی اور فارسی میں ''ڑ'' نہیں ہوتی، اس لیے اسے ''ر'' سے بدلا گیا، پھر معلوم نہیں کہ کس طرح اسے متشدد بنا دیا گیا، بنوڑ اس وقت ضلع پٹیالہ (مشرقی پنجاب، ہندوستان) راجپورہ کے نزدیک ہے جو انبالہ سے تقریباً ۱۲۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر دریائے گھاگھر کے نواح میں واقع ہے، وہاں بڑے بڑے علماء، فقہا، مفتیوں کی موجودگی کا وہاں کی دستاویزات سے اندازہ ہوتا ہے۔ (عطاء الرحمن قاسمی: پنجاب و ہریانہ کی تاریخی مساجد ص ۴۷)

۸۔ سہرند،

یہ بھی اس وقت مشرقی پنجاب میں ہے، حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے مستقر ہونے کے باعث اسے عالمگیر شہرت نصیب ہوئی، پہلے اس کا نام سہرند تھا جس کے معنی وہاں کی مقامی زبان میں شیروں کا جنگل ہے، پھر بکثرت حملہ آور اس علاقہ سے ہندوستان میں داخل ہوتے رہے تو اس کا نام ''سرہند'' ہو گیا، اس کے بعد کثرتِ استعمال سے اب تو یہ ''سرہند'' کہلاتا

ہے۔

۹۔ حضرت شرف الدین (قتال)

۱۰۔ جیلان مُعرب ہے گیلان کا..........

یاقوت حمدی نے لکھا ہے:

جیلان: بالکسر..........بلاد طبرستان..........ھی قری فی مروج بین جبال..........یقولون

کیلان..........(معجم البلدان ۲/۲۰۱)

گیلان، اس وقت ایران کا ایک بڑا صوبہ ہے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی گیلانی کا انتساب اسی علاقہ سے تھا۔

۱۱۔ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر کی ولادت جیلان میں ۴۷۱ھ کو ہوئی (سیر اعلام النبلاء ۲۰/۴۳۹)

۱۲۔ عمر شریف حضرت کی ۹۱ سال کی تھی۔

اس میں اختلاف ہے، مرأۃ الزمان میں ۹۲ سال اور سیر اعلام النبلاء (۲۰/۴۵۰) میں ۹۰ سال ہے۔

۱۳۔ وفات شریف مشہور و معروف گیارھویں ماہ مذکور ۵۶۲ھ میں

یہ معاصرین کے درج کردہ معلومات کے خلاف ہے، حافظ ذہبی نے ۱۰ ربیع الآخر ۵۶۱ھ دی ہے (سیر اعلام النبلاء ۲۰/۴۵۰)

۱۴۔ شاہ ولی اللہ محدث نے اپنا یہ خلافت نامۂ قادریہ اپنی کتاب انتباہ میں نقل کیا ہے (ص ۱۶۔۱۷)

۱۵۔ ایرج، ......نام ہے ایک قصبہ کا، یاقوت حموی نے لکھا ہے: ایرج، بالجیم، قلعہ بفارس من امنع قلاعہا (معجم ۱/۲۹۰) مولف مقالات طریقت نے اسے ہندوستان کا ایک قصبہ لکھا ہے' جو غلط ہے۔

۱۶۔ وفات آپ (شیخ عبدالرزاقؒ) کی ۵۹۵ھ میں ہے۔

یہ سال وصال غلط ہے، حافظ ذہبی نے ۶ شوال ۶۰۳ھ دیا ہے (سیر اعلام النبلاء ۲۱/۴۲۸)

۱۷۔ یہ سند بھی کتاب انتباہ سے ماخوذ ہے (ص ۱۰۳)

۱۸۔ کُردی: ھذہ النسبۃ الی طائفۃ بالعراق..........وقریۃ ایضا لہا کرد (سمعانی: الانساب ۱۱/۷۹)

کرد، بلدہ اکبر من ابرقوہ..........(یاقوت: معجم ۴/۴۵۰)

۱۹۔۲۰۔۲۱۔۲۲۔ یہ علاقائی اور قومی نسبتیں ہیں جو محدثین نے اپنی اسناد کے مجموعوں خصوصاً شاہ ولی اللہ نے انتباہ اور اپنے دیگر معاجم میں تفصیلات بیان کر دی ہیں۔

۲۳۔ وفات ۲۲ ربیع الثانی ۶۳۸ھ (وصال شیخ اکبر محی الدین ابن عربی)

(رک ذہبی: سیر اعلام النبلاء ۲۳/ ۴۸۔۴۹)

۲۴۔ مخبر الواصلین، فارسی میں اولیائے کرام کی وفیات کے قطعاتِ تاریخ کا مجموعہ ہے، اس کے مؤلف مظہر الحق اکبر آبادی (ف ۱۱۰۶ھ/ ۱۶۹۴ء) ہیں، قطعاتِ تاریخ نظم کرتے وقت سال و تاریخ کے صحیح ہونے کی کوئی تحقیق نہیں کی گئی، علمی اعتبار سے سطحی کتاب ہے، ۱۰۶۰ھ/ ۱۶۶۵ء کو تصنیف ہوئی، شمس المطابع مراد آباد سے ۱۹۰۹ء کو طبع ہوئی۔

۲۵۔ صالحیۃ، قریۃ کبیرۃ ذات اسواق و جامع فی لحف جبل قاسیون من غوطۃ دمشق وفیھا قبور جماعۃ من الصالحین (یاقوت: معجم ۳/ ۳۹۰)

۲۶۔ یہ سند بھی شاہ ولی اللہ محدث نے انتباہ (۱۶۔۱۷) میں دی ہے۔

۲۷۔ نقشبندیہ عجب..........

یہ اشعار مولانا جامی کے ہیں۔

۲۸۔ خواجہ محمد باقی:

یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ (ف ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) خلیفہ مولانا خواجگی امکنگی۔

۲۹۔ امیر ابو العلی:

یہاں مراد ہیں حضرت امیر ابو العلاء اکبر آبادی (۹۹۰۔۱۰۶۱ھ/ ۱۴۸۵۔۱۶۵۱ء) کرمانی سادات میں سے تھے، آپ کا مادری نسب حضرت خواجہ عبید اللہ احرار سے واصل ہوتا ہے، (کیفیت العارفین ۲) آپ کے اجداد سمرقند سے ہندوستان آئے، شیخ ابو العلاء ابتداء میں راجہ مان سنگھ کے ہاں ملازمت کرتے تھے، علاقہ بردوان کی نظامت پر فائز تھے (ایضاً ۱۰۔۱۱) پھر ایک روحانی اشارہ پر ملازمت ترک کر دی اور اپنے چچا امیر عبد اللہ برہانپوری سے منسلک ہو گئے، انہوں نے نہ صرف خلافت عطا کی بلکہ دامادی کا شرف بھی بخشا (ایضاً ۹)

شاہ ولی اللہ محدث نے شیخ ابو العلاء جو سلسلہ ابو العلائیہ کے بانی بھی تھے، لکھا ہے میرے والد شیخ

عبدالرحیم کو سید عبداللہ اور امیر ابوالقاسم اکبرآبادی سے خلافت حاصل تھی، انہیں امیر ملا ولی محمد اکبرآبادی سے اور انہیں امیر ابوالعلاء سے، انہیں امیر عبداللہ سے اور ان کو خواجہ عبدالحق سے انہیں خواجہ یحییٰ سے اور ان کو اپنے والد خواجہ احرار سے خلافت تھی (الانتباہ ص ۳۰-۳۱) رک تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند (۲-۱۱۵۱-۱۱۵۷)

۳۰۔ مخدوم اعظم مولانا خواجگی (ف ۹۴۹ھ/۱۵۴۲ء):
یعنی سید احمد بن جلال الدین بن جمال الدین ملقب بہ مخدوم اعظم دھبیدی، آپ کا تعلق علاقہ کاسان (نزد فرغانہ، وسطی ایشیاء) سے تھا، سلاطین و امراء کے علاوہ بے شمار اصحاب آپ سے روحانی وابستگی رکھتے تھے، آپ کے رسائل کا ایک ضخیم مجموعے کا قلمی نسخہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد میں ہے، آپ کے مبارک احوال پر خواجہ دوست محمد نے سلسلۃ الصادقین و انیس العاشقین کے نام سے اور آپ کے پوتے خواجہ ابوالبقاء نے جامع المقامات کے عنوان سے مستقل کتابیں لکھی تھیں، جن کے روٹو گراف ہمارے ذخیرہ (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور) میں محفوظ ہیں (ملاحظہ ہو شمارہ ہای ۲۱-۲۲-۱۵)

۳۱۔ یہاں مؤلف کو سہو ہوا ہے حضرت خواجہ باقی باللہ سے جو سلسلہ جاری ہوا وہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کا ہے جو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کہلاتا ہے۔

۳۲۔ یہاں بھی مؤلف کو غلط فہمی ہوئی ہے خواجہ محمد معصوم اور شیخ آدم بنوری کو براہِ راست حضرت خواجہ باقی باللہ سے خلافت نہیں تھی بلکہ حضرت مجدد الف ثانی سے تھی، حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی (ف ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء) سے جو سلسلہ جاری ہوا وہ مجددیہ معصومیہ کہلاتا ہے۔ (مقامات معصومی مؤلفہ میر صفر احمد معصومی، مطبوعہ)

۳۳۔ شیخ آدم بنوری (ف ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء) حضرت مجدد الف ثانی کے اشہر ترین خلفاء میں سے تھے، آپ سے اس سلسلہ کا افغانستان، وسطی ایشیاء اور عربستان میں بہت رواج ہوا، آپ کا سلسلہ مجددیہ آدمیہ اور طریقۂ احسنیہ کہلایا۔

۳۴۔ یہ شجرہ بھی شاہ ولی اللہ محدث نے الانتباہ میں نقل کر دیا ہے۔

۳۵۔ وفات حضرت شیخ آدم بنوری...... تیرھویں ماہ شوال......

یہاں مؤلف نے شیخ کا سال وصال ۱۰۵۳ھ تو صحیح لکھا ہے لیکن تاریخ ۱۳شوال درست نہیں ہے بلکہ معاصر ماخذ نتائج الحرمین (۲۱۸/۳) میں ۳ شوال ہے، جسے صحیح ماننے میں تامل نہیں ہے کیوں کہ اس کے مولف آپ کے خلیفہ نے درج کی ہے۔

مؤلف مقالاتِ طریقت نے یہ ساری معلومات خزینۃ الاصفیاء (۶۳۲/۱۔۶۳۵) سے بغیر حوالہ نقل کر لی ہیں۔

۳۶۔ مؤلف، خزینۃ الاصفیاء (۶۳۵/۱) کی عبارت سمجھ نہیں سکے، وہاں یہ قطعۂ تاریخ اس طرح ہے۔

سید آدم اسکن جنتی چو بشنودہ

تاریخش مدفون بجوار عثمان

۳۷۔ مؤلف نے روضۃ السلام بچشم خود نہیں دیکھی بلکہ بغیر حوالہ کے خزینۃ الاصفیاء سے یہ تاریخ نقل کر لی ہے۔

کتاب روضۃ السلام شیخ شرف الدین محمد زھکیر (ف ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء) بن محمد ابراہیم کشمیری کی تالیف ہے، جو اخوند ملا عبدالسلام حسنی کشمیری (۱۰۸۶۔۱۱۷۱ھ/۱۶۷۵۔۱۷۵۸ء) کے حالات پر مشتمل ہے، یہ کتاب تا حال طبع نہیں ہوئی ہے اس کے بڑے سائز میں ۵۰۳۔اوراق ہیں، اس کا خطی نسخہ ذخیرۂ دہلی، انڈیا آفس لائبریری، لندن میں محفوظ ہے، یہی نسخہ خزینۃ الاصفیاء کی تالیف کے دوران مفتی غلام سرور لاہوری کے پیش نظر تھا، انہوں نے یہ قلمی نسخہ مولوی محمد سلیم (ف ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۲ء) کے پاس دیکھا تھا (خزینۃ ۲۵۲/۱، ۶۸۰) ہم نے اپنے قیام انگلستان کے دوران (۱۹۸۶ء) یہ نسخہ انڈیا آفس لائبریری، لندن میں دیکھا اور اس کی مائیکروفلم حاصل کر لی تھی لیکن افسوس کہ ہماری غفلت کے باعث موسمی اثرات سے وہ فلم ضائع ہوگئی۔

(مقامات معصومی ۳۱۷/۱۔۳۱۸)

۳۸۔ یہاں پھر مؤلف کو خزینۃ میں منقول قطعۂ تاریخ وفات نقل کرنے میں سہو ہوا ہے، مؤلف نے جو قطعہ نقل کیا ہے وہ بالکل نہیں سمجھ سکے، مفتی غلام سرور لاہوری نے یہ قطعہ تو بحوالہ حضرات القدس تالیف بدرالدین سرہندی نقل کیا ہے، یعنی وہ حضرات سے منقول ہے جب کہ حضرات القدس میں مؤلف نے اس قسم کا کوئی قطعۂ تاریخ لکھا ہی نہیں ہے، مؤلف خزینۃ الاصفیاء کو بھی یہاں غلط فہمی

ہوئی ہے۔

۳۹۔ مؤلف کا یہ سارا بیان حضرات القدس سے ماخوذ ہے، جہاں حضرت مجدد الف ثانی کی تاریخ ولادت شوال ۹۷۱ھ درج ہے (۳۱/۲)

۴۰۔ حضرت مجدد الف ثانی کی تاریخ وصال ۲۹ صفر ۱۰۳۴ھ ہے (زبدۃ المقامات ۲۹۲۔۲۹۳)

۴۱۔ شیخ بدرالدین سہرندی (حدود ۱۰۰۲۔۱۰۶۴ھ/۱۵۹۳۔۱۶۵۳ء)

حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ، مدرسہ سرہند کے مدرس اور آپ کے سوانح نگار تھے، وصال احمدی اور حضرات القدس آپ ہی کی تصانیف ہیں۔

۴۲۔ حضرات القدس: یہ شیخ بدرالدین سرہندی مذکور کی تالیف ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے، جلد اوّل میں امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر حضرت خواجہ باقی باللہ تک اولیاء نقشبندیہ کے احوال تحریر کیے ہیں اور اس کی جلد دوم حضرت مجدد الف ثانی کے احوال مبارک مع تذکرہ اولاد کرام و خلفائے عظام ہے' سال تالیف مؤلف نے واضح طور پر ذکر نہیں کیا لیکن مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف اس میں ۱۰۶۴ھ تک اضافات کرتے رہے، اس کی دوسری جلد کا فارسی متن طبع ہو چکا ہے، جلد اوّل کا فارسی متن ڈاکٹر انجم رحمانی نے مرتب کیا جو ۲۰۱۶ء کو لاہور سے ہی طبع ہوا ہے، دونوں جلدوں کے اُردو تراجم بھی دستیاب ہیں۔ (مقامات معصومی ۱/۲۷۳۔۲۷۶)

۴۳۔ یہ قطعۂ تاریخ وصال حضرات القدس (۲/۲۱۵) سے ماخوذ ہے۔

۴۴۔ امکنہ، سمرقند میں شہر سبز، شہر اسفراز اور شہر کتاب کے قریب ہے۔

۴۵۔ چرخ، دھی است از ولایت غزنین............(رشحات ۱/۱۱۶)

۴۶۔ غجدوان: دیہی شہر مانند بر شش فرسنگی بخارا (رشحات بحوالہ قدسیہ، مقدمہ ص ۳۲)

۴۷۔ اصطلاح نقشبند کے مختلف معنی و مفہوم کے لیے رسالہ قدسیہ پر ڈاکٹر احمد طاہری عراقی کا مقدمہ (ص ۴۵۔۴۹) ملاحظہ کریں۔

۴۸۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری کے سنین ولادت و وفات اور عمر مبارک جدید تحقیقات کے مطابق درست ہیں۔

۴۹۔ قصر عارفان، بخارا میں حضرت خواجہ کا مستقر و مدفن مبارک یہیں پر ہے، اس کے محل وقوع اور مزار شریف کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، مقدمۂ مذکورہ بر رسالہ قدسیہ (ص ۴۴۔۴۵)

۵۰۔ یہ قطعۂ سالِ وصال حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی بخاری، رشحات (۱/۱۰۰) سے منقول ہے۔

۵۱۔ مولانا جامی نے نفحات (ص ۳۹۳) میں صرف پہلا شعر نقل کیا ہے۔

۵۲۔ خواجہ خُرد ابن خواجہ محمد باقی:

یعنی حضرت محمد عبداللہ ملقب بہ خواجہ خُرد (۱۰۱۰۔۱۰۷۴ھ/ ۱۶۰۱۔۱۶۶۳ء) حالات کے لیے دیکھئے: زادالمعاد ۱/ ۱۳۸۔۱۷۷

انہیں باقاعدہ حضرت مجدد الف ثانی سے خلافت حاصل تھی اور وہ آپ کے خلیفہ کی حیثیت سے دہلی (جامع مسجد قلعہ فیروزی) میں حضرت خواجہ کی درگاہ میں سجادہ نشین تھے۔

۵۳۔ خواجہ حسام الدین: مراد ہے حضرت خواجہ حسام الدین احمد بدخشی (ف ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء) جو حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلیفہ اور خادم خاص تھے، حضرت خواجہ کے وصال کے بعد آپ کے دونوں کم سن بچوں خواجہ کلاں اور خواجہ خرد کی تعلیم و تربیت آپ نے ہی کی تھی اور انہیں تکمیلِ سلوک کے لیے سرہند بھیجا تھا (ایضاً)

۵۴۔ شیخ الہ داد: شیخ الہ داد امروہہ کے رہنے والے تھے، اکابر علماء شیخ جوہر سرہندی (ف ۱۰۲۷ھ/ ۱۶۱۸ء) اور ملا جمال لاہوری (ف ۱۰۱۵ھ/ ۱۶۰۶ء) سے تحصیل کی تھی، خوش نصیبی سے آغازِ جوانی میں ہی حضرت خواجہ باقی باللہ سے منسلک ہو گئے تھے، بڑی قوی روحانیت کے مالک تھے، ۱۰۴۹ھ/ ۱۶۳۹ء کو وصال ہوا، خانقاہِ حضرت خواجہ (دہلی جامع مسجد قلعہ فیروزی) کی خدمات انہیں سے وابستہ تھیں (زادالمعاد ۳/ ۲۱۴۔۲۲۳، ۴/ ۱۱۸۔۱۲۰)

۵۵۔ شاہ ولی اللہ محدث نے یہ سند الانتباہ (ص ۲۸) میں نقل کر دی ہے۔

۵۶۔ مزار پُرانوار حضرت میر ابوالعلاء کا شہر اکبر آباد کے باہر.........

آپ کا مسکن صوفی آباد کے قریب محلہ وزیر پورہ اور محلہ سلطان گنج متصل قدم رسول (ﷺ) جو شہر سے ایک کروہ کے فاصلہ پر ہے، میں دفن کیا گیا (کیفیت العارفین ۲۲۔۲۳، اسرار ابوالعلاء ۹۰۔۹۱)

۵۷۔ میر افضل احراری:

یعنی میر محمد افضل، از اولاد امیر سید محمد جعفر (مدفون اکبرآباد)، امیر ابوالعلاء کے ہم جد تھے، امیر فیض اللہ کے داماد بھی تھے، علوم معقول و منقول کے عالم تھے، ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ء کو انتقال ہوا (کیفیت العارفین ۴۹۔۵۰) شاعر بھی تھے، مقالات طریقت میں ان کا مصنفہ جو قطعۂ تاریخ ہے، اس میں ان کا تخلص افضل لکھا ہوا ہے۔

۵۸۔ امیر نور العلاء بن امیر ابوالعلاء اکبرآبادی، اپنے حضرت والد کے جانشین تھے، ولادت ۱۰۱۷ھ اور وصال ۱۰۹۰ھ کو ہوا، اپنے والد کے احاطہ میں دفن ہیں (ایضاً ۲۹۔۳۱)

شاہ ولی اللہ محدث نے یہ سند الانتباہ (۲۸) میں دی ہے۔

۵۹۔ شاہ ولی اللہ کو خلافت سلسلۂ نقشبندیہ ملا محمد دلیل گلگیانی سے حاصل تھی۔ گلگیانی، بفتح کاف فارسیہ اوّل و تشدید دوم نسبت بہ قبیلہ از افاغنہ کہ میان دوآب پشاور سکونت دارند و باقوم یوسف زئی بنواعمام می شوند۔ (ایضاً ص ۳۱)

۶۰۔ میر موسیٰ پٹی کوٹی:

اخوند میر موسیٰ بھٹی کوٹی، حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے خلیفہ تھے، وہ اپنے مستقر بھٹی کوٹ (جلال آباد اور پشاور بطرف جنوب راہ عام پر علاقہ بھٹی کوٹ ہے)۔ اخوند موسیٰ کا وصال ۱۱۲۳ھ کو ہوا، خاصے معمر تھے۔ (مقامات معصومی ۳/۴۵۹۔۴۶۱، ۴/۳۵۱۔۳۵۳)

۶۱۔ ولادت شیخ محمد معصوم کی ۱۰۰۸ھ.......... ہے۔

یہ سال ولادت غلط ہے، آپ کے نواسے میر صغیر احمد معصومی نے ماہ شوال ۱۰۰۷ھ/۱۵۹۹ء لکھا ہے (مقامات معصومی ۳/۵۲) معاصر ماخذ زبدۃ المقامات میں بھی یہی سنہ لکھا ہوا ہے، حضرات القدس کے مؤلف نے ۱۰۰۹ھ دیا ہے جو ان کا سہو ہے (مقامات خیر ۵۹)

۶۲۔ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کا وصال ماہ ربیع الاوّل ۱۰۷۹ھ.......... ہے۔

آپ کا وصال روز شنبہ دوپہر ۹ ربیع الاوّل ۱۰۷۹ھ کو ہوا (ایضاً ۹۔۶۰)

۶۳۔ شیخ عبدالاحدان (خواجہ محمد معصوم) کے برادرزادہ..........

مراد ہیں حضرت شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی (ف ۱۱۲۶ھ/۱۷۱۴ء) بن حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی (ف ۱۰۷۱ھ/۱۶۶۱ء) لطائف المدینہ، مطبوعہ مقدمہ

۶۴۔ یہ قطعۂ تاریخ وصال حضرت خواجہ محمد معصوم، شیخ عبدالاحد وحدت کا مصنفہ ہے جو آپ کے دیوان، قلمی ورق ۲۲۳ب، میں ہے۔

۶۵۔ یہ شجرہ شاہ ولی اللہ محدث نے الانتباہ میں دیا ہے۔

۶۶۔ قبر آپ (مولانا جامی) کی خیابان شہر ہرات میں واقع ہے۔

جہاں مولانا جامی کی قبر ہے وہ ہرات کے قدیم شہر سے شمال مائل بہ مغرب نئی آبادی سے شمال مغرب میں تقریباً ایک کوس کے فاصلہ پر ہے، مزار اور اس کے گردونواح کے علاقہ کو خیابان ہرات کہتے ہیں (جامی از علی اصغر حکمت ترجمہ از عارف نوشاہی ص ۲۱۸)

۶۷۔ ملا آکہ شبرغانی کہ جن کا تخلص ابن یمین ہے۔

ابن یمین (ف ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء) معروف صوفی اور شاعر تھے، حضرت خواجہ باقی باللہ بھی ان کی خدمت میں گئے تھے، موصوف صاحبِ دیوان شاعر بھی تھے (زادالمعاد ا/۹۲) شاہ ولی اللہ نے یہ سند الانتباہ میں نقل کی ہے۔

۶۸۔ چبرغان:

ایک علاقہ کا نام ہے جو افغانستان میں ہے، الانتباہ میں یہ نام کتابت کی غلطیوں کا شکار ہو گیا ہے، یاقوت حموی نے برغان لکھا ہے (معجم ۳/۳۲۱) ایک اور مقام پر شفرقان بتایا ہے (ص ۳۵۳) لیکن مقامی تلفظ غ سے سبرغان ہے (گزیدہ مقالات تحقیقی از بارٹولڈ/ص ۱۸۵) بعد میں شبرغان کا نام بدل کر جوزجان کر دیا گیا (جغرافیای تاریخی بلخ ص ۲۷) آج کل یہ بلخ میں ہے اور وہاں کے عجائب گھر کا نام ابن یمین میوزیم انہی کے نام پر رکھا گیا ہے (زادالمعاد ا/۹۲)

۶۹۔ ......مولد مولانا خواجگی کا کاشان فرغانہ ہے............

یہ قصبہ کاشان نہیں بلکہ کاسان ہے جو فرغانہ (وسطی ایشیاء) کے مضامات میں ہے، کاشان تو اس وقت ایران کا ایک بڑا صوبہ ہے۔

مولانا خواجگی کاسانی کے لیے ملاحظہ ہو: کتاب حاضر مقالہ پنجم تعلیقہ نمبر ۳۰

۷۰۔ شیخ تاج الدین سنبھلی:

یہ نام شیخ تاج الدین سنبھلی ہے جو حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلیفہ تھے، ۱۰۵۱ھ کو وصال

ہوا (رک زاد المعاد)

مؤلف نے چند سطور کے بعد ان کے مستقر سنبھل کو پھر غلط طور پر سنبھل لکھا ہے، جو درست نہیں ہے، یہ مراد آباد کے علاقہ میں ہے، نیز مؤلف نے اس کا جو محل وقوع لکھا ہے وہ بھی غیر صحیح ہے۔

۷۱۔ شاہ ولی اللہ محدث نے الانتباہ (۸۴) میں ان تینوں چشتی شاخوں سے اپنی وابستگی کا ذکر کیا ہے۔

۷۲۔ شیخ عبدالعزیز جونپوری.........اپنی خانقاہ کے صحن میں دفن ہیں۔

انہیں دہلی میں شیخ عبدالعزیز شکربار کہا جاتا تھا، جن کی خانقاہ اب بھی دہلی میں مشہور ہے، شاہ ولی اللہ اور آپ کی اولاد کی قبور اب اس درگاہ کے اردگرد ہیں۔

۷۳۔ وفات قاضی خان یوسف (ف ۱۵ صفر ۹۷۰ھ/۱۵۶۲ء)

حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

۱۔ عبدالحق محدث: اخبار الاخیار ۴۶۷۔۴۶۸

۲۔ رحمٰن علی: تذکرہ علمائے ہند ۳۸۷۔۳۸۸

۷۴۔ شیخ حسن بن طاہر جونپوری (ف ۲۴ ربیع الاوّل ۹۰۹ھ/۱۵۰۳ء) دہلی میں دفن ہیں۔

حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

محمد سعید، میاں: تذکرہ مشائخ شیراز ہند جونپور ۳۰۴۔۳۰۷

۷۵۔ راجی سید حامد مانکپوری (ف شعبان ۹۰۱ھ/۱۴۹۵ء)

شیخ حامد بن ابی الحامد بن عزیز الدین بن شہاب الدین بن حسام الدین ابن شہاب الدین حسینی گردیزی مانکپوری، چشتی مشائخ میں سے تھے، شیخ حسام الدین مانکپوری کے مرید تھے۔

(نزہۃ الخواطر ۴/۸۴)

شیخ محدث نے اخبار الاخیار (ص ۳۸۷) میں راجی حامد کے سال وفات کی جگہ بیاض رہنے دی ہے۔

۷۶۔ شیخ حسام الدین مانکپوری: ملاحظہ ہو:

۱۔ اخبار الاخیار ۳۵۱۔۳۵۴

۲۔ گلزارِ ابرار ۱۰۶۔۱۰۸ (اُردو ترجمہ)

Chishti Nizami Sufi Order of Bengal, pp.67,80,86,90,104,119,146.

۷۷۔ خواجہ نور قطب عالم: آپ کا نام احمد، لقب نور الدین اور نور الحق تھا، ان کے والد شیخ علاء الدین (خلیفۂ شیخ اخی سراج) تھے، شیخ نور قطب عالم پنڈوہ میں مدفون ہیں جو بنگالہ میں ہے، آپ کے مکتوبات کا مجموعہ بھی ہے۔ (گلزارِ ابرار ۱۰۴۔۱۰۵، اُردو ترجمہ)

۷۸۔ حضرت علاء الحق (ف ۸۰۰ھ/ ۱۳۹۷ء): آپ شیخ اخی سراج کے خلیفہ تھے، دانشمند بزرگ تھے، ملاحظہ ہو:

اخبار الاخیار ۲۸۷۔۲۸۸ (طبع تہران)

Ghulan Rasool: Chisti Nizami Sufi Order of Bengal, Delhi, 1990, pp.83,84,146

۷۹۔ حضرت اخی سراج الدین عثمان اودھی (ف ۷۵۷ھ/ ۱۳۵۷ء)

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تذکرہ علماء مشائخ پاکستان و ہند ۱/ ۳۰۸۔۳۱۰

۸۰۔ ولادت حضرت نظام الدین اولیاء............ماہ صفر ۶۳۱ھ:

مؤلف نے یہ سال ولادت محض قیاسی طور پر لکھا ہے کسی معاصر یا قریب العہد تذکرہ نویس نے آپ کا سالِ ولادت نہیں لکھا۔ (نظامی، خلیق احمد: لائف اینڈ ٹائمز آف خواجہ نظام الدین اولیاء ص ۱۴)

۸۱۔ عمر آپ (حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء) ۹۴ سال تھی' یہ بھی صرف قیاسی طور پر متعین کی گئی ہے، آپ کی عمر مبارک وصال کے وقت ۸۲ سال تھی (ایضاً ۸۷، ۸۹)

۸۲۔ موضع غیاث پورہ (دہلی):

سلطان غیاث الدین بلبن (۶۶۴۔۶۸۶ھ/ ۱۲۶۵۔۱۲۸۷ء) نے ۶۶۶ھ/ ۱۲۶۷ء کو کوشک لال کے قریب ایک قلعہ بنایا اور اس کا نام مرزغن رکھا، جو بعد میں غیاث پور کے طور پر مشہور ہوا، حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کا مزار وہیں ہے (آثار الصنادید ۱/ ۲۶۴)

۸۳۔ گنج شکر: یہ حضرت شیخ فرید الدین اجودھنی (ف ۶۶۴ھ/ ۱۲۶۵ء) کا لقب ہے جو آپ کے شیخ نے دعا کے طور پر آپ کو دیا تھا، ملاحظہ ہو: نظامی، خلیق احمد: لائف اینڈ ٹائمز آف شیخ فرید الدین گنج شکر ۱۱۶۔۱۱۷

۸۴۔ سجزی (س۔ج۔ز۔ی) ایک علاقائی نسبت ہے، حضرت خواجہ معین الدین سجزی چشتی، خواجہ حسن سجزی (مؤلف فوائد الفواد)، جن کا تعلق افغانستان کے صوبہ سیستان یا سجستان سے ہے۔
(دیوان حسن سجزی، مقدمہ نوشتہ مسعود علی محوی ص ۱۶۔۱۷)

۸۵۔ چشت:
یہ افغانستان میں ہری رود کے قریب ایک قصبہ ہے۔ (تاریخ مشائخ چشت ۱/۱۸۹)

۸۶۔ ابوشاقلان:
اس نام کے کسی قصبہ یا شہر کا ذکر یاقوت نے نہیں کیا اور نہ ہی قاموس اعلام جغرافیائی (افغانستان) میں اس کا نام تک آیا ہے۔

۸۷۔ حضرت خواجہ احمد ابدال چشتی:
ان کا نام خواجہ ابو احمد چشتی ہے، خواجہ ابو احمد ابدال چشتی بن سلطان فرسنافہ، خواجہ ابو احمد ابدال کی ولادت ۲۶۰ھ/۸۷۳ء اور وصال ۳۵۵ھ/۹۶۵ء کو ہوا، شیخ ابواسحاق شامی چشتی کے خلیفہ تھے (نفحات الانس مرتبہ محمود عابدی ص ۳۲۸۔۳۲۹)

۸۸۔ شاہ ولی اللہ.........کو اپنے نانا شیخ رفیع الدین محمد سے
یعنی سلسلۂ چشتیہ کی خلافت شاہ ولی اللہ کو اپنے نانا شیخ رفیع الدین محمد سے ملی تھی، شیخ رفیع الدین محمد کی دختر شیخ وجیہ الدین (دادا شاہ ولی اللہ) کے نکاح میں تھی (انفاس العارفین ۱۶۷۔۱۷۳) جن کے بطن سے شیخ عبدالرحیم تولد ہوئے، شاہ ولی اللہ انہی کے نامور فرزند تھے۔

۸۹۔ شیخ رفیع الدین محمد (ف ۱۰۲۹ھ/۱۶۱۹ء) بن شیخ قطب العالم (ف ۱۰۲۴ھ/۱۶۱۵ء) بن شیخ عبدالعزیز چشتی جونپوری ثم دہلوی بن شیخ حسن طاہر ملتانی جونپوری، شیخ رفیع الدین محمد آغازِ جوانی میں ہی جب حضرت خواجہ تلاش شیخ میں دہلی آ کر ان کی آبائی درگاہ میں قیام کرتے تھے' آپ کی روحانیت سے متاثر ہو گئے تھے، جب حضرت خواجہ امکنہ (سمرقند) سے خلافت یاب ہو کر لاہور اور پھر دہلی آئے تو شیخ رفیع الدین محمد اپنی آبائی مسند مشیخت چھوڑ کر حضرت خواجہ سے منسلک ہوئے۔
(زاد المعاد ۳/۲۲۳۔۲۲۷، ۴/۱۳۰۔۱۳۳)

۹۱۔ شاہ ولی اللہ محدث نے یہ پورا شجرہ الانتباہ میں درج کر دیا ہے۔

۹۲۔ خزینۃ الاصفیاء:

یہ صوفیہ کا ایک عمومی تذکرہ ہے جو فارسی نثر میں مفتی غلام سرور لاہوری (ف ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء) نے ۱۲۸۰۔۱۲۸۱ھ/۶۲۔۱۸۶۳ء کو تالیف کیا، یہ تذکرہ بہت ہی مشہور ہوا، کئی بار طبع ہو چکا ہے۔

۹۳۔ وجہ مخدوم جہانیاں کی.........

مؤلف نے خزینۃ الاصفیاء (۶۱/۲) سے یہ عبارت نقل کی ہے۔

۹۴۔ خزانۂ جلالی:

اس کا پورا نام خزانۃ الفوائد الجلالیہ ہے، یہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری (ف ۷۸۵ھ/۱۳۸۳ء) کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، جسے آپ کے مرید احمد مشہور بہ بہاء بن حسن بن محمود بن سلیمان تلنی نے مرتب کیا تھا، صوفیہ کے تقریباً تمام اہم تذکروں میں اس کے حوالے ملتے ہیں، اوچ گیلانیاں میں اس کے کئی نسخے پائے جاتے ہیں، ان میں سے ایک نسخہ حضرت شیخ سید محمد طاہر گیلانی (سجادہ نشین منگانی شریف، جھنگ) میرے پاس زیارت کے لیے لائے تھے، جس کے لیے راقم آپ کا شکرگزار ہے، ۱۲۹۷ھ کے مکتوبہ ایک خطی نسخہ کا روٹو گراف (شمارہ R.296) ہمارے ذخیرہ (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور) میں ہے۔

۹۵۔ چراغِ دہلی: یہ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود اودھی دہلوی (خلیفۂ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء) کا لقب ہے، پروفیسر خلیق احمد نظامی کی تحقیق کے مطابق آپ کے کسی معاصر تذکرہ نویس یا مؤرخ نے آپ کا لقب چراغ دہلی نہیں لکھا بلکہ متاخرین نے آپ کی بعض کرامات پڑھ کر یہ لقب آپ سے منسوب کر دیا ہے:

Nizami, K.A: Life and Times of Sh. Nasiruddin Chiragh-i-Dehli, Delhi, 1991, p.148.

۹۶۔ شیخ سراج الدین عثمان اودھی:

آپ غالباً اخی سراج ہی ہیں، جنہیں آپ کے شیخ حضرت نظام الدین اولیاء ''آئینۂ ہندوستان،، کہا کرتے تھے، ملاحظہ ہو: تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند ۱/ ۳۰۸۔۳۱۱

۹۷۔ وفات شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی ۱۸ رمضان مبارک چاشت کے وقت جمعہ کے دن ۷۵۷ھ،

آپ کا یہ سال وتاریخ وصال معاصر ماخذ سیر الاولیاء کے مطابق ہے۔

۹۸۔ مزار حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی:

آپ کا مزار دہلی میں ہے، اس کے محل وقوع اور تعمیر وتوسیع کی تفصیل کے لیے پروفیسر نظامی کی محولہ بالا کتاب (۸۷۔۸۸) ملاحظہ کریں۔

۹۹۔ یہ سند شاہ ولی اللہ محدث نے الانتباہ میں درج کر دی ہے۔

۱۰۰۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی (ف ۹۴۵ھ/ ۱۵۳۸ء) رک: حدیقۃ الاولیاء ۱۱۶۔۱۱۷

۱۰۱۔ پانی پتھ:

اب یہ نام کثرتِ استعمال سے پانی پت ہو چکا ہے۔

۱۰۲۔ سیر الاقطاب:

یہ چشتی صابری صوفیہ کا ایک تذکرہ ہے، جس کے مؤلف شیخ الہدیہ چشتی ہیں جو شیخ جلال الدین محمود پانی پتی (ف ۷۶۵ھ/ ۱۳۶۳ء) کی اولاد میں سے تھے، شیخ الہدیہ، شیخ عبدالسلام شاہ اعلیٰ (ف ۱۰۳۳ھ/ ۱۶۲۴ء) کے خلیفہ تھے، انہوں نے یہ تذکرہ ۱۰۳۶ھ/ ۱۶۲۶ء کو مرتب کرنا شروع کیا اور ۱۰۵۶ھ/ ۱۶۴۶ء میں مکمل کر لیا لیکن مؤلف اس میں ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء تک اضافات کرتے رہے، اس تذکرہ میں ۲۷ صوفیہ کے احوال درج ہیں، مطبع نولکشور، لکھنؤ سے اس کے فارسی متن کے کئی ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں (تذکرہ علماء ومشائخ پاکستان وہند ۱/ ۴۰۲۔۴۰۵)

۱۰۳۔ شیخ علاء الدین علی صابر کلیری کا سال وصال اور حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

حدیقۃ الاولیاء ۱۰۳۔۱۰۷

۱۰۴۔ شیخ نجیب الدین بزغش:

شیخ، سلسلۂ سہروردیہ کے مؤسس حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے براہِ راست خلیفہ تھے، آپ کے والد شام سے شیراز آ کر متوطن ہو گئے، شیخ کی ولادت وہیں ہوئی، تلاشِ شیخ میں بغداد پہنچے تو شیخ شہاب الدین سہروردی کے حضور حاضر ہو کر بیعت کی، خلافت یاب ہو کر واپس شیراز پہنچے تو تاحیات دعوت وارشاد میں زندگی بسر کرنے کے بعد ۶۷۸ھ/ ۱۲۷۹ء کو وصال ہوا (خزینۃ الاصفیاء ۲/ ۲۷۔۲۸) شیخ نجیب الدین کی نسبت بزغش کے متعلق ہمیں کچھ معلوم نہیں ہو سکا،

خزینۃ الاصفیاء میں یہ نسبت بزغش درج ہے، لیکن اس میں تو کتابت کی بے شمار غلطیاں ہیں، ہم قیاسی طور پر اول الذکر تلفظ کو ترجیح دے سکتے ہیں، ہمیں علامہ سمعانی کی کتاب الانساب میں اس قسم کی کوئی قومی یا علاقائی نسبت نہیں مل سکی' مؤلف مقالاتِ طریقت نے صوفیہ کی علاقائی اور قومی نسبتوں کے اندراج میں کئی غلطیاں کی ہیں' جن کے لئے تحقیق کی ضرورت ہے۔

۱۰۵۔ شاہ ولی اللہ محدث نے یہ شجرہ الانتباہ میں نقل کر دیا ہے۔

۱۰۶۔ سفینۃ الاولیاء:

یہ صوفیہ کا ایک عمومی تذکرہ ہے، جو شہزادہ داراشکوہ (ف ۱۰۶۹ھ/۱۶۵۹ء) بن شاہ جہان بادشاہ کی تالیف ہے، جس کے خاتمہ پر اس نے ۱۰۴۹ھ کو سالِ رواں کے طور پر لکھا ہے، یہ تذکرہ سلسلہ وار ہے، آخر میں متفرق صوفیہ کے احوال کے بعد نساء عارفات، ازواج مطہرات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نساء عارفات کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے، یہ کتاب مطبع نولکشور، کانپور سے ۱۹۰۰ء کو طبع ہوئی، ایران سے بھی غیر تحقیقی ایڈیشن چھپ چکا ہے۔

۱۰۷۔ سفینۃ الاولیاء مذکور ص ۱۱۵ سے یہ معلومات ماخوذ ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کے سالِ وصال میں اختلاف ہے، شیخ عبدالحق محدث نے ۷ صفر ۶۶۱ھ لکھا ہے (اخبار الاخیار ۵۳)

۱۰۸۔ حضرت شیخ شہاب سہروردی کے سنین ولادت ووفات درست ہیں۔

۱۰۹۔ یہ شجرہ شاہ ولی اللہ محدث نے الانتباہ میں درج کر دیا ہے۔

۱۱۰۔ خوافہ:

یہ مقام خوافہ نہیں بلکہ خواف ہے، یاقوت حموی نے لکھا ہے:

بفتح اوله، وآخره فا، قصبة كبيرة من اعمال نيسابور بخراسان......

(معجم البلدان ۲/ ۳۹۹)

۱۱۱۔ ملاحظہ ہو: الانتباہ

۱۱۲۔ حضرت رضی الدین علی لالا (ف ۶۴۲ھ/۱۲۴۴ء):

مؤلف نے یہ تمام تر احوال بغیر حوالہ کے خزینۃ الاصفیاء ۲/ ۲۶۷۔۲۶۸ سے لیے ہیں۔

۱۱۳۔ شیخ نجم الدین کبریٰ (ف ۶۱۸ھ/ ۱۲۲۱ء): یہ احوال بھی خزینۃ الاصفیاء۲/ ۲۵۸۔۲۶۱ سے ماخوذ ہیں۔

۱۱۴۔ یہ سند الانتباہ سے ماخوذ ہے۔

۱۱۵۔ ایضاً

۱۱۶۔ طریقہ مدینیہ اور سلسلہ عیدروسیہ:

ان سلاسل کی تفصیلات الانتباہ (۱۲۶۔۱۲۸) میں ملاحظہ کریں۔

۱۱۷۔ ترغیب السالک الی احسن المسالک:

یہ نواب محمد مصطفیٰ خان شیفتہ وحسرتی کا سفرنامۂ حجاز ہے، شیفتہ (ف ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء) ۱۲۵۴ھ/ ۱۸۳۹ء کو حج کے لیے حرمین الشریفین حاضر ہوئے تھے، یہ سفرنامہ فارسی میں ہے، اس کا اُردو ترجمہ بھی طبع ہو چکا ہے۔

۱۱۸۔ یہ شجرہ بھی الانتباہ سے ماخوذ ہے۔

۱۱۹۔ خزینۃ الاصفیاء۲/ ۲۷۳:

شیخ ابوالحسن شاذلی کی روحانی سرگرمیوں اور احوال کے لیے ملاحظہ ہو:

Triminigham, J.S: Sufi Orders in Islam. pp.47-50, and..........see Index.

۱۲۰۔ شیخ محمد غوث گوالیری (ف ۹۷۰ھ/ ۱۵۶۲ء):

ہندوستان بلکہ عالم اسلام میں سلسلۂ شطاریہ کا رواج حقیقی معنی میں انہیں سے ہوا۔

۱۲۱۔ شیخ عبداللہ شطار (ف ۸۹۰ھ/ ۱۴۸۵ء):

پہلی شخصیت ہیں جن کے نام کے ساتھ نسبت شطاری لکھی گئی، یہ صاحب ایران سے ہندوستان آئے تھے، حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

۱۔ نظام غریب یمنی: لطائف اشرفی ۱/ ۳۸۹

۲۔ غوثی مانڈوی: گلزار ابرار ۱۶۱

۱۲۲۔ شیخ خدا قلی ماوراء النہری:

ان کا نام خود شاہ محمد غوث گوالیاری نے اپنے شجرات میں لکھا ہے (مسعود احمد: شاہ محمد غوث گوالیاری ۱۵۶، اور شیخ محمد رضا شطاری لاہوری نے ارشاد العاشقین میں بھی دیا ہے)

۱۲۳۔ یہ سند شاہ ولی اللہ محدث نے الانتباہ ص ۱۳۷ میں درج کر دی ہے۔

۱۲۴۔ ایضاً ص ۱۳۸

۱۲۵۔ شیخ محمد سعید لاہوری (ف ۱۱۶۲ھ/ ۱۷۴۹ء):

شاہ ولی اللہ محدث حج کے لیے حرمین الشریفین جاتے ہوئے لاہور میں ٹھہرے تو شیخ محمد سعید لاہوری سے ملے اور آپ سے دعائے سیفی اور جواہر خمسہ کے اعمال کی اجازت لی تھی (الانتباہ ۱۳۸)، شیخ محمد سعید لاہوری کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) محمد رفیع پشاوری: قران السعیدین، قلمی

(۲) محمد منیر قصوری: تذکرۃ الارشاد، قلمی

۱۲۶۔ شیخ محمد اشرف شطاری لاہوری (ف ۱۱۰۴ھ/ ۱۶۹۳ء): پنجاب کے مشہور ترین مشائخ شطاریہ میں سے تھے، ملاحظہ ہو:

سلیمان بن سعد اللہ: احوالِ مشائخ کبار، مطبوعہ

خانوادۂ شطاریہ کے حالات اسی کتاب کے مقدمہ میں بیان کیے گئے ہیں یعنی شیخ عبدالملک، شیخ بایزید ثانی اور شیخ وجیہ الدین گجراتی ....

۱۲۷۔ الانتباہ ص ۱۳۸۔ ۱۳۹

۱۲۸۔ گلزارِ ابرار:

یہ صوفیہ پاکستان و ہند کا ایک عمومی تذکرہ ہے جس کے مؤلف محمد غوثی مانڈوی شطاری ہیں، مؤلف نے اسے نور الدین جہانگیر بادشاہ کے نام معنون کیا ہے، اس تذکرہ کا نقش اوّل ۹۹۸ھ/ ۱۵۹۰ء کو تیار ہوا، پھر ۱۰۱۰ھ/ ۱۶۰۲ء تک اس میں مؤلف اصلاح و ترمیم کرتے رہے، آخری شکل ۱۰۲۰ھ/ ۱۶۱۱ء اور ۱۰۲۲ھ/ ۱۶۱۳ء کو دی گئی، یہ تذکرہ سلسلۂ شطاریہ اور گجرات کے مشائخ کے احوال کے لیے خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس کے مؤلف محمد غوثی کا انتقال ۱۰۲۷ھ/ ۱۶۱۸ء کو ہوا (طبقات شاہ جہانی ۹/ ۹۰، مؤلف شاعر بھی

تھے، ان کے کمالات ادبیہ کے لیے ملاحظہ ہو:

رازی، امین احمد: ہفت اقلیم ۱/۳/۷۳۔۷۴

۱۲۹۔ شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی: حالات و سنین ولادت و وفات کے لیے ملاحظہ ہو:

گلزارِ ابرار (فارسی) ۳/۲۷۳۔۲۷۶

۱۳۰۔ مؤلف نے یہ اقتباس گلزار ابرار ص ۱۴۸ سے نقل کیا ہے۔

۱۳۱۔ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، شاہ ولی اللہ محدث کی تالیف ہے جو پہلے دہلی سے ۱۳۴۴ھ کو اور پھر فیصل آباد سے طبع ہوئی تھی۔

۱۳۱ب۔ شاہ عبدالقادر صوفی کے دو فرزند تھے:

عبدالواحد (عبدالرشید راشد الخیری) اور عبدالماجد (یادِ پیر ص ۱۶۶) معلوم نہیں یہاں مؤلف کی مراد کون سے فرزند ہیں؟

۱۳۲۔ مداریہ طریقہ:

اس سلسلہ کے مؤسس شیخ بدیع الدین شاہ مدار (ف ۸۴۰ھ/۱۴۳۶ء) تھے۔

۱۳۳۔ قول الجمیل:

شاہ ولی اللہ محدث کی تالیف ہے، طبع ہو چکی ہے

۱۳۴۔ اُمم لایقاظ الہمم:

یہ اسناد کا مجموعہ ہے اور شیخ ابراہیم بن حسن کردی شہرزوری کی تالیف ہے جو عربی میں ہے، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، دکن سے ۱۳۲۸ھ کو طبع ہوئی۔

۱۳۵۔ انموذج العلوم:

علامہ جلال الدین محمد بن اسعد صدیقی دوانی (ف ۹۰۴ھ/۱۴۹۸ء) کی تصنیف ہے (کشف الظنون ۱/۱۸۴)

مقالہ ششم

۱۔ آثار الصنادید:

سرسید احمد خان کی تالیف ہے، جس میں دہلی کی تاریخ، عمارات، علماء و مشائخ، شعراء وغیرہ کے حالات درج ہیں، مؤلف نے یہ کتاب ۱۸۴۷ء کو تالیف کی اور اس کا پہلا ایڈیشن اُنہوں نے خود ہی اپنے مطبع سید الاخبار سے شائع کیا، پھر اس کی کئی طباعتیں منظر عام پر آئیں۔

۲۔ سید احمد رائے بریلوی کی شہادت بالاکوٹ میں ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء کو ہوئی، آپ کے احوال پر بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں، جن میں سے مولانا غلام رسول مہر اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتب خوب متداول اور مطبوع ہیں۔

۳۔ سید محمد عرفان:

آپ سید احمد رائے بریلوی کے والد گرامی تھے۔

۴۔ سید محمد نور:

آپ سید محمد ہدیٰ کے فرزند ثانی تھے، تقویٰ و سخاوت میں بہت شہرت تھی، ۶ ربیع الاوّل ۱۱۴۸ھ/ ۱۷۳۵ء کو انتقال ہوا (تذکرہ شاہ علم اللہ ۱۴۶۔۱۴۷)

۵۔ سید محمد مہدی:

خاندانی کتب میں آپ کا نام سید محمد ہدیٰ درج ہے، یہی صحیح ہے، مؤلف مقالاتِ طریقت کو یہاں سہو ہوا ہے۔ جود و سخا اور شجاعت میں مشہور تھے، صاحبِ کرامت ولی تھے، ۱۹ ربیع الاوّل ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۸ء کو وصال ہوا (ایضاً ۱۲۲۔۱۲۹)

۶۔ سید محمد علم اللہ (رائے بریلوی):

آپ حضرت شیخ آدم بنوری (ف ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء) کے خلیفہ تھے، بہت ہی تقویٰ شعار بزرگ تھے، ۱۲ ربیع الاوّل ۱۰۳۳ھ/۱۶۲۳ء کو ولادت ہوئی، حج کی سعادت دو مرتبہ نصیب ہوئی، آپ کا وصال ۹ ذی الحج ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء کو ہوا، (ایضاً............)

۷۔ یہ شجرۂ نسب آپ کی سوانح پر لکھی جانے والی تمام کتب میں موجود ہے، مولانا سید محمد الحسنی نے تذکرہ شاہ علم اللہ حسنی (ص۱۹) میں یہی شجرہ دیا ہے، جو مقالاتِ طریقت کے عین مطابق ہے۔

۸۔ حکیم عبدالقادر خان شاہ جہان پوری نقشبندی مجددی:

آپ کے حالات تذکروں میں نہیں ملتے، مقالاتِ طریقت کے حاشیہ ص۱۹۴ پر تحریر ہے کہ آپ کا انتقال حیدر آباد (دکن) میں ہوا، شاہ سعد اللہ حیدر آبادی کی خانقاہ میں دفن ہوئے۔

۹۔ سید احمد رائے بریلوی کی شاہ عبدالعزیز محدث کی خدمت میں سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت......... (مخزن احمدی بحوالہ سیرت سید احمد شہید ۱/ ۸۸)

۱۰۔ سید احمد رائے بریلوی ٹونک کی طرف تشریف لے گئے۔

سید صاحب ۱۲۲۷ھ/۱۸۱۲ء کو دہلی سے ٹونک گئے اور نواب امیر خان والیٔ ٹونک کے لشکر میں تقریباً چھ سال رہے۔ (سیرت سید احمد شہید ۱/ ۹۸۔۱۱۳)

۱۱۔ نواب میر خان مغفور

نواب امیر خان والیٔ ٹونک کی ولادت ۱۱۸۲ھ/ ۱۷۶۸ء کو ہوئی، ٹونک کے نواح میں کئی مقامات پر فوج کشی کر کے خود ایک بڑا لشکر مہیا کر لیا' مقامی حکمرانوں کے خلاف برسرپیکار رہے' آخر ۱۲۳۲ھ/ ۱۸۱۶ء کو انگریزوں سے صلح کر کے راجپوتانہ اور مالوہ کے بعض علاقوں کو ملا کر ریاست ٹونک نام رکھا۔ (سیرت سید احمد شہید ۱/ ۱۰۰۔۱۰۱)

۱۲۔ میر حسن علی عرف شاہ جی (رک مقالہ چہارم تعلیقہ نمبر ۲۲)

۱۳۔ شاہ عبدالقادر صوفی حیدر آبادی: ان کے حالات آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں' تعلیقہ نمبر ۸۴

۱۴۔ مولانا عبدالقادر.......... کا انتقال ہو چکا تھا۔

مولانا شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ محدث کا انتقال دہلی میں ۱۲۳۰ھ/ ۱۸۱۴ء کو ہوا (تذکرہ علمائے ہند ۳۱۶)

۱۵۔ شاہ اجمل کے دائرہ والے.........

شاہ محمد اجمل الہ آبادی بن محمد ناصر بن یحییٰ عباسی الہ آبادی (۱۱۶۱۔۱۲۳۶ھ/ ۱۷۴۸۔۱۸۲۱ء) اپنے عہد کے نامور عالم، صوفی اور شاعر تھے، ان کا سارا خانوادہ مع حوزۂ مریدین و شاگردان

صرف الٰہ آباد ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان میں شہرت رکھتا تھا، جسے دائرہ ''شاہ اجمل،، بھی کہا جاتا تھا، شاہ اجمل کے فرزند ابوالمعالی بھی خاصے فعال بزرگ تھے (تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند ۱/ ۱۷۱۔۱۷۲)

۱۶۔ مولوی عبدالاحد ابوسعد، رسالہ وحدت الوجود کے مؤلف تھے، جو طبع ہو چکا ہے۔

۱۷۔ مولوی عبدالکریم:

یہاں قاضی عبدالکریم نگرامی (ف ۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۳ء) مراد ہیں جو شیخ حمید بن عبدالبدیع قلندر جونپوری کی اولاد میں سے تھے، ان کا تعلق علاقہ نگرام (مضافات لکھنؤ) سے تھا، اکابر علماء و مشائخ میں سے تھے، آخر میں قاضی عبدالکریم چوراسی نقشبندی سے منسلک ہو گئے تھے۔

(نزہۃ الخواطر ۷/ ۲۹۹)

۱۸۔ (رسالہ) در مسئلہ وحدت الوجود (مؤلفہ مولوی عبدالاحد ابوسعد)

شاہ عبدالعزیز محدث کے رسالہ وحدت الوجود کا رد عبدالرحمٰن مؤحد لکھنوی (ف ۱۲۴۵ھ) نے کاسرۃ الاسنان کے نام سے عربی میں لکھا تھا، جو دہلی سے ۲۰۰۴ء کو طبع ہوا، شاہ محدث نے ان کے اس رسالہ کا پھر جواب دیا تھا، مؤحد لکھنوی کے ردّ میں کئی رسائل لکھے گئے، ان کے ایک معاصر بزرگ شاہ احمد سعید مجددی نے ان کے بارے میں صحیح لکھا ہے کہ موصوف نہ تو صاحبِ علم تھے اور نہ ہی صاحبِ حال (مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ۱۲۶)

۱۹۔ خلفائے سید احمد رائے بریلوی بھی بے شمار ہیں.........

آپ کے خلفاء کے مختصر احوال مولانا غلام رسول مہر اور مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں۔

۲۰۔ دفتر ہفتم مثنوی مولوی روم مصنفہ مفتی الٰہی بخش کاندھلوی (رک مقالہ اوّل تعلیقہ نمبر ۹۱)

۲۱۔ شرح بحر العلوم:

یہاں مراد ہے مولانا عبدالعلی بحر العلوم (ف ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۱۹ء) کی شرح مثنویٔ مولانا روم جو پہلے مطبع فتح الکریم، بمبئی سے طبع ہوئی، اب ایران سے بھی چھپ گئی ہے۔

۲۲۔ مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کے مثنویٔ مولانا روم کے منظوم اُردو ترجمہ کا نام منبع فیض العلوم ترجمہ منظوم

ہے، اسے مجمع فیض العلوم بھی کہا جاتا ہے۔ مفتی صاحب کے فرزند مولانا ابوالحسن کاندھلوی نے دفتر اوّل کا یہ منظوم ترجمہ کیا جو کئی بار طبع ہو چکا ہے (راشد، نورالحسن: مختصر تذکرہ مفتی الٰہی بخش کاندھلوی (۸۰۔۸۱)

۲۳۔ مولوی ابوالحسن کاندھلوی کا انتقال ۲۱ جمادی الثانی ۱۲۶۹ھ/۲ مارچ ۱۸۵۳ء کو ہوا (ایضاً ۸۵)

۲۴۔ حاجی شاہ عبدالرحیم ولایتی شہید:

شاہ عبدالرحیم صادق پوری بن فرحت حسین بن فتح علی بن محمد سعید ہاشمی عظیم آبادی کی ولادت ۱۲۵۲ھ کو عظیم آباد میں ہوئی، اکابر علماء سے تحصیل کی، ہندوستان کی برطانوی حکومت نے ان پر جنگ افغانستان کے دوران افغان باغیوں کی اعانت کا الزام لگایا، انہیں کالا پانی (جزائر انڈمان) بھیج دیا گیا، جہاں موصوف بیس سال تک قید رہے، رہائی کے بعد دو مرتبہ حج کی سعادت نصیب ہوئی، ۱۳۴۱ھ کو انتقال ہوا (نزہۃ الخواطر ۸/ ۲۴۹)

۲۵۔ میاں جی شاہ نور محمد جھنجھانوی:

شیخ میاں نور محمد جھنجھانوی چشتی، مشہور ولی شیخ عبدالرزاق کی اولاد میں سے تھے، اُنہوں نے طریقت کی تعلیم شیخ عبدالرحیم ولایتی مذکور سے حاصل کی، تیس سال تک نماز میں تکبیر تحریمہ ان سے فوت نہیں ہوئی، سید احمد رائے بریلوی سے بھی بیعت تھے، انہیں کے حکم پر واپس ہندوستان آئے، ان کا وصال ۴ا رمضان ۱۲۵۹ھ کو ہوا، مشہور صوفی بزرگ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی انہیں کے خلیفہ تھے (نزہۃ الخواطر ۷/ ۵۱۸)

۲۶۔ مولوی حاجی امداد اللہ (۱۲۳۳۔۱۳۱۷ھ/ ۱۸۱۸۔۱۸۹۹ء):

اپنے عہد کے اکابر مشائخ میں سے تھے، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں آپ نے ایک مجاہد کا کردار ادا کیا، انگریز آپ کے سخت دشمن ہو گئے، جس کے باعث آپ نے حرمین الشریفین کی طرف ہجرت کی، وہاں ایک دینی مدرسہ بنایا جو مدرسہ صولتیہ کے نام سے مشہور اور اب تک مصروفِ کار ہے۔ (تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند ۱/ ۴۲۸۔۴۳۴)

۲۷۔ آپ (حاجی امداد اللہ) فی الحال مکہ معظمہ میں حاضر ہیں۔

حاجی صاحب کا وصال ۱۳۱۷ھ کو ہوا اور یہ کتاب مقالاتِ طریقت ۱۲۹۱ھ کو تالیف ہوئی، گویا

حاجی صاحب اس وقت بقید حیات تھے۔

۲۸۔ مولوی رشید احمد گنگوہی: مولانا رشید احمد گنگوہی (ف ۸ جمادی الآخر ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) اپنے عہد کے اکابر علماء میں سے تھے، دارالعلوم دیوبند کے اساسی اساتذہ میں سے تھے (نزہۃ الخواطر ۸/ ۱۴۸۔۱۵۲)

۲۹۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی (ف ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء): عالم بے بدل، مؤلف کتب شہیرہ، دارالعلوم دیوبند کے اساسی اساتذہ سے تھے۔

۳۰۔ ضیاء القلوب:

یہ رسالہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی تالیف ہے، جو فارسی نثر میں ہے، ۱۲۸۲ھ کو مکہ مکرمہ میں مکمل ہوئی، اس میں سلسلۂ چشتیہ صابریہ قدوسیہ کے اذکار و اشغال درج ہیں، کلیاتِ امدادیہ میں مع اُردو ترجمہ شامل ہے، جو طبع ہو چکا ہے۔

۳۱۔ سید احمد رائے بریلوی کے ان خلفاء کے حالات آپ کی معاصر اور جدید سوانحی کتب میں تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔

۳۲۔ رنجیت سنگھ:

رنجیت سنگھ (۱۷۹۹۔۱۸۳۹ء) پنجاب کا سکھ حکمران تھا، اس کے عہد حکومت میں انگریزوں کو پنجاب میں مداخلت تو درکنار قدم رکھنے کی جرأت نہیں تھی، بظاہر اس کے دور میں پنجاب میں امن قائم ہو گیا تھا لیکن مذہبی تعصب کے باعث یہاں کے مسلمانوں پر ظلم و ستم کا سلسلہ جاری رہا، مجاہدین بریلی کا ان کے اسی رویہ کے خلاف جہاد تھا، جس میں وہ حضرات ان کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۳۳۔ مولوی شہاب الدین اور میاں فضل............ کو رنجیت سنگھ کے پاس اپنی طرف سے وکیل مقرر کر کے بھیجا کرتے تھے، رنجیت سنگھ کے ایلچیوں کے سید صاحب کے ہاں آنے کے واقعات تو سوانحی کتب میں موجود ہیں لیکن سید صاحب کی طرف سے ان دو وکیلوں کا تذکرہ کتابوں میں نہیں ملتا۔

۳۴۔ اکبر شاہ، حاکمِ کاغان

۳۵۔ وہ بی بی (منکوحہ سید احمد رائے بریلوی) اب تک ٹونک کے قافلہ میں بقید حیات ہیں۔ سید صاحب

کی تین ازواج تھیں، تینوں کو والیٔ ٹونک نے ٹونک بلایا تھا، آخری زوجہ سیدہ فاطمہ ٹونک میں ہی حدود ۱۹۰۰ء کو فوت ہوئیں (مہر، غلام رسول: سید احمد شہید ۸۲۴)

۳۶۔ والیٔ ٹونک، والیٔ ٹونک سے مراد یہاں نواب وزیر الدولہ ہے۔

۳۷۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز...... نے اپنے خاندان کے تمام صغار و کبار کو جناب سید احمد صاحب سے بیعت کروائی تھی............

بظاہر مؤلف کا یہ جملہ مبالغہ معلوم ہوتا ہے، دورِ حاضر کے مؤرخین کی کتابوں سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔

۳۸۔ پشاور پر مجاہدین کے قبضہ کی تفصیلات کے لئے دیکھئے: ابوالحسن علی ندوی ۲/۲۸۴۔۳۰۸

۳۹۔ مؤلف مقالاتِ طریقت نے یہ ماہ و سال قیاسی طور پر درج کر دیئے ہیں، سید صاحب نے ذی قعدہ ۱۲۳۸ھ کو مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر اوائل ذی الحج کو واپسی کا سفر اختیار کیا، اسی طرح دو سال دس ماہ کے بعد وطن واپس آئے (ایضاً ۱/۳۴۳)

۴۰۔ عبداللہ سراج...... شیخ العلماءِ مکہ معظمہ........... (رک مقالہ اول تعلیقہ نمبر ۳۴)

۴۱۔ خطبہ آپ (سید احمد بریلوی) کے نام کا پڑھا گیا........... ابوالحسن علی ندوی ۲/۲۸۵

۴۲۔ پشاور اور بعض دوسرے مکان سکھ عملدار سے نکل کر غازیانِ اسلام کے تصرف میں آ گئے............

پشاور پر مجاہدین کے قبضہ کی تفصیلات کے لئے دیکھئے: ابوالحسن علی ندوی ۲/۲۸۴۔۳۰۸

۴۳۔ مولوی عبدالحی............ نے بیماری جسمی سے سفر آخرت اختیار کیا..........

مولانا عبدالحی بڈھانوی، شاہ عبدالعزیز محدث کے داماد تھے، عارضۂ بواسیر میں انتقال ہوا۔ (تذکرہ علمائے ہند ۲۸۶۔۲۸۷)

۴۴۔ حضرت نے مع مولوی محمد اسماعیل اور اکثر مؤمنین صاف اعتقاد کے ایک ہی دن شہادت پائی......

بالاکوٹ کے مقام پر یہ حضرات شہید ہوئے بتاریخ ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء

۴۵۔ یہ مزارین (سید احمد بریلوی و شاہ اسماعیل دہلوی) اور چبوترہ شیر سنگھ ولد رنجیت سنگھ کا بنایا ہوا ہے...... (ابوالحسن علی ندوی: سیرت سید احمد شہید ۲/۴۴۳۔۴۵۰)

۴۶۔ بعضوں نے جو مشہور کر رکھا ہے کہ حضرت سید احمد............ غائب ہو گئے.............

سید صاحب کے غیب ہونے کی روایت من گھڑت ہے' مولانا مہر اور مولانا ندوی نے خوب دلائل کے ساتھ اس موضوع پر بحث کی ہے۔

۴۷۔ پیر محمد خان اور فتح محمد خان دونوں بھائی دوست محمد خان کے رنجیت سنگھ نے اون کو گرفتار کر کے لاہور میں مقید کیا تھا............

۴۸۔ حافظ محمد عظیم نابینا (پشاوری) (۱۲۰۵۔۱۲۷۵ھ/۱۷۹۰۔۱۸۵۸ء):

آپ کا لقب بحر العلوم تھا، شاعر بھی تھے، واعظ تخلص کرتے تھے، تذکرہ نویسوں نے خواجہ نور محمد مہاروی (ف ۱۲۰۵ھ) اور شیخ غلام محمد مجددی (ف ۱۱۷۷ھ) کے ساتھ ان کے اتصال کا جو ذکر کیا ہے وہ غلط محض ہے، حافظ نابینا نے تو ان حضرات کا زمانہ ہی نہیں پایا تھا۔

(۱) فقیر محمد جہلمی: حدائق الحنفیہ ۴۹۶

(۲) عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۷/۴۵۱

(۳) امیر شاہ قادری: تذکرہ علماء و مشائخ سرحد ۱/ ۱۲۸۔۱۳۸

۴۹۔ مولوی نظام الدین دہلوی...........

حکیم نظام الدین دہلوی...........(ان کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے)۔

۵۰۔ حضرت (سید احمد رائے بریلوی...........) کو زہر دیا تھا' (مولانا ندوی اور مولانا مہر نے بعض تفصیلات بھی دی ہیں)

۵۱۔ مولوی فخر الدین...........خلیفۂ جلیل القدر تھے.......سید صاحب نے......تمام علماء......سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ بعد میرے امیر اسلام مولوی فخر الدین ہیں......

۵۲۔ راجہ اگر خان جرال' بستی راجور (مابین کشمیر و لاہور) کا حاکم تھا۔

۵۳۔ مظفر خان قوم کھکھا، حاکم مظفر آباد (کشمیر)

۵۴۔ شیر سنگھ:

شیر سنگھ، مہاراجہ رنجیت سنگھ کا بیٹا تھا، ۱۸۳۱۔۱۸۳۴ء تک کشمیر کا گورنر رہا، رنجیت سنگھ نے مجاہدین کو شکست دے کر اپنی فتح کا جشن منایا اور شیر سنگھ کو بہت ہی قیمتی انعامات سے نوازا

(Gupta, H.R. History of Sikhs, v/115,166)

۵۵۔ بعد شہادت کے سید صاحب اور مولوی (اسماعیل) صاحب (کو) مسلمان کہ سکھوں کے لشکر میں تھے......نے نماز پڑھ کر علیحدہ علیحدہ (دفن کیا)۔ (ندوی ۲/۴۴۳۔۴۵۲)

۵۶۔ ایک گنج شہیداں..........دونوں مزاروں کے درمیان بنایا۔ (ایضاً ۲/۴۴۱)

۵۷۔ مولوی فخر الدین صاحب وغیرہ راجوری (Rajduwari)......کو قید کر کے رنجیت سنگھ کے پاس روانہ کیا......مکالمہ.....(ندوی ۲/۴۵۲۔۴۵۳)

۵۸۔ (رنجیت سنگھ) نے کہا کہ تمہارا (مجاہدین) جی چاہے رہو..........رک مولانا ندوی کی مذکورہ کتاب

۵۹۔ مفتی شرف الدین رام پوری:

رام پور کے نواب سید احمد علی خان بہادر (۱۲۲۵۔۱۲۵۶ھ/ ۱۸۱۰۔۱۸۴۰ء) ان کا بہت احترام کرتا تھا، انہیں قضا کا عہدہ دیا تھا، علم معقول کی کئی کتابوں کے مؤلف تھے' بڑے علماء ومشائخ ان کے شاگرد تھے، (تذکرہ کاملان رام پور ۱۷۰۔۱۷۱)، شعبان ۱۲۶۸ھ/ ۱۸۵۱ء کو انتقال ہوا (نزہۃ الخواطر ۷/ ۲۰۸)

۶۰۔ سید صاحب کے قتل کے ارداے سے..........

مفتی شرف الدین رام پوری کے یہ شاگرد سید احمد رائے بریلوی کو قتل کرنے کے ارادے سے اس لیے نکلے تھے کہ مفتی صاحب ایک متصلب حنفی عالم تھے اور سید صاحب ایک غیر مقلد تھے اور شاہ اسماعیل دہلوی کے اثر سے ہندوستان میں جو مذہبی تشدد پیدا ہوا تھا، علماء ان کے سخت مخالف ہو گئے تھے، نواب صدیق حسن خان نے مفتی صاحب کی جو تصویر کشی کی ہے وہ یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے، (ایضاً)

۶۱۔ مولوی حسن رضا سلمہ اللہ تعالیٰ' ان حضرت کے حالات سے ہم ناواقف ہیں۔

۶۲۔ مولوی حاجی سید قاسم نصیرآبادی' ایضاً

۶۳۔ مولوی عارف شاہ' ایضاً

۶۳۔ مولوی محمد اشرف (لکھنوی):

مولانا محمد اشرف بن نعمت اللہ صدیقی کشمیری ثم لکھنوی (ف ۷ صفر ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۸ء) لکھنؤ کے مشہور علماء میں سے تھے، مخدوم حسینی لکھنوی اور علامہ نور الحق انصاری کے شاگرد تھے، فراغت کے

بعد خود کو درس و تدریس کے لیے وقف کر دیا تھا، شیخ ولایت علی عظیم آبادی انہی کے شاگرد تھے، مولوی محمد اشرف کئی کتبِ درسیہ کے مؤلف بھی تھے (نزہۃ الخواطر ۷/ ۴۲۷)

۶۴۔ مولوی اصغر صاحب (لکھنوی):

مفتی محمد اصغر لکھنوی بن مفتی احمد بن ابی الرحیم ....انصاری سہالوی لکھنوی (ف ۱۹ رجب ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء)، فرنگی محل کے اکابر علماء و مدرسین میں سے تھے، کئی کتب درسیہ پر مفید حواشی ان کی یادگار ہیں (ایضاً ۷/ ۴۲۷۔۴۲۸)

نواب سعادت علی خان والیٔ اودھ کے عہد میں عہدہ فوجداری آپ سے ہی متعلق تھا، پھر آپ مفتی عدالت بھی مقرر ہوئے، آپ شیخ سید عبداللہ بغدادی سے بیعت تھے (اودھ میں افتاء کے مراکز مؤلفہ اشتیاق احمد اعظمی ص ۱۹۰۔۱۹۱)

۶۵۔ حاجی محمد حسین سہارنپوری، رک مقالہ سوم تعلیقہ نمبر ۲۵، مقالہ اول تعلیقہ نمبر ۱۰۳

۶۶۔ مولوی وحید الدین پھلتی:

شیخ وحید الدین بن معین الدین پھلتی دہلوی، پھلت میں ولادت ہوئی، وہیں پرورش پائی، شاہ اسماعیل دہلوی، شاہ عبدالقادر دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث سے تحصیل کر کے سید احمد رائے بریلوی سے بیعت جہاد کی، اُن کے ساتھ حج کے لیے بھی گئے، پھر ان کے ساتھ جہاد میں بھی حصہ لیا (نزہۃ الخواطر ۷/ ۵۲۲۔۵۲۳)

۶۷۔ سید صاحب اوائل میں اپنے وطن سے بارادۂ طالب علمی حضرت شاہ عبدالعزیز......کی خدمت میں حاضر ہو کر مصباح تک پڑھا تھا کہ ایک شب.........(ندوی: سیرت سید احمد شہید ۱/ ۹۴)

۶۸۔ کتاب صراط المستقیم:

اس کا صحیح نام صراط مستقیم ہے، جس میں سید احمد رائے بریلوی کے ملفوظات ہیں، اس کے جامع شاہ اسماعیل دہلوی ہیں، یہ کتاب مطبع مجتبائی دہلی سے دوبار ۱۳۰۱ھ اور ۱۳۰۸ھ کو طبع ہو چکی ہے، فارسی نثر میں ہے۔

۶۹۔ حافظ اکرام الدین:

مولوی حافظ اکرام الدین واعظ دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث کے شاگرد تھے، انہوں نے شاہ

صاحب کی زبان سے دومرتبہ قرآن مجید کا مکمل درس سنا تھا، شاہ عبدالقادر دہلوی اور سید صاحب سے بیعت تھے، شاعری سے بھی ذوق تھا، شاہ صاحب کے وصال کے بعد دہلی سے الٰہ آباد چلے گئے تھے، سید صاحب حج پر جاتے ہوئے وہاں سے گزرے تو ان کے کہنے پر واعظ شروع کیا، انہوں نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر اُردو میں ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۶ء کو لکھی تھی، جو کئی بار طبع ہو چکی ہے، اس کے علاوہ طب نبوی کے نام سے اکبر شاہ ثانی (۱۸۰۶ـ۱۸۳۷ء) کی خواہش پر ایک کتاب اُردو میں تالیف کی تھی، جو دہلی سے ۱۲۸۳ھ کو شائع ہوئی تھی۔

(محمد ایوب قادری: اُردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، ص ۱۸۱ـ۱۹۰)

۷۰ـ ترجمہ فتح الرحمٰن:

یہ قرآن کریم کا وہ فارسی ترجمہ ہے جو شاہ ولی اللہ محدث نے ۱۱۵۱ھ/ ۱۷۳۸ء کو کیا تھا، کئی مرتبہ طبع ہو چکا ہے۔

۷۱ـ مولوی مفتی صدرالدین خان (رک کتاب حاضر مقالہ اوّل تعلیقہ نمبر ۵۹

۷۲ـ مولوی فضل حق (خیرآبادی) رک کتاب حاضر مقالہ چہارم تعلیقہ نمبر ۴۲

۷۳ـ شیخ عمر مفتی مکہ المعروف بہ عبدالرسول:

ابوحفص عمر بن عبدالکریم بن عبدالرسول حنفی مکی (۱۱۸۵ـ۱۲۴۷ھ/ ۱۷۷۱ـ۱۸۳۱ء) مکہ مکرمہ کے اکابر علماء ومحدثین میں سے تھے، بہت سے علماء نے ان سے تحصیل کی تھی، جن میں شیخ عبداللہ سراج بھی شامل تھے، شیخ الاسلام عارف حکمت بک بھی انہیں کے شاگرد تھے (عبداللہ مرداد ابوالخیر: نشر النور والزھر ۳۷۸ـ۳۸۰)

۷۴ـ سید حمزہ:

سید عقیل بن سید عمر السقاف مکی (ف ۱۲۴۷ھ/ ۱۸۳۱ء) مکہ مکرمہ کے رئیس الافاضل تھے، کئی کتب کے مؤلف بھی تھے، شیخ عمر عبدالرسول بھی انہی کے شاگرد تھے (ایضاً ۳۳۹ـ۳۴۰)

۷۵ـ سید حمزہ:

شیخ حمزہ عاشور بھی اکابر علماء مکہ میں سے تھے اور شیخ عمر عبدالرسول مذکور کے شاگرد تھے۔

(ایضاً ۱۷۹ وبہ بعد)

۷۶۔ حافظ حاجی مولوی معین الدین پھلتی:

شاہ عبدالعزیز کے خلیفہ تھے، جب سید صاحب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جانے لگے تو بیماری کے باعث وہ مکہ شریف میں ہی رہ گئے، ان کا انتقال وہیں ہوا، ان کے دو صاحبزادے نامور ہوئے، اوّل مولوی نور اللہ بڑھانوی اور دوم مولوی وحید الدین پھلتی (رک تعلیقہ نمبر ۶۶) گویا مولوی معین الدین مذکور کا وصال حدود ۱۲۳۸۔۱۲۳۹ھ/۱۸۲۲۔۱۸۲۳ء) کو ہوا۔

۷۷۔ مولوی وحید الدین (پھلتی) رک تعلیقات مقالہ ششم، تعلیقہ نمبر ۶۶

۷۸۔ منشی امین الدین خان، ساکن کلکتہ: ان کے حالات ہمیں دستیاب نہیں ہوئے۔

۷۹۔ حاجی محمد حسین سہارنپوری (رک تعلیقہ نمبر ۶۵)

۸۰۔ میاں ہدایت اللہ ساکن بانس بریلی (رمضانی): ان کے احوال سے ہم ناواقف ہیں۔

۸۱۔ ابوالحسن شاہ احمدی مظہری بنوری............(رک مقالہ دوم تعلیقہ نمبر ۸۹)

۸۲۔ مولوی نصر اللہ خان خورجوی............(رک تعلیقہ نمبر ۱۴۰)

۸۳۔ شاہ عبدالعلیم: یہاں شاہ عبدالعلیم سے مراد شاہ عبدالعلیم لوہاروی ہیں، جنہوں نے سفرِ حج میں ۱۳ محرم ۱۲۶۶ھ/۱۸۴۹ء کو انتقال کیا اور بھوپال میں دفن ہوئے، ان کے خلیفہ مولوی نصر اللہ خان خورجوی مذکور نے ان کے احوال پر ایک کتاب بیاض دلکشا کے نام سے لکھی تھی جو مؤلف نے کول طبع کروائی تھی، جس کا اضافات کے ساتھ اُردو ترجمہ مولوی فرید احمد غازی پوری نے درفرید کے نام سے کیا تھا اور یہ میرٹھ سے ۱۳۱۸ھ کو طبع ہوا تھا۔

(مرقومات امدادیہ، مقدمہ نثار احمد فاروقی ۱۶ حاشیہ)

۸۴۔ مولوی شاہ عبدالقادر صوفی:

ان کے حالات سے دوسرے تذکرے خالی ہیں، عبدالجبار ملکاپوری صوفی نے ان کے حالات اپنے تذکرہ محبوب المنن میں نہیں لکھے، صاحب نزہۃ الخواطر (۲۹۶/۷) نے مقالاتِ طریقت کے مندرجات کے حوالہ سے ہی لکھا ہے۔

۸۵۔ میر علی شاہ صوفی (ف ۱۲۷۹ھ)......

قاضی سکندرآباد بن شیخ عبدالقادر صوفی مذکور، ان کے احوال بھی دکن کے رجال کے احوال پر کتب

میں نہیں ملتے' مؤلف مقالات طریقت نے لکھا ہے کہ سند میں مذکور شاہ ولی اللہ کی تمام کتابیں مولانا عبدالغفار حیدرآبادی کے پاس موجود ہیں' یقیناً تحفہ اثناءعشریہ طبع اوّل (۱۸۰۰ء) بھی اور مقالاتِ طریقت کا مطبوعہ نسخہ بھی انہیں کے خاندان میں حیدرآباد میں موجود ہوگا' جن کا نام لکھنے سے پروفیسر عضدالدین نے گریز کیا ہے۔

(تعارفی مقالہ بر مقالات طریقت' مشمولہ معارف ستمبر ۱۹۶۵ء ص ۱۸۵)

۸۶۔ مولوی حاجی حسن زمان:

مولوی شیخ حسن الزمان بن قاسم علی بن ذوالفقار علی بن امام قلی ترکمانی حیدرآبادی کی حیدرآباد (دکن) میں ۱۲۴۱ھ/ ۱۸۲۵ء کو ولادت ہوئی، حفظ کے بعد اکابر، اساتذہ کی خدمت میں تحصیل کی، حج کی سعادت نصیب ہوئی، یمن بھی گئے وہاں سے مراوعۃ جا کر سید محمد بن عبدالباری الاھدل سے حدیث مسلسل بالحلوی کی سماعت کی اور حرمین میں دیگر اساتذہ سے بھی کئی علوم پڑھے، رسالہ فخرالحسن تالیف شاہ فخرالدین دہلوی کی عربی میں القول المستحسن فی فخرالحسن کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں لکھی جو پہلے دہلی سے اور پھر حیدرآباد (دکن) سے طبع ہو چکی ہے، ان کے علاوہ کئی نہایت دقیق کتابوں کے مؤلف تھے (فیض الملک الوہاب ۱/ ۴۹۱۔۴۹۳)

موصوف شیخ محمد علی خیرآبادی (خلیفۂ خواجہ سلیمان تونسوی چشتی) سے بیعت تھے، دکن میں ان سے بہت سے اصحاب نے بیعت کی تھی، شیخ حسن الزمان کا حیدرآباد (دکن) میں ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء کو انتقال ہوا (نزہۃ الخواطر ۸/ ۱۰۷۔۱۰۸)

موصوف کی ثبت (اسناد) حسن بن علی نظیر نعمانی نے الدرالفرید فی معرفۃ الاسانید کے نام سے جمع کیں جو دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد (دکن) سے ۱۳۲۶ھ کو طبع ہوئی۔

۸۷۔ محی الدولہ (احمد یار خان)

۸۸۔ مولانا حسن الزمان نے نافہمی سے بعض مقاماتِ تفہیماتِ الٰہیہ اور حجۃ البالغہ وغیرہ پر اعتراض کر کے اوس کا استغناء قرار دیا اور.........

خواجہ حسن بصری اور حضرت علی کے اتصال کے موضوع پر مولانا حیدر علی اور مولانا حسن الزمان حیدرآبادی کے مابین ایک طویل مناظرہ بھی ہوا تھا، جس کی روداد اظہار الحق کے نام سے مطبع

محمودیؒ، حیدرآباد (دکن) سے ۱۲۸۰ھ کو طبع ہوئی تھی۔

۸۹۔ مولوی محمد زمان دامت برکاتہ:

یہاں مراد ہیں مولانا محمد زمان حیدرآبادی شہید بن محمد عمر خان شاہ جہان پوری، جن کی ولادت ۱۲۴۲ھ کو ہوئی، ابتدائی تعلیم کے بعد کانپور جا کر مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی صدیقی بدایونی (شاگرد شاہ عبدالعزیز محدث) اور مولانا کرامت علی محدث سے تحصیل کی، حج کی سعادت بھی نصیب ہوئی، نوابانِ دکن نے ان کے بیش قرار مشاہرے مقرر کیے، مہدوی فرقہ کے خلاف آپ نے کئی کتابیں لکھی تھیں، آخر انہیں کے ہاتھوں ۷ ذی الحج ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۶ء کو شہید ہوئے (محبوب الزمن ۲/۸۲۱۔۸۳۴)

۹۰۔ مولانا فخرالدین دہلوی:

شاہ فخرالدین دہلوی چشتی (ف ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء) سلسلۂ چشتیہ کے اکابر مشائخ میں سے تھے، جن کی ذاتِ مبارک سے اس سلسلہ کو خوب فروغ ہوا۔

۹۱۔ کتاب فخرحسن:

یہ شاہ فخرالدین دہلوی کا رسالہ ہے جو عربی نثر میں ہے، مؤلفِ بزرگ نے اپنے معاصر عالم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے اس اعتراض پر کہ سلسلہ چشتیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے واصل نہیں ہوتا کیوں کہ خواجہ حسن بصری آپ کے زمانہ میں کم سن تھے، خلافت نہیں مل سکتی تھی، شاہ فخرالدین نے اس اتصال پر قوی دلائل جمع کیے اور یہ رسالہ مرتب کر دیا، اس رسالہ کا بھی متن مع اُردو ترجمہ از افتخار احمد چشتی، فیصل آباد سے ۱۹۹۳ء کو طبع ہوا۔

۹۲۔ قوامستحسن (رک تعلیقاتِ حاضر تعلیقہ نمبر ۸۶):

اس کی طباعت اوّل مولانا محمد حسین (آزاد) کے والد مولوی محمد باقر کے مطبع الدہلی سے باہتمام آزاد ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱ء کو ایک ہی جلد میں شائع ہوئی۔

۹۳۔ قاضی خان میں مرقوم ہے:

یہاں قاضی خان سے مراد فتاویٰ قاضی خان ہے، جو امام شہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز حنفی (ف ۵۳۶ھ/۱۱۴۱ء) کی تالیف ہے اور اپنی تالیف سے لے کر اب تک عالمِ اسلام کے علماء کا

مدار ہے، کئی بار طبع ہو چکی ہے۔

۹۴۔ جامع صغیر: اس نام کی کئی کتابیں ہیں لیکن سب سے زیادہ متداول امام محمد بن حسن شیبانی حنفی (ف ۱۸۷ھ/۸۰۲ء) کی ہے جو علماءِ احناف میں بہت ہی مقبول و مطبوع ہے۔

۹۵۔ شاہ محمد اسحٰق دہلوی کے نسب میں شیخ احمد کے بعد ایک نام شیخ محمد نقل ہونے سے رہ گیا ہے۔

۹۶۔ یہاں مؤلف نے آپ کا نسب شیخ محمود تک لکھا ہے، اگلے اسماء یہ ہیں: محمود بن قوام الدین عرف قاضی قادن، منصور بن احمد روہتک (ہریانہ) میں رہتے تھے (مکاتیب شاہ ولی اللہ محدث، تعلیقات مولانا نسیم احمد فریدی ۴۴۳)

۹۷۔ آپ (شاہ محمد اسحٰق) نواسے......شاہ عبدالعزیز......کے ہیں۔

یعنی آپ حضرت شاہ عبدالعزیز کی دختر کلاں عائشہ کے بطن سے تھے جو زوجہ تھیں شیخ محمد افضل مذکور کی۔ (ایضاً ۴۴۳)

۹۸۔ جلالین، بیضاوی، رحمانی اور زاہدی یہ تفسیر کی مشہور کتابیں ہیں جو طبع ہو کر عام ہو چکی ہیں۔

۹۸۔ مقاماتِ ہندی

۹۹۔ مولوی سید ہاشم (رک)

۱۰۰۔ (شاہ محمد اسحٰق) نے سب کچھ چھوڑ کر سفر حجاز اختیار کیا۔

شاہ محمد اسحٰق نے دو مرتبہ حجاز مقدس کا سفر کیا، یہاں پہلا سفر ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء مراد ہے یعنی اپنے استاد، خسر اور شیخ شاہ عبدالعزیز کے وصال (۷ شوال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کے بعد یہ سفر اختیار کیا اور وہاں دو سال کے قیام کے بعد ۱۸۲۶ء کو واپس دہلی آ کر دعوت وارشاد میں مصروف ہو گئے۔

۱۰۱۔ مولوی بہاء الدین' ان کے احوال سے تذکرے خالی ہیں۔

۱۰۲۔ سر الشہادتین: یہ شاہ عبدالعزیز محدث کی تالیف ہے، عربی میں لکھی تھی، آپ کے شاگرد مولانا سلامت اللہ کشفی بدایونی نے تحریر الشہادتین کے نام سے اس کی شرح کی تھی، اُردو تراجم بھی دستیاب ہیں۔

۱۰۳۔ بہادر شاہ، بادشاہِ ہند (۱۲۵۳۔۱۲۷۴ھ/ ۱۸۳۷۔۱۸۵۷ء)

۱۰۴۔ میرزا غلام حیدر (از شہزادگان دہلی) یہ شہزادے جامع مسجد دہلی کے تاریخی مناظرے میں بھی

شریک تھے اور شاہ اسماعیل کی طرف رجحان رکھتے تھے (حیات شاہ محمد اسحٰق ۱۳۷)

۱۰۵۔مایۃ مسائل:

یہ شاہ محمد اسحٰق دہلوی کی تالیف ہے، جو شہزادہ میرزا غلام حیدر مذکور کی درخواست پر ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۳۹ء کو لکھی گئی، طبع ہو چکی ہے۔

۱۰۶۔محمد خان زمان خان زمیندار موضع بھیکن پور: یہ ایک دیندار امیر تھے موضع بھیکن پور کے زمیندار تھے، ان کے والد محمد باز خان (ف ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۱۹ء) افغانوں کی مشہور شاخ شروانی سے تھے، محمد خان زمان خان، ایک اچھے منتظم بھی تھے، شاہ عبدالعزیز محدث سے بیعت طریقت بھی رکھتے تھے، ان کے تین فرزند تھے جن میں سے محمد تقی خان، مشہور عالم و مؤلف مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی (۱۲۸۵۔۱۳۷۰ھ/ ۱۸۶۸۔۱۹۵۱ء) کے والد تھے۔(مقالات شروانی ص ۲۵۔۲۶)

۱۰۷۔موضع بھیکن پور، علی گڑھ کے مضافات میں ہے۔

۱۰۸۔مسائل اربعین:

یہ بھی شاہ محمد اسحٰق دہلوی کی تالیف ہے جو آپ نے ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء کو محمد خان زمان خان مذکور کی التماس پر لکھی تھی جس میں شادی اور غمی کے رسوم کے مسائل اور فقہی طور پر ان کے حل پیش کیے گئے ہیں، ان کے علاوہ بھی مسائل ہیں، کئی بار طبع ہو چکی ہے، اس کے کئی علماء نے جواب بھی لکھے تھے، جن میں سے شاہ احمد سعید مجددی (ف ۱۲۷۷ھ/ ۱۸۶۰ء) کا جواب زیادہ مشہور ہے۔

۱۰۹۔خزینۃ الاصفیاء (رک مقالہ پنجم، تعلیقہ نمبر ۹۲)

۱۱۰۔ مولوی محمد صاحب مکہ مکرمہ (شاگرد شاہ محمد اسحاق دہلوی):

یہاں شیخ محمد محدث تھانوی (۱۲۱۵۔۱۲۹۶ھ/ ۱۸۰۰۔۱۸۷۹ء) مراد ہیں، دہلی میں علامہ فضل حق خیرآبادی، مولانا مملوک العلی اور شاہ محمد اسحٰق سے تحصیل کی، ۱۲۶۳ھ/ ۱۸۴۶ء کو حج کیا، شاہ محمد یعقوب سے مستفید ہوئے، نواب وزیرالدولہ کی دعوت پر ٹونک گئے؛ ان کے فرزند نواب محمد علی خان کے استاد مقرر ہوئے، کئی کتابوں کے مؤلف تھے۔(برکاتی، محمود احمد، حیات شاہ محمد اسحاق دہلوی ۱۰۳۔۱۰۴)

۱۱۱۔ مولوی عبدالغنی دہلوی سلمہ:

یعنی شاہ عبدالغنی مجددی (۱۲۳۵۔۱۲۹۶ھ/ ۱۸۱۹۔۱۸۷۸ء) بن شاہ ابوسعید مجددی، آپ نے ۱۸۵۷ء کو جہاد قرار دے کر اپنے برادر اکبر شاہ احمد سعید مجددی کے ہمراہ دہلی سے ہجرت کی اور مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے، وہاں ۲۲ سال تک بقید حیات رہے، عالمِ اسلام کے علماء نے آپ سے استفادہ کیا، ہم ان دنوں شاہ عبدالغنی مجددی کے مبارک احوال پر ایک کتاب لکھ رہے ہیں، ان شاء اللہ جلد مرتب ہو کر منظر عام پر آ جائے گی۔

۱۱۲۔ مولوی احمد علی محدث سہارنپوری:

مولانا احمد علی بن شیخ لطف اللہ سہارنپوری (۱۲۲۵۔۱۲۹۷ھ/ ۱۸۱۰۔۱۸۸۰ء) اپنے عہد کے اکابر علماء میں سے تھے، اپنے مستقر کے علماء سے تحصیل کے بعد مکہ مکرمہ جا کر شاہ محمد اسحٰق دہلوی کی خدمت میں حدیث کی تکمیل کی ۱۲۹۱/۱۸۷۴ء کو مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے بحیثیت مدرس منسلک ہوئے، بہت سے بزرگ علماء وہاں سے پڑھ کر فارغ ہوئے۔

مولانا سہارنپوری کی سب سے بڑی دینی و علمی خدمت یہ ہے کہ آپ نے کتب حدیث کے متون کی تصحیح خود کی اور ان کی اشاعت کے لیے دہلی میں ایک مطبع احمدی کے نام سے قائم کیا اور سنن ترمذی، صحیح بخاری، مشکوٰۃ المصابیح پہلے پہل یہیں سے طبع ہوئیں، صحیح بخاری کی تصحیح میں دس سال صرف کیے، اس کے بعد چودہ سال کی محنت شاقہ سے اس پر حواشی لکھے، ان کے علاوہ بھی آپ کی تالیفات قابل ذکر ہیں، ملاحظہ ہو:

محمد شاہد سہارنپوری: علمائے مظاہر العلوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدماتُ ۱/۸۳۔۹۵

۱۱۳۔ مولوی حافظ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی:

آپ کے بزرگ پانی پت کے مشہور چشتی بزرگ شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء کے سجادہ نشین تھے، ولادت ۱۲۲۷ھ/۱۸۱۲ء کو ہوئی، ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء کو شاہ محمد اسحٰق دہلوی کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے، پھر شاہ صاحب کی ہجرت ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء کے بعد مکہ مکرمہ جا کر تکمیل کی، بہت سے اصحاب نے آپ سے تحصیل کی اور قرأت کے فن میں خصوصیت سے آپ استاذ زمانہ تھے، ۵ ربیع الاوّل ۱۳۱۴ھ/ ۱۳ ستمبر ۱۸۹۶ء کو وصال ہوا، ملاحظہ ہو:

محمد عبدالحلیم: تذکرہ رحمانیہ، پانی پت، ۱۹۳۸ء

۱۱۴۔ مولوی حافظ شیخ محمد ساکن تھانہ سلمہ:

مولانا شیخ محمد محدث فاروقی تھانوی (۱۲۳۰۔۱۲۹۶ھ/ ۱۸۱۵۔۱۸۷۹ء) بڑی روحانی شخصیت کے مالک تھے، میاں جی نور محمد جھنجھانوی سے بیعت و خلافت تھی، سلسلۂ نقشبندیہ سے زیادہ رغبت رکھتے تھے ۱۸۵۷ء میں مجاہدین تھانہ بھون کے ساتھ جہاد شاملی میں شریک ہوئے تھے، ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء کو والی ٹونک نواب وزیرالدولہ کے بلانے پر وہاں تشریف لے گئے، ولی عہد نواب محمد علی خان کے اتالیق مقرر ہوئے' سنن نسائی پر آپ کے حواشی اور سلوک کی ایک کتاب انوارِ محمد مطبوعہ ہے، ملاحظہ ہو:

نسیم احمد علوی: میاں جیونور محمد جھنجھانوی ص۱۱۶۔۱۲۹

۱۱۵۔ مولوی عالم علی ساکن نگینہ ومراد آباد:

شیخ مولانا عالم علی بن کفایت علی بن فتح علی حسینی نگینوی مراد آبادی، مشہور حنفی فقیہ تھے، مفتی شرف الدین رام پوری اور شیخ غفران بن تائب افغانی سے تحصیل کے بعد دہلی جا کر مولانا مملوک العلی نانوتوی اور شاہ محمد اسحٰق دہلوی سے حدیث کی تکمیل کی، حکیم نصر اللہ خان خورجوی سے طب کی تعلیم حاصل کی، کئی کتب درسیہ پر آپ کے حواشی بھی ہیں، ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء کو انتقال کیا۔

(نزہۃ الخواطر ۷/ ۲۲۹)

۱۱۶۔ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی:

مولانا نواب محمد قطب الدین خان بہادر (ف ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء) اپنے عہد کے اکابر علماء و مشائخ میں سے تھے، کئی کتابوں کے مؤلف تھے، حج کے لیے گئے تو مذکورہ سنہ کو مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا

(تذکرہ علمائے ہند ۳۹۲)

۱۱۷۔ تذکرہ علمائے ہند کے مؤلف مولوی رحمٰن علی نے آپ کا سالِ وفات ۱۲۷۹ھ اور مقام وفات مکہ مکرمہ غلط لکھا ہے، مقالاتِ طریقت جیسی معاصر کتاب کے مطابق آپ کا انتقال ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء کو مدینہ منورہ میں ہوا' درست ہے۔

۱۱۸۔ مولوی عبدالقادر (دہلوی) شاگرد نواب قطب الدین خان

۱۱۹۔ مولوی رحیم بخش عرف مفتی محمد مسعود (ف ۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۱ء) حضرت امام علی شاہ رتڑ چھتڑ کے خلیفہ

تھے' ڈاکٹر مسعود احمد مرحوم (کراچی) انہی کے پوتے تھے۔
(رک تذکرہ مظہر مسعود اور فتاویٰ مظہری' مطبوعہ کراچی)

۱۲۰۔ مولوی خواجہ ضیاء الدین احمد:
شیخ ضیاء الدین بن محمد بخش بن غلام حسین دہلوی، موصوف اصلاً بسی کے رہنے والے تھے؛ مولانا مملوک العلی، مفتی صدر الدین آزردہ اور حکیم احمد علی کے شاگرد تھے، دہلی کالج کے اساتذہ میں سے تھے، انہیں شمس العلماء اور خان بہادر کے خطابات بھی ملے تھے، علم طب پر اُردو میں ان کا ایک رسالہ بھی ہے، ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء کو انتقال ہوا (نزہۃ الخواطر ۸/ ۱۹۶)، نیز ملاحظہ ہو:
شاہد، محمد حنیف: (تذکرہ) شمس العلماء ۲۰۱۔۲۰۲

۱۲۱۔ حاجی مولوی عبدالقیوم دہلوی.........نزیل شہر بھوپال:
جب آپ حجاز مقدس سے اپنے اہل وعیال سمیت واپس آئے تو والیہ بھوپال سکندر بیگم نے انہیں بھوپال بلا لیا، جہاں افتاء کا محکمہ ان کے سپرد کر کے انہیں وہاں زمین دی تو وہ وہیں آباد ہو گئے (نزہۃ الخواطر ۷/ ۲۹۸) قصبہ ہتورہ پرگنہ چتاری انہیں بطور جاگیر دیا گیا (مکاتیب شاہ ولی اللہ، تعلیقات مرتب ۴۴۴)

۱۲۲۔ مولوی نصیر الدین شافعی (رک مقالہ اول تعلیقہ نمبر ۱۲۱)

۱۲۳۔ مولانا یعقوب: یہاں مراد ہیں مولانا محمد یعقوب برادرِ حقیقی شاہ محمد اسحٰق، ان کے احوال، اگلے صفحات میں ملاحظہ کریں۔

۱۲۴۔ مولوی سید محبوب علی دہلوی (رک مقالہ دوم تعلیقہ نمبر ۱۳)

۱۲۵۔ مولوی مفتی سید مراد: ان کے حالات مروجہ تذکروں میں نہیں ملتے۔

۱۲۶۔ اخوند عبدالعظیم خان (خلیفۂ سید احمد رائے بریلوی) ان کے حالات ہمیں معلوم نہیں ہیں۔

۱۲۷۔ خدائے تعالیٰ سلامت رکھے (شیخ عبدالقیوم بڈھانوی):
یعنی کتاب حاضر (مقالاتِ طریقت کی تالیف (۱۲۹۱ھ) کے دوران مولانا شیخ عبدالقیوم بقید حیات اور بھوپال میں مصروف ارشاد تھے، آپ کا انتقال بڈھانہ میں ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۱ء کو ہوا، عمر ستّر سال تھی (نزہۃ الخواطر ۷/ ۲۹۸)

۱۲۸۔ آپ (مولانا عبدالقیوم) کو مولانا اسحٰق صاحب سے نسبت دامادی کی بھی ہے۔
شاہ محمد اسحٰق کی تین صاحبزادیاں زندہ رہیں، جن میں سے سب سے چھوٹی بیٹی امۃ الرحیم کا نکاح مولانا عبدالقیوم سے ہوا تھا، جن کے بطن سے دو فرزند محمد یوسف اور حافظ ابراہیم اور ایک بیٹی سائرہ تولد ہوئیں (مکاتیب شاہ ولی اللہ، تعلیقات مرتب ۴۴۴)

۱۲۹۔ حافظ مولوی محمد یوسف بن مولانا عبدالقیوم مذکور:
میاں نصیرالدین کا نکاح امۃ الغفار سے ہوا جو فاضلہ بنت مولوی شیخ محمد کی دختر سے حافظ مولوی محمد یوسف مذکور کا نکاح ہوا (ایضاً ۴۳۸، ۴۴۱) اس صاحبزادی کے انتقال کے بعد ان کا نکاح ثانی انجمن آراء بیگم (از خاندان خان دوران) سے ہوا، جن کے بطن سے میمونہ، صبیحہ اور سلیمان تولد ہوئے (برہان فروری ۱۹۸۲ء ص ۹۵)

۱۳۰۔ حافظ محمد ابراہیم کے حالات اس سلسلہ کے تذکروں میں نہیں ملتے، ان کے ایک فرزند حافظ محمد اسماعیل اور دو بیٹیاں تھیں جن کی اولاد اب تک کراچی اور لاہور میں ہے۔
ہم نے مولوی عبدالقیوم بڑھانوی کے قدرے تفصیلی احوال اس کتاب کے مقدمہ میں اس لیے دیئے ہیں کہ وہ کتاب مقالاتِ طریقت کے محرک تھے۔

۱۳۱۔ آپ (شیخ محمد یعقوب) نے بھی اپنے برادر بزرگوار کے ہمراہ ہندوستان سے ہجرت کی۔
آپ نے شاہ محمد اسحٰق کے ہمراہ ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء کو ہجرت کی۔

۱۳۲۔ سکندر شاہ دہلوی' ان کے حالات ہمیں نہیں مل سکے۔

۱۳۳۔ حافظ سورتی مہتمم مساجد شہر بھوپال' ان کے حالات سے تذکرے خالی ہیں۔

۱۳۴۔ امیر بیگ (داماد شیخ محمد یعقوب مذکور):
شیخ محمد یعقوب کی دختر فاطمہ مرزا امیر بیگ بن مرزا مراد ساکن سردھنہ) کے نکاح میں تھیں، جن کے بطن سے خلیل الرحمٰن تولد ہوئے جو نظیر بیگ کی دختر کے شوہر تھے (برہان فروری ۱۹۸۲ء ص ۹۱)

۱۳۵۔ عبدالرحیم نگینہ ساز اور نعمت خان شاہ محمد یعقوب کے خدام تھے۔

۱۳۶۔ مولوی محمد عبدالرحمٰن بن حافظ محتشم:
یہ بھی شاہ محمد اسحٰق کے نواسے تھے، وہ اس طرح کہ شاہ صاحب کی ایک دختر امۃ الغفور تھیں جن کا

نکاح محمد محتشم سے ہوا، جن کے بطن سے یہی عبدالرحمٰن متولد ہوئے اور مکہ مکرمہ میں شاہ اسحٰق کے جانشین بنے (مکاتیب شاہ ولی اللہ' تعلیقات مرتب ۴۳۷، ۴۴۳)

۱۳۷۔شاہ محمد فارغ خورجوی، مدفون باغ خود در خورجہ (رک احوال شیخ سراج احمد خورجوی تعلیقاتِ حاضر)

۱۳۸۔مرزا رستم بیگ:

خلیفۂ شاہ ولی اللہ محدث (مکاتیب شاہ ولی اللہ، تعلیقات مرتب ۴۷۵) ان کے ایک فرزند مرزا احمد بیگ بھی تھے جن کا ذکر شاہ رفیع الدین نے دفع الباطل میں کیا ہے، مولانا سراج احمد خورجوی کے حالات دیگر تذکروں میں نہیں ملتے، صاحب نزہۃ الخواطر (۷/۱۹۴) نے مقالاتِ طریقت کے حوالہ سے ہی چند سطور لکھی ہیں۔

۱۳۹۔خلیفہ اسد اللہ:

ان کے احوال مروّجہ تذکروں میں نہیں ملتے، مؤلف مقالاتِ طریقت نے ان کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اس سے کسی نتیجہ پر پہنچنا دشوار ہے، یہاں تک کہ انہوں نے یہ بھی نہیں لکھا کہ ان کا تعلق کس علاقہ سے تھا؟ نزہۃ الخواطر (۷/۵۳۔۵۵) میں اس نام کی کئی شخصیات کا تذکرہ کیا گیا ہے، لیکن ان کے احوال میں ان کی شاہ عبدالعزیز محدث کے وابستگی کا ذکر نہیں کیا گیا۔

۱۴۰۔ مولوی نصر اللہ خان (خورجوی):

مولانا نصر اللہ نے اپنا پورا نام اپنی کتاب بیاض دلکشا کے آغاز میں اس طرح لکھا ہے:

عبدالعلیم نصر اللہ خان احمدی خویشگی خورجوی حنفی

مولانا حکیم نصر اللہ بن محمد عمر کی ولادت خورجہ میں ۱۲۲۶ھ/ ۱۸۱۱ء کو ہوئی، مولانا احمد علی عباسی چریاکوٹی (ف ۱۲۶۸ھ/ ۱۸۵۱ء) سے طب کی تعلیم حاصل کی، شیخ عبدالعلیم لوہاروی (رک تعلیقہ نمبر۸۳) سے طریقت کا سبق پڑھا، شیخ شاہ عبدالعزیز محدث کے بھی شاگرد و خلیفہ تھے، ان کی نسبت ''احمدی،، سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان پر سلسلۂ نقشبندیہ کا غلبہ تھا، موصوف ہندوستان کی برطانوی حکومت کے ملازم بھی تھے، وہ ڈپٹی کلیکٹر کا عہدہ رکھتے تھے، پھر آپ حیدرآباد دکن چلے گئے اور قضا کے منصب پر فائز ہوئے، درس و تدریس کا خاص ذوق تھا، ان سے بہت سے اصحاب نے ظاہری و باطنی فیض پایا، موصوف کئی اہم کتابوں کے مؤلف بھی تھے جن میں سے اپنے شیخ

عبدالعلیم لوہاروی کی سوانح بیاض دلکشاء (فارسی نثر، مطبوعہ مطبع فتح الاخبار، کول علی گڑھ) دکن کی معاصر تاریخ (فارسی) خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان کا انتقال ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء کو ہوا، (نزہۃ الخواطر ۷/۵۰۹) مؤلفِ مقالاتِ طریقت نے ان کا سال وفات ۱۲۷۴ھ درست نہیں لکھا۔ مکتوب خورجوی بنام شاہ ابوالحسن بہڑائچی مشمولہ آثار مرزا مظہر جان جاناں، مرتبہ ظفر احسن ص ۴۸-۵۱

۱۴۱۔ حافظ حاجی مولوی معین الدین پھلتی (رک مقالہ ششم تعلیقات ۶۶، ۶۷)

۱۴۲۔ سید قاسم علی مال پوری (رک مقالہ دوم تعلیقہ نمبر ۹۷)

۱۴۳۔ بعض اشخاص چند قسم کے ہیں،

مؤلف نے شاہ ولی اللہ محدث، شاہ عبدالعزیز، سید احمد رائے بریلوی، مولانا شاہ محمد اسماعیل دہلوی کے ساتھ اعتقادی تعلق رکھنے والوں کی پانچ اقسام بتائی ہیں اور ان کے مابین اختلافات بیان کرنے سے پہلوتہی کی ہے، ہم نے ان میں سے بعض اُمور کا اختصار کے ساتھ کتاب کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔

خاتمہ

۱۔ مولانا سید عبداللطیف معروف بہ سید شاہ محی الدین قادری نقوی ویلوری کا نسب، مولانا کی تصنیف جواہر السلوک میں ملاحظہ کریں۔

۲۔ جواہر السلوک اور مثنوی مطلع النور:

ان میں سے اوّل الذکر مولانا سید محی الدین قادری مذکور کی تصنیف ہے اور دوسری کتاب یعنی مثنوی مطلع النور آپ کے مرید مولانا عبدالحی احقر کی اُردو مثنوی ہے (رک تعلیقہ نمبر ۲۱)

۳۔ مؤلف نزہۃ الخواطر (۷/۳۰۹) نے شاہ محی الدین قادری مذکور کے سال ولادت کے ساتھ ان کی تاریخ پیدائش ۱۴ جمادی الاخریٰ بھی درج کی ہے۔

۴۔ تحفۂ اثناءِ عشریہ جو چھپ کر مشہور ہوئی تھی ....

تحفہ اثناءِ عشریہ، شاہ عبدالعزیز محدث کی تصنیف ہے جو آپ کے حین حیات کلکتہ سے ۱۸۰۰ء کو طبع ہوگئی تھی۔

۵۔ مولوی عبدالعلی بحرالعلوم المعروف بہ ملک العلماء (رک مقالہ دوم تعلیقہ نمبر ۱۸)

۶۔ مولوی باقر آگاہ:

مولانا باقر بن مرتضٰی شافعی مدراسی (ف ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۵ء) بڑے عالم اور شاعر تھے، آگاہ تخلص کرتے تھے، موصوف پہلے بزرگ تھے جنہوں نے مدراس میں عربی و فارسی کتابوں کے اُردو میں تراجم کیے (نزہۃ الخواطر ۷/۹۱۔۹۴، حدیقۃ المرام ۲۷)

۷۔ مولانا علاء الدین داماد ملک العلماء:

مولانا علاء الدین بن انوار الحق بن عبدالحق انصاری لکھنوی (ف ۱۰ شوال ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) لکھنؤ میں ولادت ونشوونما پائی، مولوںا مبین بن محب لکھنوی، مولانا ازہارالحق اور عبدالعلی لکھنوی (بحرالعلوم) سے تحصیل کی اور درس و تدریس میں مصروف ہو گئے، وہاں سے مدراس گئے، وہاں بھی یہی شغل اختیار کیا، جہاں شاہ محی الدین قادری ان کی خدمت میں تحصیل کرتے رہے۔ (نزہۃ الخواطر ۷/۳۲۰، حدیقۃ المرام ۵۴)

۸۔ یہاں ملک العلماء سے مراد ملا عبدالعلی بحرالعلوم ہیں۔

۹۔ آپ (شاہ محی الدین) کے والد بزرگوار کا انتقال ہوا.........

شاہ محی الدین کے والد سید شاہ ابوالحسن محوی کا انتقال ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء کو ہوا، ان کے والد یعنی شاہ محی الدین کے دادا شاہ عبداللطیف ذوقی (۱۱۵۱۔۱۱۹۴ھ/ ۱۷۳۸۔۱۷۸۰ء) بھی صاحب ذوق بزرگ تھے اور ذوقی تخلص کرتے تھے، ملاحظہ ہو:

Kokan, Muhammad Yousuf: Arabic and Persian in Carnatic, pp.130,162, p.501

۱۰۔۱۳۔ احیاء التوحید، احیاء السنۃ، تنبیہ الجاہلین اور صراط المؤمنین یہ چاروں رسائل شاہ محی الدین نے والد کے وصال ۱۲۴۳ھ کے بعد اور اپنے سفر حج ۱۲۶۰ھ سے پہلے تالیف کیے تھے، ڈاکٹر محمد یوسف کوکن عمری نے اپنی محولہ بالا کتاب (۵۰۶) میں ان کا ذکر کیا ہے، لیکن ان کے کسی مطبوعہ یا قلمی نسخہ کا تعارف نہیں کروایا۔

۱۴۔ (رسالہ) اصل العلوم کا ڈاکٹر کوکن نے بھی ذکر نہیں کیا۔

۱۵۔ شاہ محی الدین نے ۲شوال ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۴۸ء کو حج کے لیے حرمین الشریفین کا سفر کیا، اس موقع پر اہل علاقہ ویلور نے کثیر تعداد میں جمع ہو کر آپ کو رخصت کیا، بہت سے عوام آپ کے حلقۂ قادریہ میں داخل ہوئے، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور طائف میں بھی بہت سے اصحاب، علماء اور مصنفین آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، ۹ ذی الحج ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۶ء کو واپس ویلور آ گئے (ایضاً کوکن عمری ص ۵۰۳)

۱۶۔ جواہر الحقائق تصنیف ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۷ء:

شاہ محی الدین نے یہ کتاب ۱۱ رجب ۱۲۷۳ھ کو مکمل کی، یہ تصوف کے عمومی مسائل کو محیط ہے، اس کے آغاز میں مؤلف نے اپنے مختصر احوال مع شجرۂ نسب درج کیا ہے، یہ کتاب مطبع مظہر العجائب، مدراس سے ۱۲۷۴ھ کو طبع ہوئی، فارسی نثر میں کل ۱۸۱ صفحات ہیں۔

۱۷۔ فصل الخطاب فی الفرق بین الخطاء والصواب:

شاہ محی الدین نے یہ کتاب ۱۲۷۷ھ/ ۱۸۶۰ء کو تالیف کی تھی، جس میں اہل سنت کے چاروں ائمہ کرام کے مناقب اور ان کی مرتبۂ فقہ کی توثیق میں دلائل دیئے ہیں، اس کے علاوہ اس میں شیخ اکبر ابن عربی کے نظریات، ان کے حامیوں کے اقوال کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں، ۱۵۰ صفحات کی یہ کتاب مؤلف نے خود قادری پریس، مدراس سے ۱۲۸۸ھ کو شائع کی تھی (ایضاً کوکن عمری ص ۵۰۵)

۱۸۔ جواہر السلوک:

فارسی نثر میں شاہ محی الدین یہ کتاب ۱۲۸۱ھ/ ۱۸۶۵ء کو مکمل کی، آپ نے یہ کتاب امیر الدولہ محمد تقی حسین خان امیر جنگ (مترجم اُردو مشکوٰۃ المصابیح) کی فرمائش پر لکھی تھی، آغاز میں اس کی شان میں مدحیہ اشعار بھی موجود ہیں۔ (ایضاً ۵۰۵۔۵۰۶)

۱۹۔ غایۃ التحقیق:

شاہ محی الدین کا یہ رسالہ وحدت الوجود کی تعبیرات کے موضوع پر ہے، یہ دراصل مؤلف کے ایک معاصر عالم مولوی عبدالقادر ساکن پریا کوپام (نزد امبر آرکاٹ کے جنوب میں) نے ۵ رجب ۱۲۷۹ھ کو وحدت الوجود کے بارے میں چند سوالات بھیجے جن کے جواب میں یہ رسالہ وجود میں

آیا، مظہر العجائب پریس، مدراس سے ۱۲۸۰ھ کو طبع ہوا (ایضاً ۵۰۴)

۲۰۔ مذکورہ تصانیف کے علاوہ آپ کی چند حسب ذیل کتابوں کا ذکر بھی ملتا ہے:

(۱) رسالہ بذکر الف مقام

(۲) خلاصۃ العوام، اس رسالہ کا موضوع خودشناسی، خداشناسی، آخرت شناسی

(۳) مکتوبات، آپ کے مکتوباتِ فقہی اور عرفانی موضوعات پر قابل توجہ ہیں (ایضاً ص ۵۰۶)

۲۱۔ مرید آپ (شاہ محی الدین) کے.........

آپ کے چند خاص شاگرد اور خلفاء یہ تھے:

(۱) مولانا عبدالحی احقر (۱۲۳۱۔۱۳۰۰ھ/ ۱۸۱۵۔۱۸۸۲ء) مؤلف و واعظ، انہوں نے شاہ محی الدین کے احوال و مناقب پر ایک مثنوی مطلع النور کے نام سے اُردو میں لکھی تھی جو طبع ہو چکی ہے (علامہ شاہ عبدالحی احقر مؤلفہ' قدرت اللہ باقوی حسینی' مطبوعہ دہلی)

(۲) سید شاہ عبدالغفار مسکین (ف ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) مؤلف و شاعر فارسی، ان حضرات کے احوال کے لیے ڈاکٹر کوکن عمری کی محولہ بالا کتاب ملاحظہ کریں۔

۲۲۔ شاہ محی الدین کے فتاویٰ کا مجموعہ معلوم نہیں کہ اب کہاں ہے؟

۲۳۔ شاہ محی الدین کے مکتوبات کا مجموعہ مکتوبات لطیفہ کے نام سے مرتب ہوا تھا جو غالباً دارالعلوم لطیفیہ ویلور میں موجود ہے (ایضاً کوکن عمری ص ۵۰۶)

۲۴۔ ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء میں شاہ محی الدین کو عوام میں جہاد کا جذبہ پیدا کرنے کے شبہ میں وہاں کی برطانوی حکومت نے گرفتار کر لیا، چتوڑ کے کولیکٹر نے باقاعدہ سمن بھیجا جس سے ان کے عقیدت مندوں میں بہت بے چینی پیدا ہوئی، چتوڑ کے قاضی ارتضا علی خان خوشنود (ف ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۲ء) یہ افسوس ناک واقعہ سن کر روئے بھی تھے، جب انگریزوں نے اس الزام کی تحقیق کروائی تو وہ بے قصور ثابت ہوئے اور پچاس دن کی قید کے بعد انہیں رہائی ملی۔ (ایضاً کوکن عمری ۵۰۳)

۲۵۔ آپ کے جدِ اعلیٰ سید ابوالحسن قُربی (۱۱۱۸۔۱۱۸۲ھ/ ۱۷۰۶۔۱۷۶۸ء): آپ کا نام رکن الدین محمد تھا، لیکن وہ سید ابوالحسن قربی کے نام سے مشہور تھے، عالم، صوفی اور شاعر تھے، قربی تخلص کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو:

کوکن عمری: حوالہ بالا ص ۱۱۵۔۱۲۹

ایضاً: قربی، مدراس

۲۶۔ تمام کفار کو دعوتِ اسلام برملا کی دور و دراز والوں کو بذریعہ تحریر کی............

شاہ محی الدین نے ملکہ برطانیہ کو لندن خط لکھ کر اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، اس کے علاوہ انہوں نے ہندوستان کے غیر مسلم راجاؤں کو بھی خطوط کے ذریعہ اسلام قبول کرنے کی درخواست کی (کوکن عمری ۵۰۳)

۲۷۔ گلبرگہ:

دکن کے مشہور روحانی مقامات میں سے ایک قصبہ گلبرگہ ہے، جہاں معروف چشتی بزرگ حضرت خواجہ سید محمد گیسودراز کا مزار ہے۔

۲۸۔ سید محمد گیسودراز:

آپ حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلی (ف ۷۵۷ھ/۱۳۵۶ء) خلیفہ حضرت خواجہ نظام الدین، چشتی سلسلہ کے اکابر مشائخ میں سے تھے، دکن میں انہی کے دم قدم سے اس سلسلہ کو فروغ ہوا۔

۲۹۔ مولوی سید شہاب الدین عرف حسن پادشاہ:

شاہ محی الدین کے خلیفۂ خاص تھے، تفصیلی حالات نہیں ملتے، اگلے صفحات میں معلوم ہوا کہ وہ بھی حج کے لیے آپ کے ہمراہ گئے تھے، ص ۳۸۳، پھر ان کی نسبت میسوری درج ہے۔

۳۰۔ نواب مختار الملک بہادر (رک ریاض مختاریہ، مطبوعہ حیدرآباد، دکن)

۳۱۔ مولوی حاجی محمد زمان (استادی):

ان کے مفصل حالات کتاب حاضر کے ضمیمہ میں ملاحظہ کریں۔

۳۲۔ مولوی مسیح الزمان (رک ضمیمہ تعلیقہ نمبر ۲۴)

۳۳۔ اپنے فرزند سید محمد رکن الدین

۳۴۔ مولوی حاجی سید شہاب الدین حسن پادشاہ (رک تعلیقہ نمبر ۲۹)

۳۵۔ آپ کے ہمشیرہ زادے سید شاہ محمد قادری............

یہ آپ کے بھانجے اور داماد بھی تھے (ایضاً کوکن عمری ص ۵۰۴)

۳۶۔ حاجی محمد قاسم کرتان، ہمارے پیش نظر دکنی تذکرے ان کے حالات سے خالی ہیں۔

۳۷۔ حکیم سید مظفر حسین، عہدہ دار اہل انشای محکمہ صدر المہام مالگزاری (دکن):

حکیم مظفر حسین، حیدرآباد، دکن کے محکمہ مال گزاری میں ملازم تھے، مخطوطات وقدیم مطبوعات کا کاروبار کرتے تھے، ۱۹۳۶ء میں اُنہوں نے دہلی کی معاشرتی تاریخ پر درگاہ قلی خان کی کتاب مرقع دہلی کا فارسی متن مرتب کر کے شائع کیا تھا، تقسیم ہند کے موقع پر پاکستان آ کر کراچی میں مقیم ہو گئے تھے، اُنہوں نے کئی مخطوطات پبلک لائبریری، خیر پور، سندھ کو فروخت کیے تھے، جن میں سے زادالمعاد کے خطی نسخہ کا عکس حاصل کر کے ہم نے مرتب کیا اور ۲۰۱۳ء کو گوجرانوالہ سے چار جلدوں میں شائع ہوا تھا، فارسی و اُردو میں شعر کہتے تھے مظفر تخلص تھا، بعض مطبوعہ کتابوں پر ان کے قطعات تاریخِ نظر سے گزرے ہیں۔

۳۸۔ حاجی سید محمد علی نوا:

یہ حافظ بھی تھے، ان کا عرف سید میاں بن نواب ملتمس خان تھا، (مقالاتِ طریقت ص ۲۸۹)

۳۹۔ مولوی نجم الدین متخلص بہ افضل، ہم اِن کے حالات سے ناواقف ہیں۔

۴۰۔ اسمائے خلفائے حضرت.........

شاہ محی الدین کے خلفاء بے شمار تھے، جن حضرات کے نام مؤلف نے درج کیے ہیں ان کے حالات عام تذکروں میں نہیں ملتے، ان میں بعض کا ذکر ڈاکٹر کوکن عمری کی کتابوں مثلاً عربک اینڈ پرشین ان کرناٹک، خانوادۂ قاضی بدرالدولہ اور محمد مہدی واصف کے تذکرہ حدیقۃ المرام میں ملتا ہے، یہی معاملہ اس خاتمہ کے باب کرامات میں مؤلف کے راویوں کا ہے۔

۴۱۔ مطلع النور (رک تعلیقہ نمبر ۲)

۴۲۔ سید محمد عبداللہ حسین متخلص بہ افسر بن میر فیاض الدین نبیسہ مولانا شاہ رفیع الدین قندھاری

افسر کے حالات تو ہمیں معروف تذکروں میں نہیں مل سکے، البتہ ان کے جد محترم مولانا شاہ رفیع الدین قندھاری دکنی (ف ۱۲۴۱ھ/ ۱۸۲۵ء) ایک عالم وصوفی بزرگ تھے، حج کی سعادت کے دوران وہاں کے محدثین سے بھی تحصیل کی تھی، ملاحظہ ہو:

فیض الملک الوہاب المتعالی۔ ۱/ ۵۷۶۔ ۵۸۱

۴۳۔مؤلفِ مقالاتِ طریقت نے یہاں اپنے خودنوشت احوال لکھے ہیں، تفصیل کے لیے ہمارا مقدمہ ملاحظہ کریں۔

۴۴۔۴۵۔ مولوی حسن رضا اور مولانا سراج احمد کے احوال انہی تعلیقات میں لکھے جا چکے ہیں۔

۴۶۔ محمد عبدالکریم متخلص بہ والا:

آپ حیدرآباد (دکن) کے محکمہ ریلوے کے ناظم دریافت مقدمات تھے، اگلے قطعات میں ان کو مولوی محمد مہدی کا فرزند لکھا گیا ہے۔

ضمیمہ

۱۔ عبدالجبار ملکاپوری متخلص بہ صوفی جو مولانا محمد زمان شہید کے شاگرد خاص تھے اور اُنہوں نے آپ کے والد کا نام محمد عمر شاہجہانپوری لکھا ہے جو صالح قانع، متوکل اور سپاہی تھے۔

(محبوب ذی المنن ۸۳۲/۲)

۲۔ مولانا شاہ سلامت اللہ صدیقی بدایونی کانپوری (رک مقالہ ششم تعلیقہ نمبر ۱۰۳، مقدمۂ کتاب)

۲۔ب سید اشرف علی شاہ نقشبندی مجددی، خلیفہ شاہ سعد اللہ حیدرآبادی (ف ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) خلیفۂ شاہ غلام علی دہلوی (مقاماتِ مظہری ۵۸۹)

۳۔ مولانا کرامت علی دہلوی (حیدرآبادی) ف ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء (رک مقالہ دوم، تعلیقہ نمبر ۲۱)

۴۔ مولوی میر احمد ولایتی، ان کے حالات نہیں مل سکے۔

۵۔ احمد یار خان محی الدولہ، یہ دکن کے علم پرور نوابوں میں سے تھے۔

۶۔ مولوی حکیم سید ابراہیم، ان کے احوال سے ہم واقف نہیں ہیں۔

۷۔ نواب ناصر الدولہ غفران منزل والیٔ دکن، نظام الملک رابع (حک ۱۸۲۹۔۱۸۵۷ء)

۸۔ نواب افضل الدولہ مغفرت مکان (حک ۱۸۵۷۔۱۸۶۹ء)

۹۔ نواب مختار الملک بہادر، میر تراب علی خان بہادر، ریاض مختار یہ مؤلفہ میر دلاور علی دانش

۱۰۔ شرف الدین خان، دکن کے شرفاء میں سے تھے۔

۱۱۔ کتاب عالم نما: یہ شیخ محمد زمان شہید کا سفرنامہ ہے۔

۱۲۔ خیر المواعظ: یہ بھی شیخ محمد زمان شہید کی تصنیف ہے، عربی سے فارسی ترجمہ مؤلف کے شاگرد

مولوی محمد شاہ نے کیا جو کانپور سے ۱۳۰۲ھ اور پھر حیدرآباد (دکن) سے ۱۳۳۲ھ کو طبع ہوا (کتابشناسی آثار فارسی ۱/۴۹۵)

۱۳۔ ہدیۂ مہدویہ (ہندی):
بقول مؤلف مقالاتِ طریقت اور محبوب ذی المنن (۸۲۶/۳) ہدیۂ مہدویہ کی زبان ہندی یعنی اُردو بتائی گئی ہے، لیکن کتاب مملکت حیدرآباد (فہرست مطبوعات دکن) کے حوالہ سے ڈاکٹر عارف نوشاہی صاحب نے کتابشناسی آثار فارسی (۱/ ۴۹۵) میں اسے فارسی لکھا گیا ہے، ممکن ہے فہرست ساز دکن کو التباس ہوا ہو اور اس نے اسے فارسی کی کتاب لکھ دیا ہے۔

ہدیۂ مہدویہ دراصل ایک مہدوی مبلغ سید عیسیٰ عرف عالم میاں نے ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء کو مہدویت کے دفاع میں اپنے تین مطبوعہ رسائل طبع کروا کر ایک رقعہ کے ساتھ قاضی دلاور علی خان، دارالقضاءِ حیدرآباد کو بھیجے، قاضی نے یہ رسائل مع معہ رقعہ مولانا محمد زمان شہید کی خدمت میں ارسال کر دیئے جن کے جواب میں موصوف نے ہدیۂ مہدویہ تالیف کی، جب یہ کتاب اس کے پاس پہنچی تو اس نے ایک جوان کو جنت دلانے کی لالچ دے کر انہیں قتل کرنے پر آمادہ کرلیا، اس نے موقع پا کا یہ حرکت کی۔ (تذکرہ علمائے ہند ۴۳۰)

۱۴۔ مولوی محمد مؤید الدین خان (راوی) ان کے حالات نہیں مل سکے۔

۱۵۔ سید شاہ محی الدین ویلوری (رک خاتمہ کتاب حاضر

۱۶۔ قرآن شریف باترجمۂ مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی (رک مقالہ اوّل تعلیقہ نمبر ۵۱-۵۲)

۱۷۔ تکمیل الایمان: یہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی عقائد حقۂ اہل سنت پر معرکتہ الاراء تصنیف ہے جو فارسی نثر میں ہے، متعدد مرتبہ طبع ہو چکی ہے، اُردو تراجم بھی دستیاب ہیں۔

۱۸۔ قولِ جمیل: قول الجمیل شاہ ولی اللہ محدث کی تالیف ہے (رک مقدمہ کتاب حاضر)

۱۹۔ اخبار الاخیار (رک مقالہ اوّل تعلیقہ نمبر ۷۶)

۲۰۔ نواب میر محبوب علی خان بہادر والیٔ دکن (رک مقالہ سوم تعلیقہ نمبر ۴)

۲۱۔ نواب مختار الملک بہادر (رک تعلیقہ نمبر ۹)

۲۲۔ ان اُمور کی تفصیل محبوب ذی المنن (۲/ ۸۲۷-۸۲۸) میں بھی ملتی ہے۔

۲۳۔ ایضاً ۲/۸۳۱۔۸۳۲

۲۴۔ مولوی مسیح الزمان خان:

آپ شیخ محمد زمان شہید کے برادر اصغر تھے جو آپ کی شہادت ۱۲۹۲ھ کے بعد جانشین ہوئے، آپ نظام حیدرآباد (دکن) کے استاد تھے (تذکرہ علمائے حال ۸۹)

۲۵۔ مولوی سید محمد عبداللہ مدراسی (رک تعلیقہ نمبر۴۲ خاتمہ)

۲۶۔ محمد عبدالکریم والؔا (رک بہ خاتمہ تعلیقہ نمبر۴۶)

۲۷۔ سید مظفر حسین (رک خاتمہ تعلیقہ نمبر ۳۷)

۲۸۔ حاجی محمد قاسم کرتان (رک خاتمہ تعلیقہ نمبر ۳۶)

۲۹۔ حکیم محمد مظفر الدین مزاؔج (حالات نہیں مل سکے)

۳۰۔ محمد قمر الدین نادؔر (متعارف تذکرے ان کے احوال سے خالی ہیں)

۳۱۔ سید عبداللہ حسین افسؔر (رک خاتمہ تعلیقہ نمبر۴۲)

۳۲۔ محمد مظفر الدین معلّیؔ، ان کے اجداد کا تعلق راجورہ ضلع میدک حیدرآباد (دکن) سے تھا، معلّی کی ولادت حیدرآباد میں ہوئی (محبوب المنن ۳/۱۰۳۵)

۳۳۔ محمد سرفراز وصفؔی (۱۲۵۷ھ۔۱۲۹۳ھ/۱۸۴۱۔۱۸۷۶ء غلام امام شہید سے تلمذ تھا، صاحبِ دیوان تھے۔ (ایضاً ۲/۱۱۸۸)

۳۴۔ سید احمد حسین (ان کے حالات سے ہم واقف نہیں ہیں)۔

۳۵۔ حاجی سید محمد علی نوؔا (ان کے احوال ہمیں دستیاب نہیں ہوئے)۔

تمام شد تعلیقات و توضیحات کتاب

مقالاتِ طریقت (احوال شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی)

مؤلفہ عبدالرحیم ضیاء، مطبوعہ حیدرآباد دکن

احقر: محمد اقبال مجددی

۱۲ جولائی ۲۰۱۶ء لاہور

مآخذ مقدمہ وتعلیقات

۱۔ آزاد، غلام علی بلگرامی: خزانۂ عامرہ مرتبہ ناصر نیکو بخت وشکیل اسلم بیگ، تہران ۱۳۹۰ش
۲۔ آزردہ، صدر الدین، مفتی: تذکرہ آزردہ مرتبہ مختار الدین احمد، کراچی، انجمن ترقی اُردو، ۱۹۷۴ء
۳۔ ابن حجر عسقلانی: الاصابہ فی تمییز الصحابہ، بیروت (س۔ن)
۴۔ ابوالحسن علی ندوی: تذکرہ شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی، لکھنو ۱۳۷۷ھ
۵۔ ابوالحسن علی ندوی: سیرت سید احمد شہید، لاہور ۱۹۵۸ء
۶۔ احمد خان، سرسید: آثار الصنادید مرتبہ خلیق انجم، دہلی ۱۹۹۰ء
۷۔ احمد سعید مجددی: تحفۂ زواریہ (مکاتیب شاہ احمد سعید مجددی) جامع حاجی دوست محمد قندھاری، مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، کراچی، ۱۹۵۵ء
۸۔ اعجاز حسین کنتوری: کشف الحجب والاستار، قم ۱۴۰۹ھ
۹۔ اقبال احمد، سید: تاریخ شیراز ہند جونپور، جونپور ۱۹۶۳ء
۱۰۔ امداد اللہ، حاجی: مرقومات امدادیہ مرتبہ نثار احمد فاروقی، دہلی ۱۹۸۱ء
۱۱۔ امداد اللہ مہاجر مکی، شیخ: امداد المشتاق مرتبہ نثار احمد فاروقی، دہلی ۱۹۸۱ء
۱۲۔ امداد اللہ مہاجر مکی: کلیاتِ امدادیہ، دیوبند (س۔ن) ق احمد: اودھ میں افتا کے مراکز، دہلی ۲۰۰۹ء
۱۳۔ بارٹولڈ: گزیدہ مقالاتِ تحقیقی، ترجمہ فارسی از کریم کشاورز، تہران ۱۳۵۸ش
۱۴۔ باقوی، قدرت اللہ حسینی: علامہ عبدالحی، دہلی ۱۹۹۶ء
۱۵۔ بدر الدین سرہندی: حضرات القدس مرتبہ محبوبِ الٰہی، لاہور ۱۹۷۱ء
۱۶۔ برکاتی، محمود احمد، حکیم: حیات شاہ محمد اسحاق، کراچی، الرحیم اکیڈمی، ۱۹۹۷ء
۱۷۔ برکاتی، محمود احمد: شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب، کراچی، ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۴ء
۱۸۔ بزرگ تہرانی: الذریعہ الی تصانیف الشیعۃ، قم (۲۵ جلدیں)

۱۹۔ بشیر الدین احمد: واقعات دارالحکومت دہلی' دہلی' اُردو اکادمی' ۱۹۹۰ء

۲۰۔ پرواز' عبدالرحمٰن اصلاحی: مفتی صدرالدین آزرہ' دہلی' ۱۹۷۷ء

۲۱۔ ثریا ڈار: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اوران کی علمی خدمات' لاہور' ۱۹۹۱ء

۲۲۔ جامی' عبدالرحمٰن: نفحات الانس' مرتبہ محمود عابدی' تہران ۱۳۷۰ش

۲۳۔ حاجی خلیفہ: کشف الظنون' مرتبہ شرف الدین یالتقایا' بیروت (س۔ن)

۲۴۔ حالی' الطاف حسین: حیات جاوید' کانپور' نامی پریس ۱۹۰۱ء

۲۵۔ حسرت' محمد سعید عظیم آبادی: قسطاس البلاغۃ' عظیم آباد' ۱۳۰۰ھ

۲۶۔ حسن سجزی: دیوان مرتبہ مسعود علی محوی' حیدرآباد (دکن) ۱۳۸۵ھ

۲۷۔ حکمت' علی اصغر: جامی (احوال و آثار مولانا جامی) اُردو ترجمہ عارف نوشاہی' اسلام آباد' ۲۰۱۲ء

۲۸۔ خانی' عبدالقادر خان: علم و عمل و قائع عبدالقادر خانی) ترجمہ از معین الدین افضل گڑھی' مرتبہ محمد ایوب قادری' کراچی ۱۹۶۰ء

۲۹۔ خواجہ کلاں' محمد عبیداللہ: زادالمعاد' تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی' گوجرانوالہ' ۲۰۱۳ء

۳۰۔ دانش' میر دلاور علی: ریاض مختاریہ' حیدرآباد (دکن) ۱۹۴۲ء

۳۱۔ ذہبی' شمس الدین محمد' سیر اعلام النبلاء' بیروت ۱۹۸۱ء و بہ بعد

۳۲۔ ذوالفقار احمد بھوپالی: الروض الممطور' اکبرآباد ۱۳۰۷ھ

۳۳۔ ذوالفقار احمد بھوپالی: محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن' حیدرآباد (دکن) ۱۳۲۹ھ

۳۴۔ رازی' محمد امین ہفت اقلیم' مرتبہ محمد رضا طاہری حسرت' تہران ۱۳۷۸ش

۳۵۔ راشد' نور الحسن: مفتی الٰہی بخش نشاط کاندھلوی' کاندھلہ ۲۰۰۱ء

۳۶۔ راشد نور الحسن: مفتی الٰہی بخش کاندھلوی نشاط' کاندھلہ' ۲۰۰۱ء

۳۷۔ راشد' نور الحسن کاندھلوی: استاذ الکل مولانا مملوک العلی نانوتوی' کاندھلہ ۲۰۰۹ء

۳۸۔ راشد' نور الحسن کاندھلوی' خانوادہ ولی اللٰہی' مقالہ مشمولہ برہان' دہلی' جنوری فروری ۱۹۸۲ء

۳۹۔ راشد' نور الحسن کاندھلوی: شاہ ولی اللہ محدث کی تاریخ وفات' مقالہ مشمولہ برہان' دہلی' جولائی ۱۹۸۳ء

۴۰۔ راشد' نور الحسن کاندھلوی: متون فتاویٰ دارالحرب' مقالہ مشمولہ احوال و آثار (کاندھلہ) شمارہ ۲۲ (۲۱۰۵ء)

۴۱۔رحمٰن علی: تذکرہ علمائے ہند تحقیق و ترجمہ محمد ایوب قادری' کراچی ۱۹۶۱ء

۴۲۔رحیم بخش دہلوی: حیات عزیزی' دہلی ۱۸۹۹ء

۴۳۔رحیم بخش دہلوی: حیاتِ ولی' لاہور' ۱۹۵۵ء

۴۴۔رضوی' خورشید مصطفیٰ: جنگ آزادی ہند ۱۸۵۷ء' طبع عکس لاہور ۲۰۰۷ء

۴۵۔زواری' محمد امین: جغرافیۂ تاریخی بلخ' تہران ۱۳۸۸ش

۴۶۔زید' ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر (حالات شاہ ابوالخیر مجددی) دہلی' ۱۳۹۲ھ

۴۷۔سلیمان بن سعد اللہ: احوال مشائخ کبار مرتبہ محمد اقبال مجددی' مرکز تحقیقات فارسی' اسلام آباد

۴۸۔سنگین بیگ: سیر المنازل مرتبہ شریف حسین قاسمی' دہلی ۱۹۸۲ء

۴۹۔شروانی' حبیب الرحمٰن خان: مقالات شروانی' علی گڑھ ۱۹۴۶ء

۵۰۔شوق' احمد علی: تذکرہ کاملانِ رام پور' پٹنہ خدا بخش لائبریری' ۱۹۸۶ء

۵۱۔صدیقی' منظور الحق: مآثر الاجداد' لاہور ۱۹۶۴ء

۵۲۔صفر احمد معصومی: مقاماتِ معصومی' تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی' لاہور' ۲۰۰۴ء

۵۳۔ظفر احسن بہرائچی: آثار حضرت مرزا مظہر' بہرائچ ۲۰۱۶ء

۵۴۔عارف نوشاہی: کتابشناسی آثار فارسی چاپ شدہ در شبہ قارہ' تہران ۱۳۹۱ش

۵۵۔عبدالجبار ملکاپوری' صوفی: محبوب المنن تذکرہ اولیائے دکن' حیدرآباد (دکن) ۱۳۳۱ھ

۵۶۔عبدالحق محدث دہلوی: اخبار الاخیار مرتبہ علیم اشرف خان' تہران ۱۳۸۳ش

۵۷۔عبدالحلیم: تذکرہ رحمانیہ' پانی پت ۱۹۳۸ء

۵۸۔عبدالحی حسنی: اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں (الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند) اعظم گڑھ' دار المصنفین' ۲۰۰۹ء

۵۹۔عبدالحی حسنی: دہلی اور اس کے اطراف' دہلی' ۱۹۸۸ء

۶۰۔عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر' حیدرآباد (دکن) ۸ جلد

۶۱۔عبدالستار دہلوی مکی: فیض الملک الوہاب المتعالی مرتبہ عبدالملک' مکہ مکرمہ' مکتبۃ الاسدی' ۲۰۰۸ء

۶۲۔عبدالعزیز محدث' شاہ: تحفہ اثناءِ عشریہ' کلکتہ ۱۸۲۷ء (طبع دوم)

۶۳۔عبدالعزیز محدث' شاہ: فضائل صحابہ واہل بیت مرتبہ محمد ایوب قادری' لاہور' ۱۹۶۷ء

۶۴۔عبدالعزیز، شاہ: ملفوظات اردو ترجمہ از عضدالدین خان، لاہور، ۲۰۱۶ء

۶۵۔عبدالعزیز محدث: رسالہ وحدت الوجود، حیدر آباد (دکن) محمود پریس

۶۶۔عبدالفتاح: مفتاح العارفین، قلمی ذخیرۂ شیرانی مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور شمارہ ۱۶۱۳

۶۷۔عبدالکریم قادری: عمدۃ الصحائف، الہ آباد (س۔ن)

۶۸۔عبداللہ مرداد ابوالخیر: نشر النور والزہر، جدہ، ۱۹۷۶ء

۶۹۔عضدالدین خان: تفسیر فتح العزیز، چند حقائق کی روشنی میں، مقالہ مشمولہ معارف ستمبر ۱۹۶۷ء

۷۰۔عضدالدین خان: شاہ عبدالعزیز محدث کی ایک نایاب تصنیف (رسالہ سانکیت شاستر) مقالہ مشمولہ معارف، دسمبر ۱۹۶۴ء

۷۱۔عطاء حسین: کیفیت العارفین، آگرہ، ۱۳۵۱ھ

۷۲۔عقیل، معین الدین: شاہ عبدالعزیز کا ذوق ادب، مقالہ مشمولہ بازیافت، لاہور، شمارہ ۱۱

۷۳۔علی حسن خان: مآثر صدیقی، لکھنؤ ۱۹۲۴ء

۷۴۔عمران خان ٹونکی: تذکرہ علمائے ٹونک، ٹونک ۲۰۰۶ء

۷۵۔عمری، محمد صلاح الدین: قاضی ارتضا علی خان خوشنود، ایک جائزہ، مقالہ مشمولہ برہان، دہلی، جولائی ۱۹۸۳ء

۷۶۔عنایت قادری قصوری، شاہ: رسالہ در مسئلہ حربی و دارالحرب، قلمی ذخیرۂ محمد اقبال مجددی (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور)

۷۷۔غلام اللہ قصوری: تائید الاسلام، لاہور، ۱۲۹۹ھ

۷۸۔غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء لکھنؤ، مطبع ثمر ہند، ۱۸۷۳ء

۷۹۔غلام شبر قادری: تذکرہ نوری مرتبہ محمد ایوب قادری، فیصل آباد ۱۹۶۸ء

۸۰۔غلام علی دہلوی، شاہ: مقامات مظہری، تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور ۲۰۱۵ء

۸۱۔غلام مصطفیٰ خان (مرتب) لوائح خانقاہِ مظہریہ، حیدر آباد (سندھ) ۱۹۷۵ء

۸۲۔غلام محی الدین قصوری، خواجہ (جامع) ملفوظات چہل روزہ شاہ غلام علی دہلوی، تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، گوجرانوالہ ۲۰۱۶ء

۸۳۔غوثی مانڈوی: گلزار ابرار مرتبہ محمد ذکی' پٹنہ ۲۰۰۱ء

۸۴۔فخر الدین علی کاشفی: رشحات عین الحیات مرتبہ علی اصغر معنیان' تہران ۲۵۳۶پ

۸۵۔فضل رسول بدایونی: سیف الجبار' شیخو پورہ' مکتبہ رضائے حبیب ۱۹۷۳ء

۸۶۔فضلی' حسام الدین احمد: انوار العیون' جونپور ۱۳۱۹ھ

۸۷۔فقیر محمد جہلمی: حدائق الحنفیہ' لاہور (س۔ن)

۸۸۔قاسمی' اخلاق حسین: محاسن موضح قرآن' دہلی

۸۹۔قاسمی' عطاء الرحمٰن: الواح الصنادید' دہلی ۱۹۸۹ء

۹۰۔قاسمی' عطاء الرحمٰن: پنجاب و ہریانہ کی تاریخی مساجد' دہلی' ۲۰۰۰ء

۹۱۔کتانی' عبدالحی فاسی: فہرس الفہارس' بیروت دارالغرب الاسلامی' (س۔ن)

۹۲۔کوکن' محمد یوسف عمری:: خانوادۂ قاضی بدرالدولہ' مدراس (س۔ن)

۹۳۔کوکن' محمد یوسف عمری: قربی' مدراس (س۔ن)

۹۴۔گل حسن: تذکرہ غوثیہ' دہلی (س۔ن)

۹۵۔مالک رام: تذکرہ ماہ وسال' دہلی ۱۹۹۱ء

۹۶۔مبارک علی خان: کمالات عزیزی' دہلی' مطبع مجتبائی' ۱۳۴۸ھ

۹۷۔مجدد الف ثانی' احمد سرہندی: مکتوبات امام ربانی' مرتبہ نور احمد امرتسری' استنبول ۱۹۷۷ء

۹۸۔محمد اقبال مجددی: تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند' لاہور' پروگریسو بکس' ۲۰۱۳ء

۹۹۔محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین' مخطوطہ' مخزونہ انڈیا آفس لائبریری' لندن (Ethe 652)

۱۰۰۔محمد ایوب قادری: اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ' لاہور' ادارۂ ثقافت اسلامیہ ۱۹۸۸ء

۱۰۱۔محمد ایوب قادری: سرسید احمد خان اور وہابی تحریک' مقالہ مشمولہ برگ گل' کراچی (سرسید نمبر ۷۵۔۱۹۷۴ء)

۱۰۲۔محمد بن عبداللہ: البہجۃ السنیہ' قاہرہ' بیروت' ۲۰۰۲ء

۱۰۳۔محمد پارسا بخاری: قدسیہ (ملفوظات خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری) مرتبہ احمد طاہری عراقی' تہران ۱۳۵۴ش

۱۰۴۔محمد حسنی ندوی: تذکرۂ سید علم اللہ رائے بریلوی' کراچی (س۔ن)
۱۰۵۔محمد حیدر علی کاکوروی: تذکرہ مشاہیر کاکوری' پٹنہ ۱۹۹۹ء
۱۰۶۔محمد رضا انصاری: بانی درس نظامی' لکھنو ۱۹۷۳ء
۱۰۷۔محمد رضا شطاری لاہوری: ارشاد العاشقین' قلمی' ذخیرۂ محمد اقبال مجددی' مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری' لاہور
۱۰۸۔محمد رفیع پشاوری: قران السعدین' قلمی ذخیرۂ محمد اقبال مجددی
۱۰۹۔محمد سعید' میاں: تذکرہ مشائخ شیراز ہند جونپور' لاہور' ۱۹۸۵ء
۱۱۰۔محمد شاہد سہارنپوری: علمائے مظاہر العلوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات' سہارنپور ۲۰۰۵ء
۱۱۱۔محمد صادق ہمدانی کشمیری: طبقاتِ شاہ جہانی مرتبہ محمد اسلم خان' دہلی (طبقہ نہم دہم) ۱۹۹۰۔۱۹۹۳ء
۱۱۲۔محمد عاشق پھلتی: القول الجلی ترجمہ حافظ تقی انور علوی' کاکوروی' تکیہ کاکوری ۱۹۸۸ء
۱۱۳۔محمد عالم مختار حق: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تصانیف کی مجمل کتابیات، مقالہ مشمولہ ارمغان رفیع الدین ہاشمی' اسلام آباد
۱۱۴۔محمد علی میرزا: نجوم السماء' لکھنو ۱۸۸۵ء و تکملہ نجوم السماء' قم
۱۱۵۔محمد عمر سراج الحق: ریاض الانوار (حالات اخوند عبدالعزیز دہلوی)' دہلی و میرٹھ ۱۳۰۵ھ
۱۱۶۔محمد عمر ملقب بہ سراج الحق: الاستشفاع والتوسل بآثار الصالحین' دہلی ۱۳۱۹ھ
۱۱۷۔محمد عمران خان: تذکرہ علمائے ٹونک' ٹونک ۲۰۰۶ء
۱۱۸۔محمد قطب الدین: احوال العارفین (حالات شاہ سعد اللہ حیدر آبادی) حیدر آباد (دکن) ۱۳۱۷ھ
۱۱۹۔محمد مظہر مجددی مدنی: مناقب احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ' دہلی' ۱۲۸۲ھ
۱۲۰۔محمد معصوم رام پوری: ذکر السعیدین تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی' گوجرانوالہ ۲۰۱۷ء
۱۲۱۔محمد منیر قصوری: تذکرۃ الارشاد' قلمی' مخزونہ کتابخانہ گنج بخش' اسلام آباد
۱۲۲۔محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات' کانپور' ۱۳۰۷ھ
۱۲۳۔محمود احمد عباسی: تذکرۃ الکرام (جلد دوم تاریخ امروہہ) دہلی ۱۹۳۲ء
۱۲۴۔مرعشلی' یوسف: معجم المعاجم والمشیخات' ریاض' مکتبۃ الرشد' ۲۰۰۲ء

۱۲۵۔مشیر الحق: انیسویں صدی کے ہندوستان کی ہیئت شرعی (شاہ عبدالعزیز کے فتاویٰ دارالحرب پر ایک علمی تجزیہ) مقالہ مشمولہ برہان، دہلی، اکتوبر ۱۹۶۹ء

۱۲۶۔مظہر، میرزا مظہر جانِ جاناں: مکاتیب مرتبہ عبدالرزاق قریشی، بمبئی ۱۹۶۶ء

۱۲۷۔مظہر الحق اکبرآبادی: مخبر الواصلین، مرادآباد، شمس المطابع ۱۹۰۹ء

۱۲۸۔منت، قمر الدین: دیوان منت (فارسی) مرتبہ شعیب احمد، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۰۷ء

۱۲۹۔مومن، حکیم مومن خان: دیوان مومن مرتبہ ضیاء احمد ضیاء بدایونی، الٰہ آباد ۱۹۶۲ء

۱۳۰۔مہر، غلام رسول: سید احمد شہید، لاہور ۱۹۸۱ء

۱۳۱۔نسیم احمد فریدی امروہوی: حضرت شاہ سید ابوسعید حسنی، لکھنؤ ۱۹۸۹ء

۱۳۲۔نظام غریب یمنی: لطائف اشرفی، کراچی، حلقۂ اشرفیہ ۱۹۹۹ء

۱۳۳۔نظامی، خلیق احمد: تاریخ مشائخ چشت، دہلی ۱۹۸۰ء

۱۳۴۔نظامی، خلیق احمد: تاریخی مقالات، دہلی ۱۹۶۶ء

۱۳۵۔نظامی، خلیق احمد (مرتب) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، دہلی ۱۹۶۹ء

۱۳۶۔نعیم الدین بردوانی: فیض عام، کانپور، مطبع مصطفائی ۱۲۶۶ھ

۱۳۷۔نگرامی، محمد ادریس: تذکرہ علمائے حال، نولکشور، لکھنؤ ۱۸۹۷ء

۱۳۸۔وحدت، عبدالاحد سرہندی: لطائف المدینہ تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور ۲۰۰۴ء

۱۳۹۔واصف، محمد مہدی مدراسی: حدیقۃ المرام (تذکرہ علمائے مدراس) اُردو ترجمہ سخاوت مرزا، کراچی ۱۹۸۲ء

۱۴۰۔وصیت نامۂ اورنگ زیب عالمگیر ترجمہ اُردو از نثار احمد فاروقی، عربی و ہندی ترجمہ از علیم اشرف خان، دہلی ۲۰۰۴ء

۱۴۱۔ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ: الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، دہلی (س۔ن)

۱۴۲۔ولی اللہ محدث: مکاتیب شاہ ولی اللہ مرتبہ نسیم احمد فریدی، رام پور ۲۰۰۴ء

۱۴۳۔ولی اللہ محدث دہلوی: انفاس العارفین، دہلی، مطبع مجتبائی ۱۳۱۵ھ

۱۴۴۔ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ: تفہیمات مرتبہ غلام مصطفیٰ قاسمی، حیدرآباد (سندھ) ۱۹۷۰ء

۱۴۵۔ولی اللہ محدث، شاہ: شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل از خرم علی بلہوری، دہلی ۱۲۶۰ھ

۱۴۶۔ولی اللہ محدث، شاہ: المقدمۃ السنیہ مرتبہ ابوالحسن زید فاروقی، دہلی ۱۹۸۳ء

۱۴۷۔یاقوت حموی: معجم البلدان، بیروت، (س۔ن)

148-Athar Ali: Apparatus of Empire, Dehli, 1981

149-Baljon, J.M.S: Religion and Thought of Sh. Wali Allah Dehlavi, Leidon, 1986

150-Buckland, C.E: Dictionary of India Biography, Lahore

151-Cat of MSS Khula Bakhar Library, Patna, 36 Vols. 1988.

152-Cheonoy, S.M: Shahjahanabad, Dehli, 1998

153-Gazeeteer Rohtak Dist. Lahore, 1932

154-Ghulam Rasoo: Chishti Nizami Sufi Order of Bengal, Dehli 1990

155-Gupta, H.R: History of the Sikhs, Dehli, 1978

156-Hermansen, M.K: Conclusive Argument from God, Islamabad, 2003

157-Imeinal Gazeetter of India, 25 Vols, Dehli 1981

158-Kokan, Muhammad Yousuf: Arabic and Persian in Carnatic, Maras, 1974

159-Mahmood Ahmad Ghazi: Islamic Renaissance in South Asia (1707-1867), Islamabad, 2002.

160-Malik, Zahiruddin: A Mughal Statesman of Eighteenth Century, Bombay, 1973

161-Muhammad Al-Ghazali: Socio-Poliotical Thought of Shah Wali Allah, Islamabad, 2001.

162-Mushirul Haq: Shah Abdul Aziz, His Life and Time, Lahore 1995

163-Nizami, K.A: Life and Times of Kh. Nizamud Din Auliya, Dehli 1991

164-Ibid: Life and Times of Sh. Faridud Din Gunj Shaker, Lahore (m.d.)

165-Ibid: Life and Times of Sh. Nasiruddin Chiragh-i-Dehli, Delhi, 1991

166-Punjab Archives, Lahore, Index to Vol. I (the Punjab Secretariat, Dehli Residency 1806-57) Case No.3, Lahore 1911

167-Rizvi, S.A.A: Shah Abdul Aziz, Australia, 1982

168-Ibid: Shah Wali Allah, Australia, 1980

169-Trimingham, J.S: Sufi Orders in Islam, Oxford 1971

170-Zubaid Ahmad: Contribution of Indo-Pakistan to Arabic Literature, Lahore 1968.

عکسیاتِ نوادر

فہرست عکسیات

۱۔ سند بخاری شریف بخط حضرت شاہ عبدالعزیز محدث برائے خواجہ غلام محی الدین قصوری
۲۔ تحفہ اثناءِ عشریہ طبع دوم کلکتہ ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء کا وہ ایڈیشن جس میں عربی عبارتوں کا فارسی ترجمہ شاہ عبدالقادر محدث سے کروایا گیا۔
۳۔ میزان البلاغۃ تصنیف شاہ عبدالعزیز محدث، مطبوعہ مطبع مجتبائی، میرٹھ ۱۳۱۳ھ
۴۔ سر الشہادتین تصنیف شاہ عبدالعزیز محدث، مطبوعہ مطبع محمدی، لاہور
۵۔ تقریر الشہادتین شرح سر الشہادتین، مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی، مطبوعہ مدراس
۶۔ النفائس الارتضائیہ شرح الرسالۃ العزیزیہ، شارح قاضی ارتضاء علی خان گوپاموی
۷۔ فیض عام (جوابات سوالات نعیم الدین بردوانی بحضور شاہ عبدالعزیز محدث) مطبوعہ مطبع مصطفائی، کانپور
۸۔ الروض الممطور تالیف مولانا ذوالفقار احمد بھوپالی (مشمولہ مکتوب میاں سید احمد علی بجنوری چشم دید حالات وصال شاہ عبدالعزیز، مطبوعہ اکبرآباد ۱۳۰۷ھ
۹۔ کمالات عزیزی تالیف نواب مبارک علی خان (شاہ عبدالعزیز کے احوال پر اوّلین کتاب) مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی
۱۰۔ تذکرہ عزیزیہ تالیف قاضی بشیر الدین میرٹھی، مطبوعہ مطبع مجتبائی، میرٹھ
۱۱۔ مقالاتِ طریقت (کتاب حاضر) طبع اول حیدرآباد (دکن) کا سرورق
۱۲۔ تفسیر عزیزی کا سرورق (فارسی متن)
۱۳۔ تفسیر عزیزی اُردو ترجمہ از مولانا محمد حسن خان شیدا رام پوری بسال ۱۲۶۱ھ/ ۱۸۴۵ء کا سرورق
۱۴۔ ملفوظات شاہ عبدالعزیز مرتبہ قاضی بشیر الدین میرٹھی، مطبوعہ مطبع مجتبائی میرٹھ، سرورق (فارسی)
۱۵۔ فتاویٰ عزیزی (فارسی متن) مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، طبع عکس

۱۶۔ فتاویٰ عزیزیہ اُردو ترجمہ از محمد نواب علی و عبدالجلیل عثمانی، مطبوعہ مطبع کنز العلوم حیدرآباد (دکن) ۱۳۱۲ھ
۱۷۔ بستان المحدثین عربی ترجمہ از محمد اکرم ندوی و سعادۃ الدارین عربی ترجمہ از علامہ محمود شکری آلوسی، مطبوعہ پشاور
۱۸۔ فوائد جامعہ شرح عجالۂ نافعہ شارح مولانا عبدالحلیم چشتی، مطبوعہ کراچی ۲۰۱۲ء
۱۹۔ فضائل صحابہ و اہل بیت ترتیب و مقدمہ محمد ایوب قادری، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۷ء
۲۰۔ القول الجلی مؤلفہ شاہ محمد عاشق پھلتی ترجمہ از حافظ تقی انور علوی، مطبوعہ کاکوری ۱۹۸۸ء
۲۱۔ اسنادِ شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی برائے نوابزادہ عبدالمجید خان ٹونکی
۲۲۔ سندِ مولانا عبداللہ سراج حنفی مکی برائے نوابزادہ عبدالمجید خان ٹونکی

حدیث صحیح بخاری است که مستند دارم و سنده هذا

اخبرنا شیخنا واستاذنا ووالدنا الشیخ ولی الله

بن الشیخ عبد الرحیم الدهلوی قال اخبرنا شیخنا

ابو طاهر محمد بن ابراهیم الکردی المدنی قال اخبرنا

ابی قال نا احمد القشاشی قال نا احمد الشناوی قال

نا الشمس الرملی قال نا الزین زکریا قال نا الحافظ ابن حجر

العسقلانی قال نا البرهان ابراهیم التنوخی الشامی نا احمد الحجار

نا السراج الحسین الزبیدی نا ابو الوقت السجزی نا الداودی

نا الحموی نا الفربری نا الحافظ ابو عبد الله محمد بن

اسمعیل البخاری [illegible]

۱۔ سند بخاری شریف بخط حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بتحقیق [illegible] ۱۳۱۱ھ

۱۔ سند بخاری شریف بخط حضرت شاہ عبدالعزیز محدث برائے خواجہ غلام محی الدین قصوری

الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه البیان

سبحان من ہو ذو المجد و الامتنان ووشح الانسان بغرر البیان
ووفقنا علی طبع ہذہ الرسالۃ النافعۃ والعجالۃ الرائعۃ المسمّی بہ

میزان البلاغۃ

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا الشاہ عبد العزیز الدہلوی قدس سرہ

بتحشیۃ العالم الربانی مولانا مولوی عزیز الرحمن الدیوبندی سلمہ المنان
وتصحیح محمد بشیر الدین المدرس للمدرسۃ الاسلامیۃ الواقعۃ فی بلدۃ الاٹاوہ

در مطبع مجتبائی واقع شہر میرٹھ طبع گردید

۳۔ میزان البلاغۃ تصنیف شاہ عبد العزیز محدث، مطبوعہ مطبع مجتبائی میرٹھ ۱۳۱۳ھ

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

سر الشہادتین

در مطبع محمدی واقع لاہور طبع گردید

۴۔ سر الشہادتین تصنیف شاہ عبدالعزیز محدث، مطبوعہ مطبع محمدی، لاہور

بفضل خالق کونین بطفیل حضرت حسن و حسین

بشرط خواہش خواہشمندان ترجمہ تقریر الشہادتین جزو سوم

تقریر الشہادتین

از اہتمام بندۂ ہیچمدان سید محمد عبد الرحمن مہتمم و مالک

مطبع صبح صادق مطبع صبح جہان

۵۔ تقریر الشہادتین شرح سر الشہادتین، مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی، مطبوعہ مدراس

الحمد لله الذی خلق الانسان علمه البیان

کتاب

النفایس الارتضیه

(شرح)

الرسالة العزیزیة فی علم المعانی للعلامة الفهامة افضل العلماء
القاضی ابی علی محمد الملقب بارتضا علی خان البخاری
الصفوی الکوفاموی ثم المدراسی من اعیان
القرن الثالث عشر فی الهند المتوفی
سابع شعبان سنة (۱۲۷۰)
هجریة رحمه الله تعالی
رحمة واسعة
آمین

الطبعة الاولی

بمطبعة مجلس دائرة المعارف النظامیة الکائنة بمدینة
حیدرآباد الدکن الواقعة فی الهند عمرها الله
الی اقصی الزمن
سنة (۱۳۲۸) هجریه

۶۔ النفائس الارتضائیہ شرح الرسالۃ العزیزیہ شارح قاضی ارتضاء علی خان گوپاموی

ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ

حسب ایما منشی کریم بخش صاحب سوداگر کتب لاہور
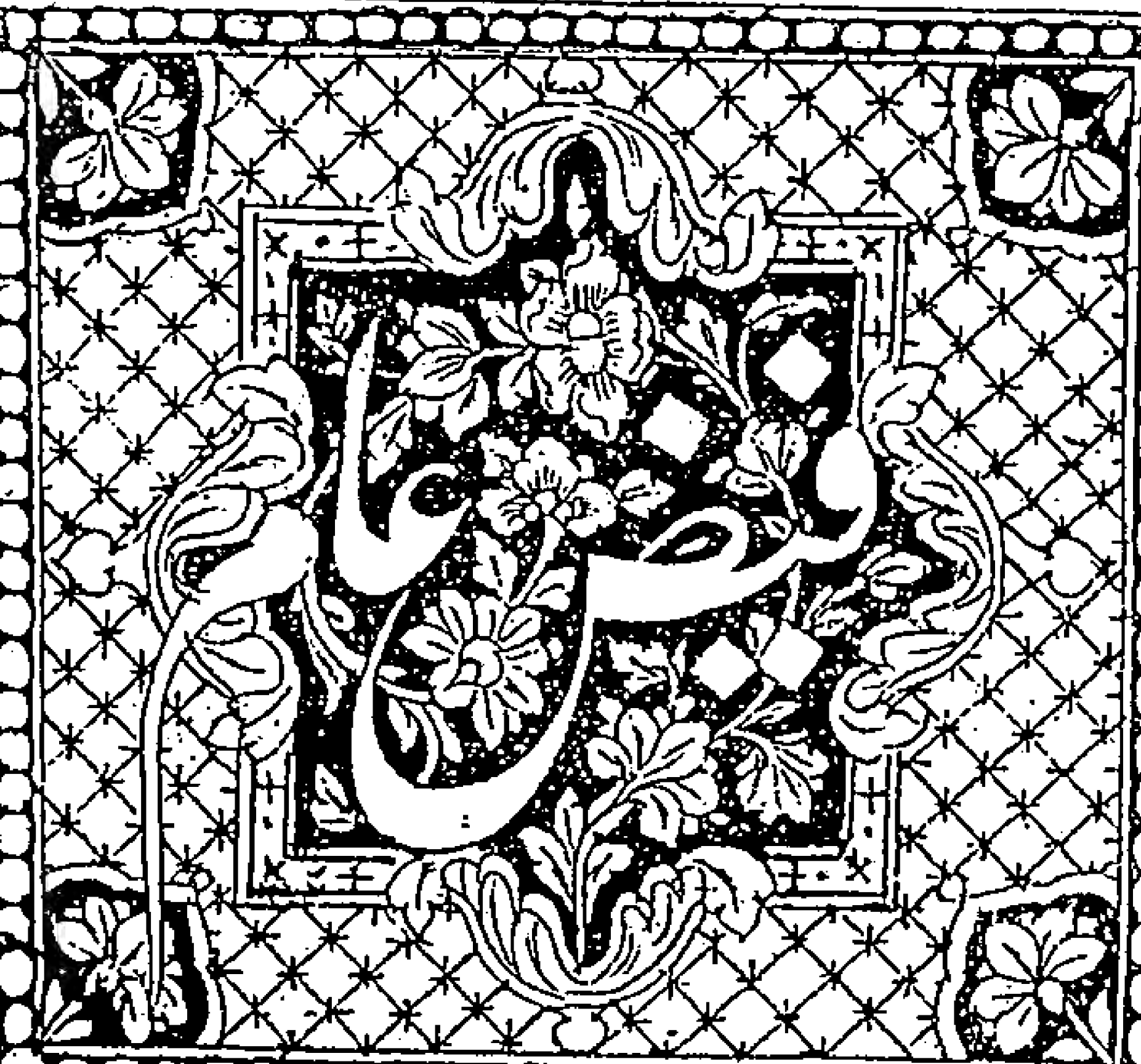
فیض عام

در مطبع پنجابی لاہور چنان طبع شدہ سابق

مطبع مصطفائی محمد مصطفیٰ خان

۷۔ فیض عام (جوابات سوالات نعیم الدین بردوانی بحضور شاہ عبدالعزیز محدث) مطبوعہ مطبع مصطفائی' کانپور

ترجمہ خط میاں سید احمد علی بجنوری متضمن حال پر اختلال انتقال حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ بطور اختصار

مختصر یہ ہے کہ ماہ رجب سنہ ۱۲۳۹ ہجری سے طریقہ خوراک حضرت صاحب کا ایسا مقرر ہوا تھا کہ بعد تین دن کے آدہ پاؤ بلکہ قدرے قلیل کہاتے تھے اور تمام رات تپ ہوتی تھی اور ابخرہ سوداویہ چڑہتی تھی آخر رمضان مین سابق سے زیادہ طبیعت بے مزہ ہوئی چنانچہ بست ونہم رمضان المبارک سنہ الیہ کو وقت شام غشی طاری ہوئی ہاتھ پاؤن سرد ہوگئے ایک عجب قیامت گھر مین برپا ہوگئی اوسکی صبح کو کہ عید کا روز یوم دوشنبہ تھا کچہ افاقہ ہوا موافق معمول کے پہر دن چڑہے نماز عید کی ادا کی تہی کہ مسجد اکبرآباد مین پہر غشی طاری ہوئی بہر حال گھر تشریف لائے طبیعت بے مزہ رہی روز سہ شنبہ کہ دن درس کا تھا بکمال بیطاقتی منبر پر آرام کرکے تفسیر آیہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم فرماکر بس کیا پہر پہر دن باقی رہے فقیر کو طلب فرماکے کاغذ وصیت نامہ مشتمل بر ہبہ فرش وکتب خاص ذات خود بمولوی محمد اسحق صاحب ام علمہم ودیگر امورات کا لکھواکر مہر فقیر کی اوسپر ثبت کرائی من بعد مولوی رشید الدین خانصاحب وغیرہ کو طلب کرکے اونکی مہرین ثبت کرائین اس دن حال بہت متغیر تہا دو تین گھڑی دن باقی رہا تھا کہ اجازت نامہ کتب احادیث مہری خاص اس فقیر کو عنایت فرمایا طعام بالکلیہ موقوف ہوا روز چہارشنبہ کو اطبا نے جمع ہوکر ایک نسخہ تجویز کیا اوسکو تناول فرمایا پہر دن چڑہے نماز اشراق ادا کی بعدہ اجابت ہوئی بعینہ دوا نکلی معلوم ہوا کہ قوت ماسکہ زائل ہوگئی اوس دن کی شام کو بہت لوگ مرید ہوئے روز پنجشنبہ کو حالت متغیر ہوگئی جمعے کے دن چاہا کہ موافق معمول کے مدرسہ مین آئین نہ آسکے درس موقوف ہوا مگر زیارت سب کو میسر ہوئی وقت شام کے تفسیر مدارک وتفسیر رحمانی سنی بعدہ جو کچہ نقدی تہی اوسکو برادران اور ذوی الارحام حاضر وغائب کو تقسیم فرمایا قصہ مختصر یہ ہے کہ شنبہ کو سکوت طاری ہوا اور نبض مختل ہوگئی مگر اوقات نماز پنجگانہ مین اشارہ سے نماز پڑہتے تہے اور سقوط قوت غریزی کا آنًا فآنًا ہوتا تھا روز شنبہ کو قریب دوپہر کے قرآن مجید طلب فرماکے مولانا محمد اسحق صاحب سے سورہ ق ایک رکوع تک

۸۔ الروض الممطور تالیف مولانا ذوالفقار احمد بھوپالی (مشمولہ مکتوب میاں سید احمد علی بجنوری چشم دید حالات وصال شاہ عبدالعزیز' مطبوعہ اکبرآباد ۱۳۰۷ھ

سُنی بندہ فرمایا کہ قالت الاعراب امنا سے کہ ابتدا درس کی ہو گی پڑھیو بعد شام کے غلام حسین نامی ایک شخص مرید ہوا اور مفہوم ہو گی نماز عشا کی پڑھی چار گھڑی رات باقی رہی تھی کہ اضطراب لاحق ہوا دونکیے دائین بائین ہاتے تھے آرام نہین تھا برخلاف عادت کے کپڑے سوای ازار کے بدن سے اوتار ڈالے تھے بعد نماز فجر کے ساتوین ماہ شوال روز یکشنبہ سنہ ۱۲۳۹ ہجری داعی اجل کو لبیک اجابت فرمائی اور اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون سب شہر پر ایک ایسی حالت واقع ہوئی کہ بیان مین نہین آتی ہے انتہے رضی اللہ عنہ وارضاہ وجعل الجنۃ منقلبہ ومثواہ آمین وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم الی یوم الدین آمین۔

الرَّوضُ المَمطُورُ فی تَراجِمِ عُلَماءِ شَرحِ الصُّدُورِ

قَد طُبِعَ فِی مَطبَعِ مُفِیدِ عامِ الکائِن فی بَلدَۃِ اکبرآباد سَنَۃ ۱۳۰۷ الهجریۃ

۸۔ الروض الممطور تالیف مولانا ذوالفقار احمد بھوپالی (مشمولہ مکتوب میاں سید احمد علی بجنوری چشم دید حالات وصال شاہ عبدالعزیز) مطبوعہ اکبر آباد ۱۳۰۷ھ

حصّہ اول

مرتبۂ مولوی ظہیر الدین سیّد احمد صاحب ولی اللّٰہی مرحوم

نبیرۂ حضرت مولٰنا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

بتصحیح تام و تنقیح مالا کلام از اہتمام احقر الانام محمد عبد الاحد غفر لہ الصمد [illegible] صفر [illegible]ھ

در مطبع مجتبائی واقع دہلی طبع گردید

۹۔ کمالات عزیزی تالیف نواب مبارک علی خان (شاہ عبدالعزیز کے احوال پر اوّلین کتاب) مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی

تذکرۂ عزیزیہ

جس میں

حضرت مولانا مولوی شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ کے

حالات و کمالات۔ کرامات۔ ملفوظات۔ عملیات وغیرہ مندرج ہیں

جس کو

آپ کے شاگردان شاگرد مولوی قاضی محمد بشیر الدین

صدیقی قاضی شہر میرٹھ نے مرتب کیا

اور

منیجر مطبع نے اپنے اہتمام سے

مجتبائی پریس میرٹھ میں چھپوایا

۱۹۳۴ء

۱۰۔ تذکرہ عزیزیہ تالیف قاضی بشیر الدین میرٹھی، مطبوعہ مطبع مجتبائی میرٹھ

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب مستطاب از تصانیف عمدۃ المفسرین فخر المحدثین مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رح

مسمٰی بہ

تفسیر فتح العزیز

معروف بہ

تفسیر عزیزی

فارسی پارہ عمّ

بتصحیح تام و تنقیح مالا کلام از اہتمام بندۂ مستہام محمد عبد الاحد عفی عنہ بماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

مطبع مجتبائی واقع دہلی مطبوع شد

(نصیر الدین احمد)

۱۲۔ تفسیر عزیزی کا سرورق (فارسی متن)

ولا یاتونک بمثل الا جئناک بالحق و احسن تفسیرا

تالیف مجمع کمالات عزیہ منبع سعادات ... کشاف غوامض نکات متین مولوی محمد اکرام الدین

تفسیر اردو سورۂ فاتحہ

اردو ترجمہ تفسیر فتح العزیز

تفسیر شاہ عبد القادر اردو

حسب فرمائش جناب شیخ محمد عظیم اللہ صاحب تاجر کتب چوک کانپور باہتمام محمد عبد الواحد غفر لہ اللہ الماجد

مطبع مصطفائی [illegible] طبع

۱۳۔ تفسیر عزیزی اُردو ترجمہ از مولانا محمد حسن خان شیدا رام پوری بسال ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء کا سرورق

ملفوظات

زبدۃ المفسرین خلاصۃ المحدثین قدوۃ الکاملین جامع
علوم ظاہری و منبع فیوض باطنی مولانا و مقتدانا حضرت

شاہ عبدالعزیز صاحب

محدث دہلوی قدس سرہٗ

حسب فرمائش قاضی محمد بشیر الدین صاحب میرٹھی [illegible]
[illegible]

در مطبع مجتبائی میرٹھ طبع گردید

۱۴۔ ملفوظات شاہ عبدالعزیز مرتبہ قاضی بشیر الدین میرٹھی، مطبوعہ مطبع مجتبائی میرٹھ، سرورق (فارسی)

[illegible]

الحمد للہ علی احسانہ کہ کتاب مستطاب مجموعہ فتاوائے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مسمی

فتاویٰ عزیزی

باہتمام بندۂ مشتاق رب غافر محتاج شفیع محشر و سالک مسالک آئمہ مجتہدین و مقتبس اسرار شارع عبدہٗ عبدالقادر المعروف بہ شاہ عفا اللہ تعالیٰ عنہ

المکتبۃ الحبیبیۃ

کانسی روڈ ۔ کوئٹہ ۔ بلوچستان

۱۵۔ فتاویٰ عزیزی (فارسی متن) مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، طبع عکس

وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا

الحمد للہ علی احسانہ

یہ کتاب مستطاب مجموعہ فتاوی حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی

مسمّی بہ

فتاوی عزیزی اردو

از اہتمام احقر الانام بندہ محمود حسن دہلوی عفا اللہ عنہ

سنہ ۱۳۱۲ھ

در مطبع کنز العلوم واقع حیدرآباد دکن بحلیۂ طبع آراستہ شد

۱۶۔ فتاویٰ عزیزیہ اُردو ترجمہ از محمد نواب علی و عبدالجلیل عثمانی، مطبوعہ مطبع کنز العلوم، حیدرآباد (دکن) ۱۳۱۲ھ

بستان المحدثین

في بيانِ كتبِ الحديثِ وأصحابها الغرِّ الميامين

نقله من الفارسية إلى العربية واعتنى به

د. محمّد أكرم النّدوي

قدّم له

العلّامة السيّد أبو الحسن علي الحسني النّدوي

ويليه

سعادة الدارين في شرح حديث الثقلين

ترجمه وعلّق عليه

علّامة العراق محمود شكري الآلوسي المتوفی ۱۳۴۲

للإمام المحدّث عبد العزيز بن الإمام وليّ الله الدّهلوي

(۱۱۵۹ھ - ۱۲۳۹ھ)

۱۷۔ بستان المحدثین عربی ترجمہ از محمد اکرم ندوی وسعادۃ الدارین عربی ترجمہ از علامہ محمود شکری آلوسی

مطبوعہ پشاور

فوائد جامعہ

شرح

عجالہ نافعہ

تالیف
مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی
رئیس قسم تخصص علومِ حدیث
جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبۃ الکوثر

۱۸۔ فوائد جامعہ شرح عجالہ نافعہ شارح مولانا عبدالحلیم چشتی، مطبوعہ کراچی، ۲۰۱۲ء

ہو المستعان

سلسلہ سنیت وکردار (۳)

فضائل صحابہؓ واہل بیتؓ

مع

مکتوبات شاہ عبدالعزیز و شاہ رفیع الدین (دہلوی)

از شاہ عبدالعزیز دہلوی رحلت ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۴ء

مع مقدمہ

محمد ایوب قادری ایم اے

ناشر

۱۹۔ فضائل صحابہ واہل بیت ترتیب و مقدمہ محمد ایوب قادری، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۷ء

بیگم ہمایوں ٹرسٹ ۵ ریلوے روڈ لاہور

اسرار الجلی فی شرح اسرار الخفی

السّعی التّقی فی ترجمۃ
حصۂ اوّل
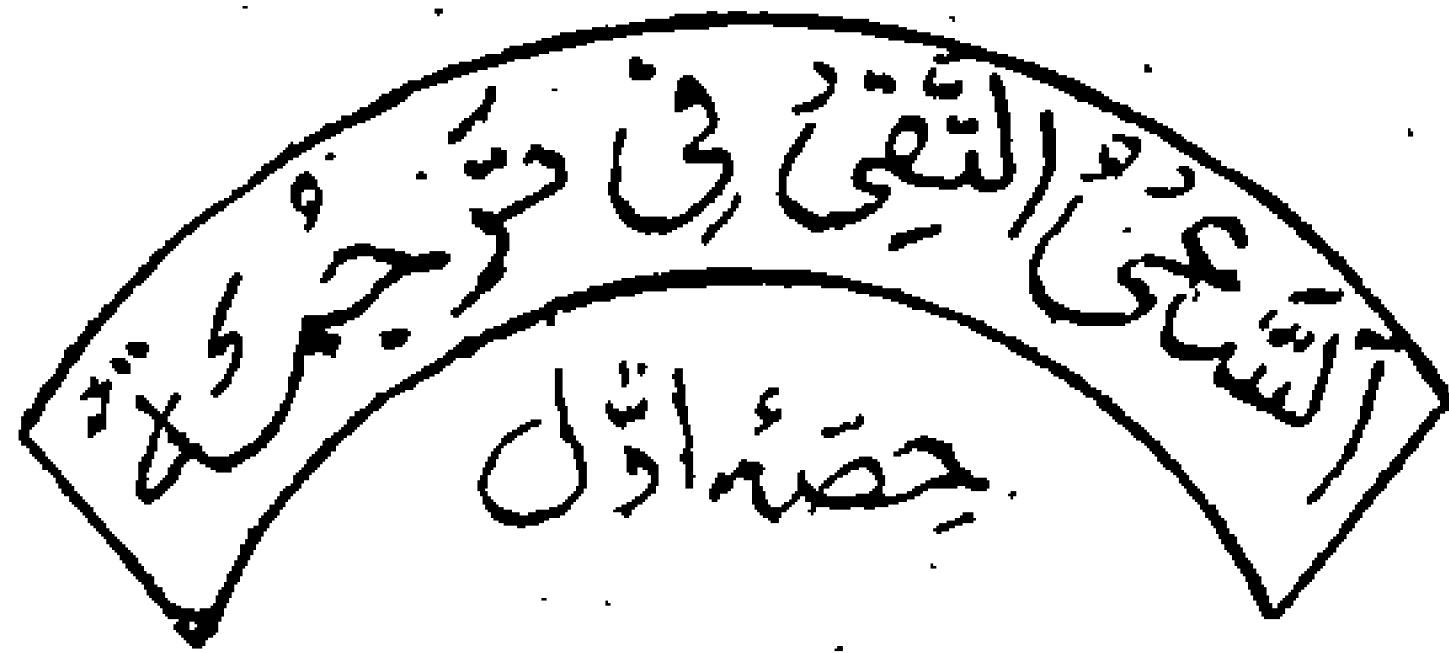
القول الجلی

ملفوظ حضرت مسند الوقت امام شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ

مؤلفہ

حضرت شاہ محمدؐ عاشق پھلتیؒ ۱۲۲۹ھ
(مخطوطہ)

مقدمہ :-
از محقق عصر حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید
فاروقی نقشبندی
دہلوی مدظلہٗ
درگاہ شاہ ابو الخیرؒ دہلی)

ترجمہ و شرح :-
مولوی حافظ تقی انور علوی ولی اللّٰہی
خلف اکبر حضرت مولانا حافظ
شاہ محمد مجتبیٰ حیدر صاحب قلندر مدظلہٗ
(خانقاہ کاظمیہؒ کاکوری ضلع لکھنؤ)

۲۰۔ القول الجلی، مؤلفہ شاہ محمد عاشق پھلتی ترجمہ از حافظ تقی انور علوی، مطبوعہ کاکوری ۱۹۸۸ء

اسناد سورۂ فاتحہ

وأما الحديث المسلسل بقراءة سورة الفاتحة فأخبرني شيخي واستادي مولانا الشيخ عبد العزيز المحدث الدهلوي قال أخبرني شيخي واستاذي ووالدي الشيخ ولي الله المحدث الدهلوي قال أخبرني الشيخ أبو طاهر قال أخبرني الشيخ أحمد النخلي قال أجازني الشيخ عيسى المغربي بقراءة فاتحة الكتاب فقرأتها عليه قال الشيخ عيسى قرأتها على الشيخ علي الأجهوري قال الشيخ الأجهوري قرأتها على الشيخ الفاضل نور الدين علي بن أبي بكر القرافي قال القرافي قرأتها على قاضي القضاة شمس الدين محمد بن إبراهيم التتائي قال التتائي قرأتها على القاضي برهان الدين إبراهيم بن محمد اللقاني قال اللقاني قرأتها على علم الدين سليمان مؤدب أولاد الجن قال سليمان قرأتها على القاضي شمهورش قاضي الجن رضي الله عنه قال شمهورش قرأتها على من أنزلت عليه سيد الوجود ومنبع الكرم سيدنا ومولانا محمد صلى الله عليه وسلم وعلى آله وأصحابه أئمة الهدى وتابعيهم بإحسان ومن بهم اقتدى آمين

بعد الحمد والصلوة يقول العبد الضعيف محمد اسحق انى قرأت سورة الفاتحة على الشيخ المولوى عبد الحميد

فاجزت له بعد ذلك

اسناد سورۂ النحل

وأما الحديث المسلسل بقراءة سورة النحل فأخبرني شيخي وجدي مولانا الشيخ عبد العزيز الدهلوي قال أخبرني شيخي ووالدي الشيخ ولي الله المحدث الدهلوي قال أخبرني الشيخ أبو طاهر عن الشيخ أحمد النخلي عن البابلي عن سالم عن النجم الغيطي عن الشمس محمد بن محمد العثماني أنه رأى النبي صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم في النوم في مكة وقرأ عليه أول سورة النحل فأجازه بروايته ورواية تمام سورة النحل وسائر القرآن والحمد لله

يقول محمد اسحق اجزت للشيخ المحمدي المسمى بعبد الحميد بقراءة سورة النحل بحق هذه الرواية

۲۱۔ اسنادِ شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی برائے نوابزادہ عبدالمجید خان ٹونکی

واما الحدیث المسلسل بقراءة سورة الصف فاخبرنی شیخی واستادی وجدی مولانا الشیخ عبد العزیز المحدث الدهلوی قال اخبرنی شیخی
واستادی ووالدی الشیخ ولی الله المحدث الدهلوی قال اخبرنی به الشیخ ابوطاهر المدنی سماعا من لفظه للحدیث والسورة جمیعا قال اخبرنی
الشیخ احمد النخلی عن الشیخ محمد بن العلاء البابلی عن الشیخ عن الشهاب احمد بن الشلبی الحنفی عن النجم محمد الغیطی عن شیخ الاسلام زکریا الانصاری
عن الحافظ ابی النعیم رضوان محمد العقبی عن ابی اسحاق ابراهیم بن احمد التنوخی عن ابی العباس احمد بن ابی طالب الدمشقی عن ابی النجا
عبد الله بن عمر البغدادی عن ابی الوقت عبد الاول بن عیسی الهروی عن ابی الحسن عبد الرحمن بن محمد الداودی عن ابی محمد عبد الله بن احمد
عن عیسی بن عمر عن عبد الله بن عبد الرحمن الدارمی قال حدثنا محمد بن کثیر عن الاوزاعی عن یحیی عن ابی سلمة عن عبد الله بن سلام رضی الله
قال قعدنا نفرا من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فتذاکرنا فقلنا لو نعلم ای الاعمال اقرب الی الله تعالی لعملناه فانزل الله
عزوجل سبح لله ما فی السموات وما فی الارض وهو العزیز الحکیم ۔ یا ایها الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون

قال عبد الله بن سلام رضی الله تعالی عنه قرأها علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم هکذا قال ابو سلمة وقرأها علینا عبد الله بن سلام رضی الله تعالی عنه هکذا
قال یحیی وقرأها علینا ابو سلمة قال الاوزاعی فقرأها علینا یحیی قال محمد بن کثیر فقرأها علینا الاوزاعی قال الدارمی فقرأها علینا
محمد بن کثیر قال عیسی فقرأها علینا الدارمی قال عبد الله بن احمد فقرأها علینا عیسی قال عبد الرحمن فقرأها علینا عبد الله قال عبد الاول
فقرأها علینا عبد الرحمن قال عبد الله بن عمر البغدادی فقرأها علینا عبد الاول قال احمد بن ابی طالب فقرأها علینا عبد الله البغدادی
قال ابراهیم بن احمد فقرأها علینا احمد بن ابی طالب تلقینا قال رضوان بن محمد فقرأها علینا ابراهیم بن احمد قال زکریا فقرأها
علینا رضوان بن محمد قال الغیطی فقرأها علینا زکریا قال احمد بن الشلبی فقرأها علینا الغیطی قال الشیخ محمد البابلی فقرأها علینا احمد
بن الشلبی قال الشیخ احمد النخلی فقرأها علینا البابلی قال الشیخ ابوطاهر وقرأها علینا الشیخ احمد النخلی قلت وقرأها علینا شیخنا
ابوطاهر وکان من قراءته متم نوره بتنوین متم ونصب نوره قال مشائخنا وهذا الحدیث اصح مسلسل یروی ۔

یقول محمد اسحق انی قرأت سورة الصف علی الشیخ الجمیل المسمی بعبد المجید ثبته الله علی المنهج السدید
واجزت له بهذا المسلسل المرقوم

۲۱۔ اسنادِ شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی برائے نوابزادہ عبدالمجید خان ٹونکی

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

از تالیف عمدۃ المحدثین جناب شاہ عبدالعزیز کہ نزد جمہور ثقہ است در اصطلاح حدیث مشہور

عجالہ نافعہ

بزبان فارسی در

اصول حدیث

باہتمام شیخ محی الدین تاجر کتب ساکن شہر لاہور بازار کشمیری

در مطبع صدیقی واقع لاہور مطبوع گردید

مکاتیب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

(جلد اوّل و دوم)

تحقیق

مفتی نسیم احمد فریدی امروہوی

تقدمہ وتحشیہ

پرفسور نثار احمد فاروقی

پیشگفتار

دکتر وقار الحسن صدّیقی

کتابخانۂ رضا رام پور
(اترا پرادش) هند
۲۰۰۴م/۱۴۲۵ھ